رسالہ

اشاعت اسلام

(اردو ترجمہ)
اسلامک ریویو انگریزی کا ترجمہ جو ووکنگ (انگلستان) سے

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت سالانہ — قیمت فی پرچہ ممالک غیر کیلئے

التماس — [illegible] خط و کتابت خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام
[illegible] لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۰ء

تصنیفات حضرت مولانا جلال الدین صاحب [illegible]

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توضیح الاسلام - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]	[illegible] - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]
[illegible] کا مجموعہ - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]	[illegible] - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]
مناہج المسیحیت - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]	پیام اسلام - مجلد	[illegible]
[illegible] السلام - بلا جلد ۱۲ [illegible]	مجلد [illegible]	مقصد مذہب - صرف	[illegible]
راز حیات یا انجیل کامل - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]	خطبات [illegible] - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]
مکالمات [illegible] - بلا جلد ۱۳ [illegible]	مجلد [illegible]	[illegible] - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]
مطالعہ اسلام - بلا جلد ۱۲ [illegible]	مجلد [illegible]	ہستی باری تعالےٰ - بلا جلد	[illegible]
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]	[illegible]	[illegible]
لمعات انوار محمدیہ - بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]	اسلام اور علوم جدیدہ - صرف	[illegible]
مذہب محبت	[illegible]	[illegible] - مجلد	[illegible]
[illegible] عالم کا مذہب - مجلد	[illegible]	[illegible] - قیمت	[illegible]
[illegible] - بلا جلد	[illegible]	[illegible]	[illegible]

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
[illegible] قرآن - بلا جلد	۱۲ [illegible]	سیرت نبوی - قیمت [illegible]	[illegible]
قرآن شریف مترجم [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
دنیا کے مشہور [illegible] - بلا جلد	[illegible]	[illegible] - قیمت [illegible]	[illegible]
اسلامی نماز کا فلسفہ - قیمت [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تفسیر [illegible] فاتحہ - قیمت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
اسلام [illegible] کا مذہب - قیمت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]



Mrs. H[illegible] Hamilton, th[illegible] British Muslim sister, wh[illegible] letter [illegible] Why I joined the M[illegible] Faith appears elsewhere [illegible] Khal[illegible] Khan Niazi [illegible] Imam of the Mosque, Woking, who after [illegible] of [illegible] services to the cause of Woking Muslim Mission is returning at the end of the year

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ شعبان المکرم سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۱

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	ازقلم جناب خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مسلم مشن	۲
۲	انگلستان میں اشاعت اسلام اور مسلم سیاسیات ۔	" "	۴
۳	شکریہ احباب	ازقلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب "	۵
۴	عامۃ الناس کا مذہب	از خواجہ عبدالغنی صاحب	۷
۵	قرآن مجید کا فوق الفطرت پہلو	ازقلم جناب سید مقبول احمد صاحب بی اے	۹
۶	آنحضرت صلعم کی طرز تعلیم اور شگفتگی خاطر	از مترجم	۱۲
۷	مسجد ووکنگ میں موجودہ مسیحیت پر ایک تنقیدی نظر	"	۱۳
	آدم اور حوا	"	۱۴
۸	یورپ پر اسلام کے احسانات	ازقلم جناب ڈاکٹر گستو ڈائرس صاحب پی ۔ ایچ ڈی	۱۷
۹	منشیات میثاق اور جسمانی چستی	از مترجم	۲۳
۱۰	جمہوریہ سویت میں اتوار کی تعطیل کی پیدائش ..	"	
۱۱	نئے عہدنامہ میں آنحضرت صلعم کا ذکر مبارک ..	ازقلم جناب پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب بی ۔ ڈی	۲۸
۱۲	اسلام تثلیث تجسم اور کفارہ سے کیوں انکار کرتا ہے ۔	از مترجم	۳۸
۱۳	گوشوارہ آمد وخرچ مسلم مشن ووکنگ ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء	از فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ..	۳۹
۱۴	نبوت کا ظہور اتم	از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ۔ ..	۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

ضمیمہ ۹۰

اشاعت اسلام

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

جلد (۱۶) نمبر (۱)

شذرات

تشریح تصویر:۔ اس ماہ کے رسالہ کو مسز ہیلن بوکین ہیملٹن کی تصویر سے زینت دی جاتی ہے جو کہ ہماری جدید برطانوی نومسلمہ بہن ہیں جن کا خط بعنوان "میرے قبول اسلام کی وجوہات" ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ مسٹر عبدالخالق خاں نیازی بی۔ اے کا فوٹو ہے۔ جنہوں نے پانچسال تک مسلسل اور مخلصانہ اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں اور اب دسمبر ۱۹۲۹ء کو واپس ہندوستان آرہے ہیں +

میرے قبول اسلام کی وجوہات

بخدمت شریف جناب اڈیٹر صاحب اسلامک ریویو۔

میرے خاندان کے اراکین "کلیسائے انگلستان" سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر افراد معزز کلیسائی عہدوں پر بھی سرفراز رہ چکے ہیں لیکن "کلیسائی عقائد" میری نظر میں کبھی نہ جچے مثلاً کفارہ، الوہیت یسوعؑ شفاعت، اعترافِ معاصی اور رسوم مقدسہ یہ تمام باتیں مجھے حضرت عیسیٰ مسیح ناصری کی اصلی تعلیمات کے بالکل برخلاف معلوم ہوتی ہیں +

تین سال ہوئے مجھے ایکدفعہ مسجد ووکنگ آنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس طرح مسلمانوں سے واقفیت حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے اس دوران میں مسٹر عبدالخالق خاں نائب امام مسجد کے ساتھ مذہبی مراسلات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور کئی مرتبہ اُن کو ساتھ تھوڑی سی تبادلۂ خیالات کیلئے بھی بلایا۔ اسلامی

اصولوں کی جو تشریح صاحب موصوف کی وہ نہایت سلجھی ہوئی اور جدید خیالات کی روشنی میں تھی۔ اور میرے لیے قابل قبول ثابت ہوئی +

اسلامی اصولوں کی بیحد سادگی اور عبادات میں غایت درجہ خلوص نے میرے دل پر اس بات کا نقش کر دیا کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی اور مذہب نہیں ہے +

راقمہ ہیلن بوکیسٹن ہیملٹن

نوٹ منجانب اڈیٹر ۔ مسز ایچ بوکانن ہیملٹن لارڈ کرزن آنجہانی اور سر فرانسس لیے آنجہانی کی جو ایک نہایت قدیمی اور معزز خاندان کے نام لیوا تھے جسکے افراد سولھویں صدی کے اوائل میں ہیمیلٹن واقع ضلع امسٹر یقورڈ بین صاحب املاک تھے قریبی رشتہ دار ہیں یہ موصوفہ کی تعلیم و تربیت جرمن میں ہوئی ۔ آپ فنون لطیفہ میں مہارت تامہ رکھتی ہیں ۔ اور علاوہ اپنی مادری زبان انگریزی کے جرمن اور فرنچ زبانوں سے بھی واقف ہیں +

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک مفید ترین اضافہ حلقۂ اسلام میں ہوا ہے ۔ جناب مسٹر ونسینٹ کیف جو مغربی دنیا میں ایک مشہور آدمی ہیں ۔ جیسا کہ ہماری پچھلی ولایتی ڈاک سے ظاہر ہوتا ہے بطیب خاطر مسلمان ہو گئے ہیں ۔ جن کا اسلامی نام عبد الکریم رکھا گیا ہے +

صاحب موصوف کی قبولیت اسلام نے ہمیں اپنے نظریہ میں اور بھی مضبوط کر دیا ۔ ہمارے اسلامی لٹریچر نے انھیں اسلام کی طرف متوجہ کیا ۔ اسی کے مطالعہ نے انھیں صداقت حقہ پر قائم کر دیا نشر و اشاعت مسلم لٹریچر کے سوا اور کوئی راستہ جو آسان سے آسان اور کم خرچ بھی ہو اشاعت اسلام کیلئے ہماری سمجھ میں نہیں آتا گو یہ ہماری التماس کی درخواست ہے لیکن منعہ میں ہر ایک نئی قبولیت اسلام ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنی دیرینہ درخواست بار بار دوستوں کے سامنے پیش کریں +

اس وقت ایک شاندار کتاب کی تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے سامنے ہے ۔ اُن کی محنت تو اس امر کی مقتضی

نہیں۔ کہ وہ اس دماغی شغل کو شروع کردیں۔ لیکن جو شوق جنون کی حد تک پہنچ جائے۔ تو وہ لاعلاج ہو جایا کرتا ہے
چنانچہ اس کتاب کا پہلا باب انگریزی میں لکھا جا چکا ہے۔ اور اس کا اردو ترجمہ آیندہ ضروری نمبر میں
نظر ناظرین ہوگا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اس دماغی کاوش کا خمیازہ بھی اٹھانا شروع کردیا
درد اعصاب کا دورہ عود کر آیا ہے۔ سال گذشتہ یہی درد اعصاب مصائب کا پیش خیمہ ہوئے۔ اللہ تعالےٰ
سے دعا ہے کہ وہ حضرت خواجہ صاحب کی اس قلبی کیفیت کو کچھ وقت کیلئے تعطل میں لے آئے۔ ہم تو
کہہ کہہ کر تھک گئے۔ اب ناظرین کرام سے عرض ہے کہ آپ انہیں اس علمی انہماک سے محترز رہنے کیلئے لکھ کر دیکھ لیں
ممکن ہے کہ احباب کی تحریر ہماری درخواست سے زیادہ مؤثر ہو سکے +

یہ ہم ضرور کہتے ہیں کہ مجوزہ کتاب ایک آزاد منش کو خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو اسلام کی طرف محبت و
عزت کے ساتھ مائل کردیگی۔ آپ نے جو بھی بات اس کتاب میں لکھی ہے۔ اسکی شہادت میں صحیفۂ قدرت کو پیش
کیا ہے۔ لیکن صحیفہ قدرت کی یہ شہادتیں کسی نیچری اصول پر نہیں بلکہ یہ وہ شہادتیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم
نے صاف صاف الفاظ میں کیا ہے۔ ہمارے علم میں یہ ایک پہلی کوشش ہے۔ جو خدا کے قول اور فعل میں
ناقابل جرح تطبیق دکھاتی ہے +

انگلستان میں اشاعت اسلام اور مسلم سیاسیات

اشاعت گذشتہ میں اس موضوع پر حضرت خواجہ صاحب نے اظہار خیالات کیا ہے۔ اس مضمون پر آپ نے
ایک چوٹی کی بات لکھی ہے جو قابل غور ہے۔ ہمیں حقائق اور پیش آمدہ واقعات سے آنکھیں بند نہ کرلنی چاہئیں۔
ہماری سیاسی رفعت ہی اب ہمیں زندہ رکھ سکتی ہے۔ اور اب یہ مطلوبہ رفعت برطانوی قوم کی پبلک رائے سے وابستہ ہے
برطانوی گورنمنٹ کا کوئی نکتہ خیال ہو۔ لیکن وہاں کی رائے عامہ جو چاہے گورنمنٹ سے کرا لیتی ہے۔ ہندو بھائیوں نے
جو چند سال سے ہم پر تفوق حاصل کرلیا ہے۔ اسکی حقیقت حضرت خواجہ صاحب نے اس علم کی بنا پر کھولی ہے جو آپ نے
ولایت میں رہ کر حاصل ہوا۔ وہاں کی رائے میں اس وقت وہی بات موجود ہے جو ہندو بھائیوں کیلئے مفید ہے
اور جو ہمیں تباہی کی طرف لیجائیگی۔ یہ رائے گذشتہ پچاس سالوں میں پیدا کی گئی۔ ہندو بھائیوں نے لگاتار
کوشش کی۔ اور وقتاً فوقتاً ان کے نمائندے پبلک اور پرائیویٹ رنگ میں مسلسل کوشش کرتے رہے
اس کا علاج کہ وہاں کی پبلک رائے ہمارے لئے مفید ہو۔ اور اس کا راستہ جو حضرت خواجہ صاحب نے

تجویز کیا ہے اسکی صحت اور مقبولیت پر کوئی شبہہ نہیں ہوسکتا - ہم کیوں لندن وفد بھیجیں ہم کیوں نہ اُن لوگوں کو مسلمان کریں - ان کے مسلمان ہونے پر ان کی رائے لانا ہمارے لئے مفید ہوگی +

ذیل کا ایک محترم دوست کا عنایت نامہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا +

۱۱ دسمبر ۱۹۲۹ء روز چہارشنبہ از ڈاکخانہ سید پیرادن -

بخدمت مینیجر صاحب رسالہ اشاعت اسلام - السلام علیکم - بنائے مضمون خواجہ صاحب مندرجہ پرچہ رسالہ بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء جس کی سُرخی انگلستان میں اشاعت اسلام اور مسلم سیاسیات ہے - میں نے پڑھا میں نے کوشش سے بہ دقت تین خریداران پرچہ ندکو رہم پہنچا ئے ہیں وہ لوگ براہ راست آپ کو تکلیف دینگے پرچہ کی ماہ فروری سنہ ۱۹۳۰ء میں دینگے - میرا ہمیشہ سے یہی خیال تھا اور ہے - کہ موجودہ مسلمانوں سے بجز خانہ جنگی اور فرقہ بندی کے کچھ نہ ہوسکیگا - اور مابین برادران ہنود و مسلمانان اتفاق کا ہونا قطعاً محال ہو رہا ہے - اور ہماری سیاسی حالت کوئی شک نہیں کہ انگلستان کی اشاعت اسلام ہی میں ہے - بشرطیکہ اس میں خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے برکت دے اور حضرت خواجہ صاحب کو صحت کامل و عاجل عطا فرمائے بطفیل اپنے حبیب صادق المصدوق کے فقط - والسلام

راقم اثم - کمترین جمیل الدین

شکریہ احباب

میں تہ دل سے اُن احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے فی الفور میری اپیل کی طرف توجہ فرمائی اپیل سے میری مُراد ریزرو فنڈ (یعنی سرمایہ محفوظ متعلقہ مُسلم مشن ووکنگ) ہے - گو یہ دونوں ماہ اس کام از حد مبارک ہیں کیونکہ زکوٰۃ و خیرات کیلئے انہیں موزوں ترین وقت خیال کیا گیا ہے لیکن جس بات نے میرے دل کو تشکر و امتنان سے معمور کردیا - وہ وہ فوری لبیک ہے - جو میری آواز پر آئی - ہمارے سامنے گو ایک مشکل مُہم ہے - یعنی چند لاکھ روپیہ کو مشن ووکنگ (انگلستان) کے سرمایہ محفوظ کی مد میں جمع کرلینا لیکن دس کروڑ مسلمانوں میں اگر اوسطاً پانچ روپیہ فی کس کبھی دینے والے پیدا ہو جائیں - اور ان میں وہ بھی شامل ہوں - جو ایک روپیہ یا کچھ آنے دینے والے ہیں - تو ایک لاکھ آدمی کی ضرورت ہے +

ذیل میں ان احباب کے اسمائے گرامی بصد شکریہ دیئے جاتے ہیں:-

۱- جناب محمد محفوظ الکریم صاحب ناگپور	۵۰ روپیہ	۰	۰
۲- جناب عبدالرحیم خاں صاحب مردان	۱۴	۱۲	۰
۳- جناب محمد جان صاحب چنیوٹ	۲۵	۰	۰
۴- جناب محمد سراج الحق صاحب شہر گورکھپور	۵	۰	۰
کُل میزان	۹۴	۱۲	۰

مورخہ ۱۴ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء
۶ عزیز منزل - لاہور

خادم - خواجہ کمال الدین

عامۃ النّاس کا مذہب

ہمارا خیال ہے کہ عوام کا مذہب اس درجہ سادہ اور عام فہم ہونا چاہیئے کہ موٹی سے موٹی عقل کا آدمی بھی اس کے اصولوں کو بآسانی سمجھ سکے لہٰذا اسمیں الٰہیات کے پیچیدہ مسائل مطلق نہ ہونے چاہئیں جن کی وجہ سے وہ عوام کی فہم سے بالاتر ہو جائیگا۔ آج عام طور پر ایک مزدور پیشہ انسان یہی سمجھے ہوئے ہے۔ کہ مذہب صرف اتوار ہی کے دن کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ زندگی بھی ان کیلئے ہے۔ جو اسے پسند کریں۔ وہ بذات خود اپنی زندگی بغیر کسی مذہبی احساس کے بسر کرتا ہے یا اگر یہ احساس موجود ہو تو کم از کم وہ اس کو عملی جامہ نہیں پہناتا۔ لیکن یہ قصور اس مذہب کا ہے جو مغرب میں مروج ہے جس کی تعلیمات اس درجہ عقل کو حیران کرنیوالی ہیں۔ کہ عوام الناس کو ان سے دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایسی غیر مانوس اصطلاحات میں بیان کی گئی ہیں۔ کہ سوائے پادریوں کے طبقہ کے اور کوئی شخص سمجھ نہیں سکتا۔ نہ قائم اُٹھا سکتا ہے مثلاً ظاہر ہے کہ عام آدمی نہ نکاح پڑھا سکتے ہیں نہ "نماز جنازہ" یہ اور اسی قسم کے دوسرے فرائض شرعی صرف ایک خاص طبقہ کے لوگ انجام دے سکتے ہیں۔ جنہیں پادری کہتے ہیں علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عوام الناس گرجوں میں جاتے ہیں۔ اور وہاں تمام خلاف عقل عقاید پر خاموشی کے ساتھ تقریریں سنتے ہیں۔ حالانکہ وہ باتیں انکی سمجھ میں نہیں آتیں۔ لیکن نہ وہ سوال کر سکتے ہیں۔ نہ اپنے قلوب کو اطمینان دے سکتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ طرز عمل سفاہت کی انتہا ہے مجھے افریقہ اور دیگر ممالک میں مختلف مناظر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ذاتی دلچسپی کی وجہ میں اُن کے متعلق صدہا سوالات کئے ہیں۔ اور اپنے معلومات میں اضافہ کیا ہے۔ یہ بات مذہب میں کیوں روا نہیں رکھی گئی؟ اور جب کوئی شخص بذات خود غور و خوض کرنا شروع کرتا ہے۔ تو لوگ اُسے کافر اور بے دین کیوں کہنے لگتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ پادری لوگ اپنی ذاتی اور علمی کمزوریوں سے واقف ہیں؟ ان کا فرض ہے۔ کہ علانیہ میدان میں آئیں۔ اور ایک ایک کر کے اُن کے مسائل پر ہمارے ساتھ گفت و شنید کریں جن کو وہ دن رات گرجے میں کھڑے ہو کر انسانی نجات کے لئے ضروری قرار دیتے رہتے ہیں۔

اگرچہ "نجات" کی تعریف مختلف طریقوں میں کی گئی ہے۔ تاہم نجات کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس لئے نجات کے متعلق ہمیں کافی غور و فکر کی ضرورت ہے ہم سوال کرتے ہیں۔ کیا کوئی مذہب ایسا ہے جس نے خدا ئے واحد کو رب العالمین قرار دیا ہو۔ اور تمام بنی نوع آدم کو ایک سلک اخوت میں منسلک کیا ہو۔ جملہ اوہام کا خاتمہ کیا ہو۔ ذات پات اور نسل کو کسی قسم کا درجہ نہ دیا ہو۔ جو تعلیمات کے لحاظ سے سادہ تاہم الہامی ہو۔ اور اپنے ضمیر پر کسی قسم کا بار ڈالے بغیر ہم اس پر عامل ہو سکتے ہوں ؟

اگر کوئی مذہب ایسا ہے۔ تو وہ بذات خویش مذہب کہلائے جانے کا مستحق ہے اور مجھے ایک ایسے مذہب کا علم بھی ہے۔ اور اسی لئے میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ عنقریب وہ زمانہ آئیگا جبکہ اسلام ہی دُنیا کا مذہب اور عنصر غالب ہو گا۔ اسلام میں بحث و فکر کی کامل آزادی ہے۔ اور کسی مذہبی جماعت کے سامنے تسلیم خم کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ شرائط مذکورہ بالا سب کی سب اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے یہ مذہب عامۃ الناس کیلئے لائق اختیار ہوسکتا ہے۔ میں اپنے احباب سے بصد ادب بصد ادب گزارش کروں گا۔ کہ وہ اُن دقیانوسی باتوں کو اپنے دلوں سے نکال دیں۔ کہ وہ مذہبی امور میں سوالات کرنے سے کافر ہو جائینگے۔ خصوصاً اُن عقائد کے متعلق جن کو چوتھی صدی عیسوی کے انسانوں نے دوسروں کے لئے وضع کیا تھا۔ اور یاد رکھیں۔ کہ بیسویں صدی کے لوگ ہر بات کو تحقیق کے بعد قبول کر سکتے ہیں۔ امور اختلافی اور اتحادی کے متعلق خاموشی سے ساتھ غور کیجئے اور محبت کے ساتھ گفت و شنید اور یقیناً ایسا کرنے کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچینگے۔ کہ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو آپ کے منشاءِ دلی کو بطرز احسن پورا کر سکتا ہے۔ یہ مذہب وہ ہے جسمیں "اسرار" اور "رموز" کا نہ ذکر ہے نہ اُن کی گنجائش۔ ہاں دُنیا کے ہر ملک کے ہر انسان کیلئے کامل ہدایت اور مکمل دستور العمل حیات ہے +

قرآن مجید کا فوق الفطرت پہلو

القرآن اور جدید نظریات و اکتشافات علم ہیئت

ترجمہ مضمون جناب سید مقبول احمد صاحب بی۔ اے

مناسب ہے۔ کہ شروع ہی میں اس مضمون سے متعلق اپنی محدود معلومات کا اعتراف کر دوں جس پر ان سطور میں اظہار خیال کروں گا۔ یعنی میں ہیئت سے بحیثیت فن اسی قدر ناواقف ہوں۔ جس قدر میرے ناظرین میں سے اکثر و بیشتر عربی زبان اور قرآن مجید سے۔ ایک عامی کی حیثیت سے میں کیپلر اور بطلیموس کے نظریات میں صرف معمولی طور پر امتیاز کرنے کی لیاقت رکھتا ہوں لیکن جس بات کو میں اور دوسرے لوگ جو میری طرح علم ہیئت سے ناواقف ہی سہی، بخوبی جانتے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ آسمان بلور یا موم جامہ کا ساختہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ زمین چپٹی اور درمیانی منزل ہے۔ اس کی سقف آسمان اور زیریں حصہ طارطاس یورپ میں پندرھویں صدی تک تسلیم کیا جاتا تھا لیکن نئے آسمان کے نظریہ کے ساتھ ساتھ ایک نئی زمین کا نظریہ لازمی طور پر پیدا ہو گیا۔ اور زمین کی گولائی سے یہ خیال بتدریج پیدا ہوا۔ کہ وہ فضا میں سیر کر رہی ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں حال ہی میں دریافت ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلعم یا آپ کے صحابہؓ سے یہ علم متعلقہ ارض و سماء منسوب نہیں کیا جا سکتا نتیجہ یہ نکلا کہ محمدؐ کے قرآن" نے اگر علم ہیئت پر کچھ بیان بھی کیا ہو تو وہ سراسر ناواقفیت پر مبنی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ مسئلہ زیر بحث کا یہ پہلو کسی شخص کے کتب سماوی پر اعتقاد کی نہایت سخت آزمائش قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن میرا خیال ہے۔ کہ متعصب لوگ ضرور ان کتب کے الفاظ کی ایسی ہی تاویلات کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جیسی ہمارے ہندو دوست بعض ویدمنتروں کو تحقیقات جدیدہ سے مطابق کرنے میں کیا کرتے ہیں +

علاوہ ازیں اگر بائیبل کے متعلق جس میں لکھا ہے۔ کہ جب جوشوا بنی اسرائیل کی رہنمائی کر رہا تھا۔ تو آفتاب ساکن ہو گیا تھا۔ جو علم ہیئت کے زاویہ نگاہ سے ناممکن ہے۔ کوئی شخص یہ اعتقاد ظاہر کرے۔ کہ وہ آسمانی کتاب ہے۔ تو پھر وہ کتاب جو قدامت کا دعوے کرے منجانب اللہ تسلیم کی جا سکتی ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ کوئی کتاب اس مرتبہ کی طالب نہیں نظر آتی اگرچہ کتب سماوی کے معتقدین اس قسم کے خیالات کو دل میں جگہ دیئے ہوئے ہوں لیکن صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے زائد از صد مقامات پر اپنے ماخذ اور اصل کا اعلان

گیا ہے۔ پس اس کے متعلق امر تنقیح طلب یہ نہیں۔ کہ کون شخص قرآن کو آسمانی کتاب کہتا ہے بلکہ یہ کہ قرآن مجید کو کتاب آسمانی کیوں کہا جاتا ہے +

پس غور کیجئے کہ قرآن مجید میں قدیم **یونانی فلسفہ** کی متابعت میں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ آسمان اک ٹھوس جسم ہے۔ اور ستارے اسمیں جڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ اک رقیق اثیری فضاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ ہماری زمین اور دوسرے سیارے اس فضا میں گردش کر رہے ہیں۔ اب قرآن مجید کی ان آیات کا معائنہ کیجئے :-

پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے جوڑے سب چیزوں کے اس چیز سے کہ اگاتی ہے زمین اور جانوں اُن کی سے اور اُس چیز سے کہ نہیں جانتے۔ اور نشانی ہے واسطے اُنکے رات جس کو نکالتے ہیں ہم دن سے پس ناگہاں وہ آنیوالے ہیں بیچ اندھیروں کے اور سورج چلتا ہے اس کے واسطے مقرر ہے۔ یہ ہے اندازہ غالب اور علیم خدا کا۔ اور چاند کو مقرر کر دیں ہم نے اس کی منزلیں۔ یہاں تک کہ پھر ہو جاتا ہے مثل پرانی کھجور کی شاخ کے +

نہیں سورج لائق ہے۔ اس کے کہ پالیوے چاند کو اور نہ رات آگے نکلنے والی ہے دن سے اور سب ستارے بیچ آسمان کے چلتے ہیں۔ اور نشانی ہے واسطے اُن کے یہ کہ اٹھایا ہم نے نسل اُن کی کو بیچ کشتی بھری ہوئی کے۔ اور پیدا کیا ہم نے واسطے اُنکے مانند اس کشتی کے جو سوار ہوتے تھے اس پر (سورت ۳۶ آیت ۳۶ تا ۴۲)

پہلی آیت سے ماہرین علم الارض علم الکیمیا، علم الحیٰوۃ اور علم البرق، بہت کچھ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں اس جگہ اُن سے کوئی تعرض نہیں۔ اگر وہ ابھی تک اس حقیقت سے آشنا نہیں ہیں۔ کہ تمامی مخلوقات میں نر و مادہ پائے جاتے ہیں (مقناطیس اور برق میں منفی اور مثبت کہہ سکتے ہیں) تو لازم ہے۔ کہ وہ اپنے سب سے بڑے علماء سے مشورہ کریں۔ اور یقیناً انھیں اس مختصر سی آیت میں بہت کچھ مواد غور و فکر کے لئے ملیگا آنحضرت صلعم کے زمانہ میں اہل عرب ان حقائق سے بالکل بیخبر تھے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ انھیں بعض درختوں میں نر و مادہ کا علم تھا۔ لیکن یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے۔ کہ انھیں برق مثبتہ اور منفیہ کے متعلق کوئی معلومات نہ تھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے اس مبحث سے قطع نظر کرتے ہوئے پھر قرآن مجید کی طرف آئیے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ سورج اپنے مستقر یعنی محور پر گردش کرتا ہے۔ لفظ "مستقر" غور طلب ہے۔ اس کے معنے ہیں جائے مقررہ کے اس کی صند "مدار" یعنی گردش گاہ ہے۔ غرضکہ سورج اپنے مستقر پر گردش کرتا ہے۔ اب ساڑھے تیرہ سو

پہلے عرب میں ایسی بات کا اعلان کرنا اس زمانہ سے کس قدر عجیب ہے !!! اب ہم ان الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ "وکلٌ فی فلک یسبحون" اور یہ سب فضا میں گردش کناں ہیں"۔ "یہ سب" سے مراد چاند اور دوسرے سیارے ہیں۔ کسی شے کا "آسمان" میں گردش کرنا بتاتا ہے کہ آسمان ٹھوس چیز نہیں۔ بلکہ رقیق مادہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا عرب کے لوگ اس سماء اثیری سے واقف تھے ؟ اس کے بعد آخری آیت غور طلب ہے"۔ اور نشانی ہے اُن کے واسطے کہ ہم اُن کے بچے جہازوں میں اُٹھاتے ہیں۔ اور جس طرح اس سیارہ کے لوگ جہازوں میں سوار ہوتے ہیں۔ اسیطرح آلات باربرداری وہاں بھی ہیں۔ یہ بات کہ سیاروں کے ایسے جہازوں میں سوار ہوتے ہیں بظاہر اک عجیب سا ادّعا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کیلئے ہمیں آیندہ زمانہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ جبکہ ساکنانِ "ارض" تموج اثیری کی بدولت "مریخ" اور مشتری سے سلسلۂ مخابرات قائم کر لینگے +

واضح ہو کہ ان آیات کا مطلب بیان کرتے ہوئے میں نے کسی جگہ الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے مطلب کے موافق نہیں بنایا ہے۔ قرآن شریف کی آیات متذکرہ بالا ہر شخص کے سامنے ہیں اور جو چاہے اصل سے مطابقت کر کے خود معنی بیان کر سکتا ہے +

آئیے اب پھر اس کرۂ خاکی کی طرف رجوع کریں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ زمین گول ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ اسے چپٹی خیال کرتے تھے۔ پہاڑ حدود اربعہ خیال کئے جاتے تھے۔ جن پر آسمان قائم تھا۔ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے لامحالہ یہی نتیجہ نکلیگا کہ اس زمانہ کے لوگ مشرق اور مغرب کو واحد ہی تصوّر کرتے ہونگے۔ کیونکہ مشرق اور مغرب میں کثرت کا خیال اسی وقت پیدا ہوگا۔ جبکہ ہم زمین کو گول تسلیم کریں۔ قرآن نے یہ نہیں بتایا۔ کہ زمین گول ہے یا چپٹی کیونکہ اُس کا مقصد جغرافیہ تعلیم کرنا نہیں ہے۔ ہاں ضمناً ایسی بات بھی بیان ہوگئی ہے۔ جس سے اس مسئلہ پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کیا قرآن میں یہ نہیں لکھا کہ زمین پھیلی ہوئی ہے۔ اور پہاڑ مثل میخوں کے ہیں۔ جو زمین کو اس کی جگہ پر قائم رکھتے ہیں ؟ ہاں لکھا ہے۔ لیکن کون شخص اس کی صحت پر اعتراض کر سکتا ہے ؟ کیا زمین کا اُبھرا ہوُا حصہ جو ہم دیکھتے ہیں چپٹا نہیں معلوم ہوتا ؟ اور جہاں تک ہماری نگاہ جاتی ہے۔ دو تین سو میل تک یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ پگھلے ہوئے مادہ پر مٹی کی موٹی سی تہ جمی ہوئی ہے ؟ اور پہاڑوں کی وجہ سے یہ مٹی کی تہ ضرور اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ اور جبکہ ایسا نہیں ہوتا تو زلزلہ محسوس ہوتا ہے +

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ قرآن مجید نے زمین کے گول ہونے کا نقشہ بھی صدیوں پہلے کھینچ دیا تھا۔ اور مشرق ہی نہیں۔ بلکہ مشارق سے بھی خبردار کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو

"یقیناً تمہارا خدا ایک ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔ اور جو کچھ اُن کے مابین ہے۔ اس کا بھی اور ربّ المشارق بھی ہے" (۳۷ : ۴ تا ۶)

بیشک خدا، ربّ المشارق ہے۔ وہ نیو یارک، گرینچ، کلکتہ، پیکنگ، منیلا اور ٹمبکٹو غرض کہ سب کا خدا ہے۔ اور اس کے مشارق متعدد اور مختلف ہیں +

"(وہ اللہ) ربّ المشرقین اور ربّ المغربین ہے۔ پس تم اپنے رب کی کون کون سی خوبیاں جھٹلاؤ گے (سورۂ رحمٰن ۵۵ : ۱۷ و ۱۸)

اِن دو مشرقوں اور مغربوں سے یا تو ہم موسم سرما اور موسم گرما کا عروج مراد لے سکتے ہیں۔ یعنی ۲۱ جون اور ۲۲ دسمبر جبکہ سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن واقع ہوتا ہے۔ اور آفتاب خطِ استوا سے انتہائی دوری پر دور ہوتا ہے۔ اور یہ بات اس وقت کے عربوں کے ذہنوں میں کبھی نہ آئی ہوگی، یا نصف کرہ کے دوسری جانب، دوسرا مشرق اور دوسرا مغرب +

آنحضرت صلعم کی طرز تکلم اور شگفتگیٔ خاطر

گفتگو میں آنحضرت صلعم دوسروں سے فصیح اور رواں واقع ہوئے تھے۔ عموماً آپ کی باتیں مختصر اور شیریں ہوتی تھیں۔ آپ ہمیشہ چند الفاظ میں اپنا مطلب ادا فرماتے تھے۔ آپ کی گفتگو ایسی مربوط اور مسلسل ہوتی تھی جیسے موتیوں کی لڑیاں حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ "آنحضرت صلعم تم لوگوں کی طرح زیادہ گو نہ تھے۔ آپ کم بولتے تھے۔ لیکن تم لوگ بہت سے الفاظ استعمال کرتے ہو۔ آپ گفتگو میں تھوڑے سے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ اور چند لفظوں میں مطلب بیان فرما دیتے تھے۔ اور عموماً آپ کلّیات استعمال فرماتے تھے۔ جن کے معانی میں نہ کمی کرتے تھے نہ بیشی۔ اور الفاظ آپ کے منہ سے ایسے نکلتے تھے جیسے موتیوں کی لڑی۔ دوران گفتگو میں آپ وقفہ بھی دیتے جاتے تھے۔ تا کہ سامعین آپ کے کلام کو ذہن نشین کر سکیں۔ آپ کی آواز کافی بلند تھی۔ اور لہجہ سب لوگوں سے شستہ اور پاکیزہ تھا۔ آپ عادتاً خاموشی پسند تھے

اور بلا اشد ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ آپ نے کبھی کوئی ناشائستہ کلمہ مُنہ سے نہیں نکالا۔ اور غصّہ کی حالت میں بھی سوائے راستی کے اَور کوئی بات ادا نہ فرماتے۔ جو شخص کریہ الفاظ استعمال کرتا۔ آپ اُسکی طرف سے مُنہ پھیر لیتے۔ اگر بدرجہ مجبُوری آپ کوئی ناخوشگوار بات کہتے بھی تو کسنا یہ میں آپ کی موجودگی میں کوئی شخص ذلیل درمعقولات کا مرتکب نہ ہوسکتا تھا۔ نصیحت نہایت سنجیدہ طور سے فرماتے جس طرح کوئی سچا خیرخواہ کسی کے بھلے کی بات کہتا ہے جس دام کی موجودگی میں آپ زیادہ تبسم فرماتے تھے، جن کی باتیں بعض اوقات آپ کیلئے باعث تعجب اور جاذب توجہ ہوتی تھیں۔ آپ کبھی اس زور سے خندہ نہ فرماتے کہ کچلیاں دکھائی دے جائیں۔

مسجدِ ووکنگ میں موجُودہ مسیحیت پر ایک تنقیدی نظر

موجُودہ مسیحیّت متھرا ایزم کا دوسرا نام ہے

گذشتہ یکشنبہ کو سہ پہر کے وقت ایک لیکچر موسومہ اسرار کلیسائی اور مذہب یسوع کے دوران میں امام مسجد ووکنگ نے، موجُودہ مسیحیت کے مآخذ کے متعلق عجیب و غریب نظریئے پیش کئے۔ حاضرین کی تعداد خاصی تھی۔ اور بہت سے غیر مسلم انگریز بھی شریک تھے +

پہلے مختصر سی دُعا کی گئی۔ اس کے بعد تلاوت قرآن بعد ازاں امام مسجد نے تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو شاید یہ بات عجیب معلوم ہو کہ مسلمان یسُوع مسیح کے پیغام آسمانی پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اُن کو انبیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ اور جس طرح آنحضرت صلعم کی عزت کرتے ہیں۔ اسی طرح اُن کی بھی۔ چونکہ دونوں ایک ہی شریعت لائے تھے۔ اسلئے من حیث نبوت مسلمان اُن دونوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ بعض اوقات ہم کلیسائی تعلیمات پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اسی لئے بعضوں کو یہ بات مستلزم اجتماع ضدین معلوم ہوگی۔ کہ میں نے اس موضوع کو تقریر کے لئے کیوں منتخب کیا +

یہ بات مسلم ہے۔ کہ اگر اناجیل مروجہ سے معجزات اور ہمچو اس قبیل امور خارج کردیئے جائیں

تو یسوع کے سوانح حیات صرف چار پانچ صفحات میں سما سکتے ہیں۔ اور اُن سے بھی ایک طالب حق کو کافی ہدایت مل سکتی ہے۔ لیکن موجودہ مسیحیت، جو آجکل مروّج ہے۔ بالکل مختلف نتیجہ پیدا کرتی۔ یسوع مسیح خدا کی توحید کے قائل تھے۔ اور جب ایک فریسی نے آپ سے خدا کے متعلق سوال کیا تو آپ نے نہایت صاف الفاظ میں توحید باری کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد انھوں نے پہاڑی وعظ میں سے اقتباسات پڑھ کر سُنائے جن کا مقصد یہ تھا کہ لوگ خدا اور ہمسایوں سے اُلفت رکھیں لیکن موجودہ کلیسیا نے حقائق کی تردید بھی کی ہے۔ اور اُنھیں مبہم بھی کر دیا ہے۔ اور جدید کتاب الدعا میں احکام عشرہ کو احکام ستہ کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

آدم اور حوا کا گناہ

ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ گناہ انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اور وہ اپنے پہلے والدین یعنی آدم اور حوا کے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آدم اور حوا کے گناہوں کی سزا ہمیں کیوں ملے؟ آخر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کرے زید اور بھرے خالد؟ اس کے بعد امام موصوف نے ان امور کی صراحت کی جو پہلی دو صدیوں میں داخل مسیحیت ہو گئے تھے۔ اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جو کچھ بُت پرستوں کے مذاہب میں موجود تھا۔ وہ سب مسیحیت کا جزو بن گیا۔ مثلاً یسوع ۲۵ دسمبر کو پیدا نہیں ہُوا تھا۔ یہ تو سُورج کے دیوتا کی پیدائش کا دن ہے۔ اسی طرح ممکن ہے۔ اسے مصلوب کیا گیا ہو۔ لیکن گڈ فرائیڈے کو وہ یقیناً مصلوب نہیں ہُوا تھا۔ ممکن ہے۔ وہ مر کر جی اُٹھا ہو۔ لیکن ایسٹر سنڈے کو ایسا نہیں ہُوا۔ موجودہ مسیحیت کو یسوع سے کوئی تعلق نہیں، ان کی تعلیم تو سب ہبا گ منثورا ہو چکی ہے۔ اور جو باتیں آج مدار ایمان بنی ہوئی ہیں۔ وہ سب کی سب متھرازم سے ماخوذ ہیں +

تحریک جدید کے داخل کلیسیا ہونے کے متعلق امام موصوف نے فرمایا۔ کہ بشپ آف برمنگھم، کلیسیائی اسرار سے سخت دلبرداشتہ ہو چکے ہیں۔ اور اُنھوں نے علانیہ طور پر اس بات کا اعتراف کیا۔ کہ یہ تمام اسرار جو آج ارکان مذہب بنے سمجھے گئے ہیں۔ دراصل بُت پرستوں کے مذاہب سے لئے گئے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ صلیب جس کی پرستش آج

عیسائی لوگ کہتے ہیں، یسوع کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے بھی موجود خلائق تھی؟ ہم مسلمان ان مشرکانہ باتوں سے اس لئے ناراض ہوتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح کا مقدس نام ان باتوں سے بدنام ہوتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصنیف "ینابیع المسیحیت" سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ناظرین پر امام موصوف کے دعاوی کی صحت منکشف ہو جائیگی۔ اس کتاب پر انگلستان میں بھی بہت عمدہ ریویو کیا گیا ہے۔ اور اس میں اسرار کلیسائی اور مذہب شمس پرستی کے مابین مطابقت کلی کی اور بہت سی نظائر بھی موجود ہیں۔ جن کا مطالعہ دلچسپی اور فائدہ سے خالی نہ ہوگا +

"متھرا ازم ایران سے آیا، جہاں کہ چھ سو سال تک یہ مذہب خوب پھل پھول چکا تھا۔ اور یہیں سے شرق روم میں پہنچا رفتہ رفتہ تمام سلطنت رومہ میں شائع ہو گیا۔ حتٰے کہ انگلستان میں بھی جا داخل ہوا۔ چنانچہ یارک چیسٹر اور دیگر مقامات میں اس مذہب کے قدیم آثار دستیاب ہوئے ہیں۔ متھرا کو لوگ خدا اور مخلوق کے مابین شفیع اعظم یقین کرتے تھے۔ اور وہ ایک پہاڑی غار میں ۲۵ دسمبر کو پیدا ہوا تھا۔ اس کی ولادت بغیر باپ کے ظہور میں آئی تھی۔ اس نے دور دراز ممالک کا سفر بھی کیا تھا۔ اس کے بارہ شاگرد تھے۔ اور وہ انسان کی خدمت کرتے کرتے وفات پا گیا۔ مدفون ہونے کے بعد قبر سے زندہ جی اٹھا۔ اور لوگوں نے اسکی حیات ثانی پر بہت خوشیاں منائیں۔ ان میں دو تہوار، موسم سرما میں کرسمس اور موسم گرما میں ایسٹر، بہت مشہور تھے۔ اسے لوگ "منجی" کہتے تھے۔ اور عموماً معصوم برہ کی شکل سے تعبیر کرتے تھے۔ لوگ اس کے مذہب میں بپتسمہ پا کر داخل ہوتے تھے۔ اور "مقدس ضیافت" اس کی یادگاری کے طور پر کھائی جاتی تھی۔ ممکن ہے کہ ان تصریحات کو پڑھ کر موجودہ ناظرین تعجب اور حیرت کا شکار ہو جائیں۔ اور ان کی صحت پر شک کرنے لگیں۔ کیونکہ جب وہ اناجیل مروجہ میں یسوع کے حالات پڑھینگے تو سراپا مطابقت

پائینگے لیکن تعجب کی کوئی وجہ نہیں۔ اگرچہ اب متھرا ایزم کا وجود نہیں ہے لیکن تیسری صدی عیسوی میں اس کو اس قدر فروغ حاصل تھا۔ کہ اگر روما اور اسکندریہ میں اس کا استیصال مکمل نہ کر دیا جاتا، جیسا کہ سینٹ جیروم نے تسلیم کیا ہے۔ کہ عیسائیوں نے متھرا ایزم کو بزور تیغ صفحہ ہستی سے نابود کر دیا، تو یقیناً مسیحیت کے فروغ کے لئے کوئی موقعہ نہ تھا اور یہ مذہب ناپید ہی ہو جاتا۔ جبکہ اس کے بہت سے عقائد اور خلاف عقل اصول مسیحیت میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اس قدر کثرت سے کہ طرطولین جیسے بزرگ حامی مسیحیت کو بھی دبے الفاظ میں اس بات کا اعتراف کرنا پڑ گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ اہل علم متھرا ایزم اور مسیحیت کو ایک ہی چیز جانتے ہیں۔ صرف ناموں کا فرق ہے۔ اگرچہ سینٹ جیروم وغیرہ کو یہ مشابہت اور مماثلت بہت حیران کرتی تھی لیکن انھوں نے ازراہ دانائی یہ مشہور کر دیا۔ کہ یہ مماثلت شیطانی فعل ہے۔ تاکہ سچے مومنوں کو تکلیف پہنچے، شیطان ہمارے مذہب حقہ کا مذاق اُڑاتا ہے۔

کیا خُدا تعالیٰ موجُود ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا موجود نہیں ہے لیکن مسلمان صدق دل سے ایک قادر مطلق پر ایمان رکھتے ہیں جو اس کائنات کا خالق اور رب ہے قرآن مجید جو خدا کا کلام ہے ان الفاظ میں انسانوں کو خطاب کرتا ہے وہ خدا ہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ اور آسمانوں سے پانی برسایا اور تمہارے کھانے کیلئے پھل اُگائے۔ اور اس نے جہازوں کو تمہارا مطیع بنایا تاکہ تم اسکے حکم سے ان کو سمندروں میں چلاؤ اُس نے دریاؤں کو تمہارا مطیع بنایا اور اس نے چاند اور سورج کو تمہارا خادم بنایا، جو ہر وقت گردش میں ہیں۔ اُس نے دن اور رات کو تمہارا فرمانبردار بنایا۔ اور جو چیز تم اُس سے طلب کرتے ہو وہ تمھیں عنایت کرتا ہے۔ اگر تم خدا کی مہربانیوں کا شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے۔ یقیناً انسان متعصب اور ناشکرا ہے۔

مسٹر سی ایف اینڈریوز مسیحی مشنری کی زبان سے

اسلام کی خوبیوں کا اعتراف

نوٹ منجانب اڈیٹر یہ کہنا سراسر غلط ہی کہ اسلام کی اشاعت تلوار سی ہوئی ہے حقیقت حال یہ ہی کہ محاربات صلیبیہ کے زمانہ میں بھی جبکہ عیسائی جماعتوں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے بغض اور عداوت بھری ہوئی تھی۔ اور مسیحی سپاہی تلواریں اور برچھے لیکر اسلام پر حملہ آور ہورہے تھے۔ اور اسلامی بہادروں کو دعوت جنگ دے رہے تھے۔ اس وقت بھی عین میدان جنگ میں اسلامی اخلاق دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا رہے تھے۔ اس دعوے کی شہادت میں گزشتہ نمبر میں ناظرین نے پڑھا ہوگا۔ کہ کار زار صلیبی کے ختم ہو جانے کے برسوں بعد ہی رچرڈ شاہ انگلستان سلطان صلاح الدین ایوبی کی تعریف میں رطب اللسان رہا۔ اور اس تاریکی اور جہالت کے زمانہ میں بھی جبکہ سرزمین یورپ میں اسلام غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا تھا۔ اور ہر طرف تعصب اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ کارلائل انگلستان میں اور گوئیٹے جرمنی میں ایسے اخلاقی بہادر موجود تھے۔ جنہوں نے اپنی اپنی واقفیت کے لحاظ سے اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا +

اسی طرح بعض مسلمانوں میں جو یہ خیال جاگزین ہوتا جاتا ہے۔ کہ موجودہ تہذیب و تمدن کے مقابلہ میں اسلام بیکار ثابت ہوتا جاتا ہے۔ وہ بھی سراسر غلط ہی۔ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اور بالکل برعکس۔ تہذیب جدیدہ تو اسلام کی خوبیوں اور محاسن ہی کو ظاہر کریگی اور اور نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کریگی +

علاوہ اسلام اپنی کامیابی کے لئے نہ کسی ترک کا دست نگر ہے نہ کسی افغان کا محتاج ہے

اسکی ذاتی خوبی اور عمدگی تعلیمات اور رفعت نصب العین بذاتِ خویش ایسے ذرائع ہیں جن کی مدد سے وہ خود بخود مہذب دنیا اور اس کے تعلیمیافتہ افراد سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے چنانچہ مسٹر اینڈریوز جو ایک یورپین عیسائی پادری ہیں اسلام کی خوبیوں کے اعتراف میں عذب البیان ہیں +

"جب میں آنحضرت کی بعثت مبارکہ اور آپکے اعلانِ توحید باری بکلمات "لا الہ الا اللہ" کے وقت میں عرب کے گرد و نواح کے ممالک کے حالات پر غور کرتا ہوں۔ جبکہ ہر جگہ باہمی مناقشات اور تنازعات برپا ہو رہے تھے۔ اور ایک طرف سلطنت روما الکبریٰ اور دوسری طرف سلطنت فارس اشاعت توحید میں زبردست رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں۔ جب میں ان تمام باتوں کا خیال کرتا ہوں تو واقعی طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ پیغمبر عرب نے لوگوں کو ایک نئی دنیا اور نئی الہامی نعمت عطا کی"۔ مسٹر اینڈریوز

اسلام کا نصب العین

"مجھے ہمیشہ اس حقیقتِ کبریٰ کا احساس ہوا ہے۔ اور یہی میرے استادوں نے بھی مجھے بتایا ہے کہ اسلام کا مرکزی عقیدہ، جو مثل اس قطب ستارہ کے ہے۔ جس کے گرد ساری دنیا گردش کرتی ہے۔ توحید باری تعالیٰ ہے۔ اس بنیادی عقیدہ کی بنا پر جو کچھ واقعات رونما ہوئے ان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات مجھ پر ظاہر ہو گئی کہ پیغمبر عرب صلعم اس عقیدہ پر کامل ایمان رکھنے ہی کی بدولت باوجود کثرت عقاید مختلفہ، اصنام پرستی و عقاید مشرکانہ اس زمانہ میں جبکہ تاریکی اور جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی ان تمام دشواریوں، مشکلات، مصائب عسرت، افلاس، خطرات، وساوس، اضطرات اور پریشانیوں کا مردانہ وار کامیاب مقابلہ کر سکے جن کے درمیان وہ عرصہ تک محصور رہے۔ اور نے الحقیقت تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔ کہ یہ عقیدہ اسلام کی روح رواں اور بنیاد اور اساس اولین ہے۔ اور تا قیام قیامت ایسا ہی رہیگا۔ اور جب میں آنحضرت صلعم کی بعثت مبارکہ اور آپکے اعلان توحید باری بکلمات "لا الہ الا اللہ" کے وقت میں عرب کے گرد و نواح کے ممالک کے حالات پر غور کرتا ہوں۔ جبکہ ہر جگہ باہمی مناقشات اور تنازعات کا بازار گرم تھا

اور ایک طرف سلطنت رومۃ الکبریٰ اور دوسری طرف سلطنت فارس اسلام کی توحید کی اشاعت میں زبردست رکاوٹیں پیدا کر رہی تھیں ۔ جب میں ان تمام باتوں کا خیال کرتا ہوں تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم نے دنیا کے لوگوں کو واقعی ایک نئی دنیا اور نیا الہام عنایت فرمایا" +

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ایک حقیقت کبریٰ ہے جو سینکڑوں سالوں سے ثابت شدہ چلی آرہی ہے ۔ علاوہ بریں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے ۔ کہ یہ عقیدہ آنحضرت صلعم کا محض ایک نظری یا علمی عقیدہ نہ تھا ۔ اور اسے فلسفیانہ عقیدہ بھی نہیں کہہ سکتے ۔ بلکہ اس صداقت پر آپؐ کا زندہ ایمان تھا ۔ اور ظاہر ہے ۔ کہ نظری عقیدہ اور زندہ ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ محض فلسفیانہ خیال میں' جو صرف دماغ تک محدود رہتا ہے' ۔ اور اس ایمان میں جس کی بناء پر انسان اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے' زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ یہی وہ زبردست حقیقت ہے جس کی طرف میں ناظرین کی توجہ منعطف کرنی چاہتا ہوں ۔ کہ توحید باری تعالیٰ پر آپؐ کا ایمان محض علمی نہ تھا ۔ بلکہ عملی بھی تھا ۔ اور یہی عملی ایمان آپؐ نے اپنے متبعین کو عنایت فرمایا ۔ اور جب تک آپؐ کے پیرو یعنی مسلمان اس عقیدہ پر قائم رہینگے جو کہ جیسا میں نے ابھی بیان کیا ہے' مثل اس قطب ستارہ کے ہے ۔ جس کے گرد دنیا گردش کرتی ہے' اس وقت تک یہ لوگ دنیا کو ایک بڑی دولت اور نعمت سے سرفراز کرتے رہینگے +

اس عقیدہ کی ایک قابل ملاحظہ مثال یہ ہے ۔ کہ جب میں اب سے تین سال پہلے جنوبی افریقہ میں تھا تو اس عقیدہ کا ایسا زبردست ثبوت ملا کہ اس سے بڑھ کر ملنا دشوار ہے ۔ گورنمنٹ نے ہر ہندوستانی کو جسے وہ نکال سکتی تھی ۔ جنوبی افریقہ سے نکال دینے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ اور وہ ایسا قانون پاس کر رہی تھی ۔ جس کی رو سے بقول واضع قانون جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کا عنصر اقل درجہ رہ جائیگا ۔ اس کا مطلب یہ تھا ۔ کہ جنوبی افریقہ سے ہر شخص کو خارج کیا جا سکتا تھا ۔ یہ قانون پاس ہونے کے اس درجہ قریب آگیا ۔ کہ جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہونے کے لئے سرکاری کاغذات میں مندرج ہو گیا' اور اسکے معنی یہ تھے ۔ جب ارکان مجلس چاہتے اس مسودہ کو پاس کرنے کیلئے زیر بحث لا سکتے تھے ۔

اور اگر وہ زیر آجاتا تو پاس یقینی طور پر ہو جاتا ۔ کیونکہ تمام جماعتیں اس مذموم قانون کو پاس کرنے کے لئے رضامند تھیں +

غرضکہ ہم لوگ ایسی مصیبت سے دوچار تھے جس سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت ہمارے لئے ممکن نہیں ہو سکتی تھی' اور واضح ہو کہ جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کی کثرت ہے' اور آج بھی اس مجلس کا نقش میرے دل پر تازہ ہے۔ جو ڈربن میں منعقد کی گئی تھی۔ اور جسمیں مسلمان بکثرت شریک ہوئے تھے ۔ اور اُن کے لئے یہ مصیبت سب سے زیادہ خوفناک تھی ۔ کیونکہ نہ صرف انھی کیلئے بلکہ اُن کی اولاد و احفاد و املاک و اموال سب کے لئے دائمی عذاب کی صورت درپیش تھی +

انّ اللہ معنا

مُجھے اس مجلس میں تقریر کرنے کیلئے بلایا گیا ۔ اور میں نے اُن کے سامنے اُن کے رسُول صلعم کی تصویر کھینچی ۔ جبکہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مکّہ کے باہر غارِ ثور میں پوشیدہ تھے ۔ میں نے کہا "مسلمانو اپنے نبیؐ کے ان الفاظ کو یاد کرو جو آپؐ نے ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے فرمائے تھے جبکہ ان پر ہراس غالب ہو چلا تھا' اور انھوں نے عالم یاس میں آپؐ سے عرض کیا تھا کہ یا رسُول اللہ ہم تو صرف دو ہی ہیں ۔ اور دشمن بہت ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا" اے ابوبکر ہم دو نہیں ہیں ۔ بلکہ تین ہیں' خدا بھی تو ہمارے ساتھ ہے'۔ اور جب خدا ہمارے ساتھ ہے ۔ تو ہم ہزارہا دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں"۔ آپؐ نے خُدا کی توحید پر زندہ ایمان رکھنے کا ثبوت' ان غیر فانی الفاظ سے بہم پہنچا دیا ۔ یہ اعتقاد محض آپؐ کا نظریہ نہ تھا' کیونکہ اس وقت آپؐ کی زندگی نی الحقیقت خطرہ میں تھی ۔ اور نہ محض فلسفہ ہی تھا ۔ لوگوں کی رُوح اور جوش نے تمام دُشواریوں کو فتح کر کے چھوڑا ۔ چُنانچہ جس وقت میں نے آنحضرت صلعم کے الفاظ ان لوگوں کے سامنے دُہرائے تو اُن کو سُن کر اُن میں اس قدر جوش اور زندگی پیدا ہوئی ۔ کہ تمام مجمع اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھا ۔ اور مجھے ایسا محسُوس ہوا ۔ کہ ان لوگوں کا ایمان بھی خُدا پر ویسا ہی ہے ۔ جیسا کہ اُن کے رسُولؐ کا تھا ۔ اور یہ ایمان اسی ایمان کا نتیجہ تھا ۔ جو اب سے صدیوں پہلے آپؐ نے دُنیا کو عطا کیا تھا ۔ اور اسی زندہ ایمان کی

بدولت جس کا نظارہ ہم نے اس زمانہ میں دیکھا۔ وہ قانون جو پاس ہونے والا تھا، پاس نہ ہو سکا۔ اور نہ آیندہ کبھی پاس ہو گا" +

اخوت فے الاسلام

" میں اُن تمام محاسن کو اس وقت مفصل طور پر بیان کرنے کیلئے وقت نہیں پاتا۔ جو اسلام کے متعلق میرے دل میں موجود ہیں۔ لیکن صرف ایک نصب العین کا اور ذکر کروں گا۔ اور اس کے متعلق بھی صرف دو یا تین باتیں گوشگذار کروں گا۔ عقیدہ توحید باری کیساتھ ساتھ دوسرا اہم اسلامی اصول" اخوت فے الاسلام" ہے یعنی ہر شخص اللہ تعالےٰ لئے پر ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے۔ اسلامی اخوت نے نسل اور رنگ کے امتیازات کو اس درجہ مٹا دیا ہے۔ کہ آجتک دُنیا میں کوئی مذہب اس معاملہ میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ اور زیر خنجر بھی اس کا اعتراف کروں گا۔ کہ مسیحیت میں بھی اخوت کی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن نہ صرف جنوبی افریقہ میں بلکہ جہاں جہاں مسیحی حکومتیں اور گرجے اور کلیسائیں پائی جاتی ہیں۔ اُن تمام مقامات میں نسلی اور لونی امتیازات مسیحیوں کی رگ رگ پے میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور نہایت شرم اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان کی اس حرکت مذمومہ اور ذہنیت سافلہ کی وجہ سے مسیح کا نام ہر جگہ اور ہر روز بدنام ہوتا ہے +

میں روزمرہ مشاہدہ کرتا ہوں۔ کہ جب کوئی شخص خواہ وہ کسی قوم، نسل، رنگ یا ملک کا ہو اسلام قبول کرتا ہے۔ تو فوراً سب مسلمانوں کا بھائی ہو جاتا ہے۔ اور سچ مچ اسلامی اخوت کے دائرہ میں آجاتا ہے +

عید کے موقعہ پر میں اکثر مسلمان دوستوں کے گھروں پر گیا، مولی یہ ایک سعید تقریب ہے۔ جو ماہ صیام کے اختتام پر سالانہ منعقد ہوتی ہے۔ اس میں سب سے بڑی خوبی جو مجھے نظر آئی یہ ہے۔ کہ عید کی صبح کو آدمنے سے ادنےٰ خادم اپنے آقا سے بغلگیر ہوتا ہے۔ گویا ان میں کوئی امتیاز

ہی نہیں ہے۔ اور یہ مُعانقہ اخوت اسلامی کا نشان ہے +

اور اسی موقعہ پر اسی گھر میں مجھے بھی آقا اور خادم دونوں نے گلے لگا کر مسرور اور محظوظ ہونے کا موقعہ دیا ہے +

پس درحقیقت یہ ہیں وہ خوبیاں جنہیں اسلام نے اس دُنیا میں قائم کیا ہے اس نے نسلی اور لونی امتیازات کو قطعاً مٹا دیا ہے۔ اور "توحید باری" کے عقیدہ کو مسلسل زندہ اور تر و تازہ رکھا ہے +

سلسلہ تعلیم قرآن یعنی قرآن کریم کے حصہ اخلاقیات کی تفسیر

نمبر (۱) جہد للبقاء

یا

فیوضات سُورۂ فاتحہ

موجودہ قومی پستی کو دیکھ کر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی صحتیابی کے شکریہ میں ارادہ کیا ہے۔ کہ وہ آیندہ ایک ایسا سلسلہ تصنیف بربنار تعلیم قرآن شروع کریں جس سے برادران ملت میں قومی زندگی و قومی قیام کے آثار پیدا ہو جائیں۔ موجودہ قومی پستی کا موجب قوم میں سے قرآن کے اخلاق کا مفقود ہو جانا اور روزانہ زندگی میں ہمارا ان اصولوں کو بھول جانا ہے جنہیں قرآن حکیم نے حیات حکام قوم کیلئے تعلیم کیا۔ چنانچہ اس موضوع پر خواجہ صاحب کی پہلی تصنیف یہی کتاب **جہد للبقاء** ہے اسکی اشاعت کے متعلق آپنے یہ تجویز کیا ہے کہ اس کتاب کی ہزار در ہزار کاپیاں کاپیاں کالجوں کے مسلم طلباء میں مفت تقسیم ہوں تاکہ ہماری آئندہ نسل اپنی زندگی قرآنی تعلیم کے مطابق چلا سکے گو ہم بھی سب کے سب خود ان تعلیمات قرآنیہ کے جاننے کے سخت محتاج ہیں مفت تقسیم کرنے کیلئے اس کتاب کے **پانچ نسخے ایک روپیہ** میں ملتے ہیں جو دراصل انکی لاگتی قیمت ہے ویسے ایک نسخہ کی قیمت ساڑھے چار آنے (۴؍۱) ہے اس کتاب کی مفت اشاعت ایک بہترین صدقہ ہے۔ ہمارے بھائی اس کتاب کو خود پڑھیں اور اوروں کو بھی پڑھائیں۔ فی زمانہ اسلام کی بہترین خدمت یہ ہے کہ قرآنی علوم مسلم قوموں میں اشاعت پائیں اشاعت اسلام کا یہی ایک صحیح رستہ ہے جس پر ہمارا بیس سالہ تجربہ شاہد ہے +

استحیاء و استقلال قوم

چنانچہ اس کے بعد خواجہ صاحب کے زیر غور جو دوسری تصنیف ہے۔ جس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ صحف مقدس سے وہ اصول لکھے جائینگے جو کتاب حکیم نے قومی حیات و استقلال کیلئے سُورۃ بقرہ و سورۃ آل عمران میں تعلیم کئے۔ یہ سارا سلسلہ تصنیف تعلیم قرآن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جسمیں اگر خدا نے توفیق دی تو اصول ملا کے لحاظ سے کتاب مقدس کی ایک تفسیر آجائیگی برادران ملت سے استدعا ہے کہ وہ اس سلسلہ تصنیف کو کامیاب بنانے میں امداد فرمائیں اور اسکی اشاعت میں خاص طور پر حصہ لیں۔ ان کتابوں کی قیمت میں بہت ہی رعایت ہو گی۔ چنانچہ آیندہ تجویز کردہ تصنیف کی قیمت دو ڈیڑھ روپیہ سے زیادہ نہ ہو گی پیشگی فرمائش پر خریداران کے ساتھ خاص رعایت ہو گی +

مینجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

منشیات طلاق اور جسمانی چستی

قرآن مجید کی اڑسٹھویں سورت ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم دوات اور قلم پر غور کرو اور اس پر جو ان کے ذریعہ سے لکھا جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے تم دیوانے نہیں ہو۔ اور یقیناً تمہارے لئے ایسا انعام مقدر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا +

اس آیت شریفہ میں قرآن مجید ہماری توجہ ایک ایسے امر کی طرف مبذول کرتا ہے۔ جو بیک وقت خیال آفرین بھی ہے۔ اور مدلل بھی۔ یعنی اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ قرآن مجید ہمیشہ تمام دُنیا کی کتابوں میں۔ جو لکھی گئی ہیں یا آیندہ لکھی جائینگی۔ اک فوق العادت درجہ حاصل کرے گا۔ اور اُن جملہ کتب سے ہمیشہ یہی ثابت ہوتا رہیگا۔ کہ آنحضرت صلعم جن پر قرآن مجید نازل ہُوا تھا۔ مجنون یا دیوانے نہ تھے۔ غور کیجئے قرآن کا یہ دعوےٰ کوئی معمولی دعوےٰ نہیں ہے۔ جُوں جُوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ آنحضرت صلعم کی تعلیم کی اہمیت عالم آشکارا ہوتی جاتی ہے۔ اِک زمانہ وہ بھی تھا۔ جبکہ نہ صرف آپ کے ہموطن۔ بلکہ دیگر ممالک کے لوگ بھی آپ کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے۔ کہ اب تو آپ کی تعلیمات کی خُوبیاں اور آپ کے پیغام کی صداقت روز بروز ثابت ہوتی جاتی ہے۔ اور علانیہ تسلیم بھی کی جانے لگی ہیں۔ اور جہاں کہیں لوگوں کے عقاید سالقہ باطلہ اور اوہام رذیلہ کی بیخکنی کے لئے کوئی منظم کوشش کی جاتی ہے۔ وہاں اس حقیقت کا ظہور بہ آسانی ہوسکتا ہے +

محکمۂ حفظان صحت کے کارکنوں کی سالانہ مجلس میں ڈاکٹر لیونارڈ ہل ناظم شعبہ علم التشریح الاعضا متعلقہ جامعہ قومی برائے تحقیقاتِ طبّی لندن، نے جو اپنے بلیغ خطبۂ صدارت میں اس امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن سے آنحضرت صلعم کی اُس عزت کے جس کا وعدہ قرآن نے ترقیٔ علم کے ساتھ مشروط کیا ہے، اثبات میں بڑی حد تک معاونت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے فرمایا۔ کہ طبّی تحقیقات کی رُو سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ شراب خواہ قلیل مقدار ہی میں کیوں نہ ہو خاص کر جب بحالت اشتہا پی جائیگی تو عقل و فہم اور جسمانی چستی کو زائل کریگی۔ اسلئے موٹر ڈرائیوروں اور ہوائی جہاز رانوں کے لئے خصوصاً مضر ہے۔ خیال تو یہ ہے۔ کہ شراب پینے سے جسم میں چستی و چالاکی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ انضباط اعضا میں خلل انداز ہوتی ہے۔ اور عقل پر قابو نہیں رہتا +

ان تصریحات کی روشنی میں جو تعلق طلاق کو شراب سے ہے۔ وہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مختلف ریاستوں کے اعداد و شمار طلاق، قبل حکم امتناع خمر کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ زیادہ تر طلاقیں محض شرابخوری کی وجہ سے عمل میں آئیں۔ مسٹر ولیم گیمبل، سابق جج عدالت متعلقہ امور خانگی شیکاگو، طلاقوں کے اسباب کے اظہار کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ کہ حکم امتناعی سے پیشتر ۷۵ فیصدی قطع تعلقات شرابخوری کا بلاواسطہ یا بالواسطہ نتیجہ ہوتے تھے۔ اور ۴۶ فی صدی مقدمات محض شرابخوری کی وجہ سے دائر ہوتے تھے +

غرضیکہ اسی رنگ میں، ہم جس حکم قرآنی کو بھی اُٹھا کر دیکھیں یہی پائیں گے کہ بجائے معطّل، غیر مفید یا بیکار ہو جاتے کے جیسا عموماً دوسرے مذاہب کے اصولوں اور تعلیمات کا حال ہے۔ اسلامی اصول دن بدن مفید اور سچے ثابت ہوتے جاتے ہیں +

جمہوریۂ سوویٹ میں اتوار کی تعطیل کی بندش

اس بات پر ہمارا کامل اعتقاد ہے۔ کہ جب جب دُنیا کے لوگ اپنے معاملات دُنیوی کی اُستواری کے لئے کوشاں ہونگے تب تب اُن کو فضول رسموں کو دُور کرنا، اور انکی جگہ اسلامی اصولوں کو رائج کرنا لازمی امر ہوگا۔ اور اس، ہمارے خیال کی جو بعضوں کو عجیب سا معلوم ہوگا۔ کیونکہ وہ یقینی طور پر اسلام سے ناواقف ہونگے۔ سوویٹ حکومت کے اس فعل سے تائید ہوتی ہے، جو اتوار کی تعطیل کا طریقہ ترک کرنے میں اس سے سرزد ہُوا ہے۔ یہ وہ دن ہے۔ جو بتوں کی نظر میں اس لئے محترم ہے۔ کہ وہ لوگ اپنی غیر معقولیت کی بناء پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ خُدا نے چھ دن مُتواتر کام کرنے کے بعد ساتویں دن آرام کیا تھا۔

جو لوگ یُورپ کے لوگوں کی موجودہ سیاسی، تمدنی یا مذہبی اُفتاد طبع سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اُن تمام اصلاحات کی تہ میں۔ جو زمانۂ حال کے غیر مُتواتر یُورپی نظام میں جاری کی گئی ہیں وہی مقصد پنہاں ہے۔ جس کے حصُول کی خاطر آج سے چودہ سو برس پہلے اسلام نے ان اصلاحات کو اپنے نظام کا جزو لاینفک بنایا تھا۔ مگر فرق یہ ہے کہ اسلام میں ان اصلاحات کو فوری اور دائمی کامیابی حاصل ہُوئی۔ لیکن ترقی یافتہ اور مہذب یُورپ میں یا تو جزوی کامیابی ہوتی ہے۔ یا نتائج نہایت تباہ کُن نکلتے ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُن کے نفاذ میں افراط کا پہلو غالب آجاتا ہے۔ جو غیر مآل اندیشانہ نوعیّت پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن جب تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ تو پھر ان میں مناسب قطع بُرید کرلی جاتی ہے۔ اور اس طرح ان کی نوعیّت اور حیثیّت وہ نہیں رہتی جو اسلام میں ہے مثال کے طور پر سرمایہ داری کے انسداد کو لیجئے جس کا سہرا ان بالشویکوں کے سر ہے۔ لیکن تجربہ بتاتا ہے۔ کہ موجودہ نظام عالم سرمایہ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا پس مجبُور ہو کر بالشویکوں نے بھی سرمایہ کے انسداد کُلی کے اصُول کو ترک کر دیا۔ اور اب جو صُورت ہے

وہ بعینہٖ وہی ہے۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے تلقین فرمائی تھی۔ یعنی رفتہ رفتہ ہم لوگ ذاتی
املاک کے تحفظ کی اہمیت کو محسوس کرتے جاتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ ان پر ایک حد تک
سرکار کو بھی حقوق حاصل ہیں۔ اگر اس اصول کو اسلامی تعلیمات کے مواقف اختیار کیا جاتا تو
ترمیم و تنسیخ کی تکالیف سے نجات یقینی طور پر مل جاتی اور نہ اُن مصائب اور دشواریوں کا سامنا
کرنا پڑتا جو ہر نئے کام میں لاحق ہوتی ہیں۔ اسلام میں ذاتی املاک کو بڑی حد تک محترم گردانا گیا
ہے۔ اور غیر کو اس پر مالکانہ اختیار نہیں دیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حکومت مُلکی کو یہ حق
حاصل ہے۔ کہ دوسروں کے فائدہ کیلئے اس جائداد پر ٹیکس مقرر کرے۔ علاوہ بریں آنحضرت صلعم
کے زمانہ میں صرف اراضی ہی ایسی شئے تھی جو ذریعۂ پیداوار سمجھی جاتی تھی۔ لیکن وہ قومیت
کے رنگ میں رنگین تھی۔ اور اگر آنحضرت صلعم آج دوبارہ اس دُنیا میں تشریف لے آئیں
تو آپ تمام مظاہر فطرت مثلاً دریا، پہاڑ، صحرا، کانیں، معدنیات، بجلی وغیرہ کو قوم کی مشترکہ
ملکیت بنا دینگے۔ اجارہ داری کو یکلخت ممنوع قرار دیدینگے۔ تمام عظیم الشان
کاموں کو حکومت سے متعلق فرما دینگے۔ تاکہ قوم یکساں طور پر اُن سے مستفید ہو سکے۔
کیونکہ تمام قدرتی پیداوار قوم کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اس پر صرف چند آدمیوں کو تصرف
کرنے کا کوئی حق نہیں ہے +

قطع نظر ان امور سے ذرا یہ تو ملاحظہ فرمائیے کہ اس اصلاحی قدم اُٹھانے میں کتنی دقتوں
سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اگرچہ اس اصول میں تجربہ کے بعد ترمیم بھی کر دی گئی ہے۔ تاہم بار بار
وہی سوال از سر نو پیدا ہوتا ہے۔ کبھی اس شکل میں کبھی اُس شکل میں۔ کبھی تو زیادہ اُجرت
طلب کی جاتی ہے۔ کبھی کارخانوں میں ہڑتال شروع ہوتی ہے۔ کبھی بادشاہی رسم کو
بند کر کے اُس کی جگہ ایک مختار مطلق قائم کیا جاتا ہے۔ مطلب ان تمام مظاہروں سے یہی
ہے۔ کہ عامۃ الناس یہ نہیں چاہتے۔ کہ دولت صرف چند لوگوں میں منحصر رہے۔ اور
جماعت کے مختلف طبقات میں اس قدر شدید امتیازات پائے جائیں +

اسی طرح ہم جانتے ہیں۔ کہ اتوار کی تعطیل کو بند کرنے کے نتائج بھی ناخوشگوار
پیدا ہونگے۔ بعض عیسائی، جمہوریہ سوویٹ کے اس فعل کو بنظر اشتباہ دیکھینگے۔ اور

اس کو مداخلت فے الدین خیال کرینگے لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ قانون مذہبی مداخلت کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہاں اگر مذہب اور تحکمانہ عقاید پر مبنی مسیحیت کو مترادف خیال کرلیا جائے۔ تو شاید بحث کیلئے کچھ گنجائش نکل سکے۔ یہ بھی ہے۔ کہ سوویٹ کے اس فعل سے وہ لوگ پیدا ہو جائینگے۔ جن کو ابھی تک مسیحیت کے عقاید کی کمزوریوں سے کماحقہٗ واقفیت نہیں ہے +

اسلام بھی سوویٹ حکومت کی طرح کسی دن کو مقدس قرار نہیں دیتا۔ کہ اس دن کوئی دنیاوی کام قطعاً نہ کیا جائے۔ لیکن پھر بھی بخلاف سوویٹ ہر دن کو خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کرتا ہے۔ اور اس حیثیت سے مُقدّس سمجھتا ہے۔ چنانچہ **جمعہ** کے متعلق قرآن یُوں فرماتا ہے " اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے۔ تب ذکر خدا میں جلدی کرو۔ اور اتنی دیر کے لئے داد و ستد ترک کردو۔ اگر تم جانو تو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے لیکن جب نماز ختم ہو جائے۔ تو پھر منتشر ہو جاؤ۔ اور اس زمین میں اللہ کا فضل (یعنی ذریعہ معاش) تلاش کرنے لگو۔ اور خدا کو بکثرت یاد کرو۔ تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو" (سورۃ الجمعہ آیات ۹ و ۱۰) +

جُمعہ کی نماز اس لئے فرض کی گئی ہے۔ کہ ہر ہفتہ شہر کے تمام مسلمان مسجد جامع مسجد آکر ایک دوسرے سے مل سکیں۔ اور باہم تمدنی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی رنگ میں تبادلہ خیالات کر سکیں تاہم مساجد میں روزانہ حاضری بھی ایسی ہی مفید قرار دی گئی ہے۔ بہر کیف جمعہ کو ایسا مقدس نہیں سمجھا گیا کہ اس روز مسلمان کوئی دُنیا کا کام نہ کرسکیں۔ یا پاک دلچسپیوں میں بھی حصّہ نہ لے سکیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔ کہ اسلام میں مسلمانوں کے لئے کوئی دن تعطیل کیلئے نہیں ہے۔ ایسے دن بھی ہیں۔ اور ہونے بھی ضروری ہیں۔ لیکن عیسائیوں کی طرح ان دنوں کو کوئی تقدس مذہبی حاصل نہیں ہے +

فی الجملہ یہ بات بھی ہمارے اس دعوے کی مؤید ہے کہ دُنیا آہستہ آہستہ اسلام کے اصُولوں کی طرف آرہی ہے +

نئے عہد نامہ میں آنحضرت صلعم کا ذکر مبارک

بقلم پروفیسر عبدالاحد داؤد صاحب ۔ بی ۔ ڈی

نمبر (۱)

فرشتوں کا اسلام اور آپ کے اسم پاک احمدؐ کی بشارت دینا

سیدنا مسیح کی ولادت کے ضمن میں دو انجیل نویسوں نے دو نہایت غیر معمولی واقعات اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ متی نے مجوسیوں کی آمد کے عنوان سے ایک داستان سپرد قلم کی ہے۔ جن کی رہنمائی ایران سے لے کر بیت اللحم تک ایک خاص ستارے نے کی۔ اور وہ اس مقام تک پہنچ گئے۔ جہاں نوزائیدہ لیٹا ہوا تھا۔ جس کی پرستش نہایت خلوص کے ساتھ ان لوگوں نے ادا کی۔ اور سونا خوشبو اور بخور بطور تحفہ کے دیا مشرق سے عقلمند آدمیوں کے آنے کی یہ مجمل حقیقت یا روایت ایک ایسا افسانہ ہے جسمیں بجائے خود چھ سات معجزات شامل ہیں جو صرف مسیحی کلیسیا ہی کی اختراعات ہیں۔ اور وہی ان پر ایمان بھی لا سکتی ہے کلیسیا نے ان مجوسیوں کے نام بھی محفوظ رکھے ہیں جو شاہ کیسپر کی قیادت میں الہام ربانی سے مشرف ہو کے تھے۔ اور ان کو معلوم ہوا تھا۔ کہ بیت اللحم میں جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ خدا بھی ہے معصوم برہ بھی ہے۔ اور بادشاہ بھی ہو گا۔ اور اسی لئے انھوں نے اُسے الوہیت کے لحاظ سے بخور بطور قربانی مدفون ہونے کے لئے خوشبویات اور بادشاہ ہونے کے لحاظ سے سونا مقرر کیا تھا۔ یہ بات کہ یہ آتش پرست مجوسی یا کالدیہ کے نجومی ایک ستارہ کی رہنمائی میں اس قدر طویل سفر کر کے آئے اور بیت اللحم پہنچ کر ستارہ کو کھو بیٹھے یا یہ بات کہ بیت اللحم کے باشندے اور وہاں کا حاکم ہیرودیس نئے بادشاہ کی ولادت کی خبر سن کر کانپ گئے۔ یا یہ بات کہ صرف ملاکی نبی کی غیر معروف تحریر (۵ : ۲) ہی سے اس مولود کے جائے قیام کا پتہ لگ سکا۔ یہ بات کہ نجومیوں کو خدا نے خواب میں یہ خبر دیدی تھی کہ دوبارہ ہیرودیس کے پاس نہ جانا ایسی حیرت انگیز ہے۔ کہ صرف مسیحی اوہام پرستی ہی ان پر ایمان رکھنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

اور ان شاہی مسافروں کا قافلہ بیت المقدس سے چند میل آگے بڑھا تو وہ ستارہ جو غائب ہو گیا تھا، پھر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور انھیں ٹھیک اس مقام پر لیجا کر کھڑا کر دیتا ہے جہاں نوزائیدہ لیٹا ہوا تھا۔ اس معجزہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس قدر طویل سفر ایران سے لے کر بیت اللحم تک اس قدر جلد ختم ہو گیا کہ بچہ اس وقت تک اصطبل ہی میں تھا۔ لوقا ۲: ۷ تا ۷) دوسرا معجزہ جو پیدائش مسیح سے متعلق ہے یہ ہے۔ کہ اگرچہ مولود کے متعلق ہیرودیس کے دربار میں اس قدر گفت و شنید ہو چکی تھی۔ اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو اس بات کی اطلاع بھی مل چکی تھی۔ لیکن کسی کو یسوع کے گھر کا پتہ معلوم نہ ہوا۔ اور اس عجیب ناواقفیت کی بدولت ہزارہا شیر خوار بچوں کا قتل عام وقوع میں آگیا۔ تیسرا معجزہ یرمیاہ نبی کی پیشگوئی (یرمیاہ ۳۱: ۱۵) کا پورا ہونا قرار دیا جاتا ہے جس میں راحیل کو اپنے افرییائٹ خاندان کے بچوں کے قتل عام پر روتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ لیکن یہ واقعہ رآما کا ہے۔ بیت اللحم کا نہیں ہے جو ولادت یسوع سے سات سو برس پہلے وقوع پذیر ہوا تھا جبکہ راحیل کے خاندان کو اسیریا کی قید میں جانا پڑا تھا۔ اور جب یعقوب (راحیل کے خاوند) مصر میں گئے تو وہ مر چکی تھی۔ متی نے جس کے علاوہ اور کوئی شخص اس تاریخ سے واقف نہیں معلوم ہوتا، یہ نہیں بتایا۔ کہ شاہ کیپر اور اس کے ہمراہیوں پر بیت اللحم کی زیارت اور بچے کے دیدار کا اثر کیا پڑا۔ آیا وہ لوگ اس بات پر ایمان لے آئے تھے۔ کہ ابن مریم بادشاہ ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو پھر ایران نے مسیحیت کو اس قدر آزار کیوں پہنچایا۔ حتیٰ کہ اسلام نے ساتویں صدی میں اس ملک کو فتح کر لیا؟ اور بعد ازاں تمام ملک مسلمان ہو گیا۔ کیا پھر یہ نتیجہ صحیح نہیں کہ ایران کے لوگوں کو ان مجوسیوں نے یسوع سے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی؟ اگر دی تو حضرت عمر فاروق رضی کی فاتح فوج نے؟

یسوع کے پاس کسی مجوسی کی آمد سے قطعی انکار کرنا اس وقت میرا مقصد نہیں ہے بلکہ اسبات کو دکھانا چاہتا ہوں کہ کلیسیا نے معمولی واقعات کو مبالغہ آمیز پیرایہ میں بیان کیا ہے اور ان سے مافوق العادت خواص منسوب کئے ہیں۔ اسی طرح لوقا نے اپنی انجیل میں ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کیا ہے جب رات یسوع پیدا ہوا، بعض گڈریئے رات کے وقت صحرا میں گلہ چرا رہے تھے

آسمانی فوج ملائکہ نے ان لوگوں کو "منجی" کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔ اور یہ آواز بلند یہ گیت گایا:
"آسمان پر خدا کی تمجید ہو یا زمین پر امن و امان اور لوگوں میں باہم صلح" یہ مشہور فرشتوں کا گیت جو عموماً مذہبی رسومات کے موقع پر تمام گرجوں میں گایا جاتا ہے۔ یہ یونانی انجیل کا بھونڈا سا ترجمہ ہے۔ جو نہ معتبر ہے نہ مستند کیونکہ اس سے ہمکو اس زبان کے الفاظ کا کچھ پتہ نہیں لگ سکتا جسمیں فرشتوں نے یہ گیت گایا ہوگا۔ اور جسے یہودی گلہ بانوں نے سمجھا ہوگا۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ آسمانی فوج نے اس گیت کو گلہ بانوں ہی کی زبان میں گایا ہوگا۔ اور اُن کی مادری زبان یونانی یا لاطینی نہ تھی۔ بلکہ عبرانی کی ایک شکل تھی جسے آسامی کہتے ہیں +

خدا، ملائکہ، جنت، انبیاء سب کے اسماء ہمیں سامی زبانوں (عبرانی آرامی عربی) ہی میں الہام کئے گئے ہیں۔ پس یہ خیال کرنا کہ فرشتوں نے ان لوگوں کو یونانی زبان میں گیت سُنائے ہونگے جس سے وہ لوگ قطعاً ناواقف تھے، ایسا ہی ہے۔ جیسے یہ یقین کرنا کہ فرشتوں کی ایک فوج نے کردستان کے لوگوں کو جاپانی زبان میں گیت سُنائے!

ایک فرشتہ کا بیت اللحم کے ادنیٰ گلہ بانوں کے سامنے ظاہر ہوکر ان کو ایک بڑے نبی کی پیدائش کی خوشخبری دینا، اور آسمانی گیت کو صرف انہی لوگوں کا سُننا اور مغرور کاہنوں کا اس اطلاع سے قطعاً بیخبر رہنا۔ یہ تمام باتیں ان محیر العقول کارناموں میں سے ہیں جن سے بنی اسرائیل کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ حالانکہ اس قصہ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جسکو اس قدر متضاد سمجھا جائے کہ اسکی وجہ سے اس واقعہ کا اعتبار نہ کیا جائے۔ کسی نبی یا خدا کے راستباز بندے کو فرشتہ دکھائی دے سکتا ہے۔ اور بغیر اس بات کے کہ دوسروں کو علم ہو، وہ اس شخص کو خدا کا پیغام بھی پہنچا سکتا ہے۔ چونکہ وہ گلہ بان راستباز لوگ تھے۔ اس لئے وہ اس عطیۂ الٰہی کے مستحق خیال کئے جا سکتے ہیں۔ پس مذہبی نقطۂ خیال سے اس واقعہ میں جس کا ذکر لوقا نے کیا ہے، کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے۔ اس واقعہ کا لکھنے والا اچھے تُلے الفاظ استعمال کرنیوالا ہے۔ اور اپنی تحریر اور بیانات میں بہت محتاط واقع ہوا ہے، اور کل انجیل میں نہایت شُستہ یونانی زبان استعمال کی گئی ہے۔ یہ بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس نے یہ انجیل تمام حواریوں کی وفات کے بہت دنوں بعد لکھی تھی، اور اس نے یسوع اور اسکی بشارت کے متعلق بہت سی تصانیف کا بغور مطالعہ بھی کیا تھا، یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ اُسے مجوسیوں والے

فسانہ کا بھی ضرور علم ہوگا۔ اور اس نے قصداً اس کا تذکرہ اپنی انجیل میں نہیں کیا۔ اُن پہلے چار فقرات میں جن سے اس انجیل کا آغاز ہوتا ہے صاف لکھا ہوا ہے۔ کہ حواریوں نے جن کو وہ (لوقا) کلام کے عینی شاہد اور "مبلغ" کے لقب سے یاد کرتا ہے بذاتِ خود یسوع کے سوانح عمری قلمبند نہیں کئے بلکہ زبانی روایات لوگوں تک پہنچائی تھیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ لوقا کی انجیل کا ماخذ "وہ کہانیاں" ہیں۔ جو اُس کے زمانہ میں اُن لوگوں نے تصنیف کی تھیں جنہوں نے حواریوں کی زبان سے یسوع کے سوانح سُنے تھے۔ یا اُن لوگوں نے جو اُن واقعات کے عینی شاہد تھے۔ نیز یہ کہ لوقا نے اُن تمام روایات کا مطالعہ بامعانِ نظر کیا تھا۔ اور صرف ان باتوں کو درج کتاب کیا جو اُسکی نظر میں لائق اعتماد تھیں۔ علاوہ بریں خود لوقا اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اس نے یہ انجیل الہام کے ماتحت نہیں لکھی۔ اور نہ اسمیں کوئی الہامی رنگ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ دیباچہ کے مطالعہ سے یہ بات بھی عیاں ہے +

پس یہ قیاس کرنا آسان بات ہے۔ کہ جب لوقا نے اپنی انجیل لکھی تو یا تو اس وقت تک پہلی اور چوتھی انجیل لکھی نہیں گئی تھی۔ یا اُس نے اُن کو دیکھا نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اُسے متی یا یوحنا کے بیانات کی تردید کرنے کی جرأت نہ ہوتی +

ان مختصر شواہد سے جو زیادہ بھی وارد ہو سکتے ہیں۔ ناظرین کو یقین ہو گیا ہوگا۔ کہ یہ چاروں اناجیل اُن خصائص کی مالک نہیں ہیں جن کا پایا جانا کسی الہامی کتاب کے لئے اشد ضروری ہے مسیحی کلیسیا اسبات پر اعتقاد رکھتی چلی آئی ہے۔ کہ تیسری انجیل کا مصنف ایک طبیب لوقا نامی تھا۔ جو پولوس کے ساتھ تبلیغی دوروں پر گیا تھا۔ اور روم میں اس کے ساتھ قید بھی ہوا تھا ملاحظہ ہو (کلسیوں ۴: ۱۴، ۲ طمط ۴: ۱۱، فلیمون ۲۴ وغیرہ) بہرکیف اس جگہ اس انجیل کے مصنف کی ذات پر بحث کرنے کا موقع نہیں ہے اس پر اکتفا کیا جا سکتا ہے کہ لوقا نے یسوع کی بعض عمدہ تعلیمات اور تمثیلات کا بیان کیا ہے۔ مثلاً نیک سامری کی تمثیل ۱۰۔ ۲۵ تا ۳۷۔ لالچی دولتمند ۱۲۔ ۱۵ تا ۲۱، بر خود غلط فریسی اور گنہ گار ۱۸: ۹ تا ۱۴، نماز کی مداومت ۱۱: ۱ تا ۱۳، کھوئی ہوئی بھیڑ، کھویا ہوا سکہ، اور مسرف بیٹا (۱۵) العزر ۱۶/۱۹ غریب بیوہ کا سکہ (۲۱) شریر کاشتکار ۲۰: ۹ تا ۱۶، ظالم منصف ۱۸: ۱ تا ۸، زکیس کی تبدیلی ۱۹: ۱ تا ۱۰ وغیرہ وغیرہ لیکن ان سب

زیادہ اہم وہ فرشتوں کا گیت ہے جو ہمارے مضمون کا موضوع خاص ہے +

یہ گیت (دعائیہ نظم) مثل دیگر تمام گیتوں کے جو عہد جدید میں پائے جاتے ہیں، اصلی زبان میں ہم تک نہیں پہنچا، محض یونانی ترجمہ تک ہماری رسائی ہوسکتی ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارے انجیل نویسوں نے اس نظم کو کس طرح حاصل کیا۔ کس زبان سے ترجمہ کیا یا نقل کیا یا صرف دوسروں سے سن کر لکھ دیا؟ ان باتوں کے متعلق کوئی روشنی نہیں مل سکتی +

کیا یہ ممکن ہے۔ کہ یسوع یا اُن کے حواریوں نے کوئی اصلی اور صحیح انجیل اُس زبان میں نہیں چھوڑی جس میں وہ الہام کی گئی ہو گی؟ اگر چھوڑی تو وہ کیا ہوئی؟ کس نے اُسے ضائع کر دیا؟ کیا وہ گم ہو گئی؟ ایسا ہے تو کس نے اسے ضائع یا گم کیا؟ کب گم ہوئی؟ کیا اس کا ترجمہ کسی زبان میں ہوا تھا؟ کلیسیا نے اس اصلی انجیل کو کیوں محفوظ نہیں رکھا؟ یا اس کا ترجمہ ہی ہوتا؟ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ تو پھر ہم دوسرا اسی قدر اہم سلسلہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ ان یہودی شاگردوں اور مبلغین نے اپنی اپنی انجیلیں اپنی اپنی مادری زبان میں کیوں نہیں لکھیں؟ یونانی میں کیوں لکھیں؟ اور شمعون اور پطرس اور یوحنا یعقوب اور متی وغیرہم نے یونانی زبان کس طرح اور کس جگہ رہ کر حاصل کی؟ اگر کہا جائے کہ روح القدس نے یہ زبان انھیں سکھا دی تو الیا کہنے والا اپنی تضحیک کا سامان خود ہی مہیا کرتا ہے۔ کیونکہ روح مقدس زبان سکھانے والا استاد نہیں ہے۔ اس سوال کے جواب کے لئے تو ایک اَور الہام درکار ہے کہ کیوں روح قدس نے اولاً ایک ناصری کو عبرانی زبان میں الہام دیا، اور بعد ازاں اس الہام کو تلف کر کے چند یہودیوں کو یونانی زبان سکھائی۔ اور ہر ایک کو مختلف النوع الہام دیا جس کی وجہ سے انھوں نے باہم مخالف اناجیل سپرد قلم کیں +

اگر یہ کہا جائے کہ انجیل اور خطوط متعلقہ یہودی ساکنان بلاد غیر کیلئے لکھے گئے جو یونانی زبان سے واقف تھے تو ہم یہ سوال کرینگے۔ کہ ان یہودیوں نے عہد جدید سے فائدہ کیا اٹھایا؟ اور فلسطین کے یہود کے لئے عبرانی میں اس کا نسخہ کیوں طیار نہیں کیا گیا، ظاہر ہے کہ یروشلیم تو نئے مذہب کا مرکزی مقام تھا، اور خداوند کا بھائی جیمس کلیسیائے

مقامی کاشیخ تھا۔ اور وہیں رہتا بھی تھا (اعمال ۵ اغلاطیوں ۲: ۱۱ تا ۱۵ وغیرہ) +

یسوع کے کسی الہامی پیغام، تمثیل، یا نصیحت کو خود اسکی زبان میں تلاش کرنا محض بے سود ہے اور اصلی آرامی زبان میں انجیل مقدس کے ضائع کرنے کی تمامتر ذمہ واری ہمیشہ کے لئے مجلس نیقا پر عاید ہوتی ہے جس وجہ سے میں خدا کے اس پیغام کو اصلی زبان میں دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ وہ تمام علماء پر روشن ہے یعنی وہی نسخہ معتبر ہوسکتا تھا۔ ترجمہ خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو پھر بھی ترجمہ ہے۔ اور اصلی عبارت کی شان اور زور بیان اور لب ولہجہ کو برگز تمام نہیں کرسکتا ہر ترجمہ محل جرح و تعدیل ہوسکتا ہے۔ اور یہ چاروں انجیلیں تو ترجمہ بھی نہیں ہیں۔ یہ تو مستقل تصانیف ہیں جو یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ اور اس پر طرہ یہ ہے کہ بیحد محرف و مبدل ہیں +

بہرحال ایک مقدس نظم ہمارے سامنے ہے جو یقیناً سامی زبان میں کائی گئی ہوگی۔ جس کا یونانی زبان میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ قدرتی طور پر ہمیں ان الفاظ کے معلوم کرنے کا اشتیاق ہوگا۔ جن میں اسے گایا گیا ہوگا۔ اب میں ناظرین کی توجہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس سامی لفظ کی طرف مبذول کرنی چاہتا ہوں۔ جس کا ترجمہ یونانی زبان میں "یوڈوکیا" یعنی حسن نیت یا ارادہ کیا گیا ہے۔ نظم میں تین فقرے ہیں۔ پہلے جملہ کا مبتدا "اللہ" ہے۔ جس کا یونانی ترجمہ تھیاس ہے۔ دوسرے کا مبتدا "شلام" ہے۔ جس کا ترجمہ آئرینی ہے۔ تیسرے کا مبتدا یونانی میں "یوڈوکیا" ہے جس کا ترجمہ لاطینی میں "بونا ولنٹس" اور پشیتا میں "سوورا طاوی" کیا گیا ہے +

ان دو ترجموں اور مابعد کے تراجم میں "یوڈوکیا" کا مفہوم ادا نہیں ہوسکا۔ اور اسی سے دوسرے اور تیسرے جملوں کا مطلب خبط ہوگیا ہے۔ اگرچہ ہمیں اس نظم کے اصلی الفاظ سے محروم ہوجانے کا رنج ضرور ہے۔ لیکن ہم اس کا صحیح مطلب ضرور معلوم کرسکتے ہیں۔

پس ہم "آئرینی اور" یوڈوکیا" کے لغوی معنے اور کلیسیائے انگلستان کی اس حمد کا صحیح مطلب معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ اعلان کئے دیتے ہیں کہ ان الفاظ کا جو مطلب عیسائیوں نے سمجھ رکھا ہے۔ وہ بالکل غلط ہے +

مختلف الخیال مسیحی کلیساؤں نے جو مطلب اس نظم کا سمجھا ہے۔ وہ یہ کہ یسوع کی الوہیت ہے اور اس کی صلیبی موت سے انسانی نجات پر ایمان رکھنے سے اور روح قدس سے رابطہ قائم کرنے سے تسلی حاصل ہوتی ہے۔ اور باہم عیسائیوں میں حسن ارادہ نکوکاری اور موالات پیدا ہوتی ہے۔ اس حد تک سیکرمینٹیرین اور ایونجیلیکل دونوں جماعتیں باہم متفق ہیں لیکن وہ ان تین خاص اصولوں پر قرار نہیں پکڑتیں۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ مواخات موالات مدارات اتحاد یا مصالحت باہمی وغیرہ کا خواب ہنوز محتاج تعبیر ہے۔ اسی لئے وہ جدا گانہ طور پر اس مزعومہ امن و صلح اور باہمی رفاقت کو تلاش کرتی ہیں۔ سیکرمینٹیرین طبقہ سات مقدس رسوم مذہبی پر ایمان لانا شرط قرار دیتا ہے۔ اور ان کے علاوہ بہت سے ایسے عقائد بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ جو نہ عقل سلیم روا رکھ سکتی ہے نہ یسوع نے رکھے ہونگے کلیسا جسے یسوع نے بپتسمہ خون سے پاک کیا اصطباغ کے مقدس پانی کے ذریعہ سے پراسرار طریق پر یسوع کی دلہن قرار دیگئی یا ہوگی۔ اور اس کا جسم یعنی کلیسا جو یسوع کا جسم ہے اُسکے مصلوب جسم سے پراسرار طریق پر غذا حاصل کرتا ہے۔ وہ غذا مقدس شراب اور روٹی ہے۔ جو پراسرار طریق پر یسوع کے جسم اور خون میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دولہن یعنی کلیسا یسوع مریم سینٹ جوزف کے مقدس قلوب کی پرستار ہے صلیبی منازل چاردہ کی پرستار ہے۔ ہزار ہا اولیاء اور شہداء کے مجسموں اور تصاویر کی پرستار ہے۔ ہزار ہا آثار قدیمہ استخوانہائے جعلی اور تبرکات مصنوعی کی پرستار ہے۔ اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر عشاء ربانی کی مقدس روٹی کی مرتبہ الوہیت میں پرستار ہے۔ لیکن بایں ہمہ وہ تسلی اور تسکین قلب نہیں مل سکتی۔ جب تک اس کلیسا کے ارکان پادری کے سامنے اپنے کبیرہ اور صغیرہ معاصی کا اعتراف بصمیم قلب نہ کریں۔ اور حقیقی سکینتہ فے القلب اس معافی سے حاصل ہوتی ہے۔ جو روحانی باپ اپنی مہربانی سے عطا کرتا ہے تب جا کر دل میں سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے +

مگر ایونجیلیکل طبقہ اور اسکی مختلف الخیال جماعتوں کی طرف نگاہ ڈالی جائے تو وہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ کہ وہ لوگ قلبی سکون اور طمانیت حاصل کرنے کیلئے کبھی الوہیت کے اقانیم ثلاثہ سے فرداً فرداً خطاب کرتے ہیں۔ کبھی باپ سے دعا مانگتے ہیں کبھی بیٹے سے اور

کبھی رُوح القُدس سے آنکھیں اگرچہ بند ہوتی ہیں لیکن حرکات و سکنات اخطابیت نمایاں ہوتے ہیں۔ کبھی بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کبھی گرجہ میں یا گھر میں دوسری رسوم بجا لاتے ہیں۔ اور ان کے بعد وہ لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہمیں سکون خاطر حاصل ہو گیا' روح قدس سے معمور ہو گئے اور اطمینان نصیب ہو گیا +

لیکن میں ناظرین کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ پھر بھی "یہ مرتاض" مسیحی لوگ جو اپنی اصلی یا مصنوعی عبادات سے یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ انھیں تسلی نصیب ہو گئی۔ اور اُن کے ارادے بھی نیک ہو گئے بجائے حلیم نیک اور صلح کن ہونے کے بیحد متعصب اور درشت طبع ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح العقیدہ حنفی ہوں یا دوسری جماعتوں سے (یعنی خواہ کیتھولک ہوں یا پراٹسٹنٹ) جب وہ خداوند کی پاک شرکت کی رسم سے فارغ ہو کر گرجہ کے باہر نکلتے ہیں۔ تو ان میں اس قدر تعصب پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ایک مسلمان یا یہودی پر حیوانات و بہائم کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ اول الذکر لوگ تثلیث کے قائل نہیں ہیں۔ اور نہ "عشاء ربانی" میں شریک ہوتے ہیں۔ میں بذات خود اسبات کو جانتا ہوں۔ کیونکہ جب میں کیتھولک پادری تھا۔ تو اسی قسم کے خیالات خود مجھ میں بھی موجود تھے۔ اور جسقدر میں اپنے آپ کو پاک اور مُقدس اور معصوم سمجھتا تھا۔ اسی قدر تثلیث کے منکروں سے نفرت اور عداوت رکھتا تھا +

جب مسیحی لوگ خصوصاً پادری اپنی عبادات میں زیادہ سرگرم ہوتے ہیں تو وہ بیحد غضبناک و تند مزاج اور دوسرے فرقوں کے افراد سے زیادہ متنفر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کونسل آف نیقا کے بعد آپ کسی ایسے کیتھولک غیر کیتھولک یا کسی عقیدہ کے "سینٹ" کا نام نہیں بتا سکتے جو ظلم و ستم کے عیب سے پاک ہو۔ اور جس نے اپنی تحریر یا تقریر میں جو مخالفوں کے جواب میں لکھی یا کی محبت یا شفقت کا اظہار کیا ہو خصوصاً ان لوگوں کے مقابلہ میں جن کو وہ "کافر" سمجھتا تھا۔ چنانچہ کیتھولک محکمہ احتساب اس آسمانی نظم "زمین پر صلح اور لوگوں میں محبت" کی پیشگوئی پر غیر فانی گواہ ہے +

ظاہر ہے کہ محض اوضاع ظاہری سے حقیقی صلح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے حاصل کرنے کے صرف تین طریقے ہیں۔ ایک تو توحید باری تعالےٰ پر کامل ایمان دوسرے اسکی مرضی اور ارادہ سے مطابقت کلی تیسرے اسکی پاک ذات میں غور و فکر۔ اور جو شخص ان تینوں باتوں پر کاربند ہے۔ وہ حقیقی اور سچا مسلمان ہے۔ اور جو اطمینان قلب اُسے حاصل ہوتا ہے۔ وہ حقیقی اور اصلی ہے۔ وہ روادار

ایماندار منصف مزاج اور رحمدل ہو جاتا ہے۔ بایں ہمہ جب اللہ کی عزت یا اپنی حرمت کا سوال پیدا ہو تو وہ دل و جان سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے طیار ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اطمینان نفس کو باطنی ایمان ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نیز اللہ تعالےٰ کی غیر مشروط اطاعت بھی فرض ہے یہ دولت ظاہری ارکان اور خارجی رسوم سے حاصل نہیں ہو سکتی +

آخر الذکر باتیں اس وقت بیشک مفید ہونگی جبکہ ہمارا ایمان کامل اور مضبوط ہو جائے۔ اور اطاعت خداوندی کا جذبہ خود بخود ہمارے قلوب میں موجزن ہونے لگے +

لیکن ظاہر ہے۔ کہ فرشتوں نے یہ نظم نجی یا انفرادی صلح کے لئے نہیں گائی تھی۔ کیونکہ وہ بہر حال چند نیکو کاروں تک محدود ہوگی۔ اور نہ انھوں نے اسے ایک فرضی اور خیالی صلح عالمگیر کیلئے گایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمام اقوام عالم سلاح جنگ سے دست بردار ہو جائیں اور جنگوں کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے منقطع ہو جائے۔ ان دونوں صلحوں سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ روحانی صلح تو ایک باطنی سکون اور ضمیر کی روشنی کا نام ہے۔ جو اللہ بطور نعمت اور برکت ان مخصوص مومنوں کو عطا کرتا ہے۔ جو روحانیت میں ترقی کرتے ہیں۔ اور اسے عزیز رکھتے ہیں۔ اور اسکی محبت کی خاطر تمام دوسری محبتوں کو بخوشی قربان کرتے ہیں +

بنی اسرائیل کو تمدنی یا سیاسی صلح بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ گذشتہ دو ہزار سال کی تاریخ اس کے برعکس شہادت دیتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ فرشتوں نے اس صلح کا اعلان ہرگز نہ کیا ہوگا جو کبھی قیامت تک عالم وجود میں نہ آسکتی ہو۔ پس تاریخی حالات مابعد اور اعلان کی اہمیت اور اعلان کرنے والے کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہیں۔ کہ "یہ صلح علے الارض" سوائے خدا کی حقیقی بادشاہت کے جو دنیا میں قائم ہونے کو تھی اور کچھ نہ تھی۔ اور وہ بادشاہت "اسلام" ہے۔ یونانی لفظ "آیرینی" آرامی لفظ "شلام" کا ترجمہ ہے۔ اور "شلام" اور "اسلام" ایک ہی بات ہے۔ دگر ہیچ!!!

فرشتوں کی آسمانی فوج کے الفاظ خود ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ نظم جنگی اور فاتحانہ انداز لئے ہوئے ہے۔ اور آسمانی بادشاہت کی افواج کے لئے یہ مسرت انگیز موقعہ اس بات کے

اظہار کیلئے ہے۔ کہ آئندہ ان کو زمین پر اس آسمانی بادشاہت کے قائم کرنیوالے مددگار ملینگے جس کی بشارت عظمٰے کیلئے بیت اللحم میں سب سے بڑا بشیر اور نقیب آج پیدا ہوا ہے +

ہم نے ان مضامین میں مختلف موقعوں پر یہ بات ظاہر کی ہے۔ کہ لفظ "شلوم" اپنے لغوی اور مستعملہ مفہوم کے اعتبار سے اُس مذہب کے لئے آتا ہے۔ جو اچھا ہو صحیح ہو خوشگوار ہو اور امن و امان کا موجب ہو برخلاف اس مذہب کے جو بُرا ہو غلط ہو نقصان دہ ہو اور ذلت و مصیبت کا باعث ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُس پیغام میں جو اس نے اپنے بندے یسعیاہ کی معرفت (۴۵ ۱۱ء) سارین کو دیا۔ اسی معنی میں لفظ "شلوم" استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا مُرادف ہے۔ اور شر کی ضد ہے۔ اور "اسلام" کے بھی لفظی لغوی احسن اتی اور عملی معنی یہی ہیں۔ کہ وہ ایک سچا مذہب ہے۔ اللہ کی زمین پر مضبوط بادشاہت اُس کے قوانین دوامی اور صحیح ہیں جو قرآن مجید میں مرقوم ہیں +

اسلام کے علاوہ جسکے لفظی معنے صلح کرنے کے ہیں۔ کوئی دوسرا مفہوم یا خیالی صلح اس مفہوم کے خلاف ہے جسمیں لفظ "آیرینی" استعمال ہوا ہے۔ اس حاشیہ ملکوتی نظم میں سیدنا حضرت مسیح نے جب پہاڑ پر بیٹھ کر وعظ فرمایا تو "صلح کرنے والے" یہ الفاظ اسلامی نقطۂ نگاہ ہی سے استعمال کئے تھے۔ جبکہ انھوں نے فرمایا "مبارک ہیں مسلمان" یعنی صلح کرنیوالے کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائینگے (متی ۵ : ۹) اور جب انھوں نے تردید کی تو اس خیالی صلح کی جہاں وہ کہتے ہیں "مت خیال کرو۔ کہ میں زمین پر صلح قائم کرنے کے واسطے آیا ہوں میں صلح کرانے کیلئے نہیں آیا تلوار چلوانے کیلئے آیا ہوں" (متی ۱۰ : ۳۴) یا جیسا لوقا نے لکھا ہے۔ مت خیال کرو کہ میں زمین پر امن قائم کرنے آیا ہوں، نہیں بلکہ اختلاف پیدا کرنے کے لئے، اور دُنیا میں آگ لگانے کیلئے (لوقا ۱۲ : ۴۹ - ۵۳)

جب تک لفظ "آیرینی" کو اسلامی مفہوم نہ پہنایا جائے۔ اُس وقت تک یسوع کی یہ دو نازک اور متضاد باتیں معمہ ہی رہینگی۔ کوئی عیسائی نہ ان میں مطابقت پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ اس گتھی کو سُلجھا سکتا ہے اگر اسے وہ غیر قابل تلافی نقصان نہ کہا جائے۔ جو مسیحی کلیسیا نے ان انجیلوں کو خدا کی الہامی کتب تسلیم کر کے برداشت کیا ہے فقط

اسلام
تثلیث تجسم اور کفارہ سے کیوں انکار کرتا ہے

(۱) تثلیث (القرآن)

"خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین مت کہو۔ کیونکہ خدا واحد لاشریک ہے" +

اگر اقانیم ثلاثہ باہم گڈمڈ ہو سکتے ہیں۔ اور ہر اقنوم بذاتِ خود ایک مستقل وجود جداگانہ ہے۔ تو ان تینوں کو ایک کہنا منطقی نقطہ خیال سے لغویت اور حماقت ہے۔ اور اگر تینوں کا وجود باہم ایک ہے۔ اور ان کی سہ گانہ مستقل ہستی نہیں ہے۔ تو پھر انھیں "تین" کہنا غلطی اور جہالت ہے +

ظاہر بات ہے کہ جب تک تینوں کیمیاوی طریق پر متحد نہ ہو جائیں۔ اور پھر اُن تینوں کے اتحاد سے ایک چوتھی مختلف شے نہ بن جائے۔ اس وقت تک تین کو ایک نہیں کہ سکتے "باپ" لازمی طور پر بیٹے سے مقدم ہے۔ اور اشرف بھی ہے۔ اس لئے بیٹا نہ باپ کے برابر ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہم رتبہ۔ بلکہ بیٹے کا وجود باپ کے وجود پر منحصر ہے +

الوہیت مسیح اور تجسم (القرآن) کان یاکلان الطعام

"وہ دونوں (مسیح اور مریم) کھانا کھایا کرتے تھے" +

مسیح روٹی کھاتے تھے۔ اور تمام دنیاوی ضروریات ان کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ اور بشری کمزوریاں بھی تھیں۔ اس لئے وہ خدا ہرگز نہیں بن سکتے + کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ کہ خدا ایک ہی وقت میں محدود بھی ہو اور غیر محدود بھی مخلوق بھی ہو اور غیر مخلوق بھی یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ کہ جس عبارت میں اجتماع ضدین کے خواص موجود ہوں وہ قطعاً

مہمل اور ناقابل یقین ہوتی ہے ؛

کفارہ ۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ۔ ولیس للانسان الا ما سعیٰ

کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ۔ اور انسان سے کچھ منسوب نہ ہوگا مگر اُس کی ذاتی کوشش یا محنت (القرآن)

کسی بیگناہ کو کسی گنہگار کے عوض سزا دینا انتہا درجہ کی ناانصافی ہے ۔ کوئی انسان بحیثیت منصف ایسا نہیں کرسکتا ۔ تو پھر خدا تعالیٰ کس طرح ایسی بات کا مرتکب ہوسکتا ہے ؟

اگر صرف ایک گناہ کے عوض انسان کو ابدی عذاب دیا جائیگا ۔ تو اس انسان کی سزا کیا ہوگی جو تمام بنی نوع آدم کے بیشمار گناہوں کا حامل ہوگا ؟ اور یقیناً "تمہارا خدا نیکی کا سرچشمہ ہے ۔ اور انسان پر بیحد مہربان ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے" ؛

تو اب سوال یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا نعمتوں کا اقرار کرنے کے بعد کوئی شخص ان کے عطا کرنے والے کا کس طرح انکار کرسکتا ہے ؟

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان					رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
آمد مشن ہندوستان ..	۱	۰	۷	۸۹۸	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	۶	۰	۳	۱۲۸۵
آمد اسلامک ریویو ..	۲	۰	۰	۵۱۱					
آمد مشن انگلستان	۳	۰	۰		خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان ..	۷	۰	۱۳	۲۶
آمد ریویو	۴	۰	۰						
آمد بزرگ فنڈ	۵	۰	۰	۱۲۱					
میزان آمد ..	۰	۰	۴	۱۵۳۰	میزان خرچ نومبر ۱۹۲۹ء	۰	۰	۰	۱۳۱۲

دستخط ۔ فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵/۱۱/۲۹	۳۹۸	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	-	-	۵	۹/۱۱/۲۹	۴۰۴	جناب دلاور خان صاحب پشاور	۰	۰	۲
"	۳۹۹	" میاں فضل رازق صاحب کوہاٹ	۰	۰	۲۵	"	"	" مولوی غلام حسن صاحب "	۰	۰	۱
"	۴۰۰	" رجب علی الصاحب بہاولپور ..	۰	۰	۱۰	"	"	" نظام الدین صاحب "	۰	۱	۲
۶/۱۱/۲۹	۴۰۱	" عبد الحق صاحب گجرات	-	۰	۵	"		" ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
۸ "	۴۰۳	" منہاج الدین صاحب بہاولپور	۰		۱۰	۱۱/۱۱/۲۹	۴۰۷	" محمد علی صاحب رہتک	۰	۰	۲

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ہندوستان بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۴ 11/29	۴۱۰	جناب محمد نور غنی صاحب امین آباد	-	۱۰	۵	۲۴ 11/29	۴۲۲	جناب ایم۔ آئی خان صاحب پایڈی بسین بمبئی	-	-	۲ ※
۱۶ ؍	۴۱۱	؍ صبیح الدین صاحب رہتک	-	-	۵						
؍	۴۱۳	حضور نواب صاحب منگرول	-	-	۹۹	۲۷ 11/29	۴۲۳	عالیجناب حضور نواب صاحب بہاولپور	-	۶	۶۲۹
؍	۴۱۴	جناب ٹی بدیو جینی کراچی	-	-	۱۰	؍	۴۲۴	جناب شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ	-	-	۲
۱۸ 11/29	۴۱۵	عطیہ طلب درسین از انجمن تعلیم المسلمین بمبئی	-	-	۱۴	۲۸ 11/29	۴۲۵	؍ کرم الٰہی صاحب گجرات	-	-	۱۰
؍	۴۱۶	جناب نقشل الدین صاحب اوجین	-	-	۵	؍	۴۲۶	؍ قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	-	-	۴
؍	۴۱۷	؍ عبدالحمید خان صاحب ناگپور	-	-	۱	؍	۴۲۷	؍ ڈاکٹر امین اکبر صاحب پانگنڈی	-	-	۲
۱۹ 11/29	۴۱۸	؍ ایم۔ ایم کلندر بمبئی	-	-	۱۰	؍	۴۲۸	؍ امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	-	-	۱
؍	۴۱۹	؍ محمد مراد صاحب پانگڑی	-	-	۲	؍	۴۲۹	؍ منہاج الدین صاحب رحیم یار خاں	-	-	۱۰
۲۰ ؍	۴۲۰	؍ محبوب علیخان صاحب دھارواڑ	-	-	۱	؍	بل	چندہ ملازمین دفتر لاہور	-	۷	۱۰
۲۱ ؍	۴۲۱	؍ قاضی منہاج الدین صاحب			۴						
		شاہجہانپور	۹	-	۲			کل میزان	-	۷	۸۹۸

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹ 11/29	۴۰۵	حضور نواب صاحب بہادر سکندر صولت النگیہ بیگم والی دام اقبالہ	-	۸	۴۹
؍	۴۰۶	جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
	۴۰۹	؍ ارشاد علی صاحب عدن کیمپ	-	-	۵
		قیمت اسلامک ریویو	-	۸	۴۴۶
		میزان	-	-	۵۱۱

نقشہ ۵ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ 11/29	۴۰۰	جناب خان رجب علی خان صاحب بہاولپور	-	-	۱۶
۸ ؍	۴۰۲	؍ اہلیہ صاحبہ مرحوم خواجہ جمال الدین صاحب لاہور	-	-	۵
		؍ الیس۔ ایم سلطان سلیمان صاحب الہ آباد	-	-	۱۰۰
		میزان			۱۲۱

نقشہ ۶ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء

نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱	بل سائر پیشگی امپیرسٹ بابت سال ۱۹۲۹ء	-	-	۳۰۰
۲	بل ؍ ضمیمہ سفر خرچ خلیفہ عبدالمجید صاحب	۶	۱۴	۱۱
۳	بل سائر ۔ تار ... پرچہ اخبار مدینہ ۔ کرایہ تانگہ انارکلی ۔ اخبار زمیندار ... کریسنٹ پریس لاہور ... خرچ متفرق ٹائپ کرائی مضمون قدوائی صاحب ۔ ٹائپ رائٹنگ ۔ جلد بندی ... ٹائپ کرائی مضمون قدوائی صاحب ۔ کاغذ فلسکیپ ۔ خط بیرنگ ۔ سیاہی پرنٹنگ ... لفافہ ... ٹائپ کرائی چٹھی اخبار بابت انتظام مشن ۔ کاغذ فلسکیپ ... کریسنٹ پریس لاہور ۔ چھپائی ... اخبارات ... کارڈ سادہ ... اسلامک ریویو ... ٹکٹ اسلامک ریویو ... ٹکٹ مشن و ریویو ... کرایہ تانگہ متفرق اوقات [illegible]	۹	۸	۲۹۴
۴	بل تنخواہ عملہ ہندوستان ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء	-	۱۱	۶۴۶
۶	بل سائر	۶	۱	۳۲
	میزان خرچ ہندوستان مشن و ریویو		۳	۱۲۸۵

نقشہ ۷ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۹ء

نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۵	بل سابقہ ملازم ووکنگ انگلستان ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء	۶	۶	۱۳
۷	؍ ستمبر	۹	۶	۱۳
	میزان	-	۱۳	۲۶

نبوّت کا ظہورِ اتم

المعروف بہ

نبیٔ کامل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شہرۂ آفاق تصنیف
دی آئیڈیل پرافٹ کا سلیس اور نفیس اُردو ترجمہ معہ مقدمہ و تمہید +

حضرت خواجہ صاحب کی خدماتِ اسلامیہ جو آپ نے محض اللہ کے فضل سے بلادِ مغرب میں انجام دی ہیں اب کسی تشریح یا تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ مسلم و غیر مسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ نے اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہترین پیرایہ میں دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی حتمی طور پر ازالہ کر دیا ہے۔ جو مخالفینِ اسلام نے حضور سرورِ کائنات صلعم کی مقدس شخصیت کے متعلق پھیلا رکھی تھیں۔ آپ کو نہ صرف تبلیغ و اشاعت کا تجربہ ہے۔ بلکہ اکابرینِ انگلستان سے تبادلۂ خیالات اور ان کی تقاریر سننے کے مواقع بھی بیش از بیش ملے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جو تحریر بھی آپ کے قلم سے نکلتی ہے۔ وہ نہ صرف عالمانہ اور محققانہ ہوتی ہے بلکہ وسعت و پختگیٔ خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تشفّی کا سامان بھی رکھتی ہے۔ جو لوگ آپ کی تصنیفات کا مطالعہ فرما چکے ہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خواجہ صاحب کو اظہارِ مطالب کے لئے غیر معمولی لیاقت عطا فرمائی ہے۔ نیز آپ کا اسلوب بیان اس درجہ مدلّل اور دلپذیر ہوتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا +

مندرجہ بالا کتاب میں اُن تمام خوبیوں کے علاوہ دو خصوصیات اور بھی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ باعتبارِ نوعیتِ مضامین و ندرتِ خیالات و جدتِ اسلوب اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان جو انشا پردازی کی جان اور نظم کا دین و ایمان ہے۔ بالکل اچھوتا اور نرالا ہے۔ اور اسی صفت نے اس نثر کی کتاب کو نظم کی طرح دلکش و رنگین بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کو ہر پہلو سے جو ممکن العقل ہو سکتا ہے بنی نوع آدم کے لئے اسوۂ کامل ثابت کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ اوّل سے آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت نہیں لکھا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ تاریخی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں سے نہایت صحیح اور مستند ہے۔

فہرست مضامین

۱ - مقدمہ از عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ -

۲ - دیباچہ کتاب از مصنف +

۳ - مسیحی تخیل کی بدولت مسلمانوں میں آنحضرت صلعم کے کیریکٹر اور شخصیت کا نیا خاکہ'

(۱) ایک مسیحی مبلغ کی دروغ بیانی (۲) ایک پہلو سے آنحضرت صلعم کی حیات مبارکہ کا نیا خاکہ جو اگرچہ قدیمی اصلی رنگ میں دکھایا گیا ہے لیکن اہل مغرب کو معلوم نہ تھا۔ اور جیسے مخالفین سیرت نبی پاک' رد ... کیا گیا ہے (۳) آنحضرت صلعم کے متعلق اہل مغرب کے نظریہ میں تبدیلی (۴) طبقہ نسوان کے متعلق حضرت یسوع کی خاموشی' پولوس اور دیگر عمائدین کلیسیا کا اس طبقہ کے ساتھ جابرانہ طرز عمل' بہبودی نسوان کے متعلق مسیحیت کے غلط دعاوی فطری گناہ کے نظریہ کی بدولت معصومیت، توالید کا خون اور انسانیت کا تنزل (۵) بعض مسیحی مصنفین کی غیر مذاہب کے متعلق چیرہ دستیاں' باطل قسانوں کی اشاعت اور عوام الناس کو خوش کرنے کا رنگ تحریر (۷) ایک چیلنج (۸) پروفیسر مارگولیتھ اور اس کا دروغہ اعتماد +

(۴) حلیۂ مبارک

باب اوّل

کیا اوتار پیروی انسانی کیلئے کوئی نمونہ بن سکتے ہیں؟

(۱) اہل مغرب کے دماغوں میں نئے مذہبی احساس کا ظہور (۲) خدا سے مصلوب لوگوں کا مطمح نظر ... (۳) خدائے مجسم انسان کیلئے مطمح نظر نہیں ہو سکتا' انسان کا مطمح نظر صرف ایک انسان ہی ہو سکتا ہے یعنی حقیقت انسان جو اپنے کیریکٹر کے مالک ہیں لیکن بحیثیت خدا الٰہی صفات وشوکت ... تخریب کا باعث قرار پاتے ہیں (۴) الوہیتِ مجسم کا دور ختم ہو گیا۔ اور یسوع مسیح دیانت عالم کے سلسلہ کی آخری کڑی تھے (۵) مذہب مراتب و مذہب رسومات شرعیہ۔ کلیسیائی رسومات در اصل بت پرستی کی دوسری شکل ہے۔ پولوس اور رسوم کلیسیائی سینٹ ٹرٹولین کہ یسوع سے پہلے بہت خدا کے بیٹوں کی طرف اشارہ جو سب بلا باپ کے پیدا ہوئے تھے - رسومات شرعی اور دیگر توہمات کا وجود قدیم زمانہ میں مشرق میں پایا جاتا تھا اور مغرب نے اس معاملہ میں محض مشرق کی تقلید کورانہ کی ہے +

باب دوم

انبیاء اللہ بشکلِ اُسوہ

وعظ و تلقین یا رسوم پرستی پر غالب آ جاتی ہے۔ اور مذاہب میں ہم آہنگی کا باعث ہوتی ہے۔ تمام انسانوں کو خدا کی طرف سے ہدایت عطا ہوتی تھی لیکن دیگر انبیاء کے واقعات حیات اور ان کی ہدایت دونوں بمشکل دستیاب ہوتی ہیں یسوع کی تعلیم ممکن ہے کہ کسی مجرد شخص یا تارک الدنیا کے لئے مفید ہو لیکن قومی اور بین الاقوامی زندگی میں مطلق کارآمد نہیں۔ صرف آنحضرت صلعم ہی صحیح معنوں میں تاریخی شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ کو اشرف الانبیاء اور اکمل الرسل تسلیم کرنے کے دلائل۔ عقل کی باتیں پرندوں سے بھی مل جاتی ہیں لیکن قول بغیر تاسیر بار آور نہیں ہوتا۔ مسیحیت کی تاریخ ظلم و ستم کی داستان ہے۔ جن اخلاقی اسوؤں کی دوسرے انبیاء نے تعلیم دی تھی یہ ضروری نہیں کہ انھوں نے ان پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہو۔ چند دعاؤں یا چند معجزات یا چند بد دعائیں دینے سے یا چند مواعیظ بیان کرنے سے کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ نبی کی بعثت کی علت غائی یہ ہے کہ انسانیت کو ارتقائی مدارج طے کرائے۔ آنحضرت صلعم کی نبوت میں کمالات ارتقا بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یسوع پر بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا۔ ڈاکٹر زویمر کی مدد و افضلیت بکلیں دنیا کی ابتدا اور انتہا ہے۔ اور منجی بھی ہے۔ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔

ختم نبوت کی تشریح +

باب سوم

آنحضرت صلعم سے پہلے دُنیا کی حالت

ظہور اسلام سے قبل دُنیا پر اخلاقی ذہنی اور روحانی لحاظ سے تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مسیحیت ناکارہ اور بیجان تھی۔ دوسرے مذاہب بھی تاثیر سے خالی ہو چکے تھے۔ کُل دُنیا میں جہالت کا دَور دَورہ تھا۔ اور ایک اولوالعزم پیغمبر کی ضرورت تھی۔ مسیح اور موسیٰ دونوں ایام تہذیب میں مبعوث ہوئے تھے لیکن آنحضرتؐ اشد جہالت کے موقعہ پر اصلاح کیلئے مبعوث ہوئے جبکہ دُنیا کا اخلاقی مطلع سخت تیرہ و تار ہو رہا تھا۔ مسیحیت بُت پرستی کا شکار ہو چکی تھی۔ اور وحی آلہی اوہام باطلہ میں دب کر رہ گئی تھی۔ قرآن مجید اپنے نزول کی وجہ بیان فرماتا ہے۔ ذیل کی

اور تجدید کلیسا گویا قرآن شریف کی ضرورت کا اعتراف تحریک جدید کے تقاضوں کی قرآن مجید میں پیش بندیاں - اصلاح سے کلیسا میں اصلاح نہ ہو سکی - کیونکہ وہ اک سیاسی تحریک تھی وحی آسمانی کیلئے ہمہ گیری شرط ہے - مسیحیت نقائص سے مملو ہے - جدید مصلحین کلیسا کی کوششیں انسان مذہب قائم نہیں کر سکتا - آنحضرتؐ کا توحید کا عقیدہ از سر نو دنیا میں قائم کر دینا، گویا تمام لوگوں پر اک احسان ہے - عقیدہ تثلیث دراصل مشرکانہ خیالات سے ماخوذ ہے - آنحضرتؐ سے پہلے مسیحیت مختلف مذہبی مباحث کی جولانگاہ بنی ہوئی تھی - شرک نے التوحید اب روبہ تنزل ہے +

باب چہارم

بعثت عظمےٰ

مسیحؑ اور موسیٰؑ کی رسالت مختص بالقوم تھی - لیکن آپ کی رسالت عالمگیر ہے - کیونکہ دنیا عالمگیر پیغام کی خواہشمند تھی - بشپ آف لنڈن اور بعثت مسیحؑ اُن کے خیالات کی تنگنظری قرآن مجید اور مسئلہ ارتقاء قرآن مجید نے اس مسئلہ کو سب سے پہلے صحیح طور پر سمجھایا آنحضرتؐ نے دنیا کو علوم جدید کا پیغام دیا - آپ کے پیغام کی عالمگیریت آپ ہی نے سب سے پہلے انسان اس کی مخفی قوتوں اور نقائص سے آگاہ کیا - نقائص کو دور کرنے کا اور خوبیوں کو ترقی دینے کا طریقہ سمجھایا +

باب پنجم

شخصیت کامل

آپ عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے - آنحضرتؐ دنیا کے بزرگ ترین انسان ہو گزرے ہیں - ڈیلی اکسپریس آپ اپنے صادق ہونے پر نہایت مستحکم ایمان رکھتے تھے - دیرینہ عیوب اور باطل عقائد کا مقابلہ کرنے میں نہایت جری اور بے خوف تھے - آپ نے کبھی دوسروں ہی مدد کی خاطر دل خوش کن وعدے نہیں دیئے - اُن کے دلوں میں غلط اُمیدیں پیدا نہیں کیں نہ بلند آہنگ دعاوی کئے - بلکہ آپ کا دعوےٰ صرف یہی تھا کہ میں تو ایک ڈرانیوالا ہوں - آنحضرتؐ ہر پہلو سے انسان تھے اور اس لئے انسانیت کیلئے کامل نمونہ بن سکتے ہیں - آپ بادشاہوں کیلئے بھی اک نمونہ ہیں اظہار تفاخر سے نفرت اور معاشرت میں سادگی ملحوظ فرماتے تھے - اور ورثاء کے لئے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا +

باب ششم

مکمل سیرت (کیریکٹر)

بعثت سے پیشتر بھی آپ کا چال چلن نبوت کے شایاں تھا، اپنوں کی شہادت یسوع اپنے اقرباء کو مطمئن نہ کر سکے آپ کی صداقت سے متعلق آپ کے دشمنوں کی گواہی - اہل مکہ کی مخالفت ہر کی سختیوں کے مقابلہ میں آپ کا عظیم الشان استقلال آپؐ نے اپنی زندگی میں شیطان کو عملاً شکست دی نہ کہ محض کشفی طور پر - اہل مکہ کا چیلنج اور آپؐ کا استقلال - اہل مکہ کا آپؐ کے خاندان سے مقاطعہ مگر آپؐ کا عزم اور استقلال - آپؐ کا طائف جانا اہل طائف کی سرد مہری - آپؐ کا خدائے مطلق پر اعتماد کامل آپؐ کی اور یسوع کی تکلیف کے وقت دعاؤں کا موازنہ - اہل مدینہ کا آپؐ کی خدمت میں آنا - اور پیمان وفا کرنا - اہل مکہ کا ایذا رسانی میں شدت کرنا ان کا جوش و خروش اور آپؐ کو قتل کرنے کے منصوبے آپؐ کی ہجرت - سید امیر علی کے الفاظ میں آپؐ کی خوبیوں کے اظہار کے سلسلہ کی ایک ضروری کڑی ہے - کیونکہ اس ضمن میں آپؐ کی بعض اعلےٰ صفت بروئے کار آئیں آپؐ نے آسمانی بادشاہت دنیا ہی میں قائم کر دی - مدینہ میں سونے اور چاندی کی کثرت تھی لیکن آپؐ کا دولتکدہ ان چیزوں سے خالی تھا! آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے تھے - خود گرسنہ رہتے تھے مگر دوسروں کو کھلاتے تھے - آپؐ دنیا میں بطور مسافر تھے - تاہم ضروری سامان سے زیادہ کوئی چیز نہ رکھتے تھے - آپؐ کا مشغلہ محض اخلاق پر عمل کرنا - ان کی تلقین کرنا - اور ایثار کا سبق دینا تھا - عملاً ثابت کیا - کہ معاہدات ملکی ردی کاغذ کے پرزے نہیں ہوتے - بلکہ مستند اور محترم دستاویزیں ہوتے ہیں - ایفاء عہد کا بیحد خیال فرماتے تھے فتح مکہ اور آپؐ کی علو ہمت +

باب ہفتم

حصول منتہائے کامیابی

صرف آپؐ ہی ایسے نبی گذرے ہیں جو اپنے مقاصد میں کامل طور پر کامیاب ہوئے - موسیٰ اور یسوع دونوں اپنی زندگی میں ناکام رہے - نبی کریمؐ کی اصلاحات کے متعلق ایک بیجسالہ شاہد عینی کی شہادت - نجاشی حکمران ملک حبش کے دربار میں - آپؐ کی کامیابی پر سر ولیم میور کی شہادت - خلیفہؓ اعظم حضرت عمرؓ کی حالت اسلام سے قبل اور مابعد کا رلائل کی شہادت - عربوں کی حالت آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد - آپؐ کی بینظیر کامیابی - آپؐ کی اعلیٰ روحانیت کی دلیل ہے - صحابہؓ کے ساتھ آپؐ کی مودت - حیرت انگیز اصلاح - آپؐ کی زبان سے جو لفظ نکلتا تھا - وہ لوگوں کیلئے ایک اٹل قانون تھا - سالِ نمایندگی - آپ کا آخری خطبہ اور مقصد کی تکمیل +

باب ہشتم

بہترین معلم دین

مقصد مذہب پوشیدہ طاقتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ نے قلب انسانی کا تجزیہ فرمایا۔ شہوت اور غضب یہ دو جذبات آپ کی نظر میں تمام جذبات کی اصل ہیں، ان کی اعلیٰ اور ادنےٰ صورتوں کا بیان۔ بہشت کوئی مقامی شے نہیں ہے۔ دین انجیل اور مسیحی بہشت۔ بہشت کا اسلامی تخیل۔ بہشت اور دوزخ حیات بعد الموت کی دو مختلف حالتوں کا نام ہے۔ نور، قوت انسانی کیلئے بمنزلہ لباس ہے۔ ہفت بہشت قرآنی در اصل ہفت ارتقائی منازل کا نام ہے۔ یسوع کا علم ناقص تھا۔ انسان مائل بہ ترقی ہے۔ اور اس کے ارتقائی سفر کا بیان۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نمونہ ہے۔ اور ہمیں الوہی صفات اپنے اندر پیدا کرنی ضروری ہیں۔ خدا کا مسیحی اور اسلامی تخیل۔ اخلاق یا نیکی در اصل الٰہی صفات کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر قرآن کا مرکز ہے۔ اسلامی نماز اس بات کے جانچنے کا موقعہ ہے۔ کہ الٰہی صفت کیا ہیں۔ اور ان میں اور ہمارے اخلاق میں کس حد تک ہم آہنگی پیدا ہوئی ہے۔ اسلامی طریق حیات، اسلامی طرز تحیة۔ انسان اور خدا کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ توحید کا حقیقی جلوہ صرف اسلام ہی میں نظر آتا ہے۔ توحید کا مقصد۔ خدا غیر منتخص نہیں۔ قوائے انسانی اور معصومیت فطرت، مسئلہ خیر و شر عالمگیر اخوت اسلامی۔ عالمگیریت کے بانی آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ جملہ انبیاء معصوم ہیں اس معاملہ میں مسیحی مبلغین کی عجیب ذہنیت۔ اسلام میں کامل طور پر مذہبی رواداری موجود ہے مسیحی اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ آپ کے اور آپ کے خلفاء کے معاہدات اور فرمان آزادی ضمیر آپ نے سب سے پہلے دنیا کو تلوار کا صحیح استعمال سکھایا۔ اسلام میں اس کے استعمال کا موقعہ مساوات انسانی اور احترام نسوانی۔ مسیحیت کے عقائد مخصوصی کی بناء پر عورت کو ذلیل مانا گیا ہے۔ پولوس اور اوائل مشائخ کلیسیا کے خیالات عورتوں کے متعلق ان خیالات کا اسلامی خیالات سے موازنہ۔ عورتوں کے متعلق نبی کریم کی تعلیم۔ عورت کی میراث کے متعلق اسلام پر ایک ناروا اعتراض آپ نے شادی کے فعل کو احترام بخشا۔ مسئلہ تعدد ازدواج اور اس کی اشاعت ازواج رسول۔ وحدت ازدواج مسیحی خوبی نہیں، موسوی شرع میں اس کی اجازت ہے۔ یسوع اس مسئلہ میں خاموش ہے، تعدد ازدواج پر دلائل، عدم ضرورت کی حالت میں اسلام اس مسئلہ پر عمل کرنا ترک کر سکتا ہے۔ عیسائی دنیا تعدد ازدواج پر اسلام سے زیادہ اور بری صورت میں عامل ہے۔ نبی کریم نے غلامی کا انسداد فرمادیا۔ آپ نے دنیا کی چوتھائی آبادی کو شراب اور جوئے کی لعنت سے آزاد کردیا۔ آپ کی جگہ عقل اور علم کو درجہ احترام عطا کیا۔ آپ کی تعلیم عالمگیری شان رکھتی ہے اسلام پائندہ مذہب ہے +

باب نہم

عقائد مذہبی کا اعلےٰ ترین شارح

آپ سے پہلے مذہبی عقاید عقلی رنگ میں کہیں بیان نہیں کئے گئے ۔ قرآن مجید عقل کو استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے یسُوع کی دلائل مغالطہ آمیز ہوتی تھیں ۔ اسلام اور تہذیب ہمعنان ہیں ۔ قرآن مجید فطرت سے اپنے حق میں شہادت پیش کرتا ہے ۔ حشر اور تسلسل حیات کا قرآنی ثبوت ۔ قرآن مجید تعدد الٰہ کا انکار اسی طرز میں پیش کرتا ہے جسمیں سائنس نے پیش کیا ہے ۔ اثبات واجب الوجود پر قرآنی دلائل' نظریۂ نظام و مقصد فے التخلیق ۔ دوسرے مذاہب نہ تو اپنے عقاید کا اثبات کرتے ہیں ۔ اور نہ دیگر مذاہب کا عقلی طور پر ابطال کرتے ہیں ۔ بیرونی مشنوں کی ناکامی کے اسباب +

باب دہم

اُسوۂ حسنہ

تمام احکام قرآنی معمولی بہا ہیں قوت کسی نبی کے وجُود پر دلالت نہیں کر سکتی جس شخص نے تجربات زندگی مختلف شعبوں میں نہ حاصل کئے ہوں ۔ وہ کامل نمونہ نہیں بن سکتا یسُوع زندگی کے بہت سے شعبوں میں انسانیت کیلئے نمونہ نہیں ہو سکتا ۔ معافی چہنے کے لئے تین صُورتیں ۔ آپ نے اپنے ذاتی دشمنوں کو معافی دی ۔ آپ کا ایک بڑا دشمن پہلی اسلامی حکمران فیملی کا مُورث اعلےٰ ہُوا ۔ آپ کی زندگی اخلاقیات قرآنی کا آئینہ ہے' غلاموں کو آزادی بخشنا اور ایفاء عہد کرنا ۔ انصاف پسندی ایثار ۔ معدلت فی المعاملہ ۔ بہتر ین لوگ اپنا قرضہ خلوص کے ساتھ ادا کر دیتے ہیں ۔ ازالۂ امتیازات بیجا نرم کر نفرت ۔ آپ کی عصمت مآبی' تحمل حیا اور انکساری ۔ خوبیٔ اطوار +

باب یاز دہم

اجتماعِ حسنات

مغربی مصنفین کا طرز عمل ۔ یہ لوگ فسانہ نولیسوں کو آپ کی سوانح حیات میں مُستند قرار دیتے ہیں ۔ آپ کے اخلاق کے متعلق امام غزالیؒ اور دیگر مصنفین کے خیالات ۔ آپ کی صفت احسان وکرم ۔ آپکی شجاعت آپ کی صفتِ عفو ۔ آپ کی انکساریٔ طبع ۔ آپ دوسروں کا کام کر دیتے تھے ۔ مبادلۂ تحائف گداگری سے آپ کو سخت نفرت تھی ۔ آپ کی مہمان نوازی +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تار کا پتہ:- "اسلام" لاہور (پنجاب)

فہرست کُتب

بابت سال ۱۹۳۰ء

مُسلم بُک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی

مبلغ اسلام و بانئے مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

توحید فی الاسلام

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی پر روشنی ڈالی ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تمام تہذیب و تمدن کی جان ہے اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے یہی علوم جدیدہ کی محرک حکمت و تشبیات کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے توحید ہی سے حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے یہ کتاب نہایت ہی جامع ہے قیمت بلا جلد ۸ مجلد عہ محصول وغیرہ علاوہ ۔

رسالک مروارید

یہ اُن دس معرکۃ الآرا لکچروں کا اُردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لیکر ۱۹۱۳ء تک ہندوستان میں [illegible]

تمام ترسیل زر بنام مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور [illegible]

(رفیق عام پریس لاہور میں باہتمام بابو [illegible] چھپا)

کانفرنسوں میں مختلف مقالات دنیا میں انگریزی زبان میں دئیے ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت کو
ثابت کرنے کے لئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لکچر دئیے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی
لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ قیمت بلا جلد عہ۔ مجلد عہ ۱۲/

ینابیع المسیحیت

مدت ہوئی عیسائیوں نے ایک کتاب موسومہ ینابیع الاسلام عربی زبان میں شائع کی تھی جس کا ترجمہ
اردو زبان میں اثمار شیریں کے نام سے چھاپا گیا عیسائی کیمپ میں یہ کتاب اسلام کے خلاف کاری حربہ سمجھی
گئی۔ غالباً دوسری زبانوں میں بھی ترجمے کئے گئے۔ اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں ان کو تقسیم کیا
گیا۔ اس میں باتیں تو وہی تھیں جو پادری عماد الدین وغیرہ نے لکھیں یعنی قصص انبیاء سندیہ قرآن مجید کی بنا
پر انجیل و توریت وغیرہ کو قرآن مجید کا ماخذ ٹھہرایا بعض باتوں کو کسی ثبوت کے بغیر ژند و اوستا کی طرف منسوب کیا گیا
بہر حال یہ قرضہ ہمارے ذمہ تھا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مذکورہ بالا نام پر ایک کتاب بدینہ تمام حج میں
بیت اللہ شریف میں بیٹھ کر لکھی۔ یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔ اس میں نہ صرف یہی دکھایا گیا ہے
کہ مروجہ اصول و حکایات مسیحیت کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مسیحی مذہب کی یہ الہیات سورج پرستی اور
مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا ہر صفحہ نئے سے نئے اکتشافات اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔
ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کتاب کے اکثر مضامین کسی زبان کی کسی کتاب میں تحقیقی طور پر نہیں پائے جاتے
منکشف شدہ واقعات نہایت ہی حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں۔ اس کتاب میں وہ باتیں ہیں جن سے کرور ہا عیسائی محروم
ہیں۔ اور جس کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات کبھی قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک کتاب صدہا کتابوں کی قائم مقام ہے
حضرت خواجہ صاحب کی خواہش ہے۔ کہ یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر تقسیم ہو۔ اس کتاب کی آمد کل کی کل اسی کتاب
کی مفت اشاعت پر خرچ ہوگی۔ احباب سے توقع ہے کہ اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔ قیمت بلا جلد عہ مجلد عہ ۱۲/

رازِ حیات یا انجیلِ عمل

اس کتاب میں فاضل مصنف نے یہ دکھایا ہے کہ ہماری روزانہ زندگی میں دخل ہے انسان کی ترقی بھی
اعمال سے ہوتی ہے۔ قوت دولت حشمت۔ جاہ و جلال۔ مرفع الحالی اور قوت عمل میں ہی مضمر ہے جس طرح باغ
کی ترو تازگی اور نشو و نما پانی سے ہوتی ہے اسی طرح زندگی کا راز بھی قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان
میں مقبول ہو چکی ہے قیمت بلا جلد عہ مجلد عہ ۱۲/

تمام ہر قسم کی اسلامی کتب ..... ملنے کا پتہ ..... لاہور

ضرورتِ الہام

فی زماننا تعلیم یافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر طیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور ہر مذہب الہامی مذہب آیا ہے۔ قیمت بلاجلد ۱۲ر مجلد عہ

مکالماتِ ملیہ

یعنی وہ گفتگوئیں اور بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اس میں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مذاہب سے گفتگو کرنے والے مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ بے جلد ۱۳ر مجلد عہ

مطالعہ اسلام

اس کتاب میں اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ کی نہایت مفصلانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے نیز پانچ ارکان اسلام کلمۂ طیبہ، حج، روزہ، نماز، زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت بلاجلد ۱۲ر مجلد عہ

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

اس کتاب میں عقلی و نقلی دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں اور اختلافات فروعی ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے۔ قیمت بلاجلد ۱۲ر [illegible]

لمعاتِ انوارِ محمدیہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات اور آپ کے خلق کا آئینہ حسن معاشرت کا نمونہ علمی، ادبی، اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جس میں مشرقی و مغربی اہل قلم نے زبردست مضامین لکھے ہیں۔ بلا جلد ۱۲ر مجلد [illegible]

مذہب محبت

اس میں [illegible] مصنف نے [illegible] کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب [illegible]

تمام ترسیل زر بنام [illegible] سوسائٹی [illegible] منزل [illegible] ہونی چاہیئے۔

ہے جو زمین پر صلح و امن و آشتی و محبت پیار و یکجہتی۔ کامیابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے قیمت فی جلد ۷ر

ذرات عالم کا مذہب

اس میں مصنف نے دکھایا ہے کہ سائنس اور مذہب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ روح کی پیدائش اور اس کے فرائض مسئلہ ارتقائے انسانی۔ کفارہ پر ایمان۔ اپنی ہتک ہے قیمت فی جلد ۱ر

اسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ اسے پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے بغیر چارہ نہیں رہتا ہے قیمت بلا جلد ۷ر مجلد ۱۱ر

ام الالسنہ

معروف بہ زندہ و کامل زبان

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اردو انگریزی لٹریچر میں یہ کتاب اس موضوع کی پہلی ہے اسمیں ثابت کیا ہے کہ عربی سے سب زبانیں نکلی ہیں۔ اور کل ممالک کے آباؤ اجداد عربی تھے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت بلا جلد ۱۲ مجلد عہ

براہین نیرہ

معروف بہ زندہ و کامل الہام۔ قرآن مجید ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالی ہے دیگر مذاہب کے عقائد اور اصولوں پر منطقیانہ بحث کی ہے قیمت بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

پیام اسلام

قرآن کریم سے ایک اجنبی دل کو معرف کرنیوالی۔ کلام پاک سے اجنبیت غیریت اور تنفر کو دور کرکے اس سے فیضیاب کرنیوالی معرکۃ الآرا و ضخیم کتاب آسمانی بادشاہت اور اُس کا چارٹر اس وقت خواجہ صاحب کے زیر تصنیف ہے اس کا مختصر سا خاکہ دیکھنا ہو تو پیام اسلام پڑھو۔ اس کتاب میں قرآن کی ضرورت اور اسکے اسالیب پر مفصل بحث ہوگی۔ قرآن کریم کے مضامین کی جداگانہ عنوانوں کے تحت تقسیم ہوگی خاصکر امور ذیل پر بحث ہوگی انسان کے متعلق قرآن کا نصب العین کائنات میں انسان کا مقام خلافت الٰہیہ اور اسکے حصول کے ذرائع روحانی اخلاقی تمدنی اقتصادی۔ سیاسی تعلیمات قرآنی۔ تزکیہ و اصلاح نفس ایک حیوان کا بشکل انسان کا ربانی اخلاق سے متخلق ہونا انسان کے کمالات اور اسکے نقص موجودہ زمانہ کی مشکلات اور اخلاقی بدعنوانیاں اور ان کا قرآنی حل دفعیہ بعض صداقتہائے ملیہ وغیرہ وغیرہ پر نہایت

تمام ترسیل زر بنام مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہو۔

زبردست بخشیں فہم قرآن اور اُس سے مستفید ہونا آسان ہو جائے گا۔ اس کتاب کا مختصر خاکہ پیام اسلام میں دیا گیا ہے قیمت صرف ۸ر

مقصد مذہب

یہ وہ معرکۃ الآرا لکچر ہے۔ جو خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا اس کانفرنس میں عیسائی۔ سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی اور بہت سے دیگر مذاہب کے نمائندوں نے اپنے لکچر پڑھے اس لکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے قیمت فی جلد صرف ۳ر

خُطباتِ غربیّہ

یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایانِ اسلام کو اسلام سے معترف کرانے اور ان پر حقانیتِ اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دئے بعض احباب کی خواہش پر اردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں قیمت مکمل سٹ تعدادی ۶ کاپی بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

سیر افکار یا رُوحانیت فی الاسلام

اس کتاب میں فاضل مصنف نے مشرق و مغرب کی روحانیت پر مفصل بحث کی ہے۔ اور آخر میں اخلاق فاضلہ پر ایک بحث کی ہے کہ اخلاق فاضلہ انسان میں کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے کیا کیا ذرائع ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے ہر مطالعہ کنندہ پر روحانیت کا حقیقی مفہوم واضح ہو جائے گا۔ قیمت بلا جلد ۱۲ر مجلد عہ

ہستی باری تعالیٰ

جس میں خداوند تعالیٰ کی ہستی کے عقلی و نقلی دلائل دئے گئے ہیں۔ جو دہریوں کیلئے اتمام حجت ہیں نظام قدرت و قرآنی آیات ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ نہایت بلند ارفع و اعلیٰ علمی پایہ کی کتاب ہے قیمت فی جلد ۶ر

یسوع کی الوہیت اور اُسکی کامل انسانیت پر ایک نظر

فاضل مصنف نے الوہیت مسیح۔ کفارہ۔ معجزات مسیح۔ بدی کی حقیقت الغرض وہ مسائل جو عیسائیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی براہین قاطعہ سے تردید کی ہے قیمت ۴ر

اسلام اور علوم جدیدہ

اس کتاب میں فاضل مصنف نے نہایت واضح طور پر بیان کیا ہے۔ کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کے لئے صحیفۂ قدرت اور اس کے مظاہر کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔ قیمت صرف ۴ر

تمام ترسیل زر بنام مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہو۔

صلائے نصرت با اہل ہمت

یہ ایک فارسی نظم ہے جسمیں حضرت خواجہ صاحب نے واقعات حاضرہ سے قرآنی آیات و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمان پر واضح کی ہے۔ قیمت فی جلد ۳ر

حیات بعد الموت

اس میں اواگون کا عقلی و نقلی دلائل سے رد کیا گیا ہے قابل دید کتاب ہے۔ اور آریوں کے مقابل زبردست حبہ ہے۔ قیمت ۲ر مجلد عہ

دیگر مصنّفین کی قابل دید کتابیں

دُنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

مصنفہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر گدیہ

تفصیل مضامین:۔ دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط۔ مسیح۔ اور حسین کی شہادت کا دنیا پر اثر۔ قیمت ۷ر

اسلامی نماز کا فلسفہ

مصنفہ ایضاً۔ فاضل مصنف نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں اسلامی نماز کے فلسفہ کو بیان کیا ہے۔ اسمیں آپنے بیان کیا ہے کہ کیوں ہم پانچوقت نماز پڑھتے ہیں۔ کیوں وضو کرتے ہیں۔ پھر اسلامی نماز کی ہئیت کے فلسفہ کو بھی بیان کیا ہے۔ نہایت ہی دلچسپ کتاب ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کو اپنے پاس رکھنا ضروری ہے قیمت صرف ۳ر

تفسیر سورۂ فاتحہ

مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی

سورۂ فاتحہ کی نہایت دلچسپ تفسیر۔ ہر ایک مسلم کے پاس اسکی ایک کاپی ہونی ازبس ضروری ہے قیمت ۳ر

اسلام یعنی ہمدردیٔ بنی نوع کا مذہب

مصنفہ مولنا محمد علی صاحب مترجم قرآن کریم

تفصیل مضامین:۔ امن کا مذہب۔ اسلام کی امتیازی خصوصیات اسلام ایک تاریخی مذہب ہے اسلام کے بنیادی اصول۔ اسلام میں خدا کا تصور۔ الہام آلہی۔ حیات ثانیہ کیفیت بعد از ممات۔ فرشتوں پر ایمان۔ ایمان کا اصل اصول۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ حقوق العباد۔ اخوت اسلامی۔ سخاوت قیمت صرف ۴ر

سیرت نبویؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مختصر رسالہ ۔آپ کے اخلاق فاضلہ کی سچی تصویر قیمت صرف ۲ر

لندن میں جلسۂ مولود النبی صلعم

اس کتاب میں اس جلسہ کی روئداد ہے جو سیل ہوٹل میں ۱۹۱۰ء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تقریب ولادت پر ہوا اس میں فاضل نومسلم مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال کی زبردست تقریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم پر ہے۔ جو قابل رشک ہے۔ قیمت صرف فی جلد ۲ر

قرآن اور جنگ

مصنفہ حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب مبلغ جرمن مشن ۔اس میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم ہی وہ صحیفہ ہے۔ کہ جس میں نہ صرف حالات جنگ کے مناسب حال تعلیم ہے بلکہ اس میں ہر ایک وقتی ضرورت کا علاج بھی موجود ہے قیمت صرف ۳ر

پادری صاحبان کیلئے حل طلب معمہ

یہ ایک ٹریکٹ ہے جو ۲۰ × ۳۰ سائز کے ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔عیسائیوں کے بعض مشہور اعتراضات کے جوابات انکی اپنی ہی انجیل سے دئے گئے ہیں ۔ ابنیت مسیح کا اس میں قلع قمع کیا گیا ہے قیمت صرف ۱ر

اسلامی نماز اور اُس پر مغربی اعتراض

یہ چھوٹا سا ۱۰ صفحوں کا ٹریکٹ جناب سر جنٹ نشفیلڈ ارک صاحب نومسلم کا انگریزی میں لکھا ہوا ہے جسکو اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے جسمیں ان کل اعتراضات کو نہایت معقول طور پر سے رفع کیا گیا ہے کہ جو اہل مغرب اسلامی نماز پر کرتے ہیں ۔اور کہ جس میں بتلایا گیا ہے کہ ہم نماز عربی زبان میں کیوں ادا کرتے ہیں ۔اور نماز کے مختلف ارکان و ہئیت کذائی پر بحث کیگئی ہے قیمت ۱ر

تصاویر نومسلمانان یورپ

اسمیں نومسلم اخوان و خواتین کی تصاویر بعض بڑے بڑے فضلا و اہل قلم کی تصاویر ہیں ۔پیرا ڈیٹروں ۔نوابوں ۔اُمراء اور پروفیسروں کی تصاویر ہیں ۔جو یورپین شہرت کے مالک ہیں ۔لفٹنٹ و اعلیٰ خاندانوں کی تصاویر ہیں ۔اور ان مجاہدین اسلام کی بھی تصویریں ہیں ۔جو اشاعت اسلام کے لئے انگلستان گئے ۔فی درجن ۲ر ۔تین درجن مجلد ۶ر

تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ (انگلستان)

آجتک جس قدر نماز عیدین مسجد ووکنگ انگلستان میں ہوئی ہیں ان سب کی تصاویر موجود ہیں ۔ان نومسلموں کے مجمعے کو حالت نماز میں دیکھکر ایک راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے ۔قیمت فی درجن ۱۰ر

تمام ترسیل زر بنام مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہو۔

نبوت کا ظہورِ اتم

المعروف بہ نبیِ کامل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شہرہ آفاق تصنیف دی آئیڈیل پرافٹ کا سلیس اردو ترجمہ مع مقدمہ و دیباچہ کتاب ۔

حضرت خواجہ صاحب کی خدمات اسلام جو آپ نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بلاد مغرب میں انجام دی ہیں۔ اب کسی تشریح یا تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ مسلم و غیر مسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں۔ کہ آپ نے اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہترین پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی قلع قمع کر دیا ہے۔ جو دشمنان اسلام نے حضور سرورِ کائنات کی مقدس شخصیت کے متعلق مغرب میں پھیلا رکھی تھیں۔ آپ کو نہ صرف تبلیغ و اشاعت کا تجربہ ہے۔ بلکہ اکابر و مشاہیر اقوام عالم سے تبادلہ خیالات کرنے اور ان کی تصانیف پڑھنے کے مواقع بھی بیش از بیش ملے ہیں۔ از بس وجہ ہے کہ جو تحریر بھی آپ کے قلم سے نکلتی ہے۔ وہ نہ صرف عالمانہ اور محققانہ ہوتی ہے بلکہ معنوی و ظاہری کمال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر دلکشی کا سامان بھی رکھتی ہے۔ جو لوگ آپ کی تصانیف کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خواجہ صاحب کو اظہار مطالب کے لئے غیر معمولی لیاقت عطا فرمائی ہے۔ نیز آپ کا اسلوب بیان اس درجہ مدلل اور دلپذیر ہوتا ہے۔ کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا ۔

مندرجہ بالا کتاب میں ان تمام خوبیوں کے علاوہ دو خصوصیات اور بھی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ باعتبار وسعت مضامین و ندرت خیالات و ترتیب مطالب اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان جو انشا پردازی کی جان اور نظم کا دین و ایمان ہے بالکل اچھوتا اور نرالا ہے۔ اور اسی صنعت نے اس نثر کی کتاب کو نظم کی طرح دلکش و رنگین بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کو ہر پہلو سے جو ممکن الفعل ہو سکتا ہے بنی نوع آدم کے لئے اسوۂ کامل ثابت کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ اوّل سے آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت نہیں لکھا گیا۔ جو کچھ لکھا ہے وہ تاریخی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں سے نہایت صحیح اور مستند ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قدم قدم پر مغربی مصنفین اور دشمنانِ دین کی تدلیسات و تلبیسات کا دامن چاک کر دیا ہے۔ ان کی خوردہ گیریوں کا جواب شافی موجود ہے۔ اور جو زہریلے خیالات پادریوں کی تحریرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا تریاق ہر سطر میں موجود ہے۔ سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر آنحضرت صلعم کی خوبیوں کو زیب عنوان بنایا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

اس کتاب کے مطالعہ سے ہر ذی فہم پر روشن ہو جائیگا کہ جو اعلیٰ خصائص ایک ہادی کے لئے عقل انسانی تجویز کر سکتی ہے۔ وہ سب کے سب بدرجۂ اتم آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں موجود تھے۔ گویا یہ کتاب غیر مسلم کے لئے تحفۂ بے نظیر ہے۔ اور مسلم کیلئے شمع تنویر ہے ۔

کتاب زیر طباعت ہے ۔

فرمائش بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہئیے

جلد [illegible] نمبر [illegible]

فروری مارچ ۱۹۲۳ء

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان

چھپکر

خواجہ عبدالغنی پبلشر

نے

احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام انگلستان [illegible]

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تحفۂ الاسلام بلا جلد [illegible]	[illegible]	[illegible] کامل انسان بلا جلد [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible] بلا جلد [illegible]	[illegible]
ینابیع المسیحیت بلا جلد [illegible]	[illegible]	پیغام اسلام فی جلد	[illegible]
ضرورت الہام بلا جلد [illegible]	[illegible]	خطبۂ مذہب صرف	[illegible]
راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد [illegible]	[illegible]	خطبات عربیہ بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]
مکالمات قلبیہ بلا جلد [illegible]	[illegible]	سیر الشکار یا تعلیمات اسلام بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]
مطالعۂ اسلام بلا جلد [illegible]	[illegible]	[illegible] بلا جلد	[illegible]
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں بلا جلد [illegible]	[illegible]	[illegible] کامل انسانیت [illegible]	[illegible]
لمعات الانوار صمدیہ بلا جلد [illegible]	[illegible]	اسلام اور علوم جدیدہ صرف	[illegible]
مذہب محبت	[illegible]	[illegible] فی جلد	[illegible]
[illegible] عالم کا مذہب فی جلد	[illegible]	حیات بعد الموت قیمت	[illegible]
اسوۂ حسنہ معروف بہ [illegible] کامل نبی بلا جلد	[illegible]	جلد [illegible]	[illegible]

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یعنی وہ تصنیف جدید جس میں اقتصادیات حاضرہ [illegible] کے علاوہ [illegible] اقتصادی سیاسی معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے زیر طبع ہے۔

[illegible]

منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل [illegible] لاہور [illegible]



EDINBURGH,
Oct. 24, 1929.

DEAR SIR,

I thank you for your kindness in forwarding books to me. It was a pleasure to read them. Somehow I find peace and comfort in Islam. I never felt satisfied with the Christian religion; something was lacking in it to my idea. Such passages as "Born in Sin," etc., did not appeal to me. For months back I have read the *Islamic Review* in one of the libraries here in Edinburgh, and always after perusal of them I felt here indeed was a true religion. I hope to improve and become a worthy follower of Islam.

Yours very faithfully,
ROBERT J. WALKER.

TO THE IMĀM,
THE MOSQUE, WOKING.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۷ | بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۳۰ء مطابق ماہ رمضان و شوال ۱۳۴۸ھ | نمبر ۲

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	از قلم جناب خواجہ عبد الغنی صاحب فنانشل سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ	۴۹ الف
۲	تمدن اسلام	از قلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام	۴۹ تا ۱۴۴

ووکنگ مسلم مشن کی آئندہ انتظام کے متعلق ضروری اطلاع

میں نے اس سے پہلے اعلان کیا تھا۔ کہ میں نے مسلم مشن ووکنگ کو آئندہ کیلئے ایک غیر فرقی ٹرسٹ کے حوالے کرنا تجویز کیا ہے جو مشن اور مشن کے متعلق کل امور کا مالک ہوگا۔ اس سے پہلے مشن کا انتظام مالی وغیرہ اندر اس کا آمد و خرچ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ رہا۔ اب تجویز بالا کے مطابق انجمن مذکور نے مشن اور متعلقہ مشن کا انتظام کو واپس کر دیا ہے۔ لہذا معاونین مشن اور اشاعت اسلام میں دلچسپی لینے والوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ آئندہ جو زر امداد ووکنگ مشن کے لئے یا مشن ہذا کی معرفت اشاعت اسلام کیلئے بھیجنا چاہیں وہ احباب جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب فنانشل سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ برانڈرتھ روڈ لاہور کے نام بھیجدیں اور کسی کے نام نہ بھیجیں۔ حسب معمول قدیم یہ کل روپیہ رسالہ اشاعت اسلام میں شایع ہوگا۔ اور ہر ایک رقم کی رسید باضابطہ متعلقہ صاحبان کی خدمت میں پہنچے گی۔ نئے ٹرسٹ کا ڈیڈ تو حسب اعلان سابقہ امسال کے اخیر رجسٹر ہو جاتا۔ اور اس سال کل کاروبار نئے ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ لیکن انجمن کے اس فیصلہ کے بعد جو اخیر دسمبر میں ہوا بلعد مجوزہ ٹرسٹیوں میں تغیر و تبدل کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ بنا بریں بعض نئے ٹرسٹی تجویز ہو کر ان کے نام بغرض منظوری دیگر مجوزہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیج دیئے گئے ہیں جن کی منظوری آنے پر ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹر ہو جائیگا۔ اور اسے شاید چند ہفتے اور لگ جائیں۔ آخیر میں پھر دوبارہ عرض ہے۔ کہ آج کے بعد ووکنگ مشن کی امداد میں یا بذریعہ مشن ہذا اشاعت اسلام کی خاطر جو اصحاب زر امداد بھیجیں۔ وہ بجز فنانشل سیکرٹری نہ تو انجمن اور نہ کسی صاحب کے نام یا معرفت بھیجیں

خادم خواجہ کمال الدین

ووکنگ مشن کا انجمن احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

۱۱ رمارچ ۱۹۳۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ فروری و مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

شذرات

تشریح تصویر:- اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ جناب رابرٹ - ای - ڈاکر صاحب ایک تعلیم یافتہ انگریزی نوجوان کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے - جو ووکنگ کے اسلامی لٹریچر کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں - ذیل میں نومسلم موصوف کا وہ گرامی نامہ شایع کیا جاتا ہے جو انہوں نے جناب امام مسجد ووکنگ - (انگلستان) کو لکھا -

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

دین فطرت کی عالمگیر کشش

ایک تعلیم یافتہ انگریز نوجوان کا خط، امام مسجد ووکنگ کے نام

اڈنبرا، اسکاٹلینڈ

۲۴ ر اکتوبر سنہ ۲۹ء

جناب والا۔

آپ نے جو کتابیں، ازراہِ خلوص، مجھے ارسال فرمائی ہیں۔ اُن کا شکریہ قبول فرمایئے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتب مذکورہ کے مطالعہ سے مجھے بیحد روحانی مسرت حاصل ہوئی ہے یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ بالآخر اسلام میں مجھے وہ سکونِ خاطر اور طمانیت قلب نصیب ہوگئی۔ جس کے لئے مدتوں سے سرگردان تھا۔

عیسائی مذہب، سے مجھے کبھی بھی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی، اور نہ اس کی تعلیمات سے دل کو اطمینان نصیب ہوا۔ میرا دل بار بار مجھ سے یہی کہا کرتا تھا۔ کہ اس مذہب میں کچھ نہ کچھ نقص ضرور ہے، علی الخصوص "موروثی گناہ" کا عقیدہ تو کبھی میری نگاہوں میں جچا ہی نہیں "اسلامک ریویو" کا مطالعہ کئی ماہ سے پابندی کے ساتھ کر رہا ہوں، یہ رسالہ یہاں کی ایک لائبریری میں آتا ہے، اور اس کے مطالعہ سے ہمیشہ یہ صداقت مجھ پر منکشف ہوتی رہی ہے۔ کہ واقعی اسلام منجانب اللہ ہے۔

خدا کی مہربانی پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ اُمید کرتا ہوں کہ کچھ عرصہ کے بعد جب مجھے کافی مذہبی معلومات حاصل ہو جائے گی۔ تو یقیناً آنحضرت صلعم کے سچے اور مخلص غلاموں میں میرا شمار بھی ہو سکے گا۔

والسلام

آپ کا نہایت وفادار

رابرٹ ای ڈاکٹر

استعذار

وجہ تاخیر اشاعت رسالہ

قارئین کرام ان صفحات میں۔ ایک بے نظیر مضمون پائیں گے۔ مضمون کیا ہے۔ ایک نیا علم کلام ہے۔ یہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی جدید تصنیف، موسومہ بہ "تمدن اسلام" کا دیباچہ ہے۔ کہنے کو تو دیباچہ ہے۔ لیکن قابل مصنف نے تاریخی شواہد پر اُن اسباب کو دکھلا دیا ہے

جسکے باعث مغربی طبایع اور اُن کی اتباع میں اسوقت مشرقی بھی مذہب سے بیزار ہو کر وطنیت وقومیت کا گیت گا رہی ہیں۔ فاضل مصنف کا یہ بالکل صحیح خیال ہے کہ اس نئی تلقین کو جو اب ہندوستان میں جاری ہوئی ہے۔ یعنی میں ہندوستانی پہلے ہوں۔ اور پھر مسلمان یا ہندو استخفاف کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ یہ وہ بلائے اعظیم ہے۔ جس نے ایک مدت کے بعد انگلستان کے سوا باقی یورپ سے مذہب کو جلا وطن کر دیا۔ اور اگر آج اس کا انسداد نہ کیا گیا۔ تو خدانخواستہ ہمارے پیارے مذہب کا بھی وہی حشر ہو گا۔ جو عیسایئت کا یورپ میں اور ہندو مذہب کا ہندوستان میں ہوا ہے۔ ہمیں بیان اس کتاب کے کوائف پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ فاضل مصنف نے نہایت وضاحت کے ساتھ ان تمام باتوں کو دیباچہ میں لکھ دیا ہے۔

ایک طرف تو حضرت خواجہ صاحب ابھی تک بستر علالت پر ہیں۔ اور جو وقت آپ کو دن میں کسی وقت تکلیف سے تخفیف ہوتی ہے۔ تو اس کتاب کو لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ پسند نہ کیا گیا کہ اس رسالہ میں اس کتاب کا جسقدر حصہ بھی نکلے۔ وہ نامکمل حالت میں نہ نکلے جس کا خطرہ یہ تھا کہ رسالہ میں اور مضامین کی گنجائش نہ ہو گی۔ اور قریباً اب بھی ایسا ہی ہے۔ اسلئے پسند یہی کیا گیا کہ فروری و مارچ کا رسالہ یکجا طور پر شایع کیا جاوے۔ دوسری طرف رمضان شریف کے باعث عملہ کچھ آرام چاہتا تھا۔

امید ہے کہ معاونین کرام "تمدن اسلام" کے صفحات کو پڑھ کر جس خوشی کو حاصل کرینگے۔ اس کے مقابل میں ہمیں اس تاخیر کے لئے معاف بھی کر دینگے۔ اگر قارئین کرام تھوڑی سی کوشش کر کے رسالہ کی تعداد کو بڑھا دیں۔ تو ہم پھر انتظام کر سکتے ہیں۔ کہ رسالہ کے ہر نمبر میں کچھ نہ کچھ حصہ اس کتاب کا نکلتا رہے۔ پڑھنے والے خود ہی فیصلہ کر لینگے۔ کہ یہ وہ کتاب ہے۔ جس کی ہر مسلم گھر میں ضرورت ہے۔ اور جس کے مضامین پر ہر مسلم حاوی ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنے پیارے مذہب کی اس وقت پر حفاظت کر سکے۔ اب اگر ہمارے معاونین کی اعانت سے رسالہ کی خریداری بڑھ جاوے۔ تو ہم خرما و ہم ثواب رسالہ کے علاوہ یہ کتاب بھی اُن کے پاس آجاویگی۔ ویسے مالی طور سے بھی فائدہ ہو گا۔ کتاب کی الگ قیمت شاید عا ر رہے۔ اس طرح معمولی لٹریچر رسالہ کے علاوہ یہ قیمتی کتاب شاید نصف قیمت پر مل جاوے۔

ایک دلچسپ لیکچر

گذشتہ دسمبر کو برٹش مسلم سوسائٹی کے زیر انتظام پانچ بجے شام اتوار کے دن، لنڈن مسلم عبادت گاہ میں مسٹر عبدالقادر خانصاحب کی صدارت میں، جنہوں نے مختلف ممالک کی سیاحت کی ہے، مسٹر جمال حسین سکرٹری مجلس انتظامی فلسطین و سکرٹری مسلم کاونسل فلسطین نے "فلسطین میں اسلامی مفاد" پر ایک دلچسپ تقریر کی۔ لنڈن مسلم عبادت گاہ کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ سامعین نے کافی توجہ سے تقریر سُنی، اور تقریر کے خاتمہ پر بڑی گرما گرم بحث ہوئی جس میں انگریزوں، ہندوستانیوں اور عربوں نے گرمجوشی کے ساتھ حصہ لیا جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

ایچ لوگرو، سیکرٹری سوسائٹی مذکورۃ الصدر لنڈن

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان / انگلستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان					رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
آمد مشن ہندوستان ؍؍ ؍؍	۱	۰	۱۲	۵۶۵۰	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	۶	-	۹	۳۰۰
آمد اسلامک ریویو ؍؍ ؍؍	۲	۰	۱۴	۴۴۷					
آمد مشن انگلستان ؍؍ ؍؍	۳	-	-	-	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و انگلستان	۷	-	-	۶۱۵۸
آمد اسلامک ریویو ؍؍ ؍؍	۴	-	-	-					
آمد ریزرو فنڈ	۵	-	-	۶۶					
میزان آمد		-	۱۰	۶۱۷۲	میزان خرچ	۰	۰	۹	۶۴۵۸

فنانشل سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ ہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے	تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنے	روپے
۳ 12/29	۳۶ بل	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۰	؍؍	؍؍	فراہم کردہ سرگودھا معرفت شیخ محمد دین صاحب	۰	-	۲۶
؍؍	۴۳۰	؍؍	۰	۰	۱۰	۱۲ 12/29	۴۳۸	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب سیالکوٹ	۰	-	۵
۴ 12/29	۴۳۱	؍؍ میاں احسان الحق صاحب کیمبل پور	۰	-	۵۰	؍؍	۴۳۹	عالیجناب جعفر نواب صاحب [illegible]			*
؍؍	۴۳۲	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	-	-	۵		؍؍	بہاولپور منجانب [illegible] چھ ہزار	۰	۱۰	۵۴ ۷۰
۵ 12/29	۴۳۳	جناب خان صاحب علی خان صاحب بہاولپور	۰	-	۱۰	۱۹ 12/29	۴۴۴	؍؍			
؍؍	۴۳۴	؍؍ عبدالحق صاحب گجرات	۰	۰	۵	۱۴ 12/29	۴۴۰	جناب محمد افضل حسین صاحب بنگال	۰	۸	۱
۱۰ 12/29	۴۳۶	جماعت پشاور	-	۰	۵	۱۶ 12/29	۴۴۱	؍؍ منشی عمر الدین صاحب بہاولپور	-	-	۴
؍؍	۴۳۷	جناب شیخ محمد الدین صاحب سرگودھا	۰	۰	۲۵	۱۷ 12/29	۴۴۲	اے۔ این لیفٹننٹ [illegible] صاحب بنگلور	۰	-	۳

* ملاحظہ نوٹ صفحہ ۵۴ الف سطر ۱۱۔

تاریخ	نمبر رسید	نام	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر رسید	نام	پائی	آنہ	روپیہ
۸ ۱۲/۲۹	۴۴۳	جناب فصیح الدین صاحب ہنگ	۰	۰	۱	۲۴ ۱۲/۲۹	۴۵۲	جناب محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	۰	۱۰	۵
"	۴۴۴	" عبدالحمید صاحب ناگپور	۰	۰	۲	"	۴۵۳	" محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۴
"	۴۴۵	" نفیس زین صاحب روجیں	۰	۰	۵	"	"	" غلام محمد صاحب ٹمکور	۰	۰	۳
۲۰ ۱۲/۲۹	۴۴۸	حضور نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۹			کل میزان	۰	۱۲	۵۶۵۶
۲۱ ۱۲/۲۹	۴۴۹	جناب محبوب خان صاحب ہبلی	۰	۰	۱						
"	۴۵۰	" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	۰	۰	۱	۳۰ ۱۲/۲۹	۴۵۵	جناب سید محمود صاحب ٹمکور	۰	۰	۲
۲۳ ۱۲/۲۹	۴۵۱	" بی۔ کے۔ نبی مبیور	۰	۰	۳			کل میزان	-	۱۲	۵۶۵۸

نقشہ ۵ تفصیل آمد ریزرو فنڈ ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر رسید	نام	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۱۲/۲۹	۴۳۱	جناب میاں احسان الحق صاحب کیمل پور	۰	-	۵۰
۵ ۱۲/۲۹	۴۳۳	" خان رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	-	۱۶
		میزان ریزرو فنڈ	۰	-	۶۶

(نوٹ) ٭ ۲۷ نومبر ۱۹۲۹ء کو بذریعہ رسید ۴۲۳ مبلغ ۶۲۹ روپیہ ۶ آنے ۹ پائی مشتہر حساب ماہ نومبر ۲۹ء رسالہ جنوری ۳۰ء میں صفحہ ۴۹ پر شائع ہو چکے ہیں۔ ۵۳۷ روپیہ ۱۰ - ۰ دسمبر ۲۹ء میں جمع ہوئے جو اس جگہ درج ہیں۔ اس طرح کل رقم چھ ہزار پوری ہوگئی۔ جو سرکار بہاولپور سے ملی۔ سیکرٹری۔

نقشہ ۶ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر رسید	نام	پائی	آنہ	روپیہ
۵ ۱۲/۲۹	۴۳۴	جناب خان رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	-	۱۰
"	۴۳۵	حضور حاجی حمید اللہ خان صاحب ولی عہد ریاست بھوپال دام اقبالہٗ	۰	۸	۴۹
"	۱۱۹	جناب آر سید سرمت حسین صاحب گیبی	۰	-	۱
۲۰ ۱۲/۲۹	۴۴۷	" محمد ارشاد علی صاحب عدن کیمپ	۰	-	۵
۲۴ ۱۲/۲۹	۱۲۵	جناب آر سید سرمت حسین صاحب گیبی	۰	-	۱
		قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۶	۳۸۱
		میزان	۰	۱۴	۴۴۷

نقشہ ۶ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء

نمبر بل	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۲۱	بل سائر کرایہ ٹانگہ ۸؎ ۔ تار ۲؎ ۔ یبوی ۱؎ ۔ بل کتابت اپیل زکوٰۃ ۵؎ ۔ چار دستہ ریپر برائے اپیل ۱؎ ایک رم ریپر برائے اپیل ۔ کاغذ ایک رم اعلیٰ برائے اپیل اردو ۔ سول لسٹ ۔ یبوی ۱؎ کاغذ اپیل انگریزی ۔ کرایہ ٹم ٹم ۔ کاغذ برائے اپیل انگریزی ۔ مہر لفافہ برائے اپیل ۱۲؎ مزدوری کاغذ ۱؎ ۔ تار و دکنگ ۔ پارسل جلد لفافہ لکھنؤ ۔ منی آرڈر برائے سول لسٹ ۔ یبوی ۱؎ خط بیرنگ ۵؎ ۔ خط بیرنگ ۱؎ رجسٹری برائے ودکنگ ۔ کرایہ دفتر دو ماہ اکتوبر لغایت نومبر ۲۹ء ۔ میزانی اکتوبر و نومبر ۲۹ء ۔ ٹکٹ اسلامک ریویو ۔ ٹکٹ مشن برائے اپیل ۔ ما نعت ۔ سول لسٹ ۔ اجرت ٹائپ کرائی مضمون	۰	۹	۳۰۰
	میزان	۰	۹	۳۰۰۰

نقشہ ۷ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء

نمبر بل	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ	نمبر بل	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۹	بل عملہ اعلیٰ انگلستان ماہ نومبر ۱۹۲۹ء	۰	۵	۵۸۵	۱۷	بل عملہ اعلیٰ ماہ اکتوبر ۲۹ء	۰	۱۲	۵۸۴
۹	بل سائر و سفر خرچ عملہ ادنیٰ ماہ جون ۲۹ء	۰	۲	۴۶۰	۱۸	" سائر خرچ ماہ "	۰	۱۰	۲۲۶
۱۰	" " " جولائی ۲۹ء	۰	۱۰	۹۶۷	۱۹	"	۰	۰	۱۱۷
۱۱	" چھپائی ماہ جولائی ۲۹ء	۰	۶	۵۰۴	۲۰	بل پیشگی سفر خرچ برائے واپسی مشنری جناب عبد الخالق خان صاحب	۰	۴	۸۹۷
۱۲	" سائر ماہ اگست ۲۹ء	۰	۸	۴۱۱					
۱۳	"	۰	۶	۱۱۱	۲۱	بل سائر ماہ ستمبر ۲۹ء	۰	۱۴	۳۵۶
۱۴	" عملہ ادنیٰ ماہ اگست ۲۹ء	۰	۶	۱۳۵	۲۲	بل عملہ ادنیٰ بابت ماہ اکتوبر ۲۹ء	۰	۸	۱۰۷
۱۵	بل " ستمبر	۰	۶	۱۰۷	۲۳				
۱۶	" عملہ اعلیٰ ماہ ستمبر ۲۹ء	۰	۱۲	۵۸۴		کل میزان	۰	۰	۶۱۵۸



یعنی وہ تصنیف جدید جس میں واقعات حاضرہ پر بحث کے علاوہ موجودہ اقتصادی، سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے

جیسا کہ اکثر احباب کو معلوم ہے کہ میری صحت قطعاً اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ میں کسی موضوع پر قلم اٹھاؤں لیکن ان اہم مذہبی اور ملی ضروریات سے مجبور ہو کر جن کے سامنے میں اپنی صحت کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ مجھے یہ کتاب لکھنی پڑی ہے۔

دراصل یہ کتاب اس سوال کا جواب ہے کہ اہل مغرب اور ان کے مقلدین خصوصاً ہندوستانی جن میں کافی حصہ مسلمانوں کا بھی ہے مذہب سے کیوں بیزار ہوتے جاتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دانایان مغرب نے فلسفہ حیات کے لئے جن حقائق عالیہ کی تلاش عیسائیت میں کی وہ وہاں نہ تھے۔ اس وجہ سے وہ لوگ اول عیسائیت سے بعد ازاں خود مذہب سے دست بردار ہو گئے۔ حالانکہ

یہ سب باتیں اسلام میں موجود تھیں۔ بلکہ یورپین تہذیب میں جو نقائص آج موجود ہیں اور جن کی وجہ سے عام بے چینی پھیلی ہوئی ہے اُن کے دفعیہ کا بھی صحیح حل اسلام نے ہی کیا ہے۔ میرا گزشتہ بیس سالہ مذہبی غور و فکر مجھے اس نتیجہ پر لایا اور میں پسند کرتا ہوں کہ وہ امور جو میرے اس مذہبی انہماک کا نتیجہ ہیں وہ روشنی میں سامنے آجائیں +



مذہب سے عدم تعلقی کی جو رُوح یورپ میں علی الخصوص اور ہندوستان میں علی العموم پیدا ہو رہی ہے اُسی نے یہ ذہنیت پیدا کر دی ہے کہ آج اکثر برادرانِ وطن از راہ فخر کہتے ہیں کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں پھر ہندو یا مسلمان۔ ڈیڑھ سو سال گزرے جب عیسائیت کو پہلی مرتبہ اس آفت ناگہانی سے دوچار ہونا پڑا چونکہ اس مذہب کے پاس مقابلہ کا کوئی سامان نہ تھا اس لئے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کلیسا مغلوب ہو گئی لیکن دنیا کے سامنے چار آنکھیں کرنے کے لئے یہ نظریہ قایم کر لیا گیا کہ "مذہب کو دنیوی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا" یعنی دین اور دنیا دو جداگانہ امور ہیں۔ مغرب پرستوں نے اس نظریہ کو ایک حقیقت کاملہ تسلیم کر لیا چنانچہ البانیہ، ترکی، ایران وغیرہ نے اس پر عملدر آمد شروع کر دیا یہ وبا افغانستان میں بھی شروع ہو گئی تھی لیکن خدا کا احسان ہے کہ موجودہ مبارک انقلاب نے وہاں کے برادرانِ ملت کو اس آفت سے بچا لیا۔ اب ہندوستان اس وبا کا آماجگاہ بنا ہے ہندو بھائی تو صحیح طور سے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ اُن کا آبائی مذہب اُن کے سیاسی اور قومی مفاد کا جانی دشمن ہے اسی لئے وہ اُسے ترک کرنے کو طیار ہیں لیکن مصیبت تو یہ آن پڑی کہ اُنہوں نے

نہ صرف بہت سے مسلمانوں کو آپ نے ساتھ ملایا بلکہ جملہ مسلمانان ہند کو اپنے نقش قدم پر چلانے کی کوشش بھی شروع کر دی۔ چنانچہ نوجوانان بھارت سبھا کا قیام اسی وجہ سے ظہور میں آیا۔

ظاہر ہے کہ یہ وبا نہایت خطرناک ہے جس کی اگر روک تھام جلد از جلد نہ کی گئی تو لازماً آیندہ چل کر دیگر مذاہب کے ساتھ اسلام کا بھی خدانخواستہ دنیا سے خاتمہ ہو جائے گا۔ اندریں حالات میں نے سوچا کہ مذہب کو اس وبا سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں اگر میری جان بھی قربان ہو جائے تو ایسی موت میرے لئے ایک حیات طیبہ ہوگی۔ اس لئے خدا کا نام لے کر میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کر دی جس کا پہلا حصہ عنقریب شائع ہوگا بدقسمتی سے مذہب کا جو تخیل چند صدیوں سے دنیا میں پھیل چکا ہے اور اب ہم میں بھی کچھ عرصہ سے اس خیال کے لوگ خصوصاً انگریزی خواں پائے جاتے ہیں اور جس کا ثبوت ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو کے الفاظ سے مل سکتا ہے کہ "مذہب محض ایک ذاتی رائے یا نظریہ کا نام ہے جسے حسب ضرورت آن واحد میں تبدیل کیا جا سکتا ہے"۔ وہ ایسا ہے کہ جس پر ایک منصف مزاج انسان خالی الذہن ہو کر جب غور کرے گا تو اس کی نگاہ میں مذہب ایک بے حقیقت چیز ہو جائے گی۔ مذہب کا جو تخیل داعیان ملت نے پیش کیا اور وہ آج بھی کیا جا رہا ہے اس قدر پست، ادنیٰ اور ناقص ہے کہ کوئی سلیم الطبع انسان اپنے قومی اور ملکی مفاد کو مذہب پر قربان نہیں کر سکتا اس لئے آج یہاں بھی قومیت و وطنیت کو مذہب پر ترجیح دی جا رہی ہے۔

دوسروں کا کیا ذکر ہے آج سے ۳۰ سال پہلے میں خود اس مرض کا شکار تھا۔ لیکن قرآن کے مطالعہ سے یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہوئی کہ مذہب کے جس تصور کو قرآن نے پیش کیا ہے۔ اس سے کل غیر مسلم دنیا تو طبعاً نا آشنا ہوئی تھی لیکن آج مسلم دنیا بھی نا آشنا ہوتی جاتی ہے۔

بہرکیف قرآنی تخیل مذہب اس قدر ارفع اور انسانی فطرت و ضرورت کے مطابق ہے کہ جو لوگ عرف عام میں مذہب سے بیزار ہیں وہ بھی مجھے نادانستہ طور سے اُسی پر عامل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ مسیحیوں اور ہندوؤں کی اصلاحی کوششوں کا مسلسل مطالعہ کر رہے ہیں۔ وہ علی وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں قومیں شعوراً یا غیر شعوراً اسلامی اصولوں کو اختیار کرتی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان یاس انگیز حالات کے باوجود اسلام کا مستقبل مجھے نہایت شاندار نظر آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ اسلام پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جب لوگ اس ملت بیضا کو دنیا میں چند روز کا مہمان سمجھنے لگیں گے اور بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ اس کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے لیکن یہی زمانہ اسلام کی عالمگیر کامیابی کے آغاز کا ہوگا۔ ایسا ہی قرآن نے جو نہایت وقار آمیز انداز میں یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ:۔

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ط

یہ دونوں باتیں مختلف پہلوؤں سے ایک ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور وہ یہ کہ اسلامی اصول، انجام کار، سارے مذاہب پر غالب آکر رہیں گے اور

بنی نوع آدم کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا ۔

میں نے یہ بات اعتقادی رنگ میں نہیں لکھی اور نہ اس یقین کی بنیاد عصبیت ملی یا تعصب پر ہے بلکہ اُن حقائق و معارف پر جو گزشتہ ۳۵ سال میں یکے بادیگرے مجھ پر منکشف ہوئے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ گزشتہ صدی سے علم و حکمت کی بنا پر انسانی طبیعت رسمیات و توہمات سے نفور ہوتی جاتی ہے اسلئے لوگ اپنے اپنے مذاہب سے غیر مطمئن ہوتے جاتے ہیں ۔

بالمقابل اسلامی اصول، ایسے راسخ اور مطابق فطرت انسانی ہیں کہ اگر ان کو اُن کے خالص قرآنی رنگ میں پیش کیا جائے تو یقیناً قابل قبول ہوں گے بس وہ زمانہ دور نہیں جب تمام لوگ طوعاً و کرہاً آستانہ صداقت پر اپنی جبین نیاز جھکائیں گے یہی دن اسلام کی کامیابی اور لیظہرہ علی الدین کلہ کا دن ہوگا اور یہ دن اب کچھ دور نہیں ہے کیونکہ غیر مذاہب کے لوگ تو انہی حقایق کے آرزومند ہیں جو اسلام کا طغرائے امتیاز ہیں ۔

پس میں اس جذبہ کو جس کے ماتحت مذہب سے تغافل برتا جا رہا ہے اسلام کے لئے ایک نیک فال سمجھتا ہوں کیونکہ جب تک غیر مسلم دنیا کو اپنے اپنے مذہب سے وابستگی رہی اس کا لازمی نتیجہ وہ عصبیت تھی جو اُن کو اسلام کے قریب ہونے سے مانع رہی لیکن اب یہ رکاوٹ خودبخود دور ہوگئی ہے۔ متلاشیانِ صداقت اسلام کا مطالعہ خودبخود کریں گے اگر اسلام اُن کی موجودہ ضروریات کو پورا کرسکتا

ہے جس کا مجھے حق الیقین ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ عنقریب "یدخلون فی دین اللہ افواجًا" کا نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں +

کسی نئی عمارت بنانے کے لئے۔ پرانی عمارت کو منہدم کرنا ضروری ہے اسی طرح نئے مذہب کو پھیلانے یا منوانے کے لئے سابقہ مذہب کی تردید ضروری ہے۔ اور جب تک عصبیت ملّی باقی ہے کوئی تردید کامیاب نہیں ہو سکتی لیکن اب جیسا کہ میں نے بیان کیا غیر مذاہب کے لوگوں میں مذہب سے وابستگی نہیں رہی اور وہ خود ہی اپنے اپنے مذہب کی تخریب کر رہے ہیں +

پس اگر اسلام سچّا ہے۔ خدا کی طرف سے ہے، انسان کی فطرت کے مطابق ہے۔ اگر وہ اُن مشکلات کا حل عطا کر سکتا ہے جن کی بنا پر لوگ اپنے قدیمی مذہب سے بیزار ہوئے۔ اگر وہ اُن اصولوں کی تعلیم دیتا ہے جو آج متمدن اقوام کا منتہائے مقصود ہیں تو لوگ خواہ زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں وہ اسلامی اصول ہی اختیار کریں گے پس اگر آج دوسروں کی طرف سے مذہب کی مخالفت ہوئی ہے تو ہم کو اس سے ہراساں ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہمارے لئے تو یہ خوشی کا دن ہے اگر ہم ضروری کوشش میں لگ جائیں۔ کیونکہ روایات کا دور ختم ہو چکا۔ آثار پرستی رسمیات کا زمانہ گزر گیا۔ اب تو عقل و حکمت کا سکہ رائج ہے جس کی حکومت میں دیگر تمام مذاہب موجودہ ضروریات انسانی کو پورا کرنے کے ناقابل ثابت ہو چکے ہیں۔ اور انجام کار تجربہ کی کسوٹی پر اسلام ہی سچا اُترے گا اور چھن چھنا کر صرف یہی

ایک مذہب رہ جائے گا جو انسانیت کا مذہب ہو گا ٭

اندریں حالات وہ فرض جو مسلمانوں پر من حیث القوم عاید ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے ٭

زمین طیار ہے صرف تخم پاشی و آبیاری کی دیر ہے جس قدر سرگرمی کے ساتھ اشاعت اسلام کا کام جلد از جلد شروع کر دیا جائے اُسی قدر اچھا ہے ٭

دنیا اُن اصولوں کے لئے بیتاب ہے جو دراصل خالص اسلامی اصول ہیں۔ پس اگر دیر ہو رہی ہے تو ہماری طرف سے نہ کہ غیروں کی طرف سے ٭

یہ وہ باتیں ہیں جنہوں نے مجھے اس کتاب کی تالیف و تصنیف کی طرف اپنی صحت کی اس نازک حالت میں بھی مائل کیا۔ وما توفیقی الا باللہ۔ ان باتوں کو مفصل طور پر میں نے دیباچہ کتاب ہذا میں لکھ دیا ہے۔ اس دیباچہ میں میں نے کم از کم اُن بیس امور کا ذکر کر دیا ہے جنہوں نے دنیا کو اس لئے مذہب سے مستغنی کر دیا کہ اُن اُمور کا تسلی بخش جواب مذاہب دیگرہ میں نہ تھا یہ میرا فرض ہو گا کہ میں اُن اوراق میں اُنہی امور پر قرآنی روشنی ڈالوں ٭

دیباچہ میں نے اس بات کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے میں نے اپنے ارادہ کو بدل کر انگریزی زبان کی بجائے پہلے اُردو میں اسے کیوں لکھا ٭

یہ کتاب چار جلدوں میں یکجا شائع ہوئی تھی لیکن گزشتہ ایام کانگرس میں جو مذہب کے متعلق عامۃ الناس کی رائے مجھے نظر آئی اُس نے مجھے اس پہلی

جلد کے جلد تر شائع کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کی قیمت ۶ مع محصول ڈاک رکھی گئی ہے۔ اس کے منافع کا جو بہت قلیل ہے ایک معتد بہ حصہ اس کتاب کی انگریزی اشاعت پر خرچ ہوگا +

والسلام خواجہ کمال الدین

فٹ نوٹ:- اس کتاب کے ابتدائی ۵۶ صفحہ رسالہ اشاعت اسلام کے ماہ فروری نمبر میں بھی نکلے ہیں اور آیندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ اگر کوئی دوست رسالہ کی خریداری کرے تو یہ کتاب ایک اضافہ ہوگا۔ والّا جس قدر زیادہ تعداد میں یہ کتاب خریدی جائیگی وہ دراصل اشاعت اسلام کی امداد ہوگی +

منیجر

سبب تالیف کتاب

مذہب کی جڑ کاٹنے والا دشوار گزار مرحلہ

جس میں پہلے ہندوستانی ہو اور پھر مسلمان

مذہب، بحیثیتِ مذہب، جب مشکل سے مشکل مراحل کو طے کر چکا تو آج اس کے سامنے، ایک نہایت دشوار گزار مرحلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس نئی مصیبت کا مقابلہ عیسائیت بھلا کیا کر سکتی تھی، وہ تو اس کے مقابلہ میں شکست کھا کر ایک کونہ میں بیٹھ گئی رہا ہندو مذہب، وہ خود اس کا خیر مقدم کر رہا ہے۔ اور مسلم بھائیوں کو بھی ایک نئی مصیبت افزا تحریک میں جذب کر رہا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر سب کاموں کو چھوڑ کر اس بلا کا مقابلہ نہ کیا گیا تو اسلام کا حشر بھی وہی ہو گا جو عیسائی اور ہندو مذہب کا ہو رہا ہے۔

اس نئی بلا کا نقشہ اور اس کی کل کیفیت اس بلا کا خیر مقدم کرنے والوں کے

اس مقولہ سے نظر آسکتی ہے جو وہ مسلمانوں کے لئے تجویز کرتے ہیں ۔

"مَیں پہلے ہندوستانی ہوں ، بعد ازاں مُسلمان"

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنے قومی مُلکی اور وطنی مفاد کے لئے نہ صرف کسی مذہب کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا کسی مذہب سے تعلق رکھنا ہی منافی مفاد قومی ہے ۔

ایسی صورت میں کسی مذہب کے محاسن اگرچہ وہ کتنے ہی بلند پایہ کیوں نہ ہوں، قابل اعتنا نہیں ہو سکتے ۔ واقعات حاضرہ کہہ رہے ہیں کہ عیسائی مذہب کو اہل کلیسا اور اُس کے پرستاروں نے ہر قسم کے دنیوی معاملات سے نکال کر اُسے چند رسمی عبادات تک محدود کر دیا ہے اور امور دیگر میں ہر شخص اُس سے مستغنی ہو چکا ہے ۔ ہندو بھائی نہ صرف مذکورہ بالا مقولہ کی سرگرمی کے ساتھ اشاعت کر رہے ہیں بلکہ اپنے مذہب میں سے اُن باتوں کی چُن چُن کر تردید کرتے ہیں، جو اُن کے نزدیک قومی مفاد کی منافی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن باتوں کو وہ شاستری مذہب سے نکالنا چاہتے ہیں، اس کے بعد پھر اُن کے مذہب میں کچھ باقی نہیں رہتا بعض مسلمہ لیڈر تو یہ بات بھی علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ وہ صرف اس لئے ہندو ہیں کہ ہندو خاندان میں پیدا ہوئے تھے ۔ نوجوان بھارت سبھا کے ارکان، جو مسلم سیاست دانوں کو اپنی جماعت میں جذب کر رہے ہیں، اس بات کو اپنا فرض اولین یقین کرتے ہیں کہ مذہب سے عامۃ الناس کو قطعاً الگ کر دیا جائے ۔ اور وہ تمام جو کچھ عرصہ

پہلے سیف الملۃ کے خطاب سے ممتاز ہونا پسند کرتے تھے، آج مذہب کو ایک ذاتی رائے قرار دے رہے ہیں جس کو حسب مصلحت، آن واحد میں تبدیل کیا جا سکتا ہے +

ان واقعات کو واضح کرنے کے لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ برنگ اختصار اُن مخالفت انگیز مراحل کا ذکر کردوں جن میں ہو کر مذہب آج تک گزر چکا ہے +

مذہب حقہ کی ترویج کا پہلا مخالف شرک ہوتا ہے۔ یوں تو نسل آدم نے پیدا ہوتے ہی، پہلا سبق خدائے واحد کی پرستش کا لیا تھا، لیکن شاید ہی دو نسلیں گزری ہوں گی کہ اُن کے دلوں پر شرک نے قبضہ کر لیا +

دنیا نے آج تک تمدن تہذیب، قانون حکمت، فلسفہ اور اخلاق کے بڑے بڑے مظاہرے دیکھے ہیں لیکن اسلام سے پہلے دنیا نے توحید کی حقیقت صحیح طور پر نہیں سمجھی تھی +

یوں تو یکے بادیگرے، بہت سے پیغمبر توحید کا پیغام لائے، لیکن بعض اوقات اُن کے سامنے، ورنہ اُن کے بعد، دوسری یا تیسری پشت حسب عادت قدیم، شرک میں مبتلا ہو گئی، اس کا تفصیلی نقشہ بائبل کے مطالعہ سے فی الفور سامنے آ سکتا ہے۔ آج کل کے زمانہ کو دیکھ لیا جائے، اگر ایک طرف مغرب کے باشندوں کا علم و فضل اور اُن کی روشن دماغی کو دیکھ حیرت ہوتی ہے، تو دوسری طرف اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ یہی دانایان روزگار، ایک کمزور مخلوق اور عورت سے پیدا شدہ انسان کو "خدا" اور "نجات دہندہ" سمجھے بیٹھے ہیں۔ ارسطو کو فلسفہ، حکمت

اور منطق کا بادشاہ سمجھنا چاہیئے اور ابتدائے نسلِ انسانی سے لے کر آج تک، وہ ان دس آدمیوں میں سے ایک یقین کیا جاتا ہے جو بلحاظ علم و فضل تمام انسانوں پر شرف رکھتے ہیں لیکن یہی عقل و حکمت کا مجسّمہ، مرنے کے وقت، اپنی روحانی نجات کے لئے، ایک مرغ ڈائنا دیوی کی بھینٹ چڑھاتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ جانور خصوصاً اس دیوی کے مرغوب خاطر تھا +

فی الجملہ شرک کا آخری مقابلہ اسلام سے ہوا، اور اگرچہ اسلام نے اس پر کامل فتح پائی لیکن دنیا سے ابھی تک اس کا استیصال کلی نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ جو لوگ موحد کہلاتے ہیں، اور جن میں بعض مسلمان بھی شامل ہیں، ہنوز اس کی بعض باریک راہوں پر گامزن نظر آتے ہیں +

چاہیئے تو یہ تھا کہ شرک کے مٹنے پر دنیا میں توحید کا ڈنکا بجتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اسلام سے باہر جو لوگ شرک سے بیزار ہوئے عموماً وہ یا تو "تشکک" ہو گئے یا علی الاعلان "دہریت" کے زیرِ اثر آ گئے۔ اس نظریہ کی حقیقت یورپ کے انقلاب سے بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ مسیح پرستی سے نکل کر، لوگ زیادہ تر موحد نہیں بنے بلکہ لا ادریے یا دہریے ہو گئے۔ اور جو عیسائی موحدین (یونی ٹرین) ہیں وہ تو ابتدا سے ایسے ہی چلے آتے ہیں +

گزشتہ نسل نے، رومن کیتھولک کلیسا، میں ایک فاضل اجل کو پیدا کیا جس نے فلسفہ و حکمت میں مُحیر العقول موشگافیاں کیں، جس کی تصانیف، علم النفس و القویٰ،

اور مابعد الطبیعاۃ (سایکالوجی" اور میٹافزکس) میں آج بھی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، یہ بزرگ دنیا میں کارڈینل نیومین کے نام سے مشہور ہے، یہ کیتھولک مذہب چھوڑ کر پراٹسٹنٹ ہوا، اور پھر کچھ عرصہ تک پراٹسٹنٹ رہ کر دوبارہ کیتھولک ہوگیا۔ اس رجعت کی وجوہات بھی صاحب موصوف نے بیان کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عیسائی رہ کر جو اطمینان قلب کیتھولک کلیسا میں نصیب ہوتا ہے وہ پراٹسٹنٹ کلیسا میں رہ کر حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ کیتھولک کلیسا کے سایہ عاطفت سے نکلے ہوئے لوگ، مذہبی معاملات میں یہاں تک غیر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انجام کار دہریت ہی کی آغوش میں پناہ گزین ہوتے ہیں۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ وہ دوسری اور تیسری نسل کا پراٹسٹنٹ، تو اس لئے اپنے مذہب پر قایم رہ سکتا ہے کہ وہ پراٹسٹنٹ گھرانے میں پیدا ہوا ہے لیکن کیتھولک مذہب سے نکلا ہوا عیسائی، آخر دم تک دہریہ ہو جانے کے خطرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

عیسائی مذہب کے متعلق کارڈینل موصوف نے جو کچھ بیان کیا وہ ایک حقیقت نفس الامری ہے لیکن اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کا بھی یہی رنگ ہے جس کسی نے عقل و دانش کی کسوٹی پر اپنے مذاہب کو پرکھنا چاہا، اُس کا خاتمہ عموماً دہریت ہی پر ہوا ہے۔ بالمقابل مسلمان، آزادی بخش (لبرل) تعلیم سے اپنے عقاید میں اور بھی مضبوط ہو گئے، چنانچہ کچھ سال گزرے، "سول ملٹری گزٹ" نے اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا۔

کارڈینل موصوف اگر اُن وجوہ پر اچھی طرح غور کرتے، جو انسان کو کیتھولک مذہب سے نکال کر، پراٹسٹنٹ بنا دیتی ہیں، تو انہیں نظر آجاتا کہ اُن پر کاربند ہونے سے ایک خالی الذہن انسان مسیح پرستی کے بھی خلاف ہو سکتا ہے۔ چونکہ الہیات مغربی میں نہ تو خدا کا صحیح نقشہ موجود ہے اور نہ کوئی ایسی بات جس کی بنا پر خدا پرستی کی طرف میلان پیدا ہو سکے، لہذا ایک طالب حقیقت، عیسائیت کو ترک کرنے کے بعد، مجبوراً "دہریہ" ہو جاتا ہے +

پراٹسٹنٹ اور کیتھولک کلیسا میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف مریم پرستی کا باقی امتیازات فی ما بین، محض فروعی امور سے متعلق ہیں۔ لہذا قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی بات ہے، جو پراٹسٹنٹ عیسائیوں کی نگاہ میں جناب مسیح کو تو خدا بنا دیتی ہے لیکن مریم کے اس مرتبہ پر پہنچنے سے مانع آتی ہے +

اگر جناب مسیح کی الوہیت کی دلیل یہ ہو کہ انہوں نے چند معجزات دکھائے تو مریم کے متعلق بھی کیتھولک فرقہ کی مقدس کتابوں میں بہت سے معجزات مرقوم ہیں۔ اور اُن کی شان میں بھی بہت سے اقتدار آمیز فقرات مندرج ہیں جیسے مسیح کی شان میں اور اگر مسیح میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو مریم میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ بغیر خاوند کے حاملہ ہو گئیں اور مسیح جیسے عظیم الشان انسان کو وجود میں لانے کا باعث ہوئیں" +

لہ عیسائی لوگ کبھی غور نہیں کرتے کہ کسی کتاب کی لکھی ہوئی باتوں کو قبول کرنے سے پہلے، (بقیہ بر صفحہ ۱۴)

بہرکیف جن وجوہ کی بنا پر ایک کیتھولک، مریم پرستی کو ترک کرکے پراٹسٹنٹ بنتا ہے، انہی وجوہ کی بنا پر یہاں آکر اُسے مسیح پرستی کو بھی خیرباد کہہ دینا پڑتا ہے

بقیہ صفحہ (۴۴) اُس کی صحت اور واقعیت کو بھی معرض بحث میں لانا ضروری ہے۔ والا جیسا بائبل میں کچھ باتیں لکھی ہوئی ہیں، اُسی طرح وہ ہر مذہب کی کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ بائبل جدید تحقیق کے ماتحت پایۂ اعتبار سے ساقط ہو چکی ہے، لیکن ہندو مذہب کی دو مقدس کتابوں یعنی رامائن اور مہابھارت میں، جو کسی صورت میں بھی، بہ لحاظ صحت وصداقت، اس معاملہ میں، بائبل سے کمتر نہیں ہیں، بعض بزرگوں کے متعلق اس قسم کے معجزات لکھے ہوئے ہیں جن کے مقابل مسیحی معجزات کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ قرآن کریم نے جناب مسیح کا ذکر اور ان کی الوہیت کی تردید کرتے ہوئے، ایک نہایت ہی حقیقت مآب اور بصیرت افروز بات فرمائی "ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل" مسیح تو صرف ایک رسول ہے اور اُن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ یعنی ان میں ایک بات بھی ایسی نظر نہ آئے گی، جو دوسرے مرسلین میں نہ پائی جاتی ہو۔ اس قرآنی حقیقت کو پرکھنے کے لئے، اگر عیسائیوں کی مسلمہ کتب (یعنی بائبل) کو سامنے رکھا جائے تو اُن کا ایک ایک لفظ، قرآنی دعویٰ کی تائید کرے گا۔ مسیح کا ایک معجزہ بھی ایسا نظر نہیں آتا، جس سے قدرت وشان میں وقیع تر دیگر انبیاء کے معجزات بائبل ہی میں مندرج نہ ہوں۔ مسیح نے اگر تین مردے زندہ کئے، جن کی واقعیت بھی حسب بیان انجیل مخدوش اور مشتبہ ہے، تو اور اسرائیلی انبیاء کو چھوڑ کر صرف ایلیا (الیاس) نبی کا قصہ دیکھا جائے بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۶۴

جس کے معنی دوسرے لفظوں میں اس کے سوائے اور کچھ نہیں نکلتے کہ وہ عملاً عیسائیت ہی سے دستبردار ہوتا ہے۔ اب چونکہ خدا کا کوئی قابلِ قبول تصور مسیحیت میں اُسے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴۔ وادیٔ استخواں میں جب وہ تشریف لے گئے، تو جس طرف ان کا رُخ پھرا، اس طرف کے مدت مدید کے مردے، زندہ ہو گئے یعنی ہزارہا پرانے مردے زندہ ہو گئے۔ مسیح نے اگر اندھوں کو ہاتھ لگا کر بینائی بخشی تو حضرت یوسفؑ کے پیراہن نے حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں کھول دیں۔ اگر جناب مسیح نے سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر پانی پر حکومت کی تو جناب موسیٰؑ کے اور یوشعؑ کے ڈنڈے (عصا) نے دریائے نیل اور یردن کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اگر جناب مسیحؑ نے چند روٹیوں اور مچھلیوں کو اپنی دعا سے کثیر کر دیا، تو یوشعؑ ہی نے، جبکہ وہ ایک ضعیفہ کے گھر مہمان ہوئے چھوٹی سی تیل کی ہنڈیا میں وہ تاثیر پیدا کر دی کہ نہ صرف سارے ہمسایوں کے برتن بھر گئے بلکہ برسوں اُسی ہنڈیا میں سے تیل خرچ ہوتا رہا اور کم نہ ہوا۔ اگر جناب مسیحؑ نے بیماروں کو صحت دی تو، خود آپ کے زمانہ کے راہب اور مقدس تالاب کا پانی بھی بیماریوں کو دور کر دیتا تھا جیسے کہ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سی اعجوبۂ روزگار معجزات ہیں جو انہوں نے دکھلائے اور دوسروں کے یہاں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ رہا ان کا بن باپ پیدا ہونا، تو جناب آدمؑ کو دیکھیئے وہ تو ماں، اور باپ، دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ بائبل ایک اور بزرگ کا ذکر بھی کرتی ہے جس کو خدا کا قائم مقام سمجھ کر جناب ابراہیمؑ نے اپنی جائداد کا عُشر نذر کیا تھا، ان کا ذکر یوحنا میں ہے اور پولوس نے تو عبرانیوں میں جناب مسیحؑ کو اُس جماعت بقیہ حاشیہ برصفحہ ۶۵

ل نہیں سکتا، اس لئے اس کو اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ دہریت کی آغوش میں پناہ گزین ہو جائے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ - میں ٹھہرایا جن کا ایک ممتاز رکن ملک صدق سالم تھا جن کے نہ صرف باپ و ماں نہ تھے بلکہ بقول پولوس نہ ان کا آغاز تھا نہ انجام۔ مجھے تو پولوس کی عقل پر حیرت آتی ہے کہ مسیح تو بن باپ ہونے سے خدا بن جائے۔ اور جس کا نہ ماں نہ باپ، نہ ابتدا نہ انتہا، وہ انسان کا انسان ہی رہے۔ اب ایک تیسری بات یہ ہے کہ بعض عیسائی کہا کرتے ہیں کہ مسیح نے اپنے متعلق اقتدار آمیز کلمات استعمال کئے ہیں مثلاً "میں الفا اور اومیگا یعنی ابتدا اور انتہا ہوں" اور یہ فقرہ مزعومہ اقتداری فقرات میں سے ممتاز ترین ہے۔ اول تو یہ فقرہ یونانیوں کے خدائے سیکش یعنی بیکس کا مقولہ ہے جس نے یہ بھی کہا کہ "میں منجئ عالم اور شفیع ہوں" اور یہ باتیں سب یسوع مسیح کی پیدائش سے پہلے کی تصنیف شدہ یونانی کتابوں میں موجود ہیں جو آج ہم بائبل میں مسیح کے منہ سے نکلی ہوئی پاتے ہیں۔ علاوہ بریں مسیح کے مزعومہ اقتداری فقرات میں سے کوئی فقرہ ایسا نہیں ہے جس سے وقیع تر الفاظ میں اُس سے پہلے دوسروں نے نہ کہا ہو۔ اس امر کے متعلق اگر جناب محمد رسول اللہ صلعم کے پیروؤں کو دیکھا جائے تو حضور سرور کائنات صلعم کی اُمت میں بہت سے اولیاء کرام ایسے گذرے ہیں جنہوں نے بحالت جذب ایسے ایسے اقتداری کلمات ادا فرمائے ہیں کہ اُن کے آگے جناب یسوع کے مزعومہ کلمات کی، کوئی حقیقت نہیں ہے قصیدہ غوثیہ کو پڑھ کر اگر غوث پاک کو بعض جُہلا خدا مان لیتے ہیں تو بالکل حق بجانب ہیں۔ کیونکہ اُن سے زیادہ سمجھ دار لوگ۔ بقیہ حاشیہ صفحہ

یہی رنگ دوسرے مذاہب میں بھی کم وبیش نظر آتا ہے کہ شرک سے نکلنے کے بعد ایک متلاشی حق یا لاادری ہو جاتا ہے یا دہریہ۔ اس کی وجہ یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵ یعنی عقلائے یورپ، ابھی تو مسیح کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔ حضرت جنیدؒ کے قہداً آمیز کلمات پر غور کیجئے "سبحانی ما اعظم شانی" یعنی میری شان کس قدر بلند ہے! میں خود پاک خدا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگر مسیحؑ اور دیگر انبیائے اسرائیل نے ابناء اللہ کے مرتبہ تک پرواز کرنے پر اکتفا کی، تو سرور کائناتؐ نے اپنی امت کو عرفان الٰہی کے ایسے بلند مقام تک پہنچایا کہ جب اس کے افراد نے حالت جذب میں کوئی دعویٰ کیا تو وہ خدا کے بیٹے ہونے کا نہ تھا بلکہ خود "خدا" ہونے کا چنانچہ منصور نے یہ نہیں کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں بلکہ "انا الحق" یعنی میں خود خدا ہوں۔ اہل ظاہر نے ہمیشہ ان بزرگوں کی تکفیر کی اور ان کو موت کے گھاٹ اتارا (مسیح کا پھانسی پر چڑھنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے) حالانکہ جو کچھ ان بزرگوں نے کہا وہ بالکل صحیح تھا۔ یہ فقرات ان لوگوں کے ورد زبان نہ تھے۔ بلکہ بعض خاص حالات میں جبکہ ان پر کیفیت جذب طاری ہوتی تھی تو اضطراراً ان کی زبان سے سرزد ہو جاتے تھے۔ اور جب وہ ہوش میں آتے تھے تو ان امور کا دل میں خیال بھی نہ لاتے تھے، اور ان کے اقوال و افعال بالکل انسانوں کے سے ہوتے تھے۔ اسی جذبہ کے تحت ان کے معجزات بھی، جنہیں عرف عام میں کرامات کہا جاتا ہے، سرزد ہوتے تھے۔ اس حقیقت کو حضرت کرشن نے نہایت عمدہ طور پر واضح کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ خدا رسیدہ لوگ یوں تو انسان ہی ہوتے ہیں لیکن جس وقت الوہیت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں تو وہی صفات بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۶۷

نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جن صفات کے مجسّمے مشرک مذاہب کے معبودان مختلفہ، نظر آتے ہیں، وہ ساری کی ساری صفات موحدین کے ایک خدا میں نظر آتی ہیں، اور ایک محقق اگر کسی خاص صفت کی وجہ سے مشرکانہ عقاید کو ترک کرتا ہے تو جب وہ توحید میں آکر بھی خدائے واحد سے وہی صفات منسوب پائے گا تو "توحید" سے بھی دست بردار ہو جائے گا۔ مثلاً ہنود میں "درگا دیوی" انتقام کی دیوی خیال کی جاتی ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام میں جب بعض لوگ خدا کے متعلق لفظ "ذوانتقام" پڑھتے ہیں۔ تو بادی النظر میں اور عدم تدبر کی وجہ سے وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ قرآن یعنی اسلام کا خدا بھی درگا دیوی کی طرح "بدلہ لینے والا" ہے۔ اور اس لئے وہ اسلام سے بھی بدظن ہو جاتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶ ۔ ان میں سرتاپا سرایت کر جاتی ہیں اور خدائی افعال اُن سے سرزد ہونے لگتے ہیں اور جب اس کیفیت سے باہر آتے ہیں تو پھر وہی انسان کے انسان باقی رہ جاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوہے کو اگر آگ میں ڈال دیا جائے تو تھوڑی دیر کے بعد اس میں آگ کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں وہی حرارت وہی گرمی اور وہی سُرخی ۔ جو الغرض لوہا آگ بن جاتا ہے لیکن بھٹی سے باہر نکل آنے کے بعد تمازت، حرقت اور سُرخی سب دور ہو جاتی ہے اور وہ اپنی اصلی حالت پر واپس آجاتا ہے۔ یہی حال ان خاصان خدا کا ہے ۱۲

چنانچہ اپنے اس نظریہ کی تائید میں ہندی یا یونانی علم الاصنام کے بیان کردہ خداؤں کی صفات کا رنگ خدائے اسلام کے صفات میں دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ تو "علم الاصنام" یا اس کے بیان کردہ دیوتاؤں کی صفات سے کماحقہ، واقفیت رکھتے ہیں اور نہ قرآن کے بیان کردہ اسماء حسنہ پر کافی غور و فکر کرنے کا انہیں موقعہ ملا ہے۔

یہ تو میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ قرآن کے بیان کردہ صفات باری انسانی صفات سے مشابہ کیوں ہیں۔ یہاں محض اس پر اکتفا کرتا ہوں کہ جہاں علم الاصنام کے دیوتا کسی اچھی یا بری انسانی صفت کے مظہر کامل ہوتے ہیں، وہاں اسلام کے خدا میں جس خلق انسانی کا ذکر کیا گیا ہے، وہ وہی ہے جس کی بنا پر ایک خلق خلق فاضلہ کی صنف میں شامل ہو جاتا ہے۔ ہر ایک انسانی خلق کسی نہ کسی جذبہ کے ماتحت پیدا ہوتا ہے۔ وہی جذبہ بد استعمالی سے کج اخلاقی اور صحیح موقعہ پر استعمال ہونے سے خوش خلقی بن جاتا ہے اور جب محمود سے محمود شکل اختیار کرتا تو اس کا وہ پہلو ظاہر ہو جاتا ہے۔ جس کے اظہار کے لئے خدا نے اُسے پیدا کیا ہے۔ خدائے قرآن نے انسان کے طبیعی جذبہ کے اسی محل و موقعہ کو اپنے اخلاق میں شامل کر لیا۔ مثلاً کسی حملہ یا بدی کا مقابلہ کرنا یا عوض لینا "انتقام" کہلاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات بعض مواقع، اس کا صحیح محل اظہار نہیں ہوتے وہاں اس کا ظہور ایک قسم کی بداخلاقی کہلائے گی۔ بالمقابل انسانی زندگی میں ایسے

مواقع بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب کسی انسان کا مال، شہرت، یا اُس کے دیگر کسوبات،
بدکاروں کا ہدف ملامت بن جاتے ہیں یا اُن پر اُن کا تصرف ہو جاتا ہے ان
لوگوں کی شرارت پر خاموش رہنا، کوئی خُلقِ حَسَن نہیں۔ بلکہ ان کے افعال کی باز
پرس کرنی، اور ان سے انتقام لینا ہی عین اخلاق ہے اور خلق اللہ اور امن عامہ
کی بہتری اسی میں ہے۔ اسی لئے تو انتقام جیسا جذبہ انسان میں ودیعت کیا گیا
تھا۔ اسی لئے خدائے قرآن نے اپنی صفات میں صفت انتقام کو بھی داخل کیا
ہے لیکن یہ جذبہ انتقام وہ نہیں جس کا مظاہرہ ہندی علم الاصنام کی درگا دیوی
نے کیا ہے یا جو دناءت طبع پر مبنی ہو، بلکہ خدائے قرآن نے اپنا نام عزیزٌ
ذوانتقام رکھا ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک ایسے امر شنیع کو
زیر پا دیدیا جائے جس کا اثر کسی کی عزت و ناموس پر پڑے اور عربی
میں لفظ "عزت" دولت، وجاہت شہرت، تمکنت غرضکہ جن باتوں سے ایک
شخص دوسروں کی نظروں میں باوقار نظر آئے، ان سب کے معانی کو شامل کرتا
ہے پس علم الاصنام کے دیوتا اور قرآنی خدا کی صفتِ انتقام میں بین فرق ہے
القصہ، ایک مشرک، وادی شرک سے نکل کر اس لئے دہریہ نہیں ہوتا
کہ توحید اس کے سامنے وہ خدا پیش کر دیتی ہے جو مترد کہ خداؤں کی جمیع صفات
کا حامل ہوتا ہے۔ اصلی وجہ یہ ہے کہ شرک کی بنیاد کُل کی کُل توہمات و ظنون پر
قایم ہوتی ہے حتیٰ کہ اس میں عقل کو دخل تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ عیسائیوں کے تو

مُسلمات میں یہ بات داخل ہے کہ ایک شخص حقیقی دیندار اُسی حالت میں رہ سکتا ہے جب وہ دینی امور کو عقل کی عینک لگا کر نہ دیکھے۔ جو تجسسانہ غور و فکر، انسان کو شرک سے نکال کر، دہریت کے آستانہ پر لا کھڑا کرتی ہے اُس کی محرک انسانی عقل ہی تو ہوتی ہے۔ اسی سے تو اُس کی طبیعت میں ایک خاص رنگ پیدا ہو جاتا ہے جس کا نام پازیٹوزم[1] ہے یعنی وہ کسی شے کے وجود کو اسی وقت مان سکتا ہے جبکہ وہ شے کسی محسوس یا مشہود رنگ میں اُس کے سامنے آئے، مشرکوں کے خدا، اس معیار پر پورے نہیں اُتر سکتے اور نہ وہ خدا بھی کہ جسے بعض موحد صفت، مغربی لوگوں نے تسلیم کیا ہے، قرآن نے بھی ایک رنگ میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ جب وہ "من دون اللہ" خداؤں کا ذکر کرتا ہے تو اُن کے ابطال و تکذیب میں اکثر یہی کہتا ہے "کہ تم اُن خداؤں کو مانتے ہو جو نہ سُنتے ہیں نہ کسی کی پُکار کا جواب دیتے ہیں[2]"۔ یوں تو بت پرست اپنے بتوں کے سامنے صدہا التجائیں کر گزرتے ہیں۔ اور ان کی درخواستوں میں سے بعض اُمور پورے بھی ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اسی یقین پر قایم ہو جاتے ہیں کہ اُن کے دیوتا اُن کی دعاؤں کو سنتے ہیں۔ شولنگ کے پرستار اولاد کے حصول کے لئے اپنے اس معبود کے آگے دست بدعا ہوتے ہیں۔ لاولد

[1] positivism.

[2] واعتزلکم وماتدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسیٰ الا اکون بدعاء ربی شقیا

کا پیدا ہونا تو ایک طبعی امر ہے لیکن اسے وہ اپنی دعاؤں کا نتیجہ سمجھتے ہیں. مگر سُننے کے یہ معنی نہیں بلکہ خدا کے سُننے کا ثبوت تو یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ پکارنے والے کی آواز پر اُس کا نفی یا اثبات میں جواب دے اور بعد میں نتائج بھی اُس جواب کے عین مطابق مرتب ہوں۔ قرآن نے "خدائے سمیع" کے یہی معنی کئے ہیں اور اسی لئے مُشرکوں کے خداؤں پر مذکورہ بالا اعتراض وارد کیا ہے۔

میں نے ابھی کہا تھا، کہ خدا کے ماننے کے لئے کسی محسوس اور مشہود ثبوت کی ضرورت ہے۔ اس کا ایک ثبوت تو اس کا بولنا اور سُننا ہے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام آئے اور اسی لئے خاتم النبیینؐ اور ختم نبوت کے بعد بھی اولیاء اُمت میں دروازہ الہام کھلا رہا۔ آج جو دوسرے مذاہب کے پیرو مکالمہ الٰہی سے مُنکر ہوگئے ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی کو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے نہیں دیکھا۔ خدائے قرآن نے اسی لئے اس بات پر زور دیا کہ تم مجھے ایسا خدا سمجھو جو ہر وقت بولتا ہے اور سُنتا ہے، اور کسی ایسے کو خدا نہ مانو جو نہ بولتا ہے اور نہ سُنتا ہے چنانچہ مسلمانوں میں خدائے سمیع و بصیر پر اعتقاد کی مضبوطی کا باعث یہ امر بھی ہے کہ ان کی جماعت میں سے، وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی خدا رسیدہ، مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتا رہتا ہے۔ دوسرا مشہود طریق معجزات تھے۔ خوارق کے رنگ میں ایک چیز ایسی بھی نظر آجاتی ہے، جو خدا کی طرف سے اسی لئے

داخل معجزات ہوتی ہے کہ لوگوں کو شہودی طور پر خدا کی ہستی کا یقین ہو جائے۔ لیکن یہ دونوں باتیں بھی بذات خویش، کامل نہیں کہی جاسکتیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ سے مکالمہ کا شرف حاصل کرنے والے اول تو بہت کم ہوتے ہیں، اور جو ہوتے بھی ہیں، تو اُن کے ساتھ، مدّتوں رہنے سہنے کے بعد، ایک انسان مخاطبہ الٰہیہ کی حقیقت سمجھ سکتا ہے۔ دوسری طرف معجزات کے اندر ایک ہنگامی کیفیت ہوتی ہے، وہ شاہدانِ عینی کے لئے تو واقعی مفید ہوتے ہیں لیکن آئندہ نسلوں کے لئے صرف "داستان" رہ جاتے ہیں۔

چنانچہ پروفیسر ہکسلے نے معجزات بائبل سے جو انکار کیا تو اس بنا پر نہیں کہ اُن کا وقوع ناممکن ہے، کیونکہ بقول پروفیسر، اگرچہ بعض معجزات قوانین عادیہ کے خلاف نظر آتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ وہ اُن قوانین کے ماتحت ہوں جن کا علم ہمیں حاصل نہیں ہے، پروفیسر مذکور نے معجزات مندرجہ بائبل سے اس لئے انکار کیا کہ اُن کی صحت اور واقعیت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔

یوں تو، ازمنۂ سابقہ کے متعلق، ہمارا سارا علم، روایات پر ہی منحصر ہے۔ جس کا نام تاریخ ہے لیکن تاریخ کے بیان کردہ امور میں سرتاپا وہی امور اور واقعات مندرج ہوتے ہیں جو قوانین جاریہ کے مطابق اور اسباب عادیہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے ہیں، لیکن معجزات کے متعلق، ہر روایت کو بلا تحقیق قبول نہیں کیا جاسکتا۔ وہ خوارق میں سے ہوتے ہیں اس لئے ایسے واقعات کی شہادت غیر معمولی طور پر

مستند اور مضبوط ہونی چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ آئے دن نئے نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں، ان کی بنا پر جو باتیں کل خارق عادت سمجھی جاتی تھیں وہ آج امور عادیہ میں داخل ہوگئی ہیں، اس لئے معجزات کی قوت اور ان کا اثر بھی کم ہوتا جاتا ہے کیونکہ اگر کسی نئے انکشاف کے ماتحت آج کسی معجزہ کے وقوع کے اسباب و علل ہیں معلوم ہو جائیں تو معجزہ کی تعریف کی رو سے پھر وہ معجزہ نہیں رہتا۔گو آنحضرت خاتم النبیین صلعم کے متعلق کتب آثار میں معجزات کا ذکر بھی ہے اور اس کے راوی بھی غیر معمولی طور پر ثقہ اور لائق اعتماد ہیں، لیکن قرآن کریم نے بوجہ مذکورہ بالا نہ تو معجزات پر زور دیا ہے اور نہ انہیں دلیل نبوت ٹھہرایا ہے۔ اُس نے خدا کی ہستی تو منوائی لیکن اُن طریقوں سے جو قریب الفہم ہیں اور جن کو مشہود و معروف کہا جا سکتا ہے یعنی جن پر غور کرنے سے خدا تعالیٰ شہودی رنگ میں نظر آ جاتا ہے +

کسی بات کے وجود کو علمی طور پر تسلیم کرنے کے لئے نہ آنکھ کا دیکھنا ضروری ہے نہ ہاتھ سے چھونا۔ بلکہ کسی بات پر یقین لانے کے لئے اُس کے اظلال و آثار، اور نتائج بھی کافی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً علم ہیئت والے آنکھ بند کرکے آسمانوں کی سیر کر لیتے ہیں، اور بعض نجوم کی حرکت و نتائج کے متعلق جو احکام صادر کرتے ہیں، واقعات ان کو صحیح ثابت کر دیتے ہیں۔ آج بھی محققان علوم جدیدہ نے جو کُل کے کُل دہریئے تھے، ابصار قدرت میں کچھ چیزیں دیکھ لیں جن پر غور و فکر کرنے سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ پس پردہ ایک زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے۔ ان لوگوں میں سے نہ کسی نے خدا کو دیکھا نہ

اس کی آواز سُنی لیکن ان کی علمی تحقیق نے ہستی باری تعالیٰ سے انکار کرنا ایسا ہی مشکل کردیا ہے جیسے آج سے سو سال پہلے اُس پر ایمان لانا مشکل تھا اس پر مفصل بحث تو آیندہ صفحات میں کی جائے گی لیکن یہاں اس قدر کہنا کافی ہے کہ ان اصحاب کا خدا کی ہستی پر ایمان لانا، نہ اسی قدر ہے جیسے کہ دھویں سے آگ کے وجود پر کوئی شخص استدلال کرے بلکہ انہیں آگ (خدا) تو نظر نہیں آئی لیکن انہوں نے اُس کی حرارت اور روشنی کو ضرور محسوس کرلیا۔

یہ مسلّم ہے کہ کسی فرد بشر نے سورج کو اپنی جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ اس کی چھوٹی سی یہ تصویر جو ہمارے سامنے آجاتی ہے وہ بھی کم از کم ہمارے مشاہدہ سے آٹھ منٹ پہلے اُفق پر جلوہ گر ہوتی ہے آفتاب کے وجود پر ہمارا ایمان علمی طریق پر قایم ہوتا ہے نہ کہ جسمانی یا حسّی مشاہدات پر۔ ہاں اس علم الیقین کی ایک بنیاد نیر اعظم کے آثار و اظلال ہوتے ہیں۔ اسی طرح، خدا کے متعلق بہت سے رموز و نکات، آفتاب کی مثال سے ذہن نشین کئے جا سکتے ہیں مثلاً خدا کے متعلق ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ موجود ہے لیکن کسی خاص جگہ میں محدود نہیں۔ سورج کا بھی یہی حال ہے وہ ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ سے دکھائی دیتا ہے اور پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ فلاں مقام یا خاص فلاں جگہ میں محدود ہے۔

القصّہ آج خدا کی ہستی پر سائنس والے ان علمی طریقوں سے ایمان لاتے ہیں، جن کو مشہود و محسوس کہا جا سکتا ہے، درحیرت کا مقام ہے کہ علمی تحقیق تو آج ہوئی ہے

لیکن قرآن نے چودہ سو سال پیشتر خدا کی ہستی کے ثبوت میں وہی دلائل اور براہین پیش کیے تھے جن پر سائنس نے آج مہر صداقت لگا دی ہے گویا قرآن کی براہین دیکھ کر ہم آنکھ تو بند کر لیتے ہیں لیکن خدا اپنی جمیع صفات کاملہ کے ساتھ ہمارے سامنے آموجود ہوتا ہے۔ گو نہ ہمیں وہ نظر آتا ہے نہ اس کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن علمی طریق پر خدائے قرآن ایک زندہ اور مشہود ہستی نظر آتی ہے +

الغرض شرک کے بعد جو مشکل ترین مرحلہ مذہب حقہ کے مقابل آموجود ہوا وہ دہریت تھی۔ یوں تو ایک طرف قرآن نے اور دوسری طرف علمی انکشافات نے مذہب کے اس مدمقابل کا بہت حد تک خاتمہ کر دیا لیکن جو لوگ علمی طریق سے ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لائے، ان کے آگے مذہب کے بالمقابل ایک تیسری دشوار گزار منزل آموجود ہوئی۔ جو آج نہایت طاقت و شوکت کے ساتھ انسانی طبیعت پر غلبہ پا رہی ہے جن باتوں سے لوگ دہریت کی طرف مائل ہو کر اپنے مذہب سے متنفر ہو گئے اُن میں چند ایک نمایاں باتیں یہ تھیں،

اولاً مذہب کے ساتھ کشت و خون شروع ہو گیا اور لوگوں میں تشتت اور نفاق پیدا ہو گیا، اور دوسری طرف علی العموم مذاہب نہ صرف ایسی تعلیمات ہی سے معرا تھے جن کے ساتھ انسان کی ترقی وابستہ ہے بلکہ دیگر مذاہب مروجہ کی بعض تعلیمات اور روایات، اُن راہوں میں بھی حائل ہو گئیں جو انسان کی ترقی کی طرف لے جا رہی تھیں +

اس امر کی حقیقت سے اگر آشنا ہونا مقصود ہو تو انسان مغرب میں عیسوی،

مذہب، اور تہذیب و تمدن کے ساتھ اُس کے تصادم کی تاریخ کو دیکھیے پندرھویں صدی تک یورپ پر عیسائیت کا کامل تسلط رہا، اس طویل زمانہ میں یورپین تمدن کا قدم انحطاط کی طرف بڑھتا رہا حتیٰ کہ تہذیب و ترقی کی وہ راہیں بھی، جنہیں یونان اور رومہ کے آثار قدیمہ قائم کئے ہوئے تھے، عیسائی تسلط اور تصرف کے ماتحت مٹ گئیں۔ تیرھویں، اور چودھویں صدی کا عیسائی یورپ، بربریت، جہالت، اباحت، توہم پرستی، اور وحشت کا ایک بدترین منظر تھا۔ اب اگر مذہب کے طفیل دنیا کا یہ حال ہو جائے تو اس سے بہتر ہے کہ انسان "مذہب" ہی سے متنفر ہو جائے یا "مذہب" ہی کو خیرباد کہہ دے۔

دوسری طرف یہ مشکل آن پڑی کہ جب مغرب کے لوگ تہذیب و حکمت کی طرف آنے لگے تو اُس دن سے آج تک، تہذیب و حکمت کی کوئی نمایاں منزل ہمیں ایسی نظر نہیں آتی، جس کی مخالفت مسیحی کلیسا کی طرف سے نہ کی گئی ہو، اور مخالفت بھی ایسی شدید کہ سائنس اور مذہب (کلیسائیت) ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے۔ وہ تو خیر گذشتہ زمانہ کی بات ہے آج بھی مسیحی کلیسا، اپنے ازمنہ وسطیٰ کی مشہور تنگدلی سے باہر نہیں نکل سکتی۔

گو موجودہ انکشاف مسئلہ ارتقا جس کا بانی ڈارون اور اس کو صحیح طریق پر پیش کرنے والا اسپنسر مانا گیا ہے، بظاہر کل کی بات ہے لیکن یہی اصول جسے مسئلہ انتخاب طبیعی کی بنا پر ڈارون نے صرف پیدائش انسان تک محدود کر دیا تھا اب جملہ انسانی

کاروبار اور اس کے حکمت و علم کے ہر شعبہ پر حاوی ہو کر طرح طرح کے علمی اکتشافات اور اقتصادی ترقیات کا موجب ہو گیا ہے بیسیوں مسائل جو آج تک معمے کے رنگ میں لاینحل چلے آ رہے تھے، اس اصول کی روشنی میں حل ہو گئے اور مختلف علمی اور عملی امور میں ہادی راہ بن گئے۔ لیکن آج اس زمانہ میں بھی ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایک علاقہ میں، اسی اصول حقہ کی مخالفت میں، زمین آسمان

لے کیوں نہ انسان قرآن کریم کی تعلیم پر قربان ہو جائے، اس نے بلا تکلف اور غیر مبہم الفاظ میں اس اصول ارتقا کی تعلیم آج سے بہت پہلے فرمائی تھی کہ اسمائے حسنیٰ میں جو خدا کا پہلا نام ربّ العٰلمین ہے، اس کے معنی ہی ارتقاء کے اصول کو کامل طور پر ظاہر کرتے ہیں یعنی "رب" وہ ہستی ہے جو کل اشیائے کائنات میں استعدادیں رکھ کر ان کو بتدریج مرتبہ کمال تک پہنچا دیتی ہے۔ ساتھ ساتھ حد کمال تک پہنچنے میں وہ چیز جن جن منازل سے گزرتی ہے، ہر منزل میں اس کی ربوبیت بھی کی جاتی ہے (دیکھو امام راغب کی تصنیف (مفردات قرآنی) سورۂ مومنین میں جہاں پیدائش انسانی کا ذکر کیا ہے وہاں بھی اسی ارتقائی ترقی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور نیز اور قرآنی الہام کی ضرورت کو بھی مطالبات اصول ارتقاء کی بنا پر ثابت کیا ہے جسے میں ضرورت الہام کی بحث میں مفصل ذکر کروں گا۔ سورہ مومنون کی آیات حسب ذیل ہیں:۔ ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين ٥ ثم جعلنه نطفة فى قرار مكين ٥ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فكسونا العظم لحما ثم انشأنه خلقا اخر۔ ترجمہ بقیہ بر صفحہ

ایک کر دیا گیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس طرح پیدائش کائنات و پیدائش انسان، بائبل کی کتاب "پیدائش" میں بیان ہوئی ہے اصول ارتقاء نے نہ صرف اُسے غلط ہی ثابت کیا بلکہ اس کی دھجیاں فضائے عالم میں بکھیر دی ہیں۔ گو آج کل خود زعمائے کلیسا، داستان آدم و حوا کو محض طوطا کہانی سمجھتے ہیں لیکن عیسوی دنیا ابھی تک اُن لوگوں سے خالی نہیں ہے جو بائبل کو لفظاً اور معناً خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔

قصہ "پیدائش" مندرجہ بائبل پر ایمان لانے والے: Fundamentalists کہلاتے ہیں عیسائیوں کا گروہ، جس قدر بھی مسئلہ ارتقاء کی ترویج کی مخالفت کرے کم ہے لیکن یونیورسٹی سے نکلا ہوا طالب علم، مسئلہ ارتقاء پر اس طرح ایمان رکھتا ہے جس طرح دن رات پر۔ آغاز ۱۹۲۵ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ایک شہر میں ایک مدرس، اپنے طلباء کے سامنے، اس مسئلہ پر تقریر کر رہا تھا کسی طرح اس واقعہ کی خبر وہاں کے پادریوں کو لگ گئی دو چار دن کے بعد وہاں کے اسقف نے مدرس مذکور سے کیفیت طلب کی۔ اور آخر اسے دھمکی دی کہ یا تو اس عقیدہ سے توبہ کرے تو ملازمت سے استعفیٰ دے۔ معاملہ عدالت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۔ اور ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرتے ہیں پھر ہم اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بناتے ہیں پھر ہم نطفہ کو لوتھڑا بناتے ہیں اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑہ بناتے ہیں۔ اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بناتے ہیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں پھر ہم ایک اور پیدائش ویکر اٹھا کھڑا کرتے ہیں

تک پہنچا عدالت نے بھی مدرس کے خلاف فیصلہ کیا۔ ان ریاستوں میں یہ بھی ایک قانون ہے کہ ہر ایک صوبہ، معاملات خارجیہ میں تو مرکزی حکومت کا ماتحت ہوتا ہی لیکن داخلی معاملات میں خود مختار رہتا ہے، اور اپنے قوانین خود بنا سکتا ہے۔ چنانچہ اس صوبہ میں یہ قانون پاس ہو گیا کہ نہ کوئی ملازم سرکار مسئلہ ارتقاء پر ایمان رکھے نہ اس کے متعلق گفت و شنید کرے اور تمام علاقہ کے مدرسین سے حلف لیا گیا کہ وہ اس کی پابندی کریں گے، ورنہ ملازمت سے برطرف کر دئیے جائینگے"

یہ حالت ہے اُس مذہب کی جسے عالمگیر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور جو آج بھی علم و حکمت کو مٹانے میں، اپنی قدیمی روایات کو بطرز احسن برقرار رکھے ہوئے ہے۔

اب ایک شخص علمی اکتشافات پر، ہستی باری تعالیٰ کا قائل تو ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر مروجہ مذاہب میں اُسے نہ صرف قتل و غارت ہی نظر آئے بلکہ علمی اور عملی ترقیات بھی مسدود ہوتی دکھائی دیں تو کیوں وہ "مذہب کو کم از کم ایک بیکار شے نہ سمجھے؟ لہذا اس وقت وہی مذہب دنیا میں زندہ رہ سکتا ہے جو ضروریاتِ انسانی کا کفیل ہو سکے۔

اندریں حالات، لاکھوں انسان، مذہب (عیسائیت) سے بیزار ہو کر ذہنی اور قلبی انتشار میں مبتلا ہو گئے اور ان میں سے اکثر "دہریت" کے آغوش میں چلے گئے، لیکن عین وقت پر جماعت حکماء میں، یکے بادیگرے ایسے افراد پیدا ہوتے گئے،

جنھوں نے اپنا موضوعِ بحث فلسفہ حیات کو قرار دیا۔ ان لوگوں میں کانگٹ 'Kant' کینٹ، 'Comte' فکٹے Tichte' شاپن ہاور Schopenhauer' نیٹشا 'Nietzsché' ہکسلے 'Huxley' رسّل Russell اور رچرڈسن 'Richerdson'

وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ان لوگوں نے کافی غور و فکر کے بعد معلوم کرلیا کہ مذہب یعنی عیسائیت ایک بیکار اور خارج از تہذیب امر ہے، چنانچہ وہ اُس سے قطعاً مایوس ہوگئے۔ اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جن دشواریوں سے نسلِ انسانی دو چار ہو رہی ہے، اُس کا بطورِ خود، کوئی حل تجویز کرنا چاہئے۔

انہیں یہ بات نظر آگئی کہ، باوجود دولت و ثروت، امارت و حکومت، انسان کو اس وقت حقیقی راحت اور واقعی طمانیت، نصیب نہیں ہے۔ اور موجودہ تہذیب نے نسلِ انسانی اور فطرت کے مظاہر مختلفہ کو اُس مقصد سے بہت دور کر دیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کی گئی تھی، یوں تو ان حکمائے مغرب کے سامنے بہت سے سوالات آئے۔ اور علمی میدان میں ان لوگوں نے بڑی بڑی موشگافیاں کیں، لیکن نظریۂ حیات کے ضمن میں مفصلہ ذیل سوالات خصوصاً اُن کی توجہات کا مرکز بنے مثلاً (۱) انسان کی استعدادیں کیا ہیں؟ وہ کس حد تک ترقی کرسکتا ہے؟ (۲) کائنات میں اُس کا اضافی مرتبہ دیگر عناصرِ فطرت کے مقابلہ میں کیا ہے اور وہ اُس مرتبہ پر کس طرح پہنچ سکتا ہے (۳) کائنات اور

مافیہا کی پیدائش کی علت غائی کیا ہے (۴) حقیقی خوشی اور طمانیت قلب کس طرح حاصل ہو سکتی ہے لیکن جس سوال نے علی الخصوص ان کو بہت پریشان کیا وہ یہ تھا کہ خود انسان کا اپنی جنس کے دوسرے افراد کے ساتھ کیا رشتہ اور تعلق ہونا چاہیئے۔ اور آئے دن کی خانہ جنگی، ہوس ملک گیری، ازدیاد عزت و دولت اور باہمی جنگ و جدل کا خاتمہ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ یہی باتیں علانیہ طور پر امن و امان کو مٹاتی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ امن و امان حقیقی مسرت اور طمانیت کے لئے شرط اولین ہے۔

مزید غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس سوال کی تہ میں تقسیم دولت کا مسئلہ خصوصاً کارفرمائی کر رہا ہے یہی وہ بات ہے جو ایک قوم کو دوسری قوم پر چڑھا کر لاتی ہے، اور ایک جماعت کو دوسری جماعت کا مدمقابل اور حریف بنا دیتی ہے۔ اسی تقسیم دولت کے سوال نے ایک طرف سرمایہ داری، کو پیدا کیا دوسری طرف "سوشلزم" یعنی اشتراکیت کو، اور یہ دونوں باتیں آج متمدن دُنیا کے سامنے موت و زیست کا سوال پیش کر رہی ہیں۔ اسی امر نے اس وقت مسئلہ وطنیت اور قومیت کو بھی پیدا کر دیا ہے، ان اہم مسائل کا حل، مسیحی کتب مقدسہ میں تلاش کرنا، تو بے سود تھا کیونکہ وہ کتابیں ان مسائل کے حل سے قطعاً عاری ہیں، لہٰذا ان حکماء نے، نیچر (فطرت) سے مدد لینے کی کوشش کی اور اُس کے طرز عمل کو مشاہدہ کرنے سے یہ حقیقت دریافت کی کہ کائنات

میں وہی شے باقی رہتی ہے جن میں بقا کی قوت اور صلاحیت ہو۔ اور قوی اشیاء اس صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر، کمزور اشیاء کو جزوِ بدن بناتی رہتی ہیں۔ چنانچہ شیر بھیڑیئے کو پھاڑ کھاتا ہے، بھیڑیا بکری کو لقمہ بناتا ہے، بکری نباتات کو اپنی خوراک بناتی ہے۔ کائنات کے مختلف سلاسلِ حیات میں غور کرنے سے، ہر جگہ یہی اصول کارفرما نظر آیا پس انہوں نے اس مشاہدہ سے یہ اصول مستنبط کیا کہ اس دنیا میں اسی انسان کو جینے کا حق ہے جس میں جینے کی قوت اور صلاحیت ہو اس اصول کو سائنس کی اصطلاح میں "قانون بقائے اقوی"[1] کہتے ہیں اس مسئلہ کے دریافت اور قایم کرنے میں پروفیسر ہکسلے خاص امتیاز سے دیکھا جاتا ہے۔

ان فلسفیوں نے اس اصول کے ضمن میں اس امر پر غور نہیں کیا کہ باقی کائنات میں ایک جنس دوسری جنس کے افراد کو نہیں کھاتے بلکہ دوسری اجناس کے افراد پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ بہر کیف اس مسئلہ کو ہادی راہ سمجھ کر انسانوں نے اپنی ہی جنس کے افراد پر ہاتھ صاف کیا اور ایک شخص دوسرے شخص کو کھانے لگا، ایک جماعت دوسری جماعت کو، اور ایک قوم دوسری قوم کو ہلاک کرنے کی فکر میں ہوگئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عالمگیر اخوت انسانی کے اصول کا خاتمہ ہوگیا اور ہر جماعت کو صرف اپنی ہی جماعت کے افراد کی بہبود کا خیال

[1] Survival of The Fittest

دامنگیر ہوگیا اور آج اسی کا نام وطنیت اور قومیت ہے، گویا آج دنیا میں نفسی نفسی اور افراتفری کا بازار گرم ہو رہا ہے جس میں ہر شخص دوسرے کا خون چوسنے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔

بہرحال خواہ غلط سمجھا یا صحیح اس بات سے اس وقت بحث نہیں، مجھے دکھلانا یہ ہے کہ جب مسائل مذکورہ اپنی اہمیت کی وجہ سے اس وقت یورپ میں انسانی توجہ کا مرکز بنے اور مروجہ مذہب (عیسائیت) میں ان کا جواب تو کجا، کسی حد تک بھی حل نہ مل سکا تو عقلاء اور حکمائے بطور خود ان کو حل کرنے کی کوشش کی۔ وہ کامیاب ہوئے، یا ناکام؟ اُن کا حل عقلی طور پر لائق قبول ہے یا نہیں؟ عملاً اُن کے تجویز کردہ اصولوں پر کاربند ہو کر افرادِ انسانی نے مقصدِ حیات کو حاصل کیا یا نہیں سرِدست اِن باتوں پر میں کچھ نہیں کہتا۔ میں یہاں یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ جو کچھ اُن سے ہو سکا۔ اِن بزرگوں نے نیک نیتی کے ساتھ کیا حقیقت یہ ہے کہ کوئی اِنسان بطور خود، اِن سوالات کا جواب یا اِن مسائل کا حل پیش نہیں کر سکتا۔ گو یہ وہ امور ہیں کہ ان کے صحیح حل پر ہی ہماری فلاح و بہبودی کلیتہً مبنی ہے یہ تو مذہب کا فرض ہے اور میری رائے میں فرضِ اولین ہے کہ وہ ان اہم مسائل حیات کا صحیح اور تسلی بخش حل بنی نوع انسان کو عطا کرے۔ اور اگر کوئی مذہب اس فریضہ کی ادائیگی سے قاصر ہے تو پھر نہ اُس مذہب کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اُس مذہب کے بیان

کردہ خدا پر ایمان رکھنے سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے آخر خدا پرستی کا مقصد تو یہی ہے کہ انسان کو ہدایت نصیب ہو جس سے وہ حقیقی فلاح کو پالے[1] جب وہ خدا، نہ اپنی مرضی سے ضروری ہدایات، انسان کو عطا کرتا ہے نہ انسان کو مضطرب اور سرگشتہ دیکھ کر اس کی رحمت و شفقت جوش میں آتی ہے تو پھر اس کے ماننے سے ہمیں کیا فائدہ ہے؟ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ یورپ کے عقلا جس وقت ان مسائل مذکورہ کے حل کی تلاش میں سرگرداں تھے اور مضطربانہ رنگ میں بائبل کی ورق گردانی کر رہے تھے جس میں ان کو کامل مایوسی ہوئی اس وقت کسی نے اسلام ان کے سامنے پیش نہیں کیا، بالمقابل اس کی جو تصویر ان لوگوں کے سامنے تھی وہ دشمنوں کی کھینچی ہوئی تھی وہ نہ صرف ناقص اور بدنما ہی تھی بلکہ حد درجہ تک ہیبت ناک اور نفرت انگیز تھی، اور ایسا ہونا ہی تھا۔ کیونکہ اس تصویر کے کھینچنے والے یا تو وہ پادری تھے جن کو اسلام سے خدا واسطے کا بیر تھا، اور ہے اور جو اس کی خوبیوں کے چھپانے ہی کو، خالص نکوکاری اور دینداری سمجھتے تھے یا خصوصاً فرانس کے وہ مدبرین ملک و ارباب سیاست تھے جن کو اسلامی اصولوں کی بے پناہ طاقت کا کچھ خفیف سا اندازہ ہو گیا تھا اور جنھوں نے محض اس لئے اسلام کی شکل کو مسخ کر دیا کہ افراد ملکی اس کی طرف مائل

[1] قرآن نے الہام و مذہب کی علت غائی یہی بتائی ہے اولئک علیٰ ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون

ہوکر ان کی بساط سیاست کو اُلٹ دینے کا باعث نہ ہو جائیں۔ اور کل کا کل یورپ اسلام کے زیر نگیں نہ ہو جائے۔

پس ایک طرف تو ان علماء نے اسلام کی ناقص تصویر دیکھی جس میں اُنہیں مذکورہ بالا مسائل کا کوئی حل نظر نہ آیا، دوسری طرف "جہاد بالسیف" اور جنگ و جدل کے واقعات تو اسلام میں بھی موجود[1] ہیں جن کی حقیقت اور فلسفہ کو وہ لوگ

---

[1] اسلام نے بھی تلوار چلانے کی اجازت دی ہے۔ لیکن نہ اس لئے کہ دوسروں کو بزورِ شمشیر مسلمان بنایا جائے یا دوسرے ممالک کو زبردستی زیرِ نگیں لایا جائے، بلکہ اسلامی تلوار اُس ضرورت کے لئے نیام سے باہر نکلی، جو رات دن امن عامہ کے قائم کرنے کے لئے درکار ہے۔ امن و امان، جائداد، اور جان پر حملہ آور ہر ملک میں موجود ہوتے ہیں انہی کے ظلم سے بچانے کے لئے دنیا میں عدالت ہائے فوجداری قائم کی گئیں لیکن ان عدالتوں کے حدود سماعت میں وہ علاقے نہیں آسکتے جو کسی ملک کی سرحد سے باہر ہیں یا دوسری قوم کے زیرِ نگیں ہیں۔ اب اگر کسی ملک کے امن عامہ کو مٹانے والے غیر ملک کے باشندے ہوں جہاں اس ملک کی تعزیر کارگر نہیں ہو سکتی تو سوائے جنگ کے اور چارہ کار کیا ہے؟ یہی جہاد بالسیف کا حقیقی فلسفہ ہے اسلام کو تو اس سے بھی بڑھ کر مصیبت درپیش تھی، اس کی ہستی کے مٹانے کی فکر میں ایک نہیں بہت سے دشمن موجود تھے۔ اب اگر فوجداری (تعزیری قوانین) میں بھی وہ شخص کسی سزا کے نیچے نہیں آتے جو اپنے جان اور مال کی حفاظت میں کسی ظالم و غاصب پر حملہ آور ہوں تو اسلام نے اگر بحیثیت مجموعی ان جماعتوں کا علاج کرنا چاہا جو اس کی ہستی مٹانے کے درپے تھیں تو کیا قصور کیا؟ بقیہ حاشیہ برصفحہ ۸۶

سمجھ نہ سکے لہذا مذہب مروجہ کے ساتھ اسلام سے بھی مایوس ہو کر یہ بزرگ مذہب ہی
سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ انہی مغربی خیالات کا اثر آہستہ آہستہ مشرق میں محسوس ہونے لگا
اور آج پورے طور پر افراد ہند پر طاری ہو چکا ہے۔ اب اگر ایک ہندوستانی جس نے
ان حکماء اور اُن کی علمی کاوشوں کا مطالعہ کیا ہو جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مروجہ مذہب
میں اُن باتوں کا کوئی حل نہیں ملتا اور وہ اپنے ملک میں قیام امن و امان اور ثبات
استقلال کا آرزومند بھی ہو، تو کیوں نہ پکار اُٹھے کہ ہندوستان کے باشندے پہلے
ہندوستانی ہیں پھر کوئی مذہب اختیار کریں اور اگر قرآن کریم بھی ان ضروری تعلیمات
سے خالی ہو جیسا کہ اس وقت نوجوان مسلمان سمجھتے ہیں، خواہ وہ ترک ہوں یا ہندی
تو وہ بھی لازمی طور پر اس شخص کے ہمنوا ہو جائیں گے۔ اور ایک حد تک درست بھی ہوگا"

اب اگر اس نازک موقعہ پر قرآنی تعلیمات کو کامل وضاحت کے ساتھ نہ بیان کیا
جائے جن میں نہ صرف مذکورہ بالا سوالات کا تسلی بخش جواب اور اُن مشکل مسائل
کا قرار واقعی حل موجود ہے، بلکہ اس میں ایسے زریں اصول بھی ہیں، جن کی بنا پر
بنی نوع آدم تمدن کے علاوہ طمانیت اور راحت کے اس مقام پر پہنچ سکتی ہے
جہاں اُن حکما کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا، تو وہ روز بد جس کا اندیشہ ہر سمجھدار اور دردمند
مسلمان کو بےچین کر رہا ہے، اپنی پوری ہیبت اور خوفناک نتائج کے ساتھ دُنیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵: مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جمادی کی یہ حقیقت حکمائے مغرب کے سامنے کسی نے پیش نہیں کی ۱۲

میں نمودار ہو جائے گا یعنی جب لوگ مذہب ہی کو ایک لایعنی شے قرار دے کر خیرباد کہہ دیں گے، تو پھر کہاں کی اشاعت اسلام اور کیسی تبلیغ قرآن؟ حالانکہ واقعات حاضرہ بآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ کشتی اسلام اقتصاداً اور سیاسۃً جس منجدھار میں آپڑی ہے اس کا اس وقت اُس سے نکلنا صرف تبلیغ و اشاعت اسلام پر آ چکا ہے۔

آپ لاکھ اس بات کا ثبوت پیش کیا کریں کہ قرآن کریم دیگر کتب مذہبی کے مقابل غیر محرف ہے، الہامی ہے، اسلامی توحید، نہایت ارفع اور اعلیٰ ہے، اسلامی تعلیمات عین مطابق عقل ہیں، آنحضرت صلعم انسانوں کے لئے "اُسوہ حسنہ" ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لوگ ان باتوں کے جواب میں یہی کہہ دیں گے کہ "آپ جو کچھ کہتے ہیں ایسا ہی ہوگا" لیکن ہمیں تو "مذہب" ہی کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص کو، کسی چیز کی خواہش یا ضرورت ہی نہ ہو تو کسی کا، اُس خاص چیز کو، دوسری چیزوں کے مقابلہ میں بہتر ثابت کرنا، یا اس کو دُنیا کی بہترین شے ثابت کرنا اُس شخص کو اُس کی خریداری پر مائل نہیں کر سکتا۔

جو لوگ اس نئی تحریک کو ایک ادنیٰ اور ناقابل التفات امر سمجھتے ہیں وہ غلطی کر رہے ہیں، کیونکہ یہ آواز جو آج ہندوستان میں بلند ہو رہی ہے کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں اس کے بعد ہندو یا مسلم، درحقیقت، کہنے والوں کے اُس فیصلہ کا آئینہ ہے جو انھوں نے کل مذاہب کے متعلق سطحی طریق پر غور و فکر کرنے کے بعد صادر کیا ہے یعنی ان کا خیال یہ ہے کہ جب "مذہب" ہماری دنیاوی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا،

بلکہ اُس عناد و نفاق قومی کو پیدا کرتا ہے جس سے قومی استقلال میں فرق آجاتا ہے تو مذہب کی خاطر قومی مفاد اور وطنی مصالح کو کیوں نظر انداز کیا جائے۔ اصل چیز تو وطنیت اور قومیت ہے "مذہب" چونکہ ہماری انفرادی اور اجتماعی حیات میں کسی طور پر کار آمد نہیں لہذا، اس کا درجہ، اگر اُسے کوئی درجہ دیا ہی جائے تو ثانوی ہو سکتا ہے۔ پس یہ تخیلات جو آج ہندوستان کی فضا میں ہر جگہ پھیلے ہوئے نظر آرہے ہیں، اور جن میں نوجوانان قوم پرورش پا رہے ہیں، تھوڑے ہی دنوں میں ایک سیلاب عظیم کی شکل اختیار کریں گے جو اپنے ساتھ ہر چیز کو بہائے جائے گا، اور مذہب پرست افراد دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے۔

جیسا کہ ان اوراق کے اکثر ناظرین واقف ہیں میں ۱۹۱۳ء میں تبلیغ اسلام کی غرض سے انگلستان گیا تھا۔ اس ملک میں میرا مقابلہ بظاہر عیسائیت سے تھا۔ جس کی تردید، اور اُس کے مقابلہ میں اسلام کی اشاعت میرا فرض منصبی تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اس امر میں محض اپنے فضل اور کرم سے مجھے غیر متوقع کامیابی بخشی۔ اور ۱۹۲۶ء تک جس قدر لٹریچر میں نے مروجہ عیسائیت کی تردید میں طیار کیا، اُس نے نہ صرف عیسائیت کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا بلکہ آج کلیسائے انگلستان کے بڑے عہدے دار بھی میرے ہمنوا ہیں یعنی مسیحیت کے بنیادی اصولوں کی تردید کر رہے ہیں۔

۱۹۲۳ء میں، میں نے ینابیع المسیحیت لکھی جس نے مروجہ مسیحیت کے

طلسم کو ہمیشہ کے لئے پاش پاش کر دیا۔ اس کتاب میں، میں نے غیر قابل تردید تاریخی واقعات کی بنا پر یہ بات ثابت کی کہ مروجہ مسیحیت سرتاپا، قدیم مشرکانہ عقائد اور اصنامی مذاہب پر مبنی ہے، اس کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں جو بت پرستوں کے مذاہب سے ماخوذ نہ ہو چنانچہ آج چھ سال ہو گئے، عیسائی ان حقایق کی تردید میں قلم نہیں اٹھا سکا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

لیکن اس تمام عرصہ میں، یہ خیال ضرور میرے دماغ میں موجزن رہا کہ عقلائے مغرب کی مذہب سے بیزاری اور نفرت کا حقیقی سبب اور اصلی باعث کیا ہے؟ یہ لوگ تو مجھ سے کہیں زیادہ عیسائیت کے مخالف تھے اُن کے مقابل میرا یہ جہاد ہی بے سود تھا علاوہ ازیں جن امور نے انہیں عیسائیت سے بیزار کیا وہ ایک دن مذہب ہی کا خاتمہ کرنے والے تھے خواہ اُس کا نام اسلام ہو یا کچھ اور لہذا عیسائیت کی تردید کے ساتھ ساتھ میں نے مشاہیر ناے یورپ مثلاً کینٹ، کانگٹ، نیٹشا، ہکسلے، اسپینسر، مل، رسل، رچرڈسن وغیرہ کا جستہ جستہ مطالعہ کیا، ان کی تصانیف کو دیکھنے پر میرے قلب کی انتہائی گہرائی سے یہ آرزو ان الفاظ کی شکل میں برآمد ہوئی: "کاش آج سے تنو یا سو سال پہلے، کوئی اللہ کا بندہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے چلا جاتا تو عقلائے نامبردہ کا کثیر حصہ، اور ان کے نقش قدم پر چل کر یورپ کا معتد بہ طبقہ آج حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوتا +

اگر ان حکماء کو کوئی شخص یہ بتاتا کہ جن لغویات کی وجہ سے انہوں نے "مذہب"

اور "خدا پرستی" کو خیرباد کہا ہے، واقعی وہ باتیں بروئے تعلیم قرآن لغویات ہی ہیں
اور انہیں مذہب سے دور کا تعلق بھی نہیں اور جن اصولوں کو وہ بنائے کامیابی
سمجھتے ہیں، اور جو مروجہ مسیحیت میں ناپید ہیں، وہ تمام اصول بشکل احسن قرآن
میں موجود ہیں، اور انسانی ترقی کے جو اصول انہوں نے غور و فکر کے بعد معین کئے
ہیں جن سے دیگر مذاہب تو خالی ہیں لیکن اسلام نے ان سب پر طمانیت بخش روشنی ڈالی
ہے اور مذہب حقہ کی جو صفات ان میں سے بعض حکما نے اپنے ذہن میں قایم
کی ہیں وہ سب کی سب اسلام میں موجود ہیں اور جن اہم مسائل نے انہیں پریشان
کر رکھا ہے، اُن کا قرار واقعی حل، قرآن میں موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں معلوم
ہوتی کہ جس کی بنا پر یہ لوگ اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ؟ میری حیرت کی
کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان حکما نے "مذہب حقہ" کا جو خیالی
ڈھانچ قایم کیا ہے وہ قریب قریب اسلام ہی کی دوسری شکل ہے کہیں کہیں
اُن سے لغزشیں بھی ہوئی ہیں لیکن اصل اصول میں حیرت انگیز مطابقت پائی جاتی
ہے جن باتوں کے حل کرنے کی کوشش ان لوگوں نے کی ہے، اگرچہ ان کا حل
صحیح طور پر ان سے نہ ہوسکا لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ باتیں نہایت درست اور
مفید مطلب ہیں اس اجمال کی تفصیل کے لئے اور اس بات کو ذہن نشین کرنے کے لئے
میں اُن کی آرا، و افکار کے نتائج بہ نہایت اجمال پیش ناظرین کئے دیتا ہوں وہ
تو کئی ایک امور ہیں لیکن میں یہاں ان میں سے چھ امور کا ذکر کرتا ہوں :-

پہلا سوال خدا کی ہستی کے متعلق پیدا ہوتا ہے، اس کے متعلق جب ان لوگوں نے سائنس کی تحقیقات اور بصائر کائنات پر غور کیا، تو مجبوراً اس نتیجہ پر تو پہنچے کہ یہ کارخانہ جسے کائنات کہتے ہیں خود بخود معرض وجود میں نہیں آیا۔ بلکہ ایک زبردست قوت پس پردہ موجود ہے جس نے کائنات کے مختلف مظاہر کو ایک خاص اندازہ پر بنایا ہے اور ہر مظہر کو قوانین کے ماتحت کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا کہ خدا کو ضرورت نہیں کہ انسان کی رہنمائی کرے جس طرح اس کے بعض قوانین کے ماتحت کائنات کی کل چیزیں پیدا ہوئیں۔ انسان بھی پیدا ہو گیا مثلاً کائنات کو گرمی اور روشنی پہنچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے سورج بنایا اور اسے ایک قانون کے ماتحت کر دیا، اب وہ برابر اپنا کام کئے جاتا ہے۔ خدا روز روز اس میں کارفرمائی نہیں کرتا۔ اسی طرح اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی نشوونما، عروج وزوال غرضیکہ ساری زندگی بعض قوانین کے ماتحت رکھ دی جن پر عمل کرنے سے وہ اس دنیا میں اپنا مقصد حیات حاصل کر سکتا ہے جس طرح خدا نے سورج کو مکمل بنایا ہے اسی طرح انسان کو بھی۔ اب آگے انسان جانے اور اس کا کام۔ خدا اس کے معاملات میں دخل نہیں دیتا۔ وہ قوانین مقررہ کو خود دریافت کرے اور ان پر چلے اس سے وہ خاطر خواہ ترقی کرے گا۔ لہذا الہام کی نہ صرف ضرورت ہے اور نہ ہوتا ہے۔

اور اگر کینٹ نے یہ تسلیم کی ہے کہ تہذیب انسانی اس وقت کمال کو پہنچے گی جب انسان، خدا کی وحدانیت کو تسلیم کرے تو اس لئے کہ وحدت کا رنگ اس

کائنات میں ہر شے سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بلکہ کل کائنات میں کثرت کے باوجود وحدت پائی جاتی ہے لہذا انسانی زندگی میں بھی اصول "وحدت" پیش نظر رہنا چاہئے یہ "وحدت" اس کی زندگی سے اسی صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے جب وہ خالق کائنات کو "واحد" تسلیم کرے لیکن یہ ضروری نہیں کہ خدا کی طرف سے ان باتوں کے متعلق "الہام" بھی آئے۔

دوسری بات جو ان حکماء نے قرار دی وہ یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور ترقی کرنے کے جملہ لوازمات اس کی ذات میں موجود ہیں۔ چنانچہ بقول پروفیسر نیکی رشنلزم کی قرار داد یہ بھی ہے کہ انسان میں ترقی کرنے کی جملہ استعدادیں، فطرت کی طرف سے ودیعت کر دی گئی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ رشنلزم کی یہ تحقیق ناقص ہے وہ حقیقت کے ایک پہلو پر پہنچا ہے لیکن انسانی استعدادوں کا اصل پہلو رشنلزم کی نگاہ سے رہ گیا ہے۔ بہر حال انسانی ترقی کے لئے یہ بات ازبس ضروری ہے کہ انسان کی ذاتی استعدادوں کی تعیین کی جائے اور وہ اصول قائم کئے جائیں جن کی بنا پر اس کی مخفی استعدادیں روئے کار آ جائیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ جملہ مظاہر کائنات مقررہ قوانین کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اگر انسان ان قوانین کو دریافت کرے تو وہ بآسانی ان پر حکمرانی کر سکتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اشیائے کائنات میں باہم ترکیب و ترتیب پانے کی صلاحیت موجود ہے اور مقررہ اصولوں کے ماتحت ان میں باہم ترکیب دینے سے

طرح طرح کے آلات صنعت وحرفت بن سکتے ہیں - اس نظریہ کو Spencerism کہتے ہیں اور یہی کل کے کل موجودہ میکن ازم کی بنیاد ہے +

پانچویں بات یہ ہے کہ استحکام قومی اور استقلال جماعتی کے لئے اپنی قوم کے افراد کو طاقتور بنانا ضروری ہے خواہ ایسا کرنے سے دوسری اقوام تباہ ہو جائیں. کائنات میں اس کی نظیر موجود ہے اور بقائے اقویٰ کا قانون یہی بتاتا ہے کہ طاقتور، کمزور کو کھائے جاتا ہے - اس امر کی طرف میں نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے +

چھٹی بات یہ کہ حقیقی راحت انسانی اس امر میں منحصر ہے کہ اس کی قوتیں اُن خواص کو ظاہر کرنے لگیں جن کے اظہار کی استعداد، اُن میں فطرت کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے یہ وہ بات ہے جس کا حل انہوں نے قریب قریب ہمارے اصولوں کے مطابق کیا ہے

اب میں اسلام کے نام لیواؤں سے عموماً اور علمائے کرام سے خصوصاً یہ دریافت کرتا ہوں کہ وہ مسائل جن کے جوابات ان حکمائے اپنی لیاقت کے موافق دیئے ہیں، اہم اور ضروری ہیں یا نہیں اور ان پر روشنی ڈالنا اور ان کے متعلق صحیح ہدایت دینا مذہب کا فرض ہے یا نہیں ؟ ان حکمائے جو تحقیق کی اُن سے قطع نظر یہ دیکھنا ہے کہ ان لوگوں نے جن باتوں کو فلاح انسانی کے لئے ارکان ضروریہ قرار دیئے اور میرے نزدیک جن پر روشنی ڈالنا مذہب کا فرض اولین ہے - وہ معقول اور مفید ہیں یا مہمل اور بے سود ؟ اور خدا کی مہربانی اور رحمت کا یہ تقاضا ہے یا نہیں کہ وہ ان مشکل مسائل کا صحیح حل انسان کو عنایت کرے ؟ کیونکہ انسان محض اپنی محدود عقل

کی بنا پر ان مہتم بالشان امور کا حل دریافت نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر خدا ان اہم مسائل پر بھی روشنی عطا نہ کرے تو پھر خدا پرستی سے انسان کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اور اگر مذاہب سابقہ میں ان باتوں کے متعلق روشنی نہ ملنے کی وجہ سے وہ لوگ "مذہب" کو بیکار سمجھنے لگے تو حق بجانب تھے یا نہ؟ اور ہمارا یہ فرض تھا یا نہیں کہ ہم ان تلاشیان حق کو یہ مژدہ سناتے کہ جن مسائل کا حل دریافت کرنے کے لئے وہ بیتاب ہو رہے ہیں، ان کا صحیح حل آج سے چودہ سو سال پہلے اس طرح ہو چکا ہے؟ حق الامر یہ ہے کہ ان مسائل کا حل بنی نوع آدم کی حیات اجتماعی و انفرادی کے لئے ازبس ضروری ہے مثال کے طور پر مسئلہ استقامت قومی کو لیا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر فرد اپنی قوم کی استقامت کا خواہشمند ہوتا ہے کیونکہ خود اس کی بقاء اُس قوم کی بقاء سے وابستہ ہے چونکہ اس معاملہ میں اہل یورپ کے سامنے کوئی صحیح طریق کار نہ تھا اس لئے لامحالہ وہ ایسے اصول پر کاربند ہو گئے جو نہ صرف غلط تھا بلکہ امنِ عامہ کی تباہی کا موجب بن گیا چنانچہ اُسی اصول کے ماتحت آج ہر قوم اپنی قوت اور طاقت بڑھانے کے لئے دوسری اقوام کا خون چوس رہی ہے۔ طاقت بڑھانا یا عزت و دولت حاصل کرنا، بذاتہ بری بات نہیں لیکن اس کے حصول کا جو طریقہ آج متمدن دنیا نے اختیار کر رکھا ہے وہ بعید مذموم ہے اور بدقسمتی سے بعض مشرقی اقوام نے بھی یہی طریقہ اختیار کر لیا ہے مثلاً ہنود بھائی تہ دل سے اس امر کے خواہشمند ہیں کہ مسلمان ہندوستان سے نابود ہو جائیں تو پھر انہیں حقیقی طاقت حاصل ہو گی جلکائے یورپ نے عیسائیت سے ان مسائل کا

حل طلب کیا لیکن اُس کے پاس، اسی کا کیا، کسی مسئلہ کا صحیح حل موجود نہیں، مجبوراً انہوں نے اپنے طور پر، جیسا کچھ ان کی سمجھ میں آیا، اس دشواری کا ایک حل دریافت کر لیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ◆

بہرحال یہ فرض مذہب کا ہے جیسے کہ قرآن نے تعلیم کیا کہ وہ ہر معاملہ میں انسان کی ہر وقت رہنمائی کرے۔[1] اگر وہ مذہب اس اس فرض کی ادائیگی سے قاصر ہے تو کوئی سلیم الطبع شخص اس کی طرف اعتنا کرنا پسند نہ کرے گا اہل یورپ کے مسیحیت کو ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دینے کا، اور پھر "مذہب" ہی سے بیزار ہو جانے کا یہی راز ہے ◆

اسی طرح اگر ان کا پہلا نظریہ صحیح ہے کہ خدا کی طرف سے الہام نہیں ہوتا کیونکہ انسان کو اس کی ضرورت نہیں تو پھر میرے محترم اکابرین ملت خود ہی انصاف کریں کہ جب ایک قوم الہام ہی کی ضرورت نہیں سمجھتی تو اسلام کی تبلیغ کیسے کی جائیگی؟

امور بالا کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور اس میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا پرستی یا خدا پر ایمان کے معنی یہ نہیں کہ ہم صرف زبان پر چند کلمات لے آئیں۔ بلکہ خدا پرست یا موحد حقیقی وہ ہے جو خدا کے اُن طریقوں کو معلوم کرتا ہے جن پر وہ کائنات کو چلا رہا ہے، اور پھر انہی طریقوں کو اپنا معمول زندگی بناتا ہے ◆

اور ظاہر ہے کہ یہ طریقے جب تک خدا نہ بتائے، انسان ان کو صحیح طور سے

[1] وعلى الله قصد السبيل۔ ترجمہ ہر معاملہ میں صحیح راہ دکھلانا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے ۱۲

معلوم نہیں کر سکتا۔ اور تمدن عالم کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اگرچہ انسان نے متعدد موقعوں پر بطور خود اُن طریقوں کو معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن ہمیشہ ٹھوکر کھائی۔ یہ طریقے خدا ہی کی طرف سے انسانی قلب پر القا ہونے ضرور ہیں۔ اسی کا نام وحی والہام ہے اور اسی سے ضرورت الہام بھی ثابت ہوتی ہے۔

دراصل مذہب نام ہی خدا کے اُن طریقوں کا ہے جن پر کاربند ہونے سے ایک شخص اپنی زندگی میں ہر قسم کی ترقی کر سکتا ہے قرآن کریم نے اگر بار بار خدا اور اس کی صفات کا ذکر کیا ہے تو اس کا مقصد انسان سے خراج ستائش لینا نہ تھا بلکہ اُس نے متعدد طریقوں سے اُس کی صفات کو واضح طور پر انسان کے ذہن نشین اس لئے کیا ہے تاکہ وہ ان صفات کو بقدر استطاعت اپنے اندر پیدا کر کے، اپنا مقصد حیات حاصل کر سکے۔ چنانچہ قرآن نے ان صفات کو انسانی اخلاق کے لئے زینت قرار دیا ہے ان صفات کو ہمارے سامنے رکھ کر قرآن نے ہمیں توجہ دلائی کہ ہم قوانین فطرت کا مطالعہ کریں کیونکہ یہ صفات آلٰہیہ ہی اُن قوانین کا ماخذ اور منبع ہیں۔ اس امر پر مفصل بحث آئندہ کی جائے گی +

اہل علم راحت حقیقی کے توجویا اور خواہشمند ہیں لیکن انہوں نے اس طرف توجہ نہ کی کہ یہ راحت محض اُن چند قوانین کے دریافت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی جن کا تعلق مادیات سے ہے یا جن سے انسانی ترقی وابستہ ہے حالانکہ ان قوانین کے دریافت کرنے میں بھی وہ ناکام رہے اور قرآن بھی اُنہیں اُن

اصولوں کی طرف لے گیا جن کے بغیر مادی ترقی بھی ناممکن تھی لیکن راحت حقیقی حاصل کرنے کے لئے ان مادی قوانین سے بڑھ کر اُن قوانین کو دریافت کرنا ضروری تھا جن سے ضابطہ اخلاق وابستہ ہے اور ان کی کسی تحریر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ نہیں ہے اس ناکامی کی وجہ سے ان کو حقیقی راحت حاصل نہیں ہو سکی۔ چنانچہ پروفیسر رسل نے اپنی تصنیف میں اسی بات کا رونا رویا ہے) مگر توجہ ہوتی تو کس طرح اور کیونکر یہ بات تو "الہام الٰہی" سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور جب تک یہ "الہام" ہادیٔ راہ نہ ہو تو انسان لاکھ کوشش کرے، کامیابی سے ہم آغوش نہیں ہو سکتا۔

جس بات کی دریافت پر آج دانایانِ مغرب کو ناز ہے یعنی یہ کہ "کائنات میں قوانین جاری و ساری ہیں اور انسانی ترقی انہیں قوانین کو دریافت کرنے اور اُن کے مطابق عملدرآمد کرنے پر منحصر ہے" یہ بھی وہ حقیقت ہے جو قرآن ہی نے انسان کے سامنے رکھی۔ اور جب عقلائے مغرب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں تو اس سے صدیوں پہلے مسلمان یہ اصول واضح طور پر دنیا کو دے چکے تھے کہ جب تک قوانین فطرت کی اطاعت نہ کی جائے گی حقیقی ترقی ناممکن ہے اس لئے اُن قوانین کی دریافت فرائض انسانی میں داخل ہے عقلائے مغرب نے یہ حقایق مسلمانوں سے اخذ کئے جیسا کہ میں آگے چل کر دکھلاؤں گا۔

اس وقت دنیا نے علی العموم مذاہب مختلفہ کو بھی دیکھ لیا ہے اور تہذیب و تمدن جدیدہ کو بھی پرکھ لیا ہے۔ لیکن اُن سوالات کا تشفی بخش جواب دونوں سے

حاصل نہ ہوا جس کے لئے تمام لوگ بیتاب نظر آتے ہیں۔ دنیا کو کسی ایسے مذہب یا اصول تمدن کی ضرورت ہے۔ جو امور متذکرہ بالا کے علاوہ ذیل کے معاملات میں انسان کی مدد قرار واقعی طور پر کرسکے۔

(۱) خاندان کے افراد باہمی طور پر رشتۂ محبت میں منسلک ہوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کریں رنج و راحت میں ایک دوسرے کے شریک رہیں۔ لیکن ہر شخص اپنا بوجھ اپنے آپ اُٹھائے ہاں اگر کوئی شخص ضعیفی یا دیگر جسمانی عوارض کی وجہ سے روزی نہ کماسکے تو کوئی انتظام اُس کی معاش کا کیا جاسکے تاکہ وہ دربدر مارا مارا نہ پھرے۔

(۲) ہمسایوں کے ساتھ خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں انسان کا سلوک برادرانہ ہو۔

(۳) اختلاف رائے باعث دل آزاری نہ ہو، خصوصًا اختلافات مذہبی کی بنا پر فسادات برپا نہ ہوں اور کسی شہر کے باشندے ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہ کریں کیونکہ ان باتوں سے امن عامہ مفقود ہوجاتا ہے ضمیر کی آزادی، فکر کی آزادی اور اظہار خیال کی آزادی ہر فرد بشر کو حاصل ہو چونکہ مذہب خدا اور انسان کے مابین تعلق کا نام ہے اس لئے ہر شخص مذہب کے معاملہ میں صرف خدا کے سامنے جوابدہ ہو، کسی غیر شخص کو اس میں دست اندازی کا حق نہیں یعنی مذہبی معاملات میں جبر و اکراہ کو دخل نہ ہو۔ اور

تبلیغ و ترویج مذہب بھی اسی اصول کے ماتحت ہو۔

(۴) دولت کی تقسیم اس نہج پر ہو کہ ایک طرف سرمایہ داروں کی حیثیت محفوظ رہے۔ اور وہ دوسروں پر دست تعدی دراز نہ کرسکیں دوسری طرف مزدور اور اہل حرفت، بیکاری کی تکلیف سے محفوظ رہیں اور اپنے مواجبات اس آسانی کے ساتھ حاصل کرسکیں کہ اُن میں اور سرمایہ داروں میں کسی قسم کا تصادم واقع نہ ہو۔

(۵) سلطنت لفظاً اور معناً خادم قوم ہو۔ اور اس میں ہر ایک کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنی رائے ارکان حکومت کے سامنے پیش کرسکے اور منوانے کی کوشش بھی کرسکے۔

(۶) جس ملک میں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد ہوں اگر وہ کسی جائز سیاسی مقصد کے لئے ایک مرکز پر مجتمع ہونا چاہیں تو ان کا مذہب اس معاملہ میں سدِ راہ نہ ہو بلکہ وہ سب ہمخیال اور ہم آواز ہوکر اس مقصد میں کامیابی حاصل کرسکیں۔

(۷) مخلوق الٰہی کی وحدت کو تسلیم کرکے ہر شخص کے ساتھ محبت کا برتاؤ کیا جائے اور بنی نوع آدم کو خدا کا ایک کنبہ تصور کیا جائے۔ کوئی قوم دوسری قوم پر بلاوجہ حملہ آور نہ ہو یعنی ہر شخص "خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو" کے اصول پر عمل کرے۔ تلوار صرف اپنی جان و مال اور حقوق کی حفاظت کے لئے اُٹھائی جائے۔ ورنہ ہمیشہ اُس کو نیام ہی کے اندر رکھا جائے۔

(۸) مذہب کے تلقین کردہ اُمور کی بنا پر مختلف اشخاص میں یہ ملکہ پیدا ہو کہ وہ صحیفہ کائنات کا مطالعہ کریں اور ان میں عام طور سے علمی شغف یعنی تحقیق اور تفتیش کی رُوح پیدا ہو جائے۔

(۹) صنفی حقوق اور رشتوں کا تصفیہ ایسے اصولوں پر کیا جائے جس سے جانبین مطمئن ہو جائیں اور ان کی اضافی حیثیات محفوظ ہو جائیں۔

(۱۰) مذہب طرز زندگی کا نام ہو نہ کہ چند رسوم کے مجموعہ کا اور وہ اُن اصولوں کی تعلیم کرے جن کی بنا پر انسان نہ صرف خود ترقی کر سکے بلکہ اپنی قوتوں کو دوسرے انسانوں کی خدمت اور نفع رسانی میں صرف کر سکے یعنی شفقت علی خلق اللہ کو خدا پرستی سمجھا جائے۔ فی الجملہ خدا کا نقشہ ہمارے سامنے اس قسم کا ہو جس کے اخلاق کی اتباع میں ہم مذکورہ بالا امور کو حاصل کر سکیں۔ مذہب اپنے اصولوں کی تلقین میں عقل سلیم، اور مثبتہ علمی حقائق کے خلاف نہ ہو یعنی تحکمانہ طور پر اپنی تعلیمات کو نہ منوائے۔

میں نے یہاں بطور اختصار چند باتیں لکھ دی ہیں لیکن یہ وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے آج دنیا بےچین نظر آتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں کہ موجودہ مسلمانوں کا طرزِ عمل بھی بدقسمتی سے ایسا نہیں جس کی بنا پر مذکورہ بالا مسائل حل ہو سکیں۔ بالمقابل جب میں قرآن کو دیکھتا ہوں تو اس نے نہ صرف مذہب ہی کا تخیل اور اس کے اغراض و مقاصد کو بدل دیا ہے بلکہ عبادات کی غرض و غایت بھی کچھ اور ہی قرار دی ہے قرآن کریم نے مذکورہ بالا مسائل کا شافی اور کافی حل کیا ہے اور اس خوبی کے ساتھ کہ اگر دنیا کے لوگ اُس کے تلقین کردہ

اصولوں پر چلیں تو وہ امن جس کے لئے ایک عالم بیتاب ہے، آج اس دنیا میں قایم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان اصولوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ ان پر عامل ہونے سے مقاصد مذکورہ کے حصول کے علاوہ وہ رُوحانیت بھی ساتھ ساتھ پیدا ہوتی جاتی ہے جسے عموماً لوگ ایک مستقل اور جداگانہ شے سمجھتے ہیں ۔

دنیا میں لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ مذہب اُن رسوم و عقاید کا نام ہے جن پر عمل کرنے سے انسان کی وہ باطنی قوتیں بڑھ جائیں، جن کو وہ "روحانیت" سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ حقیقی روحانیت یہ ہے کہ انسان کے طرز زندگی سے اخلاق الہیہ مترشح ہوں، کیونکہ صفات آلہیہ کے ساتھ متصف ہونے سے ہی کسی انسان میں حقیقی روحانیت پیدا ہو سکتی ہے اسلام نے روحانیت کے اصول کے لئے تجرد۔ رہبانیت یا ترک دنیا کو لازم نہیں کیا ہے، بلکہ روزمرہ کی زندگی کے اصول ایسے عجیب و غریب مرتب کیے ہیں جن پر عامل ہونے سے ایک شخص تہذیب و تمدن دنیوی میں بھی مدارج اعلیٰ حاصل کر سکتا ہے اور ساتھ ساتھ مرتبہ روحانیت میں بھی ترقی کر سکتا ہے۔ مجدد الوقت جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے آنحضرت صلعم کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے مندرجہ ذیل دو اشعار سپرد قلم کیے تھے ۔

این کمال آمد کہ با فرزند و زن   از ہمہ فرزند و زن یکسو شدن

درجہان و نیز بیروں از جہاں   بس ہمیں آمد نشانِ کاملاں

مذہب ایسا ہونا چاہیئے جو انسان کو اس کے معاشرتی، اقتصادی، معاشی،

تمدنی، اخلاقی، سیاسی اور رُوحانی امور میں کامل ہدایت عطا کرے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ وابستہ کرے۔

ان باتوں کو میں نے اپنی اس تصنیف کا موضوع قرار دیا ہے اگر اسلام کو اُس کی اصلی دلفریب شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو کوئی سلیم الطبع انسان اُس سے روگردانی نہیں کرسکتا۔ اگر انسان وہ باتیں اپنے اندر پیدا کرے جن کے مجتمع ہونے سے وہ قرآنی اصطلاح میں مسلمان قرار پاسکتا ہے تو پھر ہم یہ نعرہ" دنیا کے طول و عرض میں سُننے لگیں کہ میں پہلے مسلمان ہوں اور اس کے بعد ہندی ہوں یا چینی، ایرانی یا یونانی وغیرہ۔

اس کتاب میں دراصل اُن مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو گزشتہ پندرہ سال میں، بزمانہ قیام انگلستان، میرے سامنے وقتاً فوقتاً آتے رہے ہیں۔ اور یہ مسائل انسانی سوسائٹی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں۔ انہی باتوں کو سامنے رکھ کر میں نے قرآن کریم پر غور کیا اُسی غور و فکر کا نتیجہ یہ تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مطالب پر غور کا موقعہ مجھے زیادہ تر اپنی موجودہ طویل علالت میں ملا بظاہر بستر علالت پر دراز اور قریب الموت تھا لیکن دماغ انہی مسائل میں منہمک رہا۔ اخیر ۱۹۲۷ء میں جنوبی افریقہ سے ہندوستان آنے کی

ؔ یہ کتاب دراصل قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔ میں اس کی تفسیر کرنے کی جرأت تو نہیں کرتا لیکن کتاب جیسے مطالب کو اس طرح بیان کرنے کی کوشش کروں گا کہ ان اوراق کو پڑھ لینے کے بعد پھر عام ناظرین کو تفہیم قرآن میں آسانی حاصل ہوجائے اس کی تعلیمات کو مختلف عنوانات کے ماتحت بھی پیش کردیا جائیگا، ساتھ ہی ان الزامات کا جواب بھی دیا جائے گا جو لاعلمی اور تعصب سے اسلام پر وارد کئے ہیں ۱۲

غرض یہی تھی کہ اس کتاب کو مرتب کروں لیکن یہاں آتے ہی میں صاحب فراش ہو گیا اور
کئی دفعہ "جاں بلب" ہونے کی نوبت آ گئی۔ اس علالت کا اصلی سبب تو خدا ہی کو
معلوم ہے لیکن یہی ایام علالت میری معرفت میں ازدیاد کا موجب ہو گئے میں اس قدر
جانتا ہوں کہ جس انداز اور شرح و بسط کے ساتھ بحالت نکاحت میں نے یہ کتاب
اب لکھی ہے ۱۹۲۷ء میں بحالت صحت نہ لکھ سکتا تھا +

میں اس وقت بھی طبی ہدایات کے مطابق کسی دماغی محنت کے قابل نہیں
ہوں اور گزشتہ تین سالوں میں اس بات کا مجھے تجربہ ہو چکا ہے کہ جب کبھی
دماغی کام شروع کیا، میری حالت بد سے بدتر ہو گئی +

میں نہیں جانتا کہ میں کب پورے طور سے صحتیاب ہوں گا اور کب اس کتاب کو
مکمل کر سکوں گا لیکن زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے میں نے سمجھا کہ میں اپنی اس آرزو کو
پورا کرنے کی کوشش کروں اگر میری جان بھی اس راہ میں چلی جائے تو میرے نزدیک یہ موت
زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہو گی بہر حال میں نے کتاب شروع کر دی تکمیل خدا کی سپرد کرتا ہوں
جو کچھ میں نے دیباچہ میں لکھا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب کس قسم کے
مضامین کی حامل ہو گی اور ان کی اشاعت کی کس قدر ضرورت ہے شاید اس میں
مبالغہ نہ ہو گا کہ اپنی نوعیت میں یہ کتاب اردو زبان میں پہلی تصنیف ہو گی۔ کم از کم میری نظر سے
کوئی کتاب ایسی نہیں گزری جس میں کل کی کل تعلیمات قرآنی کو اس طریقے سے اور موجودہ
تمدن کے مقابلہ میں پیش کیا گیا ہو۔ میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ اگر ان اوراق کی اشاعت

کافی اور پورے طور سے کی جائے تو کیوں کل کی کل دنیا اسلام کے نزدیک نہ آ جائے +

میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب کئی ہزار کی تعداد میں مفت یا برائے نام قیمت پر اُردو اور انگریزی میں تقسیم ہو اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب مسلمان بھائی فراخ دلی کے ساتھ اس کارِ خیر میں میرے ساتھ شریک ہوں میرا ارادہ تو اس کتاب کو انگریزی میں لکھنے کا تھا، بعدازاں اس کا ترجمہ اُردو میں ہو جاتا اور چند ابواب لکھے بھی گئے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ جن لوگوں کے دل میں اشاعت اسلام کا جذبہ ہے اور جو میری امداد کر سکتے ہیں ان کا کثیر حصہ اُردو داں اصحاب پر مشتمل ہے۔ اس لئے میں نے اس کتاب کو اُردو میں لکھا ہے تاکہ وہ لوگ پڑھ سکیں اور اگر ان کی رائے میں وہ مقاصد جن کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ اوراق لکھے ہیں، قابل ترویج و اشاعت ہوں تو اس کام میں میری امداد سے دریغ نہ کریں +

ادنیٰ مدد یہ ہوگی کہ بہت سے مسلمان بھائی اس کتاب کے چند بتعداد نسخے خرید کر، براہ راست یا ہماری معرفت غیر مسلموں میں تقسیم کریں +

کتاب کی ضخامت کے متعلق اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ چار یا پانچ سو صفحے تک ہوگی۔ اور یہ صفحات کئی حصوں میں منقسم ہوں گے، جن کا پہلا حصہ شائع ہو کر ناظرین کے سامنے موجود ہے +

انگریزی کتاب پر شاید سات آٹھ روپے لاگت آئے اور اُردو نسخہ پر پانچ روپے تک۔ وما توفیقی الا باللہ + خادم خواجہ کمال الدین عفی عنہ

نبوت کا ظہور اتم

المعروف بہ

نبیٔ کامل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شہرۂ آفاق تصنیف دی آئیڈیل پرافٹ کا سلیس اردو ترجمہ مع مقدمہ و دیباچہ کتاب

حضرت خواجہ صاحب کی خدمات اسلام جو آپ نے محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے بلاد مغرب میں انجام دی ہیں وہ کسی تشریح یا تعارف کی محتاج نہیں ہیں مسلم اور غیر مسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ نے اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہترین پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی حتمی طور پر ازالہ کر دیا ہے جو دشمنان اسلام نے سرور کائنات کی مقدس شخصیت کے متعلق مغرب میں پھیلا رکھی تھیں۔ آپ کو تصنیف تبلیغ و اشاعت کا تجربہ ہے بلکہ اکابر و مشاہیر انگلستان سے تبادلۂ خیالات کرنے اور ان کی تقاریر سننے کے مواقع بھی بیش از بیش ملے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو تحریر بھی آپ کے قلم سے نکلتی ہے۔ وہ نہ صرف عالمانہ اور محققانہ ہوتی ہے بلکہ وسعت و پختگی خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تشفی کا سامان بھی رکھتی ہے۔ جو لوگ آپ کی تصانیف کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے خواجہ صاحب کو اظہار مطالب کے لئے غیر معمولی لیاقت عطا فرمائی ہے۔ نیز آپ کا اسلوب بیان اس درجہ مدلل اور دلپذیر ہوتا ہے۔ کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

مندرجہ بالا کتاب میں ان تمام خوبیوں کے علاوہ دو خصوصیات اور بھی ہیں اول تو یہ کہ باعتبار نوعیت مضامین و ندرت خیالات و جذب اسلوب اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان ہر جگہ منشیانہ کی جان اور نظم کا دین و ایمان ہے۔ بالکل اچھوتا اور نرالا ہے۔ اور یہی صفت ہے جس نے اس نثر کی کتاب کو نظم کی طرح دلکش و رنگین بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کو ہر پہلو سے جو ممکن العقل ہو سکتا ہے بنی نوع آدم کے لئے اسوۂ کامل ثابت کیا گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ اول سے آخر تک کوئی لفظ محض جذبات پرستی کے ماتحت نہیں لکھا گیا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ تاریخی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں سے نہایت صحیح اور مستند ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قدم قدم پر مغربی مصنفین اور دشمنان دین کی تاویلات و تلبیسات کا دامن چاک کر دیا ہے ان کی فرو گذاشتوں کا جواب شافی موجود ہے علاوہ بریں جو خیالات باطل ان کی تحریرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں ان کا تدارک ہر سطر میں موجود ہے۔

سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر آنحضرت صلعم کی خوبیوں کو خوب عنوان سے نمایاں کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم ۔۔۔ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اس کتاب کے مطالعہ سے ہر ذی فہم پر روشن ہو جائیگا کہ جو ارفع خصائل ایک آدمی کے لئے ممکن الحصول ہو سکتی ہیں۔ وہ سب کے سب بدرجہ اتم آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں موجود تھے گویا یہ کتاب غیر مسلم کے لئے تحفہ بے نظیر ہے اور مسلم کے لئے شمع ہدایت ہے۔

کتاب زیر طباعت ہے۔

فرمائش بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہیئے

جلد ۱۰ [illegible]

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیرِ ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان

چھپکر

خواجہ عبدالغنی پبلشر

نے

برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا



DECLARATION FORM

I, Mary Najda Bromley, do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt Islam as my religion; that I worship One and only Allah (God) alone; that I believe Muhammad to be His messenger and servant; that I respect equally all prophets—Abraham, Moses, Jesus, etc.; that I will live a Muslim life by the help of Allah.

La ilaha illa 'llah
Muhammadun Rasūlu 'l Lah.

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

میں اُن برادران اسلام کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ جنہوں نے میری اس اپیل پر توجہ فرمائی۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ جب تک اس مستقل فنڈ کے مفاد مشن کے اخراجات کے معتد بہ حصے کے کفیل نہ ہو جائیں۔ تب تک مشن مالی مشکلات سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مشکل امر نہیں میری اپیل پر حضرت نواب صاحب والئی منگرول نے بیس ہزار روپیہ کا عطیہ عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ اس حصہ کے شامل کرنے پر یہ فنڈ پینسٹھ ہزار کے اوپر ہو گیا ہے۔

یہ رقم لائڈ بنک میں بصورت فکسڈ ڈیپازٹ ما سیونگ بنک میں جمع ہوتی ہے۔ اور آج اس وقت اس کی آمد قریباً تین صدر روپیہ مشن کو دی گئی یعنی شمولیت عطیہ نواب صاحب ممدوح

ایک اور گرانقدر مستقل امداد

سب سے اولی تو میں اُن اپنے عزیزوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ۔۔ے وقت میرا ہاتھ بٹایا۔ اُن میں سے خانصاحب شیخ محمد اسمٰعیل جنرل مرچنٹ راولپنڈی خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری مشن اور خواجہ عبدالمجید صاحب اور عملہ مشن خاص کر قابل شکریہ ہیں سان سب سے بڑھ کر وہ میرے قدیمی دوست قابل شکریہ ہیں جنہوں نے اس معاملہ میں خاص طور پر حصہ لیا ہے۔ اور جن کے نام نامی کو اُن کی منشاء کے خلاف میں یہاں ۔۔ ظاہر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی وجہ سے میں اس محسن کا بھی ابھی تک نام لینا پسند نہیں کرتا۔ جنہوں نے اس آڑے وقت دریا دلی سے امداد فرمائی۔ آپ نے ایک صد پونڈ تو مسجد ووکنگ کے بیرونی دروازہ کے بننے کے لئے عنایت فرمایا اور ایک صد پونڈ کا موجودہ ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے متعلق وعدہ دیا۔ اور ایک ہزار روپیہ کی مستقل طور سے سالانہ امداد کا وعدہ بھی دیا۔ ۔۔۔۔۔۔ اس مشن کو آئندہ میری ذات سے وہ تعلق نہ ہو گا۔ جو اب تک رہا ہے۔ یہ باضابطہ ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ ذیل میں تین اُن غیر احمدی اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مشن کا ٹرسٹی یا مینجنگ کمیٹی کا ممبر ہونا قبول فرما لیا ہے۔ اِن میں سے صرف دو اصحاب

کی طرف سے منظوری کی اطلاع نہیں ہوئی۔ اور یہی اصل وجہ ہے۔ کہ ٹرسٹ ڈیڈ کے رجسٹر ہونے میں دیر ہوئی ہے۔ اُن اصحاب کے نام نامی یہ ہیں۔ لارڈ ہیڈلے۔ بالقابہ سر عباس علی بیگ منسٹر ریاست بڑودہ۔ سر محمد شفیع صاحب بیرسٹر لاہور خانصاحب بدرالدین صاحب خلف الصدق نواب صاحب منگرول۔ خان بہادر غلام صمدانی صاحب افسر مال ضلع پشاور۔ حکیم جمیل خانصاحب خلف الصدق مسیح الملک جناب حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم۔ میاں احسان الحق صاحب سسشن جج کیمبل پور۔ میجر شمس الدین صاحب سیکرٹری ریاست بہاولپور خانصاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب جنرل مرچنٹ پنڈی۔ آنریبل سر عبدالکریم صاحب غزنوی۔ کلکتہ۔ نواب واجد علی خانصاحب رئیس کراٹیہ۔ مشرقی بنگال۔

ضروری اطلاع

اس رسالہ میں بھی ۸ صفحے زیادہ دیئے گئے ہیں۔ تاکہ رسالہ فروری مارچ کی کمی پوری ہو۔

ان اوراق میں ۴۲ صفحہ کتاب تمدن اسلام کے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہ مضمون بہت سی لائبریریوں میں مفت جاوے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہمارے احباب اس رسالہ کی خریداری کے بڑھانے میں کوشش فرمائیں۔ اس کتاب کے مضامین سے واقف ہونا اور اس کی اشاعت کرنا ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے۔

مینیجر رسالہ

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۰ء — **فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام** — ۰۰ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آیندہ انتظام سے متعلق ضروری اطلاع	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۱۱۱
۲	شذرات		
	ایک انگریز خاتون کا قبول اسلام	از مترجم	۱۱۲
۳	ہولناک آتش زدگی کی ابتدائی چنگاریاں	"	۱۱۲
۴	علم الہیئت اور بائیبل	"	۱۱۵
۵	جاپان میں مسجد	"	۱۱۶
۶	وہ عقاید جن کی تلقین جناب مسیح نے نہیں فرمائی	"	۱۱۷
۷	امریکہ کا غیر موثر حکم امتناعی اور امتیاز بین الامور	"	۱۱۸ الف
۸	دنیا میں دور امن وامان قائم کرنے کی کوشش	"	۱۱۸-د
۹	گوشوارہ آمد وخرچ مسلم مشن ووکنگ	"	۱۱۸-ہ
۱۰	منظوم گذارش احوال واقعی — اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۱۱۹
۱۱	کیا بائیبل فی الواقع خدا کا کلام ہے ؟	از مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ	۱۲۹
۱۲	ایک گھنٹہ میں بائیبل کے تیرہ صد قطع دیرینہ نسخوں کی فروخت	"	۱۳۱
۱۳	کیا قرآن مجید خدا کا کلام ہے	"	۱۳۵
۱۴	تمدن اسلام	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۱۳۶

ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آیندہ انتظام سے متعلق ضروری اطلاع

میں نے اس سے پہلے اعلان کیا تھا۔ کہ میں نے مسلم مشن ووکنگ کو آیندہ کیلئے ایک غیر فرقی ٹرسٹ کے حوالے کرنا تجویز کیا ہے جو مشن اور مشن کے متعلق کل امور کا مالک ہوگا۔ اس سے پہلے مشن کا انتظام مالی وغیرہ اور اس کا آمد وخرچ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں تھا اب تجویز بالا کے مطابق انجمن مذکور نے مشن اور متعلقہ مشن کے انتظام کو واپس کر دیا ہے۔ لہٰذا معاونین مشن اور اشاعت اسلام میں دلچسپی لینے والوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ آیندہ جو زر امداد ووکنگ مشن کے لئے یا مشن ہذا کی معرفت اشاعت اسلام کیلئے بھیجنا چاہیں وہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ براندرتھ روڈ لاہور کے نام بھیج دیں اور کسی کے نام نہ بھیجیں حسب معمول قدیم یہ روپیہ رسالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوگا۔ اور ہر ایک رقم کی رسید باضابطہ معطی صاحب کی خدمت میں پہنچیگی۔ نئے ٹرسٹ کا ڈیڈ تو حسب اعلان سابقہ سال کے اخیر رجسٹر ہو جاتا اور اس سال کل کاروبار نئے ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ لیکن انجمن کے اس فیصلہ کے بعد جو اخیر میں ہوا۔ مجوزہ ٹرسٹیوں میں تغیر وتبدل کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ بنابریں بعض نئے ٹرسٹی تجویز ہو کر ان کے نام برغرض منظوری دیگر مجوزہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ جن کی منظوری آنے پر ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹر ہو جائیگا۔ اور اسمیں شاید چند ہفتے اور لگ جائیں۔ اخیر میں پھر دوبارہ عرض ہے۔ کہ آج کے بعد ووکنگ مشن کی امداد یا بذریعہ مشن ہذا اشاعت اسلام کی خاطر جو اصحاب زر امداد بھیجیں۔ وہ بجز فنانشل سکرٹری نہ تو انجمن اور نہ کسی اور کی معرفت بھیجیں +

خادم خواجہ کمال الدین

عزیز منزل ۔ براندرتھ روڈ لاہور

۱۱ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

ووکنگ مشن کا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے کوئی تعلق نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء نمبر ۴

شذرات

تشریح تصویر } اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ میری نجدہ بریری کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے جس کا اعلان اسلام ذیل میں درج ہے:-

ایک انگریز خاتون کا قبول اسلام

میں میری نجدہ بریری ایمان اور خلوص کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتی ہوں۔ کہ میں نے بطیب خاطر برضا و رغبت خود، بلا جبر و اکراہ مذہب اسلام قبول کیا ہے۔ اور اس کی رو سے آئندہ صرف ایک خدا کی پرستش کرونگی۔ اور حضرت ختمیت مآب سرور عالم محمد رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول یقین کرونگی۔ اور جملہ انبیاء مثلاً ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یکساں عزت کرونگی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک سچے مسلمان کی سی زندگی بسر کرونگی +

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہولناک آتش زدگی کی ابتدائی چنگاریاں | کسی گزشتہ نمبر کی اشاعت میں ہم نے اس مسئلہ پر کہ بائبل (مروجہ) خدا تعالیٰ کا الہام ہے یا نہیں کسی قدر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا

دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ ڈیلی میل مورخہ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء میں ایک مضمون نگار نے اپنے مضمون بعنوان "بائبل پر اعتراضات" میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ بہت حد تک ہمارے افکار و نتائج سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور اُن سے ہمارے دعاوی کی تائید ہوتی ہے۔ اور وہ ہماری اس پیش بندی کے بھی مصدق ہیں۔ کہ پادری لیسی نے **بائبل** کے بیانات کی غیر واقعیت اور عدم صحت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ درحقیقت اس عظیم الشان آتش زدگی کی ابتدائی چنگاریاں ہیں۔ جو کلیسائیت کے قصر میں واقع ہونے والی ہے۔ یا اس خوفناک سیلاب کی چند ابتدائی موجیں ہیں جو اس عمارت کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر اپنے ساتھ بہا لیجائیگا۔ مضمون نگار مذکور نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ اس قدر دلچسپ ہیں۔ کہ ہم باوجود طوالت ان کو نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ کلیسیا میں تحریک جدیدہ کی تعلیمات اور مسلمات کا ذکر کرتے ہوئے۔ یہ صاحب رقمطراز ہیں۔ "کہ مسیح کے ایک باکرہ سے پیدا ہونے تیسرے دن اسی جسم کے ساتھ جی اُٹھنے۔ بمعہ جسم آسمان پر چڑھ جانے کے عقاید تو مدت ہوئی رخصت ہو چکے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ عہد قدیم کے کل معجزات بھی۔ لیکن اب معمولی معجزات بھی مدار یقین نہیں ہیں۔ اور ڈاکٹر بارنز اور ڈین انجی دونوں بزرگ یہی تلقین کر رہے ہیں۔ کہ ان پر ایمان لانا ایک مسیحی کے لئے ضروری نہیں ہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "تو کیا یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ بائبل کے فلاں فلاں مقامات یا تو تمثیلی رنگ میں ہیں۔ یا غیر واقعی ہیں۔ لوگ بائبل کو مذہبی زاویۂ نگاہ سے پڑھتے رہینگے؟ اندریں حالات کیا ضرورت ہے۔ کہ ہمارے مذہب کے علمبردار اور عہدیدار گرجوں میں کھڑے ہو کر مسیح کی معجزانہ پیدائش یا موت کے متعلق لمبے چوڑے وعظ کیا کریں۔ جب کہ بعد چندے وہ انہی گرجوں میں۔ یہ اعلان کرنے پر مجبور ہونگے۔ کہ جو کچھ انہوں نے اب تک بطور معتقدات مذہب بیان کیا ہے۔ وہ سب غلط ہے اس سے تو یہی بہتر ہے۔ کہ ہمارے پادری بجائے انجیل کا وعظ کرنے کے **محمد** (صلعم) یا **کنفیوشس** کی تعلیمات پیش کر دیا کریں۔ کیونکہ آئندہ چل کر ان کی تردید کی ضرورت تو نہ ہوگی۔ بہر کیف ہمیں ایسی کلیسیا کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ جس کی بنیاد ہی جھوٹی روایات پر ہو"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "اگر یہ نئی جماعت جو تحریک جدیدہ کے ماتحت بنی ہے۔ عقاید کے لحاظ سے **یونی ٹیرین** ہو تو بھی غنیمت ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ تو معلوم ہو جائیگا کہ ہم ہیں کہاں؟ اور ہمارا مسلک کیا ہے؟ بعض لوگ تحریک جدیدہ کے عقاید کو یونی ٹیرین عقاید سے جدا نہیں کر سکتے۔ جو آج سے ایک صدی قبل انگلستان میں عام

طور پر مُرَوَّج تھے۔ موجودہ لوگ تحریک جدیدہ کے حامیوں کی پوزیشن سمجھنے سے سراسر قاصر ہیں۔ کیونکہ ہر سمجھدار آدمی
یہ سمجھ سکتا ہے کہ ایک انسان جس بات پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اُسے بطور عقاید مذہبی کس طرح پیش کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو
اس کیتھولک چرچ کا رکن کس طرح قرار دے سکتا ہے جس میں وہ عقاید مذہب کی روح رواں تسلیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن
ہو یہ استدلال بعض لوگوں کو بڑا زوردار معلوم ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں سر مو غلط بیانی یا دروغ کو راہ نہیں ہے۔
جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ وہ منطقی طور پر بالکل صحیح ہے۔ اور تحریک جدیدہ کے حامیوں کے دوستوں یعنی مہربان
معترضین کی نظر میں بھی یہ تحریک **یونی ٹیریزم** یعنی مسیحیت کے اُس فرقہ کی چھوٹی بہن معلوم ہوتی ہے۔ جو مسیح کو
محض انسان تسلیم کرتا ہے۔ اور خدا کو واحد بتاتا ہے۔ یعنی تثلیث تجسم اور کفارہ ان تینوں عظیم الشان عقاید سے انکار
کرتا ہے +

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ڈاکٹر بارنز اور ڈین انج دونوں عشاء ربانی میں شرکت کرتے ہیں
(عشاء ربانی ایک اہم کلیسائی رسم مذہبی ہے) لیکن وہ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس یادگاری دعوت میں جناب مسیح روحانی
طور پر موجود ہوتے ہیں۔ یا اس ضیافت میں جو نعمت میز پر رکھی جاتی ہے۔ اور اس کے جسم اور خون میں متبدل ہو جاتی ہے لیکن
انصاف کی رُو سے تو ان لوگوں کو اس قسم کی تمام کلیسائی رسموں سے محترز رہنا چاہئے۔ کیونکہ اگر ان کا بس چلے تو
یہ لوگ ان رسموں کی ہیئت کا یا پلٹ کر رکھ دیں۔ بیشک بپتائیس کے فیصلے عنقریب مردود قرار دیئے جائیں گے
اور پادری لوگ جو برکت دیتے ہیں۔ وہ بھی بہتوں کی نظر میں پسندیدہ فعل نہیں رہا ہے۔ بلکہ وہ زمانہ جلد آجائیگا۔
کہ کلیسائی پادریوں کی ایک جماعت بائبل کی کتابوں خصوصاً انجیلی رسالوں اور خطوط کو از سرنو ترتیب
دیگی۔ اور جس قدر خوارق عادت و معجزات اُن میں مرقوم ہیں سب کو کتر بیونت کے رکھ دیگی۔ اور "عشاء ربانی"
محض ایک یادگاری عبادت رہجائیگی جس میں تقدس مذہبی کی شان مطلق نہ ہوگی۔ اور یہی ڈاکٹر بارنز کی دلی خواہش ہے
کیونکہ وہ کہا کرتے ہیں کہ اس بات کا کوئی سائنٹیفک ثبوت نہیں ہے۔ کہ مسیح اس کلیسائی شرکت میں بنفس نفیس
شریک ہوتا ہے لیکن مجھے تعجب ہے کہ ڈاکٹر موصوف بات بات میں سائنٹیفک ثبوت مانگتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایمان کیلئے
اس قسم کے ثبوت کی ضرورت ہو تو کوئی شخص خدا پر بھی ایمان نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ خدا کی ہستی کا بھی
تو کوئی سائنٹیفک ثبوت نہیں دیا جاسکتا +

علم الحیات اور بائبل باطل عقائد اگرچہ ہمیشہ کسی مذہبی کتاب ہی پر مبنی ہوتے ہیں لیکن اگر روایات متعلقہ اور رواج مستمرہ کی وجہ سے ان میں شانِ تقدس پیدا ہو جائے تو نفس الحقیقت بہت تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ تعلیم یافتہ طبقہ تو اب اسکی پروا نہیں کرتا۔ کہ فلاں سائنٹیفک مسئلہ پر فلاں مذہبی کتاب کا فتویٰ کیا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو یہ بات معلوم کرنی ہو۔ کہ عقل و حکمت کے معاملہ میں کلیسائی مسیحیت کس حد تک تنگدلی اور تعصب کا مظاہرہ کر سکتی ہے۔ تو اُسے اُس صورت حال کا معائنہ کرنا چاہئے۔ جو حال ہی میں بمقام برنگھم واقع ریاستہائے متحدہ امریکہ پیدا ہوئی۔ جبکہ ہاورڈ کالج (جو کہ بیپٹسٹ فرقہ کا قائم کردہ ہے) کے ایک پروفیسر علم الحیوۃ کو جن کا نام نامی ڈاکٹر ایچ سی ڈے ہے کارکنان کلیسیاء کی طرف سے اس مضمون کی چٹھی موصول ہوئی۔ کہ آپ براہ کرم کالج سے استعفےٰ دیدیجئے۔ کیونکہ اُن عقائد کی تسلیم دیتے ہیں۔ جو مسیحی مذہب کے خلاف ہیں یعنی آپ اپنے طلباء کو یہ تلقین کرتے ہیں۔ کہ نوح کی کشتی اور یونسؑ کا واقعہ جس طرح بائبل میں مذکور ہے لائق اعتماد نہیں ہے +

اس واقعہ کو پڑھ کر ہمیں منکی ٹرائیل یاد آگیا یعنے جبکہ پروفیسر اسکوپ پر سرعدالت یہ الزام لگایا گیا تھا۔ کہ یہ استاد اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ بندر اور دیگر حیوانات انسان کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ پروفیسر ڈے کا قصور صرف اتنا ہے۔ کہ انہوں نے طلباء سے صاف لفظوں میں یہ بات کہدی۔ کہ وہیل کا حلق اتنا چھوٹا ہوتا ہے۔ کہ وہ انسان کو نگل ہی نہیں سکتی۔ اور نوح کیلئے اس قدر بڑا جہاز بنا لینا اس زمانہ میں قطعی ناممکن تھا۔ کہ وہ دنیا جہاں کے حیوانات اس میں ٹھہرا سکیں کیونکہ اس زمانہ میں تو لوگوں کو چھوٹی سی کشتی بھی بنانی نہیں آتی تھی +

اصل بات یہ ہے۔ کہ بائبل نے اس جگہ بھی (کیونکہ وہ انسانی محدود اور ناقص دماغ کی اختراع ہے) غلطی کی ہے۔ کہ طوفان نوح کو عالمگیر قرار دیدیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "اور دیکھ میں زمین پر پانی کا طوفان لاتا ہوں۔ کہ ہر ایک جسم کو جسمیں زندگی کا دم ہے۔ آسمان کے نیچے سے مٹا ڈالوں اور سب جو زمین پر ہیں مر جائیں گے" (پیدائش باب ۶ ورس ۱۷)

بہر حال قرآن کریم نے حسب معمول بائبل کی اس غلطی کی بھی اصلاح کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ یہ طوفان صرف

قوم نوحؑ تک محدود تھا۔ اور اسی قوم کی اصلاح کے لئے نوحؑ مبعوث ہوئے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں :۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

ترجمہ: پس لوگوں نے اُن (نوحؑ) کو جھٹلایا، تو ہم نے ان کو اور اُن لوگوں کو جو کشتی میں اُن کے ساتھ (سوار) تھے نجات دی۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا (ان کو) ہم نے غرق کر دیا۔

اسی طرح قرآن کریم یونسؑ کے معاملہ میں بائبل کے بیان کی تردید اور اصلاح کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ مچھلی نے یونسؑ کو سالم نہیں نگلا تھا۔ جیسا کہ آیت میں لکھا ہے :۔ فالتقمه الحوت وهو مليم۔ پس مچھلی نے اپنے منہ سے پکڑ کر اُسے کھینچا جبکہ اس نے وہ کیا جسکے لئے اس پر الزام لگایا گیا تھا (۱۴۲:۳۷)

فی الجملہ بیچارے پروفیسر پر ایک اور نوجوان مسٹر گیل مین نے بھی جو مدرسہ الہیات کے ایک ہونہار طالب علم معلوم ہوتے ہیں اعتراضات کی بوچھاڑ کی ہے۔ اور آخر میں بائبل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی ہے کہ پروفیسر مذکور کو راہ راست دکھائے۔

بہرحال ہم یہ بات علی الاعلان کہے دیتے ہیں۔ کہ جب تک لوگ اس حقیقت پر ایمان نہیں لائیں گے۔ کہ اصلی بائبل ضائع ہو چکی ہے۔ اس وقت تک قدیم اور جدید خیالات کے متبعین میں آئے دن اسی قسم کے تنازعات برپا ہوتے رہینگے۔ موجودہ قلمی نسخوں میں باہمدگر اس قدر شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کہ ہم بسا اوقات یہ معلوم ہی نہیں کر سکتے۔ کہ کونسا نسخہ اقرب الی الصواب ہے۔ ان حالات میں اولڈ ٹیسٹمنٹ یا دوسرے نوشتوں کا بائبل کے الہامی کتاب ہونے کے متعلق کسی کے ساتھ مباحثہ کرنا بالکل بے سود ہے۔ اور جو لوگ یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں صحت الفاظ سے غرض نہیں۔ ہمارا مقصود تو تعلیم ہے جو ہم اس کتاب سے اگرچہ اس میں دروغ کی آمیزش ہو گئی ہے۔ اخذ کر سکتے ہیں۔ درحقیقت اپنے معتقدات اور مذہب دونوں کی جڑوں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ جب صاف پانی کا چشمہ (قرآن) موجود ہے۔ تو گدلے پانی (بائبل) پینے کی کسی کو کیا ضرورت ہے ؟

جاپان میں مسجد

جنگ عظیم سے بہت دنوں پہلے کا واقعہ ہے۔ جبکہ مرحوم پروفیسر محمد برکت اللہ نے جن کی یاد اب بھی ہمارے دلوں کو بےچین کرتی ہے۔ اور جن کا انتقال دو سال ہوئے بحالت جلاوطنی ہوا۔ جبکہ وہ ہندوستان اور اسلام کی خدمت میں مصروف تھے، مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کی تھی کہ سرزمین جاپان اسلامی تبلیغ و اشاعت کے لئے نہایت موزوں ملک ہے۔ پس اس سلسلہ میں یہ خبر نہایت ہمت افزا اور خوش آیند ہے کہ جاپان کے مسلمانوں نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کیلئے پہلا اور اہم قدم اُٹھا لیا ہے یعنی ہم بڑی خوشی کے ساتھ اپنے رسالہ کے ناظرین کو یہ خوشخبری سُنانی چاہتے ہیں۔ کہ ٹوکیو مسلم مسجد کمیٹی کے سکرٹری مسٹر ایس احمد ۱۰۴ ٹکایاماٹی ڈوری اکومی کوبی نے جو روئداد ہمارے پاس بھیجی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاپانی مسلمانوں نے ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اور یہ قدم جیساکہ اسلام کی تاریخ بتاتی ہے۔ ہمیشہ اسلامی تعلیمات کی اشاعت میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور آگے چلکر مسجد ہی تبلیغ دین کا مرکز بن جاتی ہے۔ مسٹر محمد آمین رامصری قونصل اس کمیٹی کے صدر منتخب کئے گئے ہیں +

یہ معلوم کرنا مسرت بخش بھی ہے۔ اور کمیٹی مذکورہ کے ارکان کی مستعدی پر ایک دلیل بھی کہ ان دو جلسوں میں جو ۲۰ ماہ اکتوبر اور ۳ ماہ نومبر ۱۹۲۹ء کو منعقد ہوئے۔ پانچہزار ین (سکہ جاپان) جمع ہوگیا ہے۔ اور اُمید ہے۔ کہ مصر اور ہندوستان کے مسلمان بھی فراخ حوصلگی کے ساتھ اس کار خیر میں حصہ لینگے +

جس وقت پچھتر ہزار ین جمع ہوجائینگے اس وقت تعمیر کا کام شروع کردیا جائیگا +

ہم اس تجویز کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور اس کی کامیابی کے لئے صمیم قلب سے دعا کرتے ہیں

وہ عقاید جن کی تلقین جناب مسیح نے نہیں فرمائی

مسیحیت میں پادریت کی بنیاد اس حقیقت کے اعتراف پر مبنی ہے۔ کہ جناب مسیح نے اپنی تعلیم ناقص حالت میں چھوڑی تھی۔ جیساکہ یوحنا کی انجیل ۱۶ : ۱۲ میں ان کا قول ان الفاظ میں مذکور ہے۔ "مجھے ابھی بہت سی باتیں تم سے کہنی ہیں۔ لیکن جب وہ یعنی صداقت کی روح آئیگی تو وہ تمھیں صداقت کی طرف متوجہ کریگی"۔ اور اسی انجیل (۱۴ : ۲۶) میں لکھا ہے "جناب مسیح نے فرمایا۔ کہ فارقلیط (جس کے معنے دراصل محمود ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کا لقب ہے) یعنی صداقت کی روح جس کو میرا باپ

میری تصدیق کے لئے بھیجیگا (چنانچہ قرآن کریم انبیائے ماسبق کا مُصدّق ہے) تمہیں تمام باتیں سکھائیگی۔ اور جو کچھ میں نے تلقین کی ہے۔ اسکی یاددہانی کریگی ۔" لہٰذا اپنی عملیت کی تشریح اور ان میں اضافہ کرنے کیلئے جناب مسیح نے اپنی الوہی طاقت کلیسیا کو تفویض کردی۔ خواہ اس سے پادریوں کا طبقہ مُراد لے لیجئے۔ اور اسی مفروضہ کی بناء پر کلیسیا کو نظام آسمانی، پوپ کو معصوم عن الخطاء اور پادریوں کو زمین پر خدائی شریعت کا علمبردار یقین کیا جاتا ہے لیکن سرعت کے ساتھ ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ جس وقت عوام الناس میں مزید اعتماد ذاتی اور اس حقیقت کا علم پیدا ہو جائیگا۔ کہ خدا اور بندے کے درمیان کوئی شفیع نہیں۔ یعنی کسی ایسی ہستی کی ضرورت نہیں جو اسے خدا سے ملائے۔ اس وقت کلیسیا اور پادریوں نے جو شانِ الوہیت اور خدائی اختیارات اپنے لئے خود ہی متعین کر لئے ہیں، ان کی بنیادیں ہل جائینگی۔ اور اسلام اور مسیحیت میں اس لحاظ سے اصولی فرق پایا جاتا ہے کیونکہ اسلام میں یہ خوبی ہے۔ کہ وہ اپنے متبعین میں سے ہر فرد کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اور آزادیٔ فکر و عمل عطا کرتا ہے بالمقابل مسیحیت انسان کو دوسروں کا دست نگر اور اخلاقاً غیر ذمہ دار بناتی ہے۔ اسلام میں پادریوں کی طرح کوئی جماعت موجود نہیں ہے +

مسیحیت میں پادریت کے قیام کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے چرچ ٹائمز نے جو انگلستان کے کیتھولک فرقہ کا آرگن ہے، جناب مسیح کی شخصیت کے دو پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سوال کے جواب میں " آیا جناب مسیح پیغمبر تھے،" وہ لکھتا ہے کہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ وہ تھے۔ یہ بات تو ٹھیک ہے آگے چلکر دوسرے سوال کے جواب میں "آیا وہ پادری بھی تھے" یہ اخبار رقمطراز ہے۔ کہ انہوں نے اپنے آپ کو کبھی پادری نہیں کہا یعنی پادری ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ اور اس اصطلاحی لفظ کی تعریف عبرانیوں کے نام پولوس کے خط" میں ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پادری وہ شخص ہے۔ جو خدائی باتوں کو تعلیم دینے کیلئے معین کیا جائے۔ اور گناہ کے عوض نذر و نیاز اور قربانی دے سکے۔ پس پادریت میں تین باتیں ہیں۔ اول پادری وہ ہے جسکو خدا کی طرف سے پروانہ تقرر حاصل ہوا ہو۔ وہ خود پادری نہیں بن سکتا۔ بلکہ مقرر ہوتا ہے۔ ثانیاً اس کے تقرر کا مقصد یہ ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان "واسطہ" کا کام دے یعنی انسان کو خدا سے ملائے۔ ثالثاً ملانے کا طریق نذر و نیاز اور چڑھاوا ہے۔ یہ وہ تین باتیں ہیں۔ جن کے یکجا ہونے سے ایک شخص پادری کا لقب اختیار کر سکتا ہے۔ اس کے اختیارات اسکی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد انسان کو خدا سے ملانا ہے۔ اور اس کا کام نذر و نیاز اور قربانی ہے۔ اور اسی خط میں لکھا ہے

کہ منجملہ ان باتوں کے جن کا یسوع مدعی ہے۔ پادریت کو دخل نہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ یسوع نے پادری ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ لیکن اس تعریف سے نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر وہ بات جس کا یسوع نے ذکر نہیں کیا غلط یا جھوٹی ہے؟ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے، تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ مسیحی مذہب کی جملہ تعلیمات، رسومات، ایمانیات یسوع کی تلقین کردہ ہیں، اور ان سب کا ماخذ اس کے اقوال صریحی ہیں۔ لیکن یہ وہ بات ہے۔ جسے کوئی مسیحی تسلیم نہیں کر سکتا۔ مثلاً یسوع کے خون کی بدولت گناہوں سے نجات کی تعلیم، خود یسوع کے الفاظ میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ عقیدہ تو پولوس نے کلیسیا کو سکھایا ہے۔ کیونکہ ہمارے خداوند نے یہ بات دوسروں پر چھوڑ دی۔ کہ وہ اس کے کاموں پر گواہی دیں۔ اور دنیا کو بتائیں۔ کہ وہ کون تھا، کیا تھا، اور کس لیئے اس دنیا میں آیا تھا؟ اور بنی نوع آدم کے حق میں اس کا وجود کس حد تک مفید ہے؟ اسی طرح ہمارے خداوند نے بچوں کا بپتسمہ، استحکام شرعی، تثلیث کا عقیدہ تحکمانہ جیسا کہ نائسین کریڈ (عقیدہ مرتبہ مجلس مذہبی منعقدہ بمقام نائس در ۳۲۵ء) میں تلقین کیا گیا ہے۔ یا خداوند کا دان متا تا وغیرہ وغیرہ ان میں سے کسی بات کی تلقین نہیں کی ہے۔ یعنی اس نے کبھی یا کہیں یہ نہیں کہا کہ تثلیث پر ایمان لاؤ۔ بچوں کو بپتسمہ دو یا خداوند کا دان متا تا۔ لیکن تمام مسیحی دنیا ان تمام باتوں (عقاید) کو راست اور صحیح تسلیم کرتی چلی آئی ہے۔ اور ان رسوم کو بمنزلہ فرض یقین کرتی ہے۔ اصلی بات یہ ہے۔ کہ ہمارا خداوند اپنے خون سے گناہوں سے نجات کا عقیدہ سکھانے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اپنی قربانی یا خون سے ہمیں گناہوں سے نجات دینے کیلئے آیا تھا۔ اگر اس نے اپنے آپ کو "پادری" نہیں کہا تو "پیغمبر" بھی تو نہیں کہا۔

ہمیں تو اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ کہ اغیار نے جناب مسیح کے نام سے بہت سے عقاید ان کے مذہب میں داخل کر دیئے کیونکہ اس زمانہ میں ایسا کرنا آسان تھا۔ تعجب ہے تو اس بات پر کہ اگرچہ ان کے عقائد کے متعلق ہر سمجھدار عیسائی یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ جناب مسیح کے تلقین کردہ نہیں ہیں لیکن ان کو اس طرح مانتے ہیں۔ گویا وہ خود انہوں ہی نے تلقین کیئے تھے۔ اس جگہ یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے انہی خود ساختہ عقاید کے خلاف زبردست احتجاج کیا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر **براؤن** سکرٹری بپٹسٹ یونین انگلستان ہمیں مطلق تعجب نہ ہوگا۔ اگر آئندہ دس سال کے بعد کلیسیا اس دنیا کے پردہ سے عنقا کی طرح ناپید ہو جائیگی۔ ڈاکٹر موصوف نے بحوالہ **ڈیلی نیوز** مجریہ ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء لکھا ہے۔ کہ کلیسیا کے شرکاء کی تعداد گذشتہ سال بقدر ۵۴۴۴ نفوس کم ہو گئی۔ اور سنڈے سکول کی حاضری میں گیارہ ہزار کی کمی واقع ہو گئی۔ بپٹسٹ کلیسیا کو چھوڑ کر دوسری کلیسیاؤں کا بھی یہی حال ہے۔ اسکی وجہ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں

یہ نہیں۔ کہ اب کلیسائیں بہت ہی زیادہ محترم ہوگئی ہیں۔ بلکہ اس روزافزوں کا باعث یہ ہے۔ کہ جسقدر عقاید جناب مسیح کے نام سے مروج ہیں۔ وہ اصلی نہیں ہیں۔ ان کے تلقین کردہ عقاید صرف اسلام ہی میں پائے جا سکتے ہیں۔ جنکی تعلیمات اس درجہ معقول ہیں۔ کہ اگرچہ اُن کی نشرواشاعت میں مادی ذرائع کو زیادہ دخل نہیں۔ تاہم لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی جاتی ہیں۔ اور ان کا ماخذ یعنی قرآن مجید جو خدا کی آخری وحی ہے آج بھی صحیح اور ہر قسم کے شکوک سے پاک صاف ہے الغرض پادریت جس نے انجیلی تعلیمات کے نقائص کو دور کرنے اور کمی کو پورا کرنے کا اجارہ لیا ہوا تھا اب روز بروز زوال پذیر ہو رہی ہے۔ اور انجام کار اس کی جگہ وہ الہام ربانی رائج ہو جائیگا۔ جس کا ماخذ اور منشاء قرآن مجید ہے۔ جو خدا کا سچا اور کامل الہام ہے +

امریکہ کا غیر مؤثر حکم امتناعی اور امتیاز بین الامور

دو لسٹیڈ ایکٹ کی حمایت اور مخالفت میں جس کا منشاء یہ ہے۔ کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں شراب کا استعمال ناجائز قرار دیا جائے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اگرچہ یہ اصول در اصل اسلامی تعلیمات کا طغرائے امتیاز ہے۔ اور اسی رُو سے نہ صرف مسلمانوں کی ذہنی اور تمدنی خوشحالی میں اضافہ ہوا ہے بلکہ بہت سے خاندان تباہ ہونے سے محفوظ رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے۔ اگر ان لوگوں کے دلائل کا مطالعہ کیا جائے جو اس قانون کے نفاذ کے خلاف ہیں۔ کہ یہ حکم امتناعی اگرچہ گزشتہ دس سال سے نافذ ہے۔ امریکن لوگوں کی زندگی میں کسی طرح بھی مؤثر ثابت نہیں ہوا۔ اور اگرچہ ہم نے ہمیشہ اسلامی تعلیمات کے اس تفوق پر جو مسیحی ممالک کے مقابلہ میں اسے حاصل ہے نیک نیتی کے ساتھ اظہار فخر و مباہات کیا ہے لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ وہ تمام اصول جن کی بنیاد حیات بعد الممات کے عقیدہ پر نہیں ہوتی۔ بلکہ محض دنیاوی خیالات پر ہوتی ہے انسانوں کی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور تجربہ ہوتا جاتا ہے لیکن ہمارے خیال کی تصدیق اس اصول کی عظمت میں کوئی کمی نہیں کرتی جو امریکہ میں آجکل بھی زیر آزمائش ہے۔ جو لوگ تمدنی امور میں مذہبی مداخلت کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ ان کو چاہئے۔ کہ اس تبدیلی پر غور کریں۔ جو آنحضرت صلعم نے نہ صرف اپنی قوم میں بلکہ کروڑوں انسانوں میں قرآن کی ایک آیت سے پیدا کردی جس میں شراب پینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ خواہ وہ کسی تعداد میں کیوں نہ ہو۔ اور اس کے بعد وہ وولسٹیڈ ایکٹ کی ناکامی پر نظر ڈالیں۔ کہ باوجود لاکھوں روپے صرف کرنے کے ابھی تک حکومت کو کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کے قابل ہے۔ کہ صرف مذہب یعنی ایمان بالغیب اور حیات بعد الممات پر ایمان رکھنے سے ہی ہم اپنی ادنیٰ خواہشات اور لذات کو جدا کرنے کے خیال پر فتح پا سکتے ہیں۔ جن قوانین میں حیات بعد الممات کا لحاظ نہیں ہوتا۔ وہ جسد بے روح کی مانند ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے لوگوں کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے۔ اور اس روحانی عنصر کی غیر موجودگی

کی وجہ سے ہی اقوام عالم اُن لوگوں کی تنگدلی پر فتح نہیں پا سکتیں جو اس حکم امتناعی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں اور اُن کی جدوجہد محض اس مغالطہ پر مبنی ہے۔ کہ کسی کو دوسرے کی شخصی آزادی میں دخل دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

جو انقلاب آنحضرت صلعم نے پیدا کیا وہ فوج پولیس یا روپیہ کے زور سے نہیں کیا بلکہ قرآن کی مدد سے ہوا تھا ہے۔ کہ شراب میں نقصان زیادہ ہے نفع کم ہے۔ اور ایک سوشل ریفارمر (تمدنی مصلح) کیلئے یہ بات ہمیشہ ایک معمہ رہیگی۔ کہ ان الفاظ نے کس طرح شراب کا استعمال بند کرا دیا۔ واضح ہو۔ کہ شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور شرابخوری قبل از اسلام کوئی عادت مذمومہ نہ تھی۔ جس طرح آج بھی اس بات کو بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ اور ان میں کوئی ٹمپرنس سوسائٹی (اعتدال قائم کرنیوالی مجلس) پائی جاتی تھی۔ یہودی اور عیسائی بھی اس علت میں گرفتار تھے۔ انسانی تجربہ بتاتا ہے۔ کہ تمام بُری عادتوں میں شرابخوری کا ترک کرا دینا سب سے زیادہ مشکل ہے لیکن قرآن کی ایک آیت نے اس اُمّ الخبائث کا نام صفحۂ عرب اور آگے چلکر عالم اسلام سے مٹا دیا۔ تاریخ عالم میں کسی ایسے حیرت انگیز انقلاب کی دوسری نظیر نہیں مل سکتی۔ جو اس قدر آسانی کے ساتھ عمل میں آیا ہو۔

ایوننگ نیوز مورخہ ۷ اینوری سنہ ۹۳ء میں اس قانون کے نتائج بدیں الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ شراب اب تک امریکہ کی ساری ریاستوں میں فروخت ہوتی ہے۔ اور صرف **نیویارک** میں ... ۲۵ سے زائد مقامات ایسے ہیں۔ جہاں خفیہ فروشی جاری ہے۔ ممانعت سے پہلے صرف .... امقامات ایسے تھے۔ گویا خفیہ فروشی اب ایک مستقل پیشہ اور تجارت بن گئی ہے اور اسمیں اس قدر نفع ہے۔ کہ وہاں کے بکھتی خدا سے چاہتے ہیں۔ کہ یہ حکم ہٹا لیا جاوے۔ اور اس سلسلہ میں ہزاروں ڈکیٹ ہو گئے ہیں۔ اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہے۔ اگرچہ شیکاگو میں قتل و غارت کا سلسلہ قائم ہے لیکن سرکاری آدمیوں نے بجائے مجرموں کو گرفتار کرنے کے سینکڑوں بیگناہوں کو قتل کر دیا۔ اور جیلخانے بھر دیئے ہیں۔ اور خفیہ فروشی کے اس قدر مقدمات عدالتوں میں دائر ہیں۔ کہ کام کرنا دشوار ہو گیا ہے۔ آجکل امریکہ میں ہر شخص کی زبان پر شراب ہی کا تذکرہ ہے۔ اور ہزاروں لڑکی لڑکے جو اس سے پہلے شراب کے متعلق کچھ گفت گو نہ کرتے تھے۔ اب اس معاملہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اور اب تک ستر اسی کروڑ روپیہ اس سلسلہ میں صرف ہو چکا ہے +

ہم تو یہی کہتے ہیں۔ کہ جب تک امریکہ میں کلیسیائی مذہب رسمی طور پر برسر اقتدار رہیگا۔ اس حکم کی یُوں ہی مٹی پلید ہوتی رہیگی۔ کیونکہ کلیسیا دین اور دنیا میں ہم آہنگی پیدا کرنا جانتی ہی نہیں۔ لوگوں کی

ذہنیت میں کامل انقلاب تو اُسی مذہب سے پیدا ہوسکتا ہے۔ جو جملہ انسانی ضروریات کا کفیل ہوسکے یعنی دین اور دنیا دونوں کو مربوط کرسکے۔ اور یہ کام صرف ایک ہی مذہب کرسکتا ہے۔ اور وہ اسلام ہے +

دُنیا میں دورِ امن و امان قائم کرنے کی کوشش

جبکہ ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں لندن میں مختلف یورپین طاقتوں کی بحری کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جسمیں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ بعض اہم مسائل پر جو متضاد پہلوؤں پر مبنی ہیں، بحث کی جائیگی۔ گویا "امن عام" کے قیام کے سلسلہ میں ایک نئی کوشش عمل میں آئیگی +

ہر شخص اور خصوصاً مسلمان اس کانفرنس کی کامیابی کا خواہشمند ہوگا۔ اگر کسی کانفرنس مذکور کے کسی نتیجہ پر اختلاف ہوگا تو اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ دہ شخص صلح کی بنیاد زیادہ مضبوط اور پائدار چاہتا ہے لیکن جب تک ضعیف اقوام کے حقوق کا لحاظ نہ کیا جائے اس قسم کی کانفرنسوں سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوسکتا۔ اور یہ نقص دراصل بہت اہم بات ہے، کیونکہ پیندے میں ذرا سا سوراخ ہو تو بڑے سے بڑا جہاز ڈوب سکتا ہے +

چنانچہ ہمارے سامنے مجلس **بین الاقوامی** مؤسسہ ۱۹۱۹ء کی مثال موجود ہے۔ جسے لوگ مجلس بین الاقوامی کے بجائے مجلس بین الاول یورپ سمجھتے ہیں۔ اور جب تک اس مجلس کی پالیسی پر نسلی امتیازات حکمران رہینگے اور جب تک اسکے فیصلے مختلف حکومتوں کی بری اور بحری طاقتوں کے لحاظ سے ہونگے۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہوسکتی اور جب تک بڑی اقوام کی حکومتیں، قومیت پرستی پر مبنی ہیں۔ اور جب تک وہ اپنی حقوق کو سب سے بالا سمجھینگی۔ اس وقت تک "صلح" یا امن کا دور پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر دنیا کے ایک حصہ میں جنگ ختم ہوگی۔ تو دوسرے حصہ میں شروع ہو جائیگی۔ اور یوں ہی ہوتا رہیگا مجلس مذکورہ کے ہنگامی پروپاگنڈا یا عارضی کوششوں سے بین الاقوامی صلح قائم نہیں ہوسکتی۔ اور کانفرنس یا جلسہ منعقد کرکے تو یہ بات قطعاً ناممکن ہے۔ ہاں قیام امن و امان کی ایک صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ اس اخلاقی فیصلہ کو قبول کیا جائے جو مذہبی خیالات پر مبنی ہو جس کی تعلیم یہ ہو کہ خدا واحد لاشریک ہے، اور تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں یعنے دنیا میں امن و امان اس وقت قائم ہوسکتا ہے جبکہ زبردست حکومتیں اپنے اپنے زوایائے نگاہ میں اخلاقی اعتمادی، اتفاقی اور مذہبی تبدیلی پیدا کردیں +

اس تبدیلی کے پیدا کرنے کے لئے اور یہ تبدیلی اُس قوم کا طغرائے خصوصی ہونا چاہئے جو قدرت کی طرف سے کمزور اقوام کی محافظ مقرر ہو، قرآن مجید نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔ کہ طاقتور اقوام کو لازم ہے۔ کہ زیردست اقوام کے نفوس، ملک اموال اور اسباب سے تعرض نہ کریں۔ ہاں ان کے ساتھ تجارت کریں۔ اور اسمیں جس قدر نفع ہو وہ جائز ہے یہی بات بھی ہے کہ

دنیا میں جسقدر مصائب اور مخاصمت پیدا ہوتے ہیں سب کی وجہ یہی ہے کہ طاقتور کمزور کا مال زبردستی ہڑپ کر جانا چاہتا ہے اور ایک کے دوسرے پر زیادتی کرنے کا سبب محض دنیاوی لالچ ہی ہوتا ہے اور یہ لالچ آجکل کی طاقتور اقوام میں "ماکیٹ" کے نام سے مشہور ہے اور قتل و غارت بھی جس کا نام جنگ و جدل ہوتا ہے۔ اسی حرص کا نتیجہ ہوتا ہے +

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب خلفائے راشدین کے عہد حکومت میں اسلامی حکومت کو وسعت حاصل ہوئی۔ تو خلفاء ہمیشہ اپنے گورنروں کو یہی تلقین کرتے تھے۔ کہ جو اقوام تمہارے زیر قیادت آجائیں یا جن سے دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ ان کے حقوق کا خیال رکھو۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے جبکہ آپ قریب الموت تھے فرمایا۔ "کہ میرے بعد جو شخص بھی خلیفہ ہو میں اُسے وصیت کرتا ہوں۔ کہ مفتوح اقوام کے حقوق کا خاص لحاظ رکھے اور اُن سے ان کی بساط سے زیادہ کام نہ لیا جائے" +

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو در ہندوستان از یکم جنوری تا ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	نقشہ نمبر	آمد رقم روپیہ	آنہ	پائی	تفصیل خرچ	نقشہ نمبر	خرچ رقم روپیہ	آنہ	پائی
آمد مشن ہندوستان	نمبر ۱	۱۳۴	-	-	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	نمبر ۳	۵	۰	۰
آمد اسلامک ریویو	نمبر ۲	۲۹۵	۸	۰	خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در انگلستان	۰	-	۰	۰
میزان	-	۴۲۹	-	۰	میزان	۰	۵	۰	۰

دستخط۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ ہندوستان یکم جنوری تا ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱/۳۰	۴۵۶	جناب عبدالحق صاحب گجرات	-	۰	۵
۶ ۱/۳۰	۴۵۷	" ابن اکبر صاحب پانگڈی	-	-	۲
"	۴۵۸	" عبدالشکور صاحب لاہور	-	۰	۱
"	۴۵۹	" عبدالحق صاحب گجرات	-	-	۵
۷ ۱/۳۰	۴۶۱	حضور نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۹
۸ ۱/۳۰	۴۶۲	" ڈاکٹر ایم۔ بی صدیقی صاحب کلکتہ	-	۰	۱۰
۱۳ ۱/۳۰	۴۶۴	جناب حاجی محسن صاحب رحیم یار خان	-	۰	۱۰
۱۴ ۱/۳۰	۴۶۵	صاحبزادہ سید نصراللہ شریف جگلور	-	۰	۲
		میزان	-	۰	۱۳۴

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان یکم جنوری تا ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۷ ۱/۳۰	۴۶۰	جناب سید سرمست حسین صاحب جھنگ	-	-	۱
۹ ۱/۳۰	۴۶۲	" ڈاکٹر ایم۔ اے صدیقی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
۱۱ ۱/۳۰	۴۶۳	حضور نواب حاجی حمیداللہ خان صاحب بہادر بھوپال دام اقبالہٗ	۰	۸	۴۹
۱۲ ۱/۳۰	۴۶۶	" ارشاد علی صاحب عدن	۰	-	۵
		قیمت اسلامک ریویو	-	-	۲۳۰

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ در ہندوستان

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۶ ۱/۳۰	۴۴۴ بل	واپسی رقم یعنی یہ رقم سوسائٹی کی تھی جو غلطی سے اسلامک ریویو میں جمع ہوئی۔ واپس سوسائٹی کو دیدی	۰	۰	۵
		میزان	۰	-	۵

نوٹ۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۳۰ء سے ۱۶ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء تک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے زیر اہتمام کام رہا۔ اسلئے یہ حساب علیحدہ شائع کیا گیا ہے (سکرٹری)

گوشوارہ آمد و خرچ اسلامک ریویو و ووکنگ مشن ٹرسٹ متعلقہ دفتر ہندوستان و انگلستان ۷ ابریل لغایت اخیر فروری سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	نمبر رسید	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر رسید	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	۱	۳	۱۵	۸۹۴۹	خرچ مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	۲	۳	۷	۳۰۸۲
		-	-	-	خرچ مشن و اسلامک ریویو در انگلستان	۳	۰	۱۰	۳۳۵۶
میزان		۳	۱۵	۸۹۴۹	میزان	۰	۳	۱	۶۴۳۹

خواجہ کمال الدین بانئے مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ لاہور

نقشہ ا تفصیل آمد مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ۷ جنوری لغایت اخیر فروری سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۷ ۱/۳	۱	جناب محمد عبدالواحد صاحب اجمیر	-	۰	۱۲
۲ ۱/۳	۸	" عبد علی صاحب بجنور - - -	۰	۰	۶
"	۹	" سید مقبول احمد صاحب بجنور - -	۰	-	۵
۱۰	۱۰	" صبیح الدین صاحب حیدر رہتک	-	-	۱
"	۱۱	" امیر حسن صاحب کاکوری .	۰	۰	۱
"	۱۲	فروخت قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب	۰	۴	۱۸۵
"	۱۳	جناب فضل الدین احمد صاحب اوجین ...	۰	۰	۵
۲۲	۱۹	" عبدالحمید صاحب ناگپور	-	-	۲
۲۳	۲۰	فروخت قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب	۰	۱۴	۱۸۶
۲۴	۲۱	جناب عطاء الرحمن صاحب پٹنہ - -	۰	۰	۶۵
۲۵	۲۳	امداد از مسلم بک سوسائٹی لاہور - -	۰	۰	۵
"	۲۴	جناب محبوب خان صاحب دھارواڑ	۰	۰	۱
۲۷	۲۹	جنابہ طاہرہ بی بی صاحبہ مالس گاؤں	۰	۰	۲
"	۳۰	جناب شوکت حسین صاحب مراد آباد	-	۰	۴
"	۳۲	" عبدالوہاب صاحب ... زکوٰۃ	-	-	۲
۲۹ ۱/۳	۳۵	Syed Mohd [illegible]	۰	۰	5
۳۰ ۱/۳	۴۱	جناب [illegible] صاحب [illegible]	۰	۰	۱
۳۱ ۱/۳	۴۲	" یو حاجی احمد صاحب رنگون	-	-	۶
۳ ۲/۳	۴۵	Dr. M. A[illegible] Burma			۸
"	۴۶	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۱۰
"	۴۹	" قلی خان صاحب - -	۰	-	۶۰
"	۵۰	" محمد اسلم خان صاحب مردان	-	-	۳۰
"	۵۱	" احمد خان صاحب راولپنڈی زکوٰۃ ..	۰	۰	۱۰
"	۵۲	" محمد نور غنی صاحب - - - -	۰	۱۰	۵
۵	۵۴	حضور نواب صاحب منگرول - - -	۰	۰	۹۹
"	۶۱	جناب ضیاء الدین احمد صاحب پشاور	-	۰	۳۰
۶ ۲/۳	۶۸	" خواجہ صلاح الدین محمود صاحب لاہور	-	۰	۷
"	۶۵	" منہاج الدین صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰
۸ ۲/۳	۷۳	" سید محبوب علی صاحب [illegible]			۲۴
"	۷۴	" ایم۔ اے۔ صوفی صاحب کلکتہ ..	-	-	۱۰
		معرفت [illegible]	-	۰	۱۰

نمبر رسید	تاریخ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹۱	۱۰ ۲/۳	قرضہ از مسلم لٹریری ٹرسٹ برائے ادائیگی تنخواہ ملازمین دفتر لاہور ...	۰	۰	۱۰۱۶
۹۲	"	چندہ ملازمین دفتر لاہور نومبر سنہ ۱۹۲۹ء	۳	۷	۱۰
"	"	پراویڈنٹ فنڈ ملازمین دفتر لاہور نومبر سنہ ۱۹۲۹ء	۰	۸	۷
"	"	بونس "		۱۱	۳
۹۳	"	چندہ ملازمین دفتر لاہور دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء	۹	۱۴	۱۳
"	"	پراویڈنٹ فنڈ " "	۰	۱۳	۹
"	"	بونس " "	۰	۱۳	۴
۹۴	"	چندہ ملازمین دفتر لاہور جنوری سنہ ۱۹۳۰ء	۹	۱۴	۱۳
"	"	پراویڈنٹ فنڈ " " "	-	۱۳	۹
"	"	بونس " " "	-	۱۳	۴
۹۶		حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	۰	۰	۲۰
۹۷		جنابہ والدہ صاحبہ خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	۰	۰	۲
۹۸		بنت حضرت خواجہ صاحب لاہور	۰	-	۱
۹۹		امداد از مسلم بک سوسائٹی "	۰	۰	۱۰
			-		
۱۰۰	۱۰ ۲/۳	از ریاست بھوپال نصف مشن نصف ریویو	-	۰	۳۰۰۰
۱۰۱	۱۰ ۲/۳	جناب محمد زکی صاحب جھانسی	۰	-	۲
۱۰۲	"	" کے ایچ نیاز صاحب [illegible]	-	-	۲
۱۱۰	"	" خان بہادر رجب علی [illegible] صاحب بہاولپور	-	-	۲۰
۱۱۱	"	" خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر لاہور	-	-	۱۰
۱۱۲	۱۱	جنابہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۲
۱۱۳	"	جناب شوکت حسین صاحب معرفت تقسیم ریویو	-	-	۱
۱۱۴	"	" عبدالفتاح صاحب کلکتہ ..	-	-	۵
۱۳۸	"	" صاحبزادہ عبدالصمد صاحب رامپور	-	-	۳۰
۱۱۵	۱۳ ۲/۳	" عبدالحکیم صاحب کالی ہاتھی ..	-	-	۵
۱۴۹	"	وصولی قرضہ بابت شیخ عبدالرحیم صاحب [illegible] ومشیر ہیں لاہور معرفت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب - -	-	۵	۶۷۱

عشرہ کے سرمایہ محفوظ میں جمع ہے - سکرٹری

نوٹ: ۷ اجنوری سنہ ۱۹۳۰ء سے مشن ووکنگ کا کوئی قرضہ ... اخراجات مسلم لاہور ... پہلا حساب ... شائع کیا جاتا ہے - سکرٹری

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن ووکنگ واسلامک ریویو ازا جنوری لغایت اخیر فروری ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۳ ۲/۳۰	۱۵۰	جناب چوہدری عبدالحق صاحب گجرات	-	-	۵
″	۱۵۲	″ غلام محمد صاحب دفتری لاہور	-	۴	-
″		″ محمد وارث خاں ملازم دفتر لاہور	۶	۶	۱
۱۴ ۲/۳۰	۱۵۳	″ سید مقبول احمد صاحب بجنور	-	-	۵
۱۶ ″	۱۷۴	″ فضل کریم صاحب رسولپور - زکوٰۃ	-	-	۱۰
″	۲۰۷	″ ظہیر الدین صاحب سینٹ پور عید فنڈ ووکنگ	-	-	۵
۱۸ ۲/۳۰	231	Dr. N. [illegible]	-	.	2
″	۲۳۲	″ محمد جان صاحب چنیوٹ زکوٰۃ	-	-	۱۰
″	۲۳۳	″ ″ بسم اللہ صاحب باندہ زکوٰۃ	-	-	۴
″	۲۳۴	″ ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور زکوٰۃ	-	-	۵
″	۲۳۵	″ یو حاجی احمد صاحب رنگون ″	-	-	۲۰
″	۲۳۶	″ علی محمد صاحب بکرم گنج - زکوٰۃ	-	-	۵۰
″	۲۳۷	″ عبدالحمید صاحب ناگپور	-	-	۲
۱۹ ″	۲۷۳	″ عبدالکریم صاحب ڈوھری	-	-	۶۰
۲۰ ″	۲۸۷	″ محمد نور غنی صاحب بہاولپور	-	۱۴	۷
۱۹ ۲/۳۰	۲۲۸	″ ارشاد علی عدن قیمت مفت تقسیم	-	-	۵
۲۱ ″	۳۰۶	″ محبوب خان صاحب سیلی	-	-	۱
″	۳۰۷	″ سید محمود صاحب بنگلور	.	-	۱
۲۲ ″	۳۰۸	″ کپتان ایم اے جعفری صاحب	-	-	۲۵
″	۳۲۰	جنابہ ظاہرہ بی بی صاحبہ بانس گاؤں	-	-	۲
″	۳۲۱	جناب محمد امیر حسن صاحب لکھنو کاکوری	-	-	۲
″	۳۲۲	″ انیس الحق صاحب آرہ - زکوٰۃ	-	-	۲۰
۲۲ ۲/۳۰	۳۲۳	جناب سید محمد سعید الحق صاحب پاسینگاؤں	-	-	۱۰۰
	۳۲۴	″ عبدالشہید خان صاحب پونا	-	-	۲۲
	۳۲۵	″ مس ایل آر خاں صاحب گوالیار	.	-	۱۵
۲۵ ۲/۳۰	۳۵۷	″ سید جواد علی صاحب گورکھپور	-	-	۵
″	۳۵۸	″ عبدالرشید خان صاحب کچھ بھج	-	-	۱۰۰
″	۳۵۹	″ فوندکار انور علی صاحب باریہ بنگال	-	-	۵
۲۶ ″	۳۶۳	منافع سالانہ فکسڈ ڈیپازٹ	-	-	۱۴۷
۲۷ ″	۳۸۲	جناب صبیح الدین صاحب دہلی	-	.	۱
″ ″	۳۸۳	″ کے بی محمد بدل اللہ مدراس	-	-	۱۰
″ ″	384	V. M. [illegible] Club	-	.	2
″	۳۸۵	واپسی امپرسٹ	.	-	۳۰۰
″	۳۸۶	واپسی پیشگی خلیفہ عبدالمجید صاحب	-	-	۵۰
″	۳۸۷	″ ″ از سفیر برائے سفر جموں	-	-	۱۰
۲۸ ″	۳۸۸	″ محمد [illegible] صاحب اوڑی	.	-	۱۲
۲۲ ۲/۳۰	۳۶۱	جنابہ والدہ صاحبہ عبدالحمید صاحب لاہور	-	.	۱
″	۳۶۲	لارا اینڈ کمپنی لاہور	.	.	۵
۲۸ ۲/۳۰	۳۸۹	جناب محبوب خان صاحب سیلی عید ووکنگ فنڈ	-	-	۷
″	340	Rahmatullah Burma Eid Celebration Fund	—	—	25
		Islamic Review Free Circulation	—	—	25
		قیمت اسلامک ریویو	۹	۱	۲۱۵۴
		کل میزان	۳	۱۵	۸۹۴۹

نقشہ ۲ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ واسلامک ریویو ۱ جنوری لغایت اخیر فروری ۱۹۳۰ء

بل نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
	ٹکٹ ماہ دسمبر، اسٹیشنری لیٹر، تار، رسید [illegible] کاربن پیپر، [illegible] ڈائری [illegible]	-	.	۲۰۴
۲ ″	تنخواہ عملہ ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۹ء	-	۱۱	۶۴۶
۳ ″	″ ″ ″ دسمبر ۱۹۲۹ء	-	۱۳	۷۲۱
۴ ″	″ ″ ″ جنوری ۱۹۳۰ء	-	۱۳	۷۲۱
۵ ″	″ وارث خاں محرر تحریک ریویو	-	-	۲۰
۶ ″	پیشگی سفر خرچ برائے سفر [illegible] جموں	-	-	۱۰
۷ ″	″ خلیفہ عبدالمجید صاحب برائے سفر امپور	-	-	۵۰
۸ ″	چندہ تار رجسٹرڈ کراچی	.	.	۱۵
۹ ″	پی سائز ٹکٹ بوری تالا وغیرہ	.	.	۱۰
۱۲	ٹکٹ	-	-	۲۰
۱۷	[illegible] بابت [illegible]	۹	۱۰	۲۸
۲۰	واپسی پراویڈنٹ فنڈ امانت محمد عمر مشن	-	-	۳۰
۲۱	اجرت دفتری بابت اپیل	۶	۱۰	۱۵
۲۲	[illegible] اشتہار ریویو [illegible]	.	-	۲۵
	کاغذ [illegible]	-	-	۵
	اجرت طبع [illegible] جنوری	-	۱۴	۳۰
	محصول ڈاک [illegible] اجرت کتابت [illegible] زکوٰۃ	.	.	۲۶
	سفر خرچ سفیر مشن بطرف بہاولپور	-	۱۵	۷۴
۳۴	سفر خرچ خلیفہ عبدالمجید صاحب شیخوپورہ	-	۱۵	۳
	بہاولپور	.	.	۴۰
	اسٹیشنری [illegible] ٹکٹ [illegible] خط [illegible]	-	۸	۵
۳۷	مہترانی بابت ماہ جنوری [illegible]	-	۱۰	۶
	۳۹ - لفافہ رجسٹری [illegible]			
	[illegible] ٹکٹ [illegible]	-	-	۴۰
	کاغذ [illegible]			
۴۳	ٹکٹ	-	-	۱۵
۴۴	بل سفر امپور خلیفہ عبدالمجید صاحب	-	۱۱	[illegible]
۴۵	″ متفرق	.	۱۰	۱۱
۴۶	بل سفر خرچ خواجہ عبدالغنی صاحب سرحد	۳	۵	۴۱
۴۷	بل ″ سفیر برائے سفر جموں	.	۲	۹
۴۸	بل سائز ۱۷/۹ تا ۹ ۱/۳۰	۹	۲	۸۰
۴۹	ٹکٹ	-	-	۲۰
	میزان	۳	۷	۳۰۸۲

ـــہ عدم گنجائش کی وجہ سے اگلے ماہ [illegible] تفصیل شائع [illegible]

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو در انگلستان ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء لغایت اخیر فروری سنہ ۱۹۳۰ء

روپیہ	آنہ	پائی	پونڈ	شلنگ	پنس	تفصیل	نمبر
			۳۷	۱۰	۶	طباعت اسلامک ریویو ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء	۱۳
۲۶۸۵	۵	۰	۶۷	۴	۴	سائر ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء	۱۴
			۱۰۰	۱۷	۹	〃 〃 نومبر سنہ ۱۹۲۹ء	۱۵
۶۷۱	۵	۰	۴۳	۱۰	-	تنخواہ عملہ اسلامیہ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء	۱۶
۳۳۵۶	۱۰	۰				میزان	

گوشوارہ آمد و خرچ ریزرو فنڈ از ۹ دسمبر لغایت اخیر فروری سنہ ۱۹۳۰ء

رقم خرچ روپیہ	آنہ	پائی	نمبر نقشہ	تفصیل خرچ	رقم آمد روپیہ	آنہ	پائی	نمبر نقشہ	تفصیل آمد
۱۵۲	۱۰		۲	خرچ	۵۳۳	۱۳	-	۱	آمد ریزرو فنڈ
۱۵۲	۱۰	۰	-	میزان	۵۳۳	۱۳	۰	-	میزان

خواجہ کمال الدین بانئ مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد ریزرو فنڈ مسلم مشن و ووکنگ ٹرسٹ از ۹ دسمبر ۱۹۲۹ء لغایت ۲۸ فروری سنہ ۱۹۳۰ء

Reserve Fund Woking Muslim Trust

تاریخ	نمبر	نام	پائی	آنہ	روپیہ
۹ ۱۲/۲۹	۱	جناب سید محفوظ الکریم صاحب بذریعہ ایصال نواب		.	۱۰
۱۰ 〃	۲	〃 عبدالرحیم خان صاحب مردان - زکوٰۃ	-	۱۲	۱۳
۳ ۱۲/۲۹	۳	〃 محمد جان صاحب چنیوٹ	-	-	۲۵
●	۴	〃 محمد سراج الحق صاحب گورکھپور	-	-	۵
۲۴ 〃	۵	〃 سید عبدالحلیم صاحب کالی ہائتی	-	۸	۵
۱۱ 〃	۶	〃 منظم علی صاحب کلکتہ		-	۱۰
۳ ۱/۳۰	7	M. Rahmatullah Sh Burma	-	4	50
۱۵ 〃	8	Rai Kyan Aung Rangoon Zakat	-	-	17
۶ ۱/۳۰	9	〃 ایس ایس احمد ساگر	.	.	۱۵
۱۲ ۱/۳۰	۱۰	〃 سکرٹری انجمن کمیٹی علی پی	.	.	۳
۱۱ ۱/۳۰	۱۱	Mohd Haroon Rangoon		.	5
۲۰ ۱/۳۰	۱۲	〃 ظہیر الدین صاحب سراج	.	.	۵
۲۲ ۱/۳۰	۱۳	〃 محمد ذکی صاحب جوہانس		۱۱	۲
۲۲ ۱/۳۰	۱۴	Mohd Wali Sh Upoh 203	.	4	13
۱۰ ۲/۳۰	۱۵	〃 خان بہادر حبیب علی خان صاحب بہاولپور		.	۶
۱۱ ۲/۳۰	۱۶	〃 سید عبدالحلیم صاحب کالی ہائتی		-	۸
۲۰ ۲/۳۰	۱۷	Yusuf Ahmed Sh Rangoon		.	50
	۱۸	〃 مختار سنگھ صاحب جون		.	۱

تاریخ	نمبر	نام	پائی	آنہ	روپیہ
۲۸ ۱۲/۳۰	۱۹	جناب شیخ محمد امین صاحب نیروں	-	.	۵
	۲۰	〃 منشی عطا محمد صاحب	-	.	۱
	۲۱	〃 عبدالحمید صاحب ڈائرکٹر جنرل اگریکلچر	-	-	۲۵
	۲۲	〃 مستری محمد دین صاحب	-	-	۵
	۲۳	〃 منشی طفیل احمد صاحب	.	-	۱
	۲۴	〃 مولوی غلام محمد صاحب	.	.	۱
	۲۵	〃 چوہدری عبدالرحمان صاحب	-	.	۱
	۲۶	〃 مستری یعقوب علی صاحب	-	.	۱
	۲۷	〃 خواجہ مقبول احمد صاحب	-	.	۱
	۲۸	〃 ماسٹر محمد خان صاحب	.	.	۵۵
	29	On behalf of Kustia muslims through Shamsuddin Ahmed	.	.	50
۲۲ ۲/۳۰	30	A. H. M. Abdul Haye Patna	.		50
	31	S. N. Keramat Constantinople	.	2	13
۲۸ 〃	32	S. A. Zafar Sh Rangoon (Zakat)	-	-	10
	33	Rai Kyan Aung Rangoon (Zakat)	-	8	2
	۳۴	محمد شریف ادری	.	-	۸
		میزان	۰	۱۳	۵۳۳

نقشہ ۲ تفصیل خرچ از ۹ دسمبر لغایت ۲۸ فروری سنہ ۱۹۳۰ء ریزرو فنڈ

روپیہ	آنہ	پائی	تفصیل	نمبر	تاریخ
۳۶	۲	۰	دفتری غلام محمد بنوائی اپیل و پیکٹ	۱	۲۲ ۱۲/۲۹
۶۳	۱۲	۰	اجرت چھپائی اپیل انگریزی دین پریس لاہور	۲	
۵۲	۱۲	۰	اجرت چھپائی رفیق عام پریس لاہور اپیل اردو	۳	
۱۵۲	۱۰		میزان		

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

موجودہ زمانہ میں تمام ارباب حل وعقد کا اس امر پر اتفاق ہوچکا ہے۔ کہ جب تک اس ملک کی دو بڑی قومیں یعنی ہندو اور مسلمان، ایک دوسرے کے قومی اور مذہبی جذبات کا پاس، اور ایک دوسرے کی اجتماعی اور انفرادی ضروریات کا لحاظ نہ کرینگے۔ اُس وقت تک نہ ہندوستان کے مصالح روبکار ہوسکتے ہیں۔ اور نہ ملکی مفاد میں ترقی ہوسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے۔ کہ عرصہ سے، ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کچھ ایسی نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ کہ جو مراعات وہ اچھوتوں اور چماروں یعنی ہندوستان کے ادنیٰ ترین طبقوں کے ساتھ روا رکھنے کو تیار ہیں، مسلمانوں کو اُن سے بھی محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور بعض کوتاہ اندیش، اور ناعاقبت بیں حضرات تو اُس دن کے منتظر ہیں، جب مسلمان بقول ایشاں، اپنا بوریا بدھنا سمیٹ کر، اُسی طرح ہندوستان کو خیرباد کہہ دیں گے جس طرح موروں نے اسپین کو کہہ دیا تھا۔ منصف مزاج لوگ جانتے ہیں کہ اس قسم کی باتوں سے باہمی کشمکش دن بدن بڑھتی جاتی ہے جو نہ صرف ہندوستان کو شاہراہ آزادی پر گامزن ہونے سے روکتی ہے۔ بلکہ خود یہاں کے باشندوں کے سیاسی اضمحلال کا موجب بنتی ہے۔ اور بن رہی ہے۔ اس خیال کو ہندو مسلمان دونوں اپنے دلوں سے نکال دیں کہ وہ ایک دوسرے کو تباہ کرسکتے ہیں یا کوئی قوم دوسرول سے تنگ آکر اس ملک کو چھوڑ دے گی، دونوں کو یہیں رہنا ہے اور یہیں مرنا ہے۔

بے شک مسلمان غفلت کی چادر تانے، سو رہے تھے۔ لیکن اب بیدار ہوگئے ہیں۔ حوادث زمانہ نے اُن کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور وہ اُس ایثار کو جس کے ساتھ قومی ترقی وابستہ ہے۔

مذہباً دوسروں سے زیادہ، اپنا شعار زندگی بنانا جانتے ہیں۔ حالات گذشتہ شاہد ہیں۔ کہ مسٹر گاندھی کی تحریک ترک موالات و عدم تعاون جس سرفروشی اور جانبازی کی متقاضی تھی، اُس کے اہل۔ زیادہ تر مسلمان ہی ثابت ہوئے۔

ہندوستان کی اِن دو بڑی قوموں میں سے، اگر ایک علم، دولت، اور تجارت میں بڑی ہوئی ہے تو دوسری میں وہ اولوالعزمی، جانفروشی اور قوت ایثار موجود ہے کہ جس دن یہ قوت ظہور پذیر ہوئی۔ تو پھر چاروں طرف مسلمان ہی مسلمان ہوں گے۔ اور سیاسی امور کی باگ انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن میں اس امر کو بھی ہندوستان کے حق میں مضرت رساں اور اس کی مجموعی فلاح میں حائل سمجھتا ہوں۔ ہماری بہبود تو اسی میں ہے۔ اور یہی ہماری کوشش ہونی چاہیئے کہ ہم لوگ باہم شیر و شکر ہو کر رہیں

آج کچھ سال پہلے جن مہاتماؤں نے ہندو مسلم اتحاد قائم کرنا چاہا، اور اس کوشش میں ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے، افسوس ہے کہ اُن کے پیش نظر ملکی مفاد نہ تھا بلکہ مخصوص قومی اغراض تھیں۔ اُنہوں نے یہ کوشش ہندوستانیوں کے فائدہ کے لئے نہیں کی بلکہ اپنی قوم کے لئے سیاسی قوت حاصل کرنے کے لئے۔ اور جب اُن کے زعم میں یہ بات اُنہیں حاصل ہو گئی تو مسلمانوں سے سلسلہ اتحاد ز رابطہ تعلقات منقطع کر دیا۔ اگر وہ بزرگ اپنے اس طریق عمل پر از سر نو، غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ مخالفت جو دن بدن ہندو مسلمانوں میں ترقی پر ہے۔ اُن کی ساری اغراض کو خاک میں ملا رہی ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی بنا پر ایک قوم دوسری قوم سے نفرت کرتی ہے؟ ہمارا قصور، جہاں تک ہم نے غور کیا، اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ ہم پیغمبر عربؐ (اَرْوَاحنا فِدَاہُ) کی اتباع اور اطاعت کو موجب سعادت یقین کرتے ہیں اور کسی "لال بیگ" کی پیروی نہیں کرتے۔ یہ ذہنیت بھی قابل داد ہے کہ ہمارے دوستوں کی نگاہ میں ایک چمار تو اس لئے قابل عزت ہے کہ اس کے نام پر لفظ "ہندو" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

لیکن ایک مسلمان محض اس لئے قابلِ نفرت ہے کہ اس کے وجود سے اُن کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ مگر واضح ہو کہ بالمقابل ایسی کوششیں بھی ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ جو اچھوتوں اور برائے نام ہندو اور غیر اچھوتوں میں وہ زبردست خلیج پیدا کر دیں گی۔ جس کی وسعت، ابھی ہندوؤں کی نظر سے پنہاں ہے۔ جن حالات و واقعات اور جس کوشش خاصہ نے اچھوتوں میں سے نمائندگان قوم پیدا کر کے اُن میں قوت مدافعت پیدا کر دی ہے، وہی کوشش ایک دن مردم شماری میں اُن کو، ہندو قوم سے الگ تھلگ، ایک مستقل قوم بنا کر دکھا دے گی۔ ایسی صورت میں ہمارے مہاتماؤں، کو اچھی طرح غور کر لینا چاہیئے کہ مسلمانوں سے قطع تعلق کر کے وہ کس قوت کے حصول کی فکر میں ہیں ؟ یا تو آیندہ مردم شماری میں، ورنہ دس بیس سال کے بعد، ہندوؤں کی تعداد مردم شماری کے رجسٹروں میں تیرہ چودہ کروڑ سے زیادہ نظر نہ آئے گی۔

غور طلب بات یہ نہیں کہ کس کس فرد کے نام پر لفظ "ہندو" کا اطلاق ہو سکتا ہے ؟ بلکہ یہ کہ کس قوم کے معتقدات یا اخلاقی زوایائے خیال یا مطامح نظر، ایسی قابلیت اور استعداد رکھتے ہیں کہ اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں کے صحیح جذبات قلبی کی آئینہ داری کر سکیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہندوؤں کے مختلف فرقوں میں اس قدر افتراق اور اختلاف ہے کہ ہندو مسلم میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا، آریہ سماجی بھائیوں کی طرح ہم بھی بُت شکن مشہور ہیں۔ لیکن جس عزت اور احترام کی نگاہ سے ہر مذہب کے بزرگ کو ہم دیکھتے ہیں، ایک آریہ ہندو بزرگوں کو اس طرح نہیں دیکھتا لہٰذا آریوں کے مقابلہ میں، مسلمان سناتن دھرمیوں سے اقرب اور نزدیک تر ہیں۔

ان اوراق میں ہم اس برگزیدہ ہستی کو ہندو بھائیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، جس نے ہندوستان کے مذاہب سے ہماری توجہ کو منعطف کر کے عرب کا حلقہ بگوش کر دیا۔ اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں ہے۔ کہ جس بین تعلیم یافتہ، صحیح الدماغ، خالی الذہن ہندو نے اِس محبوب ہستیؐ کے حالات کا مطالعہ کیا، بہر کیف اس کا گرویدہ ہو گیا۔ پس میں خلوص بھرے دل سے ہندو بزرگوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ شارع عربؐ کے سوانح حیات مندرجہ اوراق ہذا کو دیکھیں

اور پھر فیصلہ کریں۔ آیا ایسے قدسی نفس اور محبوب انسان کی پیروی کرنے میں ہم نے کوئی غلطی کی ہے ؟ مجھے تو یہاں تک یقین ہے کہ جب وہ اس بالا ترہستیؐ کے حالات کا مطالعہ کریں گے۔ تو ان کے دلوں میں اس کامل انسانؐ سے ایسی محبت پیدا ہو جائے گی جو اس نفرت کو یک لخت دور کر دے گی۔ جو اس وقت بدقسمتی سے ہندو مسلمانوں میں پائی جاتی۔

ان اوراق کا مطالعہ ایک اور وجہ سے بھی ہندو مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ ہر انسان کا نصب العین انفراداً یا اجتماعاً کامیابی ہی ہوا کرتا ہے، لیکن کامیابی چند مخصوص اخلاق حسنہ سے متصف ہونے پر منحصر ہے، جس شخص یا رہنما میں وہ اخلاق موجود ہوتے ہیں وہ کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ بلکہ حیرت انگیز طریق پر اور قلیل عرصہ میں وہ کچھ کر دکھاتا ہے۔ جو عام حالات میں ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ آپ شوق سے تمام دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ ہر ایک مذہبی بزرگ یا پیشوا کے سوانح حیات دیکھ لیں، لیکن صرف شارع عربؐ ہی ایسی ہستی آپ کو مل سکے گی جو، اُس مقصد عالیہ کی تکمیل کے بعد دنیا سے رخصت ہوئی جس کے لئے مبعوث ہوئی تھی۔ حضرات موسیٰؑ عیسیٰؑ زرتشت، رام چند، کرشن اور عارف باللہ گوتم بدھ، سب کے سب مسلم عقیدہ کے مطابق منجانب اللہ تھے۔ اور ہماری نگاہ میں لائق صد احترام ہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بعثت کے فرائض ادا کرنے میں انتہائی کوشش سے کام لیا، لیکن زمانہ نے اُنہیں اُن کی زندگی میں کامیابی تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ بعض تو اس کی حسرت ہی لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ دوسری طرف سرور کائناتؐ کی زندگی پر غور کیجئے۔ آپؐ کی راہ میں وہ مشکلات حائل تھیں۔ جن کا عشر عشیر بھی دوسروں کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ لیکن ان مشکلات کی وجہ سے آپؐ نے گھر بار اور بیوی بچے، چھوڑ چھاڑ، جنگل کی راہ نہیں لی۔ بلکہ جرأت، ہمت، استقامت اور حوصلہ کے ساتھ اُن مشکلات کا مقابلہ کیا اور فوق العادت کامیابی حاصل کی۔

آج، ہمارے سامنے بھی، مصالح ملکی و قومی و مذہبی کے میدان میں چند اہم مشکلات موجود ہیں۔ جن پر غالب آنے کے لئے ایک خاص قسم کے کیریکٹر اور سیرت کی ضرورت ہے۔ ہر قوم نے

ایسے عظیم الشان انسان پیدا کر دیئے ہیں جن کی زندگیاں ہمارے لئے، خواہ ہم کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، قابل اتباع ہیں۔ اور ہم مسلمان تو مذہباً ایسے لوگوں کو اپنے لئے اسوہ بنانے پر مجبور ہیں اور تعلیمات قرآن کی رو سے ہم لوگ اپنے انبیاؑ اور دوسرے ہادیوں میں کسی قسم کا فرق بھی نہیں کر سکتے۔

کاش یہ وسعت قلب دیگر مذاہب کے لوگوں میں بھی ہوتی اور وہ اسی نگاہ سے دوسری اقوام کے بزرگوں کو دیکھ سکتے تو فی الحقیقت نصف سے زیادہ اختلاف و منافرت باہمی دور ہو گئی ہوتی۔ میں اپنے ہندو دوستوں کی خدمت میں یہ اوراق ہدیتاً بھیجتا ہوں، تاکہ وہ ایک کامیاب ترین شخص کے حالات کا مطالعہ کریں اور اس سیرت اور کیریکٹر کو دیکھیں جس کی بدولت اُسے ایسی عدیم النظیر کامیابی حاصل ہوئی، اور اگر ان کا ضمیر اجازت دے تو اُس کی پیروی کریں، نہ اس خیال سے کہ مسلمان ہو جائیں یا اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں بلکہ اس لئے کہ ان میں بھی وہ اخلاق حسنہ پیدا ہو جائیں جو کامیابی عطا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ اس امر کو دیکھیں کہ آپؐ کے سامنے کون کون سی مشکلات موجود تھیں۔ اور وہ انہیں اس "فصل" میں نظر آئیں گی۔ جس کا عنوان "دنیا قبل بعثت محمدؐ" ہے۔ اس کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ خود ان کی راہ کامیابی میں محمد عربیؐ کی مشکلات کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے۔ پھر وہ اس امر کو بھی دیکھیں کہ آپؐ کی ہمدردی یا آپؐ کا خیال اصلاح کسی خاص قوم سے وابستہ نہیں تھا۔ بلکہ آپؐ کی فوق العادت کامیابی کا راز زیادہ تر اسی بات میں مضمر تھا کہ آپؐ کل مخلوق الٰہی کی اصلاح کرنی چاہتے تھے، اور اُسے صرف اپنی قوم یا سرزمین تک محدود رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ نیز ہمارے دوست، آپؐ کے اس دل اور اس کی وسعت کو دیکھیں جس نے آپ کو "انسانیت" کی رفعت کی طرف مائل کیا، اور جس نے آپؐ کے مشن کو کسی خاص قوم یا خطہ سے وابستہ کرنے کے بجائے، کل دنیا کی بہبود اور فلاح کی جانب راغب کیا۔ عربوں کی اصلاح کر کے آپؐ نے دنیا کے سامنے اصلاح کا نمونہ پیش

کردیا، کیونکہ آپؐ کے زمانہ میں، ملک عرب اخلاقی زاویہ نگاہ سے زبون ترین حالت میں تھا۔ یہ باتیں ہمارے دوستوں کو اس "فصل" میں ملیں گی، جس کا عنوان "بعثت عظمٰی" ہے۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر، اصول کامیابی کے لیے، جیسا کہ لکھ چکا ہوں ایک خاص شخصیت اور خاص عزائم و اخلاق فاضلہ کی ضرورت ہے۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ وہ آپؐ کے حالات زندگی میں اُن خصائص کی تلاش کریں۔ یہ امور صراحت کے ساتھ اُن کو اُن فصلوں میں ملیں گے۔ جن کے عنوانات "عدیم النظیر شخصیت"، "نقید المثال سیرت" اور "مجموعہ اوصاف حمیدہ" ہیں۔

سب سے زیادہ دلفریب بات جو اِس عظیم الشان انسانؐ میں مجھے نظر آتی ہے، اُسکی وہ مقناطیسی قوت کشش ہے جس کی بنا پر آپؐ نے بارہا اپنے اشد مخالفین کے قلوب کو مسخر کرلیا۔ جس دن آپؐ نے پیغام توحید سُنایا، جو نہ صرف آپؐ کے ملک کی تعلیمات کے خلاف تھا بلکہ اس کے قبول کرنے سے اہل مکہ اور خصوصًا قریش کی اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی عظمت و وجاہت خاک میں مل جاتی۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آپؐ کے پیغام کا قبول کرنا عربوں کے لیے کس قدر دشوار تھا۔ کیونکہ مذہب سے قطع نظر کرکے، کہ اُس کا ترک کرنا چنداں دشوار نہیں ہے، اُن باتوں کا یک لخت ترک کرنا نہایت دشوار ہے جن سے مذکورہ بالا عظمت و وجاہت سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھونا پڑے۔

لیکن با ایں ہمہ، جب آپؐ نے پیغام توحید سُنایا، تو بالمقابل ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے اس پیغام کو عزت مرعوبیت اور غور کے ساتھ نہ سنا ہو۔ اور جس بات نے آتش مخالفت کو سرد کردیا، وہ آپؐ کا سابقہ طرز زندگی اور پاکیزہ چال چلن تھا۔

قریش کے سربرآوردہ لوگوں نے بارہا اس معاملہ پر غور کیا۔ لیکن ہر دفعہ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ یہ شخص "الامین" راستباز، اور دیانت دار ہے۔ اس کی ذات اِفترا اور کذب و دروغ سے بہت ارفع ہے، ناممکن ہے کہ اُس نے جھوٹ مُوٹ ایسا دعوٰی کیا ہو۔ کیسے باور

کہا جائے کہ جس شخص نے گذشتہ چالیس سال کے عرصہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ وہ آج یکایک دروغ گوئی پر کمربستہ ہو جائے۔ اور جس نے اپنی ساری زندگی عامتہ الخلایق کی بہبود میں بسر کی ہو وہ آج یک لخت اُن کو مضرت پہنچانے کے درپے ہو جائے۔ جب وہ لوگ عاجز ہو جاتے تھے۔ تو یہ کہنے لگتے کہ شاید آپؐ کو "جنون" ہو گیا ہے۔ یا کسی آسیب کا خلل" ہے۔ لیکن اس بات سے بھی اُن کے دل مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ آپؐ کی گفتگو سراپا معقولیت اور جاذبیت ہوتی تھی۔

الغرض ہم میں سے ہر مدعی رہنمائی کو یہ سوچنا چاہیئے۔ آیا اس کی سابقہ زندگی میں وہ باتیں موجود تھیں جو عربؐ کے اُس کامیاب انسان میں پائی جاتی تھیں؟ اس بات کو دیکھنے کے لیئے میں نے حضرت قبلہ امام، مولٰنا محمدؐ علی صاحب مدفیوضہ، کی ایک مختصر مگر لطیف تصنیف بعنوان "حضرت محمدؐ مصطفیٰ" سے ایک فصل کا اقتباس درج کر دیا ہے۔

نہایت قابل غور امر

مجھے ان باتوں کے کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن میرے حلقہ واقفیت میں ایسے ہندو بزرگ موجود ہیں۔ جن کے غور و فکر کے لیئے میں یہ باتیں لکھنی چاہتا ہوں۔ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ لیکن کسی نہ کسی رہنما کو خدا کی طرف سے، تو وہ ضرور ہی یقین کرتے ہونگے۔ وہ اس امر پر غور کریں کہ کن کن حالات کی موجودگی پر اور کسی قسم کی تاریکیوں کے دور کرنے کے لیئے ربانی نور کسی انسان کی شکل میں جلوہ گر ہوا کرتا ہے۔ وہ ان حالات کا تفحص کریں۔ جن کی بنا پر مختلف زمانوں میں اور مختلف قوموں میں مذہبی رہنما پیدا ہوتے رہے ہیں۔ تسہیل مطالب کے لیئے، میں ہندو بھائیوں کے سامنے اوتار کا فلسفہ پیش کرتا ہوں۔ اُن کے مسلمہ بزرگوں کی رائے یہ ہے کہ جب دنیا میں بدی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ تو خدا کی طرف سے کوئی "اوتار" ظاہر ہوتا ہے جس کی تعلیم و تلقین اور اعمال زندگی سے ظلمت کافور ہو جاتی ہے۔ وشن بھگوان کے جسقدر "اوتار" دنیا میں ظاہر ہوئے اُن کے ظہور کے اوقات بھی اسی

حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور شری کرشن جی نے تو اس حقیقت کو گیتا کے جس "اشلوک" میں بیان فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ علامہ فیضی نے یوں کیا ہے:-

چو بنیاد دیں سست گردد بسے   نمایم خود را بشکل کسے

جناب موسیٰؑ یا جناب عیسیٰؑ کے حالات بعثت بھی اسی فلسفہ کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اب اگر یہ فلسفہ صحیح ہے تو خدا کے لئے اُن تاریک اور مذموم ترین حالات پر غور کرو جو بعثت محمدیؐ کے وقت نہ صرف عرب میں رونما تھے۔ بلکہ کل دُنیا پر مُسلّط تھے اور ان حالات کا اُن حالات کے ساتھ موازنہ کرو جو دوسرے ہادیاں عالم کے وقت میں موجود تھے۔ ایسا کرنے کے بعد یقیناً آپ اس فیصلہ پر مجبور ہونگے کہ بعثت محمدؐ کے وقت، کل دنیا جس تاریکی میں مبتلا تھی۔ وہ تاریکی تاریخ عالم میں اپنا نظیر نہیں رکھتی پس اگر کرشن مہاراج نے مذکورہ بالا اشلوک میں ایک حقیقتِ مثبتہ کا اظہار کیا ہے۔ تو پھر ایسے تاریک وقت میں خدا کی طرف سے کوئی ہادی کیوں مبعوث نہیں ہوتا؟ رہی یہ بات کہ آنحضرت صلعم کا ظہور ملک عرب ہی میں کیوں ہوا؟ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے اُس وقت بے شک دنیا کا کوئی حصہ بدی سے خالی نہ تھا۔ لیکن تمام بدیوں کا مجموعہ عرب میں موجود تھا۔ دیگر ممالک میں خاص خاص اقسام کے غلط عقاید مروج تھے، لیکن عرب کے مختلف قبائل میں وہ سب کے سب موجود تھے۔ پس ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اندریں حالات، عرب سے موزوں تر ملک ربّانی نور کی بعثت کے لئے اور کون سا ہو سکتا تھا؟ یہ بھی غور کریں کہ جب اس وقت ساری دنیا پر تاریکی کا عالم طاری تھا تو مُصلح وقت، بجائے کسی خاص قوم یا قبیلہ کے، ساری دنیا کو کیوں نہ اپنا مخاطب بناتا؟ دیگر ہادیان دین اپنے اپنے وقت میں جن بدیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے، وہ بدیاں اُن کے ظہور کے وقت دوسری جگہ نہ تھیں۔ اسی لئے اُن کا پیغام مختص بالقوم اور مختص بالمکان ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دوسروں کا خیال نہ کیا۔ لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کُل نسلِ انسانی قابل اصلاح تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا مشن کُل نسل انسانی کے لئے تھا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے "دنیا قبل بعثت محمدیؐ" کا مطالعہ کیا جائے اور جب یہ امر ثابت ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ آنحضرت صلعم کو "مصلح عالم" اور کل انسانوں کا نبی تسلیم

نہ کیا جائے۔

ضمناً یہ بھی لایق غور ہے کہ آپؐ کی زندگی میں آپؐ کی بعثت کے نتائج کیا ظہور پذیر ہوئے ظاہر ہے کہ علم، دولت، اخلاق، اقتصادیات، سیاست وغیرہ یہ سب باتیں انسانی تمدن کے لئے ازبس ضروری ہیں اور انہی چیزوں کے حصول کے اصول صحیحہ تلقین وتعلیم کرنے کے لئے آپؐ مبعوث ہوئے تھے۔ اور جو بات آپؐ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہی تو ہے کہ آپؐ نے اپنی زندگی ہی میں قوم کو یہ سب زرین اصول تعلیم فرمائے، اور انہیں، ان اصولوں پر کاربند فرماکر قعرِ مذلت سے نکالا اور عروج کامرانی تک پہنچا دیا۔ ناظرین ان امور کو مذہبی نقطۂ خیال سے نہ دیکھیں بلکہ اِس پہلو سے، کہ جو شخص مذکورہ بالا امور میں انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا سکتا ہے وہ قابلِ احترام اور لایق اتباع ہستی ہے یا نہیں؟

اب میرے ہندو بھائی اِن باتوں پر غور کرنے کے بعد خود ہی فیصلہ کریں کہ اگر ہم مسلمان، اس محبوب ہستیؐ کو اپنا پیشوا اور ہادی تسلیم کرتے ہیں۔ تو کون سی بُرائی کے مرتکب ہوتے ہیں؟ اور امورِ مندرجہ اوراق کو سامنے رکھ کر، اگر سرورِ عالم سے بہتر اور برتر کوئی شخصیت اُن کے ذہن میں ہو تو اس کے نام ونشان سے اطلاع دیں۔ وہ اس بات پر غور کریں۔ کہ اگر ہم مسلمانوں میں آنحضرت صلعم کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی اہلیت پیدا ہو جائے، جو بدقسمتی سے دو ڈیڑھ صدیوں سے ہم میں باقی نہیں رہی ہے۔ لیکن ہمارا قدم اب پھر اُسی تعلیم پر گامزن ہو رہا ہے۔ تو ایسی صفات رکھنے والے مسلمان کیا اس لایق نہیں کہ اُن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے، اور اُنہیں نفرت وحقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے؟

آخر میں ایک بات اور گوش گزار کرنی چاہتا ہوں۔ گزشتہ پچاس میں جو مذموم اور نفرت انگیز لٹریچر ہندو پریس سے نکلا، اُس نے ہندو مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو بہت زیادہ شدید اور وسیع کر دیا، برادران ہندو ان اوراق کو پڑھ کر، خلوص نیت کے ساتھ، اپنے دلوں میں یہ سوال کریں "کیا شرافت انسانی اس امر کی اجازت دیتی ہے۔ کہ ایسی پاکیزہ سیرت اور پسندیدہ خصلت والے انسان کی شان میں، اُن ناپاک اور قابلِ نفرت خیالات کا اظہار کیا جائے۔ جو ہندو پریس کے ایک خاص حصہ نے کتابوں اور رسالوں کی شکل میں ہندوستان کے طول،

وعرض میں شایع کئے ؛ اُن لوگوں نے ایسی تصانیف شایع کر کے نہ صرف اپنے اندر اخلاقِ فاضلہ کے فقدان کا ثبوت دیا۔ بلکہ مادر وطن کے ساتھ بھی دشمنی کی۔ اصلی بات یہ ہے۔ کہ محمد عربیؐ سے شاید اُن لوگوں کو اس قدر عداوت قلبی نہ ہو۔ لیکن ناجرانہ اغراض کی بنا پر اس ناپاک حرکت کے مرتکب ہوئے، نیز اس خیال سے بھی ایسے گندے لٹریچر کو شائع کرتے ہیں۔ کہ ہند و مسلمانوں میں دشمنی کی آگ بھڑکتی رہے۔ تاکہ ان کی رونق بازار اور لٹریچر کی خریداری قایم رہے۔

اگر ہندو مسلم اتحاد، ہمارے اور ملکی مفاد کے لئے ضروری ہے۔ تو سب سے پہلے اس گندے لٹریچر کو روکنے کا انتظام کرنا چاہیئے۔ اور اگر اس کے خلاف شرافت انسانی جوش زن نہ ہو تو کم از کم سیاسی مصلحتوں ہی کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ ایسے لٹریچر کی موجودگی اور اس کی روز افزوں پیداوار میں، ہندو مسلم اتحاد کی کوشش، محض نقش بر آب ہوگی

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم

تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔

الداعی الی الخیر .... خواجہ کمال الدین

کیا بائبل فی الواقع خدا کا کلام ہے

پادری کینن جے۔ اے میسی نے واقعی بہت اخلاقی جرأت دکھائی جو ورسیسٹر ڈایوسسن کانفرنس منعقدہ ورسسٹر بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۲۹ء میں پادری کینن ریون آف لیورپول کی تقریر بعنوان "مسیحی زندگی میں بائبل کا مرتبہ" کے بعد اس طرح اظہار خیالات کیا :-

"حاضرین مجلس! مجھے افسوس ہے کہ میں فاضل مقرر سے اختلاف کے ظاہر کرنے پر مجبور ہوں ۔میرے لئے یہ کہنا ناممکن ہے کہ بائبل کوئی مستقل کتاب ہے یا جو واقعات اس میں مندرج ہیں ۔ وہ صحیح ہیں ۔پس میری رائے میں اسے "خدا کا کلام" نہیں کہہ سکتے ۔پرانے اور نئے دونوں عہدناموں میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی بنا پر اس مجموعہ کو "کلام الٰہی" قرار دیا جائے بلکہ ان کو ادب کا ضخیم مجموعہ کہا جا سکتا ہے ۔اور میں انہیں ادبی نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ بائبل میں ان لوگوں کا غیر مربوط تذکرہ درج ہے ۔جو تاریکی میں حق کی جستجو کرتے رہے' اس کے علاوہ اور کوئی بات مجھے اس کتاب میں نہیں ملی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

ہمیں یقین ہے کہ جو لوگ موجودہ بائبل کی منازل ترتیب اور ان اختلافات لفظی سے' جو ان نسخوں میں پائے جاتے ہیں ۔جن سے تراجم کئے گئے ہیں' واقف ہیں' پادری مذکور کے خیالات کو یہ کہہ کر رد کرنے سے پہلے اچھی طرح غور و فکر کرینگے کہ یہ تو محض سطحی عامیانہ اور توہم پرستی پر مبنی ہیں ۔

ہماری رائے میں تو دنیا کو پادری مذکور کا شکر گزار ہونا چاہیئے ۔کہ انہوں نے لوگوں کی توجہ ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت کی طرف مبذول کر دی ہے ۔جسے لوگوں کو اب سے بہت پہلے تسلیم کر لینا چاہیئے تھا ۔اور جب ہم مذہبی تعصب رکھنے والوں کی طرف سے اس قسم کے اعلانات کے خلاف غیض و غضب کا طوفان بے تمیزی مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کی اہمیت ہماری نگاہوں میں اور بھی بڑھ جاتی ہے ۔ واضح ہو کہ یہ اعلان اس شخص کی طرف سے ہے ۔جس کے ہاتھوں میں بائبل کو یہ کہہ کر سونپا گیا تھا کہ "اب تمہیں خدا کے اس کلام کی

تبلیغ و اشاعت کے مرتبہ پر فایز کیا جاتا ہے"۔ اور جس سے کارکنان کلیسا کو پادری کا مرتبہ دیتے وقت یہ توقع تھی کہ وہ نئے اور پرانے عہد نامہ کی ساری مستند کتابوں پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ اور جس نے یہ کہہ کر ان کی توقعات پر مہر توثیق ثبت کی تھی کہ "میں ان کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں" پادری مذکور کی عمر اس وقت ۷۶ سال کی ہے"۔ اندریں حالات ہم اس بات کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔ کہ انہوں نے اب تک اپنے مذہبی فرائض کو کس طرح انجام دیا یا وہ اس مرتبہ پر کس طرح فایز رہ سکے؟ پس ہم پادری عیسی صاحب سے بصد ادب التماس کرتے ہیں کہ وہ اس گتھی کو سلجھا دیں۔ اخبار ڈیلی میل مجریہ ۲۳۔ اکتوبر ۲۹ء میں ایک خاتون نے پادری مذکور کے خیالات پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے۔ ہم اسے اس لئے درج کرتے ہیں کہ ناظرین پر پادری مذکور کی نازک پوزیشن واضح ہو جائے "اگر پادری عیسی اس عقیدہ سے منکر ہیں۔ کہ بائبل خدا کا کلام ہے تو پھر وہ درسسیٹر کے گرجہ سے قطع تعلق کیوں نہیں کر لیتے، جس کے عوض انہیں بارہ ہزار روپے سالانہ تنخواہ ملتی ہے۔ بلکہ انہیں مذہبی عہدے ہی سے مستعفی ہو جانا چاہیئے اور کلیسائے انگلستان کو خیر باد کہہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کلیسا کا تو بنیادی عقیدہ یہی ہے کہ بائبل خدا کا کلام ہے۔ پس اگر وہ اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے تو نہ انہیں پادری کے عہدہ پر قائم رہنا زیب دیتا ہے۔ اور نہ کسی کلیسا بلکہ مسیحیت ہی میں ان کے لئے کوئی جگہ نکل سکتی ہے"

لیکن، قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے، پادری مذکور کا قول چنداں تعجب خیز نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کتاب مقدس نے تو ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ہی اس بات کا اعلان کر دیا تھا۔ کہ بائبل خدا کا کلام نہیں ہے۔ ہم پادری عیسی کے اس قول سے بالکل متفق ہیں۔ کہ "میں نے اس امر کو بوضاحت تمام بیان کر دیا ہے کہ بائبل ایک دلچسپ اور حیرت انگیز تاریخی مجموعہ ہے۔ لیکن ہم اس مجموعہ کو "خدا کا کلام" کسی طرح قرار نہیں دے سکتے۔ اس کے بعض اجزا بے شک الہامی ہیں۔ لیکن وہ ان لوگوں کے اقوال ہیں۔ جو خدا اور اس کی راہوں کی تلاش میں سرگرم تھے۔ اور روحانی طور پر اس کے دیدار کے آرزومند تھے۔ بائبل کی نوعیت کے متعلق جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے"۔ اس کی وجہ سے بیشمار لوگ مسیحیت سے

متنفر نظر آتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو گرجہ نہیں جاتے بجا طور پر یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ بائبل میں اور خصوصاً عہد قدیم میں بڑی سنگدلانہ تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ عہد قدیم کے بڑے حصہ پر کلام الہی کا اطلاق درست نہیں ہو سکتا"

اس کے بعد پادری موصوف لکھتے ہیں۔ "مجھے پورے طور پر اس بات کا یقین ہے کہ بائبل کو خدا کا کلام تسلیم کرنے کے غلط عقیدہ کی بدولت دُنیا کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے"

ہم پادری صاحب کے خیالات کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے اُن کا اقتباس محض تحسین کے لئے پیش نہیں کیا بلکہ اپنے ناظرین اور بالخصوص مسیحی دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانی مدنظر ہے کہ پادری موصوف کے خیالات جو اُن کے پیشروان ملت مثلاً اسٹراس اور باوؤر کے خیالات سے مطابقت رکھتے ہیں، دراصل قرآن مجید کے فیصلہ کی صدائے بازگشت ہیں"

اہل مغرب کو، آنحضرت صلعم کے پیغام کی نوعیت کو بدرجہ احسن سمجھنے کے لئے، ابھی کچھ وقت اور لگیگا۔ کیونکہ یہ لوگ تو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ آپ نے اپنا پیغام مخالفانہ رنگ میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات حقیقت سے بعد المشرقین رکھتی ہے۔ آپ کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ مسیحی دُنیا کو پادریوں کے حلقہ غلامی سے نجات عطا کر دیں۔ کیونکہ یہی وہ "فیالوسی طبقہ" ہے۔ جو دو ہزار سال سے برابر اس بات کی رٹ لگائے جاتا ہے کہ موجودہ مجموعہ بائبل درحقیقت "کلام اللہ" ہے۔ بہرحال جائے شکر ہے۔ کہ جس عظیم الشان قصر کی تشکیل آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی۔ اس کی بنیادیں اب نمایاں ہوگئی ہیں انشاءاللہ عنقریب پوری عمارت کی تکمیل ہو جائے گی۔

ایک گھنٹہ میں بائبل کے تیرہ سو ۱۳۰۰ قطع بریدہ نسخوں کی فروخت

اس زمانہ میں جب کہ بائبل کے صحیفہ آسمانی ہونے کے خلاف ایسے زبردست اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ اور حلقہ معترضین میں نہ صرف عامۃ الناس بلکہ بائبل کے ماہرین مسیحی

پادری ہی شائع ہیں "برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی" کی طرف سے فخریہ لہجہ میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ آج کل جماعت مذکور ۱۳۰۰ نسخے فی گھنٹہ کے حساب سے فروخت کر رہی ہے عامۃ الناس جو بائبل کی ساخت اور ترتیب سے واقف نہیں — خود اُن لوگوں کو اِن اعداد و شمار سے حیرت ہوئی جو بائبل کے رازِ درونی سے واقف ہیں۔

جہاں تک اس تعدادِ فروخت کا سوال ہے ہم بھی، دیگر ناظرین کی طرح، سوسائٹی کی کوششوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے۔ آیا کسی شے کی فروخت کی کثرت، اُسکی عمدگی اور خوبی کی دلیل قرار دی جا سکتی ہے؟

ہم نے ہمیشہ جماعت مذکورہ کی مساعی جمیلہ کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔ لیکن ہم اس بات کے سمجھنے سے واقعی قاصر ہیں کہ "ڈیلی ایکسپریس" مجریہ لندن ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء نے مندرجہ ذیل تعریفی الفاظ کس بنا پر لکھدیئے؟ اخبار مذکور لکھتا ہے:-

بائبل دُنیا کی تمام کتابوں میں بہترین ہے۔ اسی لئے اُس کی اشاعت سب سے زیادہ ہے۔" اس کتاب کے گذشتہ سال میں، ۶۳۰ مختلف زبانوں کے ایک کروڑ دس لاکھ نسخوں کا فروخت ہوجانا، اس کی خوبی کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر بائبل واقعی دُنیا کی بہترین کتاب ہے، جیسا کہ لوگ کہتے ہیں، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ "نیشنل سنڈے اسکول یونین" کی طرف سے جو بائبل شائع ہوئی ہے۔ اس میں مروجہ بائبل کی اکثر و بیشتر عبارتیں حذف کر دی گئی ہیں؟ سوائے اس کے اور کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ مروجہ بائبل میں ایسی عبارتیں بھی موجود ہیں۔ جو نوجوان لڑکوں یا لڑکیوں کے مطالعہ کے لائق نہیں ہیں۔ پس "ڈیلی ایکسپریس" کا یہ دعویٰ کہ "بائبل ہر مزاج، ہر افتادِ طبع، ہر جذبہ، اور ہر کیفیتِ دماغی کو غیر معمولی اور دائمی طور پر اپیل کرتی ہے" سراسر غلط ہے۔ خاص خاص عبارتوں کو حذف کر دینے سے یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہے کہ کم از کم نوجوان لڑکے لڑکیوں کے حق میں، اُن عبارتوں کا اثر مضرت رساں ہے۔

ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ بائبل میں بعض مقامات الہامی بھی ہیں۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ ساری بائبل الہامی نہیں ہے، بلکہ انسانی تالیف ہے اور اُس میں ہر قسم کا

تصرف، تبدل، تغیر، ترمیم، تنسیخ، الحاق و اضافہ ہوچکا ہے۔

آمدم بر سر مطلب، یونین مذکور نے جو بائبل شائع کی ہے۔ اُس میں وہ تمام عبارتیں حذف کردی گئی ہیں۔ جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ، مرد اور عورت کے باہمی تعلقات سے ہے خواہ وہ ازدواجی ہوں یا غیر ازدواجی۔ اس اُصول کے ماتحت عزیز مصر کی بی بی مسماۃ زلیخا اور حضرت یوسف کے قصہ میں بہت قطع برید کردی گئی ہے۔ مروجہ بائبل کی عبارت اس طرح ہے "یوسف کے آقا (عزیز مصر) کی جورو زلیخا نے یوسف کی طرف میلان طبع ظاہر کیا اور کہا "میرے ساتھ زنا کر"، لیکن یونین مذکور کی بائبل میں یوں لکھا ہے " زلیخا نے یوسف کو ناکاور بدکاری کی ترغیب دی"، اسی ضمن میں، وہ تمام طویل عبارتیں جن میں زلیخا کی داستانِ عشق و الفت مرقوم ہے۔ خصوصاً زلیخا کا یوسف سے الحاح زاری کرنا، اسے خلوت میں طلب کرنا، درخواست وصل پر یوسف کا انکار، زلیخا کا اصرار، آپس میں نزاع لفظی، ہاتھا پائی تک نوبت پہنچنا، یوسف کا دامن چھڑا کر بھاگنا، زلیخا کا دامن پکڑنا، دامن کا اُس کے ہاتھ میں رہ جانا یوسف کا نکل جانا وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں حذف کردی گئی ہیں۔ پھر زلیخا کا جذبۂ نسوانی سے مغلوب ہوکر یوسف سے برہم کیں ہونا، اور اپنی خفت مٹانے کے لئے خدام سے فرضی داستان بیان کرنا، تاکہ خود محفوظ رہے اور یوسف گرفتار بلا ہوجائے، یہ واقعات کہیں ندارد ہیں اور اس بائبل میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے، اُس سے ناظرین پر یوسف و زلیخا کے باہمی تعلقات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی :-

اسی طرح سمسون کے قصہ میں اُس عورت کا ذکر نظر انداز کردیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ اس کے تعلقات وابستہ تھے۔ روتھ اور بوآز کے تعشق باہمی کی داستان بھی حذف کردی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے نوجوانوں کے جذبات برانگیختہ ہو سکتے ہیں۔ داؤد نے مسماۃ ابیجل کو جن طریقوں سے اپنی زوجیت میں لیا وہ بھی یکسر نکال دئے گئے ہیں، لیکن یہ عورت جس گستاخی کے ساتھ اپنے بدمزاج خاوند کے ساتھ پیش آئی اُس کا بیان مفصل طور پر موجود ہے کتاب کے خاتمہ پر بائبل کی نظموں کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔ اور بعض قابل و یڈ زبور" کے گیت مثلاً آسمان خدا کا جلال ظاہر کرتا ہے" شامل ہیں۔ لیکن ہیجان اور نظمیں نکال دی گئی ہیں۔

ان امور کے ہوتے ہوئے ہم یقین کرتے ہیں کہ کوئی شخص ہمارے اس دعوے کو مبالغہ پر مبنی نہیں قرار دے سکتا ہے۔ کہ بائبل میں اس قسم کے تغیرات لفظی و معنوی بکثرت کئے گئے ہیں۔ جو مختلف لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ اور چونکہ بائبل خدا کا کلام نہیں، باستثنائے ان مقامات کے جو کمتر ہیں، اس لئے برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کا فروخت کے اعداد وشمار کو فخر مباہات سے پیش کرنا محض لایعنی ہے۔

کیا قرآن مجید، خدا کا کلام ہے

پادری بیسی کے بیان پر جو تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے متعلق یہ سوال اٹھائیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جو لوگ پادریوں کی اسلام کے متعلق تصانیف پڑھ چکے ہیں اور روایتوں سے متاثر ہو چکے ہیں، وہ لوگ شاید ہمارے دلائل سننے کے لئے بھی آمادہ نہ ہونگے۔

اگرچہ قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی جا سکتی ہے لیکن سردست ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کا دامن مندرجہ بالا عیوب سے پاک ہے یا نہیں۔ اگر ناظرین اُس تنقید سے کما حقہٗ واقف ہو جائیں، جس کی بنا پر ہم بائبل اور قرآن مجید کی خوبیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں تو پھر بائبل کی نوعیت کے متعلق ہمارا نقطۂ نظر باسانی، اُن کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے۔ کہ موجودہ بائبل میں صرف چند فقرات ایسے شامل ہیں۔ جو اُس الہامی بائبل کا جزو ہیں۔ جواب ناپید ہے۔ اور موجودہ بائبل تو انسانی تصنیف ہے جو مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

قرآن مجید، کلام اللہ ہونے کا مدعی ہے اور ایک ایسا عمدہ اصول بیان کرتا ہے جس کی مدد سے ہر شخص، نہ صرف قرآن مجید بلکہ ہر الہامی کتاب کے دعوے کو جانچ سکتا ہے۔ وہ اصول اس آیت میں بیان کیا گیا ہے "پس لوگ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ کتاب خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو اس میں لوگوں کو بہت سے اختلافات ملتے" (۴: ۸۲) یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآنی واقعات میں کہیں تخالف یا تضاد نہیں ہے۔ اور یہ بات بائبل

میں بکثرت موجود ہے۔ علاوہ بریں قرآنی پیشگوئیوں میں بھی، حالانکہ یہ اُس وقت کی گئی تھیں جبکہ آنحضرت صلعم دنیاوی لحاظ سے نہایت کمزور اور بے یار و مددگار تھے، کسی قسم کا تخالف نظر نہیں آتا۔ اگر یہ پیشگوئیاں، عالم الغیب خدا کی طرف سے نہ ہوتیں جو ماضی اور استقبال دونوں کا یکساں علم رکھتا ہے، تو اس میں ضرور تخالف پایا جاتا۔

اب اسی اُصول کو مدنظر رکھتے ہوئے، اگر بائبل کی اوراق گردانی کی جائے تو بیحد اختلافات مل سکتے ہیں۔ مثلاً "خروج"، "اُسلاطین" اور "یہود"، میں "آرک اف سِٹم وڈ" کا جو بیان موجود ہیں، اُن کا آپس میں مقابلہ کرنے سے ہمارے دعوے کی تائید ہو سکتی ہے۔ خروج ۲۵ / ۱۰ / ۱۱ و ۳۷ اور سلاطین ۸/۹ میں لکھا ہے کہ "موسیٰ نے حراب میں صرف دو پتھر کی تختیاں رکھیں"۔ لیکن یہود ۹/۴ میں لکھا ہے کہ "اُس میں ایک سونے کا پیالہ تھا جس میں منّی اور ہارون کا عصا اور عہدنامہ کی تختیاں تھیں"۔ اب ان بیانوں میں کون سا صحیح ہے اور کون سا غلط، اس کا فیصلہ ہم عیسائی پادریوں ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بہرکیف یہ بات ثابت ہو گئی کہ بائبل کے اُن دونوں بیانات میں زبردست تخالف موجود ہے۔ اور الہامی کتاب درکنار، کسی معمولی انسانی تصنیف میں بھی اس قسم کا اختلافات نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرا اعتراض جو ہم نے بائبل کے کلام الٰہی ہونے کے خلاف کیا تھا یہ ہے کہ اس میں بعض معاملات کے متعلق ایسی عُریاں زبان استعمال کی گئی ہے کہ کوئی شریف النفس انسان، بغیر خجالت محسوس کئے ہوئے اُسے نہ خود پڑھ سکتا ہے نہ دوسروں کو سُنا سکتا ہے۔ اس بات کا ثبوت اُس بائبل سے مل سکتا ہے جو "سنڈے اسکول یونین" کی طرف سے حال میں شایع ہوئی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں یہ بات نہیں ہے۔ نازک ترین احساسات کا انسان شروع سے آخر تک بغیر شرمائے پڑھ سکتا ہے، علاوہ بریں نازک مضامین بھی بلحاظ زبان و طرز بیان نہایت خوبصورتی کے ساتھ مرقوم ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے "یقیناً ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہم خود اس کے محافظ ہیں"، (۱۵ : ۹) دنیا میں اور کوئی کتاب ایسی نہیں جس کی حفاظت اس کے متبعین نے اس شدومد کے ساتھ کی ہو۔ لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں قرآن مجید از اول تا آخر محفوظ ہے جو نسخہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مروّج تھا۔ اُس میں اور موجودہ نسخوں میں سرِمو

تفاوت نہیں ہے۔ دُنیائے اسلام میں کوئی نسخہ ایسا نہیں مل سکتا جو دیگر نسخوں سے ایک حرف میں بھی مختلف ہو۔ قرآن مجید کا مذکورہ بالا دعوٰی ایک عجیب وغریب پیشگوئی ہے۔ جو آج بھی اور آئندہ بھی اس کتاب کی صداقت پر ایک روشن گواہ اور زبردست دلیل کا کام دے گی۔ سوائے خدا کے اور کون ہستی اتنا بڑا دعوٰی کر سکتی تھی؟ صدیاں گذر گئیں۔ لیکن کوئی شخص اس دعوے کو باطل نہ کر سکا۔

ایک امر اور بھی قابلِ غور ہے جو قرآن کی اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ "قرآن میں باطل ہرگز کبھی راہ نہ پا سکے گا، نہ آگے سے نہ پیچھے سے، کیونکہ یہ کتاب حکیم اور حمید ہستی کا الہام ہے" (۴۱ : ۴۲) آثار قدیمہ کی جدید تحقیقات نے بھی قرآن مجید کے اس دعوے پر مہر توثیق ثبت کر دی ہے۔ بائبل میں محض فرعون (رامیسز ثانی) کی غرقابی کا حال لکھا ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ اس کی نعش بازیاب ہو گئی تھی تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے عبرت کا کام دے سکے۔ (۱۰ / ۹۲) قرآن نے جس زمانہ میں اس راز کو آشکار کیا، اس وقت کوئی شخص اس حقیقت سے خبردار نہ تھا اور یہ فیصلہ نہ کر سکتا تھا کہ بائبل کا بیان صحیح ہے یا قرآن کا۔ رامیسز ثانی کی نعش، حال ہی میں دریافت ہوئی ہے اور قرآن کے اُن الفاظ کی صداقت پر دلیل ہے جو ایک اُمّی محض کی زبان وحی ترجمان سے صرزد ہوئے تھے قرآن مجید کے ما فوق البشر حقایق و معارف پر یہ ایک زبردست شہادت قرار دی جاسکتی ہے۔ آنحضرت صلعم کو یقیناً اس جدید تحقیقات کا کوئی علم نہیں تھا۔ ایک مثال اور بھی پیش کی جاسکتی وہ یہ کہ بائبل میں لکھا ہے کہ مچھلی نے یونس ؑ کو زندہ نگل لیا تھا۔ لیکن قرآن مجید اس کے خلاف ہے اور اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ بڑی سے بڑی مچھلی حتیٰ کہ وہیل کا حلق بھی اسقدر وسیع نہیں ہوتا کہ کسی انسان کو نگل سکے۔

اندریں حالات قرآن مجید کے یہ الفاظ کس قدر درست اور صحیح ہیں کہ "قرآن مجید میں باطل راہ نہیں پا سکتا نہ آگے سے نہ پیچھے سے" (۴۱ : ۴۲)

کیا کوئی شخص بائبل کے متعلق بھی یہی دعوے کر سکتا ہے؟

تمدنِ اسلام

زمین پر خلافتِ الٰہیہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی [1] (سورۂ علق آیت ۱-۶)

یہ زبردست آواز غارِ حرا (عرب) کے گوشہ میں بیٹھے ہوئے ایک عظیم الشان انسان

---

[1] اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا نہیں انسان سرکشی اختیار کرتا ہے (مترجم)

ے سُنی ۔ جو زمانہ کے پُر آشوب حالات کو دیکھ کر ان کے دفعیہ کی فکر میں گھلا جاتا تھا۔
اس آواز میں نہ صرف اُس کی موجودہ پریشانیوں کا مداوا تھا، بلکہ اس میں ایک عظیم الشان
خوش خبری بھی مضمر تھی جس کی رو سے انسان کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر پہنچنا مقدر
ہو چکا تھا۔ دنیا کی تاریخ میں انسانی تکرمت و عظمت کے متعلق یہ انکشاف اس سے پہلے
کبھی نہ ہوا تھا +

اس آواز میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ انسان کا پیدا کرنے والا وہ خدا ہے جس کا ایک نام
"رب" ہے، جو بتقاضائے ربوبیت، اشیائے کائنات میں مخفی استعدادیں رکھ کر انہیں
رفتہ رفتہ بلوغت تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی رب نے نشوونما کی جو جو استعدادیں ذرات
عالم میں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں، ان میں سے کل کا یا اکثر کا خلاصہ انسان ہے جس کے
ظہور کا اب وقت آ چکا ہے انسان کی پہلی شکل بلحاظ جسمانیت رحم مادر میں خون کی ایک
پُھٹک ہوتی ہے لیکن مقررہ قوانین فطرت کے ماتحت یہی ناچیز خون کی پھٹک رحم
مادر میں جسمانی طور پر بہترین مخلوق خداوندی بن جاتی ہے +

واضح ہو کہ بروئے تحقیق جدید، عالم جسمانیات میں مادہ کے اندر جس قدر بھی استعداد
نشوونما ہے۔ اس کا کامل اور بہترین ظہور شکل انسانی میں ہو چکا ہے یعنی جسمانی طور پر
مادہ کی ترقی ہیئت انسانی سے آگے نہیں ہو سکتی لیکن مادہ کی یہ شکل انسانی ترقی کی آخری
منزل نہیں۔ بلکہ جسم انسانی میں منتقل ہونے کے بعد، مادہ کے ذرات، ایک خاص
امتزاجی کیفیت کے ماتحت، ایک نئی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں، جس کا نام نفس ناطقہ

یا قوت مدرکہ ہے اسی کو انگریزی میں .Consciousness کہتے ہیں۔ اسی کو قرآن کریم نے "خلق آخر" کہا ہے۔ یہی وہ لطیفہ ربانی ہے جو نسل انسانی کو دیگر مخلوقات سے متمیز کرتا ہے گویا آیندہ نسل انسانی کی ترقی کی یہ پہلی منزل ہے +

آیت مذکورہ بالا کا مطلب یہ ہے کہ جس رب العالمین نے پھک کو انسان جیسی خوبصورت وعظیم الاستعداد شکل میں منتقل کر دیا۔ اب وہی رب اُسے آگے لے جانا چاہتا ہے یعنی عالم جسمانیات کے انسان کو عالم ادراک کی بہترین مخلوق بنانی چاہتا ہے۔ جس میں اقتصادیات۔ تمدن۔ سیاسیات۔ مذہب اخلاق روحانیات وغیرہ وغیرہ امور ادراکیہ شامل ہوتے ہیں +

اس الہام اولین میں رب کے ساتھ لفظ "اکرم" بھی استعمال ہوا ہے۔ اس میں صریح اشارہ ہے کہ جس طرح "رب" خود مکرم ہے اسی طرح اس کی یہ بہترین مخلوق یعنی انسان

ا؎ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

(اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھہرنے کی جگہ نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم نے نطفہ کو لوتھڑا بنایا اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اسے ایک اور پیدائش دیکر اٹھا کھڑا کیا پس اللہ بابرکت ہے جو سب بنانے والوں سے بہتر ہے) (حمائل)

بھی مدرست کے اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچے گا۔ اس میں وہ صفات عالیہ پیدا ہوں گی جن کا رنگ ربّ السّمٰوات والارض کی شان میں نظر آرہا ہے +

اس آیت نے ساتھ ہی ساتھ اُن راہوں کا پتہ بھی دے دیا جن پر گامزن ہونے سے انسان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم" یعنی منشائے ایزدی ہو چکا ہے کہ آج کے بعد مادیات اخلاقیات اور روحانیات میں نئے علوم پیدا ہوں گے، جن کی اشاعت لکھنے پڑھنے یعنی قلم سے ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ان علوم کو حاصل کر کے اس دنیا میں بطور نائب وہ ارفع اور اعلیٰ مقام حاصل کر لے گا جو اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو اس کائنات میں حاصل ہے +

اس آیت کی تفسیر، قرآن کریم نے، حسب معمول، خود ہی دوسری جگہ کر دی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ" یعنی خدا نے

ملہ سورۃ علق ۱۲

ملہ جس وقت قرآن کریم نازل ہوا، اُس زمانہ میں نہ پریس تھا نہ کتابوں کی فراوانی تھی نہ فنون طباعت و کتابت کا چرچا تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں کثرت اخبارات و رسائل، فراوانی سامان طباعت ارزانی کتب سہولت کسب و اشاعت علوم، روزمرہ کے مشاہدات ہیں، اور یہ سب باتیں بحیثیت مجموعی قرآن پاک کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی مصداق ہیں اور یہ سب چیزیں اس زبردست الہام کے بعد وجود میں آئیں ۱۲

بہ حیثیت رب اپنا خلیفہ زمین پر بنانے کا ارادہ کر کے فرشتوں کو اس امر سے مطلع کیا +

کائنات میں جو سلسلہ تخلیق جاری ہے، جس کے ماتحت، مادہ نے لکھو کھا شکلیں جو باعتبار نوعیت باہمد گر مختلف ہیں، اختیار کی ہوئی ہیں، اور ہر ایک نوع میں جو بیشمار استعدادیں بالقوۃ موجود ہیں اور وہ خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ مختلف قوانین کے بموجب اپنے خواص کو دن بدن ظاہر کرتی رہتی ہیں، یہ سب کچھ بروئے تعلیم قرآن ربوبیت ہی کے کرشمے ہیں +

لیکن اب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ اس کی جملہ صفات ربوبیت جو زمین پر انتظام ربانی کے متعلق کام کر رہی ہیں اُن کا ایک بھاری حصہ انسانی میں پیدا ہو جائے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ مختلف ذرات اور اشیا مفردہ کو جمع کر کے اُن سے نئی نئی چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اُسی طرح انسان بھی اس قابل ہو جائے کہ مادہ کو مختلف ترکیب دے کر ان سے مختلف چیزیں ایجاد کرے۔ چنانچہ اس اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لئے جن جن باتوں کی ضرورت تھی ان کا ذکر بھی قرآن نے کر دیا۔ ایک طرف تو یہ بتایا کہ جو کچھ کائنات میں نظر آتا ہے[۱] وہ انسان کے فائدہ کے لئے بنایا گیا ہے، دوسری طرف اس بات کی اطلاع دے دی کہ کائنات کی چھوٹی بڑی ساری چیزیں اس کی خدمت

---

[۱] ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ بقرہ ع ۳
وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔

کے لئے پیدا کی گئی ہیں[1]۔ جب وہ انہیں اپنا خادم بنانے کی راہوں سے واقف ہو جائیگا تو وہ اس کی غلامی میں آجائیں گی۔ اس کے علاوہ ایک اور حقیقت بھی ظاہر کردی۔ قرآنی تعلیم کی رو سے اشیائے کائنات کے خواص کا ظہور خواہ وہ عالم مادیات کے متعلق ہوں یا اخلاق و روحانیات کے، ایک خاص مخلوق سے وابستہ ہے جسے قرآنی اصطلاح میں "ملائکہ" کہتے ہیں۔ چنانچہ جس وقت "رب" نے انسان کو اپنی طرف سے زمین پر حاکم بنایا تو ملائکہ سے فرمایا[2] کہ انسان تمہارا مسجود ہوگا یعنی تم سب اس کی اطاعت کروگے۔ کیونکہ اس کی حکومت اسی وقت مکمل ہو سکتی تھی جب عالم مادیات وغیرہ کی مشین کے چلانے والے یعنی ملائکہ بھی اس کے ماتحت ہوں۔ اس موقع پر انسان کو ملائکہ پر حکومت کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا یعنی اسے کائنات کی ہر چیز کے متعلق علم حاصل کرنے کا حکم دیا[3]۔ اور ان علوم کے حاصل کرنے کی استعداد پہلے سے اس میں

---

[1] اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (لقمان ع ۳)
کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری باطنی نعمتوں کو پورا کیا

[2] وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (بقرہ ع ۴)
اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو۔

[3] وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران ع ۲۰)، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (بقرہ ع ۴)
اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے رہتے ہیں۔ اور آدم کو سب کے نام سکھائے۔ (محمد علی)

رکھ دی ہی "علم آدم الاسماء کلہا" کی حقیقی تفسیر ہے۔ اور قصہ آدم جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے وہ اسی خلافت الٰہیہ کا نقشہ ہے یعنی انسان کے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ وہ رب العالمین کا نائب بن کر ان تمام مادی، اخلاقی و روحانی قوتوں کو حاصل کرے جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف اجمالی طور سے "غار حرا" والے الہام میں اشارہ ہوا ہے کہ رب اکرم کا مخلوق بھی اب ربانی درجہ مکرمت پر پہنچے گا اور زمین پر بطور "رب" حکومت کرے گا اور بفحوائے آیہ شریفہ "علم الانسان مالم یعلم" انسان علوم جدیدہ کو حاصل کر کے یہ مرتبہ پائے گا۔ علوم جدیدہ سے مراد نہ صرف وہ علوم ہیں جن کی تعبیر لفظ سائنس سے ہوتی ہے بلکہ اُن کے وہ شعبے بھی جن کے ذریعہ سے کائنات کی اخلاقی اور روحانی قوتیں بھی انسان کے زیرنگیں ہو جائیں گی گویا جس بشارت عظمٰی کی طرف الہام اولیں نے اشارہ کیا تھا اُس کی تفسیر قصہ آدم سے بیان کر دی گئی یوں تو نشاۃ کائنات کے علاوہ قصہ پیدائش آدم یا اُس کی داستان ہبوط مختلف مذاہب کی کتابوں میں پہلے سے موجود تھی لیکن قرآن کریم نے اس سارے واقعہ کو ایک نئے رنگ میں بیان کیا ہے یعنی وہ کوئی رام کہانی نہیں بلکہ اُس کے اندر ایک حقیقت عظمٰی پوشیدہ ہے الغرض بروئے تعلیم قرآن دنیا میں الہام صرف اس لئے آیا تھا آج سے تیرہ سو سال پہلے کہ ایک حقیر مخلوق یعنی انسان کو اس بلند مکرمت پر پہنچائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد جو واقعات عالم میں رونما ہوئے ہیں انہوں نے کون سی الہامی کتاب کے بیان کی تصدیق کی ہے۔

جہاں تک مادیات کا تعلق ہے آج انسان مکرمت کے ایک درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور اس مکرمت کے حصول کا ذریعہ خالصتاً علوم جدیدہ ہی ہیں جن کے حاصل کرنے پر بعض قوائے عالم (ملائکہ) اُس کے مطیع ہو چکے ہیں۔ اور باقی بھی ہوتے جاتے ہیں۔ انسان۔ ہوا پانی اور دوسرے عناصر کے قوانین متعلقہ کا علم پاکر ان پر حکومت کر رہا ہے اور ان علوم کی نشر و اشاعت، ترویج فن تحریر کی شرمندہ احسان ہے۔ یہ تمام واقعات براہ راست اُس حقیقت کبریٰ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی خوشخبری قرآن کریم نے الہام اول یا قصہ آدم میں دی تھی۔

غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جس تہذیب کی طرف انسان کا قدم اُٹھ رہا ہے وہ اُنہی باتوں کا ایک مختصر سا خاکہ ہے جو کائنات میں کام کرتی نظر آتی ہیں اور اس کا نام ہم نے ان اوراق میں تہذیب قدرت تجویز کیا ہے۔ انسان کی موجودہ ترقی کے بہت سے ذرائع ہیں جن میں سے دو امور کو باقی سب پر فوقیت ہے ایک میکن ازم (*Machinism*) یعنی صنعت آلات مختلفہ دوسری استعمال قوت برقی ......

صنعت آلات تمامتر اس بات کی متقاضی تھی کہ کائنات کی ہر چیز میں ترتیب و تنظیم و ترکیب پانے کی استعداد پہلے سے موجود ہو[1] تاکہ ایک شے دوسری اشیاء سے ترکیب پاکر ایک مفید آلہ

---

[1] وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (الرحمن ع)

اور آسمان کو بلند کیا اور میزان قایم کیا۔ تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو۔

بن جائے۔ چنانچہ مروجہ مشینوں کا کوئی پرزہ ایسا نہیں جس میں اُس مشین کے لیے مفید ہونے کے خواص پہلے سے موجود نہ تھے[1] اور یہ خواص میکنزم کی ایجاد سے پہلے اپنے اپنے رنگ میں ابدالآباد سے کام کر رہے تھے۔ انسان نے صرف ان خواص کو سمجھ لیا اور اس ایک نکتہ پر اپنی صنعت و حرفت کی ساری عمارت کھڑی کر دی۔

مشین و آلات کی صنعت صدہا قسم کی اشیا کو چاہتی ہے اُسی کی تحقیق و دریافت نے علم کیمیا کو پیدا کیا۔ انہیں اشیاء میں مثلاً مختلف قسم کے نمک اور طرح طرح کے تیزاب شامل ہیں۔ ان اشیائے مطلوبہ کو اب انسان خود بھی پیدا کر لیتا ہے لیکن جن طریقوں سے وہ پیدا کرتا ہے وہ وہی ہیں جن کے ذریعے دست قدرت انہیں کائنات میں ابدالآباد سے پیدا کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں انسانی مشین تو کسی وقت کام کرنے سے رہ بھی جاتی ہے لیکن قدرت ایک لمحہ کے لئے[2] بھی ان اشیاء کی پیدائش میں غفلت نہیں کرتی۔ اس حقیقت

---

[1] یہ وہ حقیقت ہے جو مغرب میں سب سے پہلے حکیم اسپنسر کو نظر آئی اور اسی حقیقت نے اُسے خدا کی ہستی کا قائل کر دیا۔ چنانچہ یہ نظریہ کہ صنعت آلات قوائے عالم میں استعداد ترتیب و تنظیم کی متقاضی ہے۔ اور وہ استعدادیں ان میں پہلے سے موجود ہیں "سپنسرزم" کہلاتا ہے۔

[2] لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (بقرہ ع ۳۴) كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ (الرحمٰن ع ۲)

اس پر نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ ہر آن وہ ایک شان میں ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (عنکبوت ع ۲) ترجمہ: کیا وہ غور نہیں کرتے کس طرح اللہ پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرتا ہے (محمد علی)

پر اول قرآن نے اور پھر تجربہ اور مشاہدہ نے شہادت دی۔ قرآن نے اس صداقت عظمیٰ کو بیان کر کے انسان کو یقین دلانا چاہا کہ اس کی ضروریات کے لئے جس مواد کی ضرورت ہے وہ آٹھوں پہر پیدا ہو رہا ہے۔ لہٰذا اُسے بھی چاہیئے کہ ان اشیاء کو استعمال میں لانے کے لئے ان تھک کوشش کرے ◆

الغرض انسانی صنعت وحرفت اُن استعدادوں کی ایک مختصر سی عملی تصویر ہے جو زمین و آسمان میں پہلے ہی سے موجود تھیں۔ اور جن پر کائنات کا ایک بڑا حصہ چل رہا ہے ◆

برقی قوتوں کو قبضہ میں لانے کے متعلق بھی یہی نظر آتا ہے۔ انسان قوت برقی کو اُسی طریق سے پیدا کرتا ہے جس طریق سے وہ کائنات میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جو جو کار ہائے نمایاں وہ کائنات میں کر رہی ہے وہ سب کے سب انسان کے دست قدرت میں آتے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان اسباب کی تشریح بھی ہو سکتی ہے جنہیں صنعت آلات اور حکومت علی البرق کے علاوہ انسان نے اپنے تمدن کی ارتقائی منازل میں بہم پہنچا لیا ہے۔ الغرض مادی تہذیب انسانی کا کمال اسی میں مضمر ہے کہ وہ زمین پر اُن چیزوں کو پیدا کرے جن کی وساطت سے تہذیب قدرت کار فرمائی کر رہی ہے یعنی ضروری ہے کہ انسانی تہذیب ارضی، تہذیب قدرت کا عکس ہو۔ کوئی شخص خدا کو مانے یا نہ مانے وہ دہریہ ہو لا ادریہ ہو یا متشکک ہو لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا، کہ تہذیب انسانی،

دراصل[1] تہذیب قدرت کا ایک ادنیٰ اور معمولی سا چربہ ہے ٭

اب اگر اس تہذیب قدرت کا خالق کسی ہستی کو قرار دے دیا جائے اور قرآنی اصطلاح میں اُسی کا نام "رب العلمین" ہے تو گویا انسان زمین پر وہی کرنا چاہتا ہے جو رب کائنات آسمان پر کر رہا ہے۔ اور جس دن انسان میں یہ ربانی شیون پیدا ہو جائیگی اُس دن مادی تہذیب انسانی اپنے انتہائی عروج کو پہنچ جائے گی۔ یہی وہ حقیقت ہے

---

[1] لفظ تہذیب مختلف معنوں میں استعمال ہو رہا ہے بعض کے نزدیک تو اس لفظ کا اطلاق صرف اخلاقیات پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت بہت وسیع ہے۔ اس لفظ کا قایم مقام جو قرآن کریم نے تجویز کیا ہے۔ وہ اس سے زیادہ واضح ہے اشیاء کائنات میں جن میں انسان بھی شامل ہے خالق کائنات نے بے انداز استعدادیں رکھ چھوڑی ہیں۔ کمال تہذیب انسانی اس دن کا منتظر ہے۔ جب یہ استعدادیں کامل طور پر ظہور پذیر ہوں۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے لفظ فلاح سے تعبیر کیا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی بھی یہی ہیں۔ یعنی مخفی قویٰ کا ظاہر ہو جانا صحیفہ کائنات میں کل کی کل چیزیں اپنی اپنی استعدادوں کو کام میں لا رہی ہیں۔ گویا جہاں تک قدرت نے بالقوۃ استعدادوں کو بالفعل کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ وہ تو علی وجہ الکمال ہو رہا ہے انہی حقایق کو سامنے رکھ کر میں نے ان ربانی کاموں کا نام تہذیب قدرت رکھا ہے۔ دوسری طرف انسان کی موجودہ تہذیب اسی تہذیب قدرت کی نقل کر رہی ہے۔ جو اپنے کمال کو اس وقت پہنچ جائے گی۔ جب اشیاء کائنات متعلقہ انسان کی حکومت اسی طرح ہو گی جیسے کہ دست قدرت کو حاصل ہے ۱۲

جس کی طرف قرآن نے کئی جگہ تفصیل کے ساتھ اشارہ کیا اور قصہ آدم میں خصوصیت کا ذکر کیا ہے اسی لئے انسان کو خلیفۃ اللہ علی الارض قرار دیا وہ اس مقام پر اس وقت پہنچے گا جب اس میں ان افعال ربانی کے علاوہ اخلاق ربانی بھی پیدا ہو جائیں گے

اس میں شک نہیں کہ گزشتہ دو صدیوں سے مغرب میں "مذہب" کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اور یہ رجحان طبع گزشتہ پچاس سال سے مشرق میں بھی ہو چکا ہے اس کی بھاری وجہ یہ ہے کہ دنیا کے سامنے علی العموم مذہب کا صحیح نقشہ موجود نہیں تھا اور مذہب کا جو مفہوم عام طور پر اہل مذاہب نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ عند العقلا قبولیت کے قابل نہیں سب سے بڑھ کر مذہب سے وحشت کا باعث وہ قتل و مقاتلہ ہے جو مذہب کے طفیل نسل انسانی میں پیدا ہو گیا جس نے اُس اخوت و اتحاد کا خاتمہ کر دیا جو ہر ملک میں انسانی تمدن و ترقی کے لئے ضروری ہے مثلاً نزول الہام یا مذہب کا مقصد عیسائی کلیسا نے یہ قرار دیا ہے کہ وہ انسان کو کسی ایسی مصیبت یا ہلاکت سے نجات دینے آیا جس میں خود نسل انسان کا بحیثیت مجموعی ذرہ بھر قصور نظر نہیں آتا اس قصور کی تشریح، بائبل میں، قصہ ہبوط آدم سے کی گئی ہے یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابو البشر سے کوئی غلطی ہو گئی تو کل کی کل نسل انسانی ایک شخص کی غلطی کی پاداش میں کیوں ہلاکت کے گھاٹ اُتاری جائے جس طرح نسل انسانی کی یہ ذمہ داری عدل و انصاف کے خلاف ہے اسی طرح اس ہلاکت کا جو علاج بتلایا جاتا ہے وہ بھی ایک نرالی منطق اپنے اندر رکھتا ہے یعنی کل کی کل نسل کا عوض، ایک معصوم انسان دے اور وہ سب کا کفارہ ہو

یہ وہ باتیں ہیں جن کی مخالفت عقل انسانی کی طرف سے ہوگی اور ضرور ہوگی[ا]۔

[ا] ان عقاید کی وجہ سے، مذہب تو درکنار خدا کی حیثیت، معرض خطر میں پڑجاتی ہے پہلے تو اُس نے ایک مشین (انسان) بنائی جس میں کوئی پُرزہ غلط لگا دیا، اور جب اُس پُرزہ کی وجہ سے مشین اس کے حسب منشا کام نہ دے سکی تو اس نے اُس غلط پُرزہ کو دور کرنے کے بجائے کل مشین کو ہی تباہ کرنا چاہا اور اپنی اس غلطی کو سمجھ کر اس کی پاداش میں اپنے آپ کو ہلاک کردیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ پہلے تو انسان کو پیدا کر کے بڑے چاؤ کے ساتھ اسے باغ عدن میں رکھا اور اسے ساری نعمتوں کا مالک بنایا، جب اُس انسان سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی تو اس پر غصہ ور آتش ہی نہیں ہوا بلکہ خدا کو یہ فکر بھی دامنگیر ہوگئی کہ آج تو انسان نے شجر ممنوعہ یعنی درخت علم کا پھل کھایا جس سے وہ علم کا مالک ہوگیا، کل کہیں درخت حیات کا پھل نہ کھالے کیونکہ حسب روایت کتاب پیدایش یہ درخت بھی اُسی باغ میں موجود تھا خدا کو یہ خیال ہوا اگر ایسا ہو تو کل انسان بھی ہماری طرح حی وقیوم ہو جائے گا۔ اس لئے اس کو بہشت سے ہی نکال دیا اور اُس معمولی قصور کی پاداش میں اس کی ساری آیندہ نسل کو ابدی ہلاکت دی۔

عالم الغیب ہونے کی حیثیت سے خدا کو اس بات کا تو علم ہونا چاہیے کہ انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا، چنانچہ کلیسائی عقاید صریح طور سے اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ گناہ کے معنی شریعت پر نہ چلنے کے ہیں۔ تو ان واقعات کے علم کے ہوتے ہوئے شریعت کا بار عظیم دنیا والوں کے نحیف کندھوں پر کیوں ڈالا؟ اور خلاف ورزی کی پاداش میں ابدی ہلاکت کیوں تجویز کی! پھر چار ہزار سال تک تو یہ امتحان ہوتا رہا کہ انسان ضعیف البنیان شریعت پر چل سکتا ہے یا نہیں! پھر بعد میں دو ہزار برس ہوتے کہ کفارہ (بقیہ بر صفحہ)

اسی طرح اگر عبادت کی غرض صرف یہی ہو جیسی کہ علی العموم ہر مذہب میں پائی جاتی ہے کہ حمد و ثنا کے چند مقررہ کلمات، خدا کی شان میں کہہ دیئے جائیں جن کو سن کر وہ خوش ہو جائے تو خدائے بزرگ و برتر کی ہستی کے متعلق یہ خیال بجائے خود ایک نہایت مضحکہ انگیز امر ہے۔ اس نوعیت کا خدا، تو اس خود پسند اور خود بین انسان سے بھی گیا گزرا ہوگا جس کے کان مدح و ستایش کے دل خوش کن کلمات سننے کے خوگر ہو چکے ہیں خدائے قدوس تو ان احتیاجات سے برتر و بالا ہونا چاہیئے چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا[۱] کہ خدا تو انسانی عبادت و تسبیحات سے مستغنی ہے یہ تو انسان کے اپنے فائدہ کے لئے ہیں اسی طرح اگر خدا نذر و نیاز اور قربانیوں سے خوش ہو سکتا ہے تو وہ ہمارے

---

[۱] وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (عنکبوت ع ۱)

اور جو کوئی کوشش کرتا ہو وہ اپنی ہی جان کی بھلائی کیلئے کوشش کرتا ہے اللہ یقیناً جہانوں سے بے نیاز ہے (محمد علی)

(بقیہ صفحہ ۱۶۱) کی تجویز اس کے علم میں آئی جس خدا کی ذات اور دوربینی کا یہ عالم ہو اور جس کی طرف سے اس قسم کے معارف کا الہام نازل ہو وہ خدا کس طرح عقلمندوں کے نزدیک کسی عزت اور احترام کا مستحق ہو سکتا ہے؛ ایسے حالات، علوم جدیدہ کی روشنی سے فیضیاب ہونے کے بعد اگر مغرب کے لوگ "مذہب" ہی سے بیزار ہو جائیں تو غیر متوقع بات نہیں ہے جن کو آزاد خیال کہا جاتا ہے وہ لوگ کسی برتر ہستی کے وجود سے اب منکر نہیں رہے اس کا ثبوت تو موجودہ سائنس نے خود بہم پہنچا دیا ہے، ان لوگوں کو اگر انکار ہے تو اس خدا کی ہستی کا جس کے متعلق "مغربی کلیسیا" نے الہیات کے رنگ میں مذکورہ بالا باتیں بطور حقایق پیش کی ہیں۔ ۱۲ منہ

دلوں میں اپنی عزت کس طرح پیدا کرسکتا ہے ایک طرف تو اُسے "ارحم الراحمین" کہا جاتا ہے دوسری طرف اُسے اس قدر سنگ دل دکھایا جاتا ہے کہ وہ کسی مجرم کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کرسکتا جب تک کسی بے گناہ انسان یا حیوان کو خاک وخون میں تڑپتا ہوا نہ دیکھ لے۔ ایسا ہی جب تک وہ غضبناک خدا اپنے اکلوتے بیٹے کو سولی پر لٹکتا ہوا نہیں دیکھ لیتا اُسے چین نہیں پڑتا۔ واضح ہو کہ یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ میں نے تو یہاں کلیسائی معتقدات اور مصطلحات کا خلاصہ دیدیا ہے یہ باتیں ہرگز ہرگز میں نے تعریضاً نہیں لکھیں یہ تو مذاہب عیسوی کی الٰہیات میں داخل ہیں اندریں حالات، وہ لوگ جن کی عقلیں، علوم جدیدہ کی روشنی سے منور ہوچکی ہیں کب اور کس طرح ان مذاہب کو عزت کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں؟ ضروری تھا کہ اہل بینش ان باتوں کو آہستہ آہستہ مزخرفات میں شامل کرکے مذہب ہی سے دستبردار ہو جائیں، اور یہی ہوا، اس بات کا ضرور افسوس ہے کہ مذہب کا یہ افسوسناک حشر، ان مسیحی معتقدات اور کلیسائی الٰہیات کی بدولت ہوا، جن کو بعض نام نہاد علمبرداران تہذیب وتمدن، علوم سماوی کے نام سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اہل یورپ نے دیگر مذاہب عالم کو بھی اسی مسیحیت پر قیاس کیا اور سب کو دفتر بے معنی سمجھ کر انہیں طاق نسیاں پر رکھ دیا یعنی مجرد مذہب ہی کو ناقابل التفات قرار دیدیا۔

علاوہ ازیں ایک ہی قوم وملک کے باشندے اختلاف مذہب کے باعث آپس میں ایک دوسرے کے کچھ ایسے دشمن ہوئے جس سے قومی ترقی وتہذیب مفقود ہوگئی ان حالات میں کیوں قومیت ووطنیت کو مذہب پر ترجیح نہ دی جائے لیکن مذہب تو ان

داستانوں کا نام نہیں وہ تو چیزے دیگر است کی مصداق ہے مثلاً اس حقیقت سے تو آج بروئے سائنس کوئی انکار نہیں سکتا کہ کائنات کے اس لامتناہی سلسلہ پر ایک زبردست اور مطلق ہستی حکمران ہے[1] اور اس کی حکومت بھی حکیمانہ ضوابط و قوانین پر مبنی ہے[2] اور انسان کو حقیقی فلاح اور دائمی راحت اُسی برتر ہستی کی منشا کے مطابق زندگی بسر کرنے سے میسر آسکتی ہے قرآن حکیم نے اس لطیف اور معنی خیز حقیقت کو کس طرح ایک جملہ میں ظاہر کیا فرمایا کہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین (سورۂ کورت ع) یعنی تمہاری خواہش اللہ کی خواہش کے موافق ہونی چاہئے کہ وہ رب العالمین ہے یعنی تمہاری ربوبیت کے جو قوانین اُس نے بنا رکھے ہیں اُن قوانین کے مطابق اگر تمہارا طریق عمل ہوتا تو تم فلاح پا سکتے ہو۔ اب اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے +

سر دست اس بات سے مجھے کوئی سروکار نہیں اُس ہستی کا نام کیا ہے، آپ اُسے

---

[1] وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی

اور کہ انجام تیرے رب کی طرف ہی ہے ۱۲

[2] ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (یٰس ع) یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ (السجدہ ع)

یہ غالب علم والے کا اندازہ ہے اور اس امر کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے۔

ھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ (سورہ انعام ع)

اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے (محمد علی)

رب العالمین نہ کہیں "نیچر" کہیں یا "باعث اول" "علۃ العلل" کہیں یا "وجود مطلق" یہ سب نزاع لفظی ہے۔ اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس ہستی کی منشا کے بموجب زندگی بسر کرنے ہی سے فلاح دوام حاصل ہو سکتی ہے۔ اب اگر "قوانین فطریہ" کو اس کی مرضی کا آئینہ قرار دے دیا جائے اور اس لئے قرآن نے صحیفہ فطرت کا نام کتاب مبین[1] تجویز کیا ہو تو ان قوانین کے علم و اطاعت سے ہی ہمارا مقصود حاصل ہو سکتا ہے اس صورت میں انسان اس بات کا طبعاً محتاج ہے کہ وہ ان قوانین سے آگاہ ہو اس علم اور اس کے عمل کے سوا تو وہ ایک لمحہ بھر کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب اسی سلسلہ میں اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے اور یہ ایک امر ناگزیر ہے کہ اس ہستی کی "مشیت"[2] یا بالفاظ دیگر اس کے ساختہ پرداختہ قوانین سے بذریعہ دریافت یا تحقیق اطلاع پانا، ایک مشکل اور نہایت ہی بعید الحصول[3] بات ہے جیسے کہ تاریخ علوم ظاہر کرتی ہے اس نے خود[4]، انسان کو اپنی مرضی سے وقتاً فوقتاً

---

[1] وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (انعام ع)

نہ کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں اور نہ تر اور نہ خشک مگر وہ کھلی کتاب میں ہے۔

[2] وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (بقرہ ع)

اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔

[3] وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ (النحل ع)

اور اللہ پر ہی سیدھی راہ چلانا ہے۔

آگاہی دینے کا انتظام کردیا تو انسان کی طرف خدا کی طرف سے الہام کا آنا ایک ضرورت حقہ نظر آتی ہے۔ دوسری طرف اس نظریہ کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ انسان اس مشیت ایزدی یعنی قوانین فطریہ کے دریافت کی طرف خود بخود متوجہ نہیں ہوا بلکہ الہام الٰہی (قرآن) نے ہی آ سے اس طرف متوجہ کیا یہ امر بذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان وحی الٰہی کے مدد کے بغیر خود کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہر اس شخص کے سامنے آسکتی ہیں جو کائنات پر غور کرنے کی تکلیف گوارا کرے۔

اب فرض کرو کہ دنیا میں ایک ایسا مذہب بھی ہے جس نے انسان کو اطلاع دی کہ اس کا تمدن و تہذیب اس کی راحت و آرام، قوانین بالا کے دریافت کرنے اور ان کے مطابق چلنے پر منحصر ہے اس مذہب نے یہ بھی بتلایا کہ انسان میں ان باتوں کے حصول کی استعداد بھی موجود ہے اور اس استعداد کو استعمال کرنے اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کا راستہ بھی وہ مذہب بتا دے اور یہ اطلاع بھی دے کہ جو کچھ آسمان پر ہو رہا ہے وہ انسان کے ذریعہ سے زمین پر بھی ہو سکتا ہے۔ گویا انسان اُس قادر و رغیب الغیب ہستی کا نائب بن سکتا ہے، وہی مذہب، ایسے وقت میں جبکہ کل دنیا عناصر اور اصنام پرستی میں گرفتار تھی یہ اطلاع دے کہ یہ جملہ مظاہر کائنات انسان کے نفع کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اور علوم متعلقہ کے حاصل کرنے کے بعد انسان اُن پر حکومت کرسکتا ہے، ایسا ہی وہ مذہب یہ اطلاع بھی دے کہ جو "قوائے فطر" یعنی ملکوت السمٰوٰت کائنات میں کام کر رہے ہیں، وہ سب کے سب علوم ضروریہ کے

حاصل ہونے پر، اس کے اشارہ پر چلیں گے، پھر ان سب سے بڑھ کر وہ مذہب تہذیب اخلاق کے لئے انسان کے سامنے خود خالق کائنات کے اخلاق بطور نمونہ دکھلائے مثلاً اُس مذہب کے پیرو رب العلمین کے اخلاق کی اتباع میں ہر ایک بنی نوع کے خادم ہو جائیں اور قومی تخالف کے باعث کسی دوسری قوم والے سے بھی کاوش نہ رکھیں، فی الجملہ اُس مذہب کی یہ تعلیم ہو کہ انسان اپنی مادی تہذیب میں تو وہ اسباب پیدا کرے کہ جس سے وہ کائنات کی طرح عناصر کائنات پر حکومت کرے اور اُس کی اخلاقی تہذیب کائنات کے اخلاق کے مطابق ہو مثلاً جس کے فضلوں کی بارش ہر قومی لونی لسانی یا ملی امتیاز سے بالا ہو کر سب نسل انسانی پر ایک طرح برستی ہے تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ ایسا مذہب کیوں انسان کے لئے ایک ضرورت حقہ نہ سمجھا جائے۔ اسی طرح اُس مذہب کی تاریخ یہ بھی بتائے کہ اس کے متبعین نے اُس کی تعلیمات پر چل کر منزل مقصود کو حاصل بھی کر لیا اور اس طرح انسانی ترقی کو معراج پر پہنچا دیا مثلاً اور امور کو چھوڑ دیا جائے اس مذہب نے انسان کو اخوت کا وہ سبق دیا کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں اور یہ تصادم قومی جو آج کل بڑھتا جاتا ہے اس کا علاج وہی اخوت ہے جو بانی اسلام نے تلقین کی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب مسلم کہلانے والے اُس مذہب کی اطاعت میں سست ہو گئے تو ان سے حاصل کردہ ترقی بھی لے لی گئی۔ اور اس کے مادی حصہ کو اُن لوگوں کے حوالہ کر دیا گیا، جو اُنہی کے نقوش قدم پر چلنے والے تھے۔ اور آج جس بات کا نام تمدن و تہذیب ہے وہ عالم مادیات میں اُسی طریق کی صدائے بازگشت ہے، فی الجملہ اگر کوئی مذہب

ایسا ہو تو پھر کوئی سلیم الطبع انسان، خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو ہو، بلکہ مذہب سے منکر ہی کیوں نہ ہو، کس طرح مذہب کے اس پیش کردہ نظریہ کو قبول کرنے میں تامل کر سکتا ہے؟ یا اس کے خلاف کوئی دستور زندگی اختیار کر کے فلاح کے معراج پر پہنچ سکتا ہے۔

میں اس بات کو بھی تسلیم کئے لیتا ہوں کہ "غار حرا" کی آواز بقول بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہی غور و فکر کی ایک مشہود تصویر تھی۔ اور جو کچھ آپؐ نے دنیا کو اطلاع دی، وہ آپؐ کے اپنے ہی ذہن رسا کی پرواز تھی اور جس کو آپؐ نے (معاذ اللہ) وحی والہام سے تعبیر کر دیا۔ لیکن فیصلہ طلب امر تو یہ ہے کہ یہ باتیں بتلا کر آپؐ نے دنیا پر احسان کیا یا نہیں؟ آپؐ کے ذریعہ عالمگیر اخوت پیدا ہوئی یا نہیں؟ اور آپ نے انسان کو حقیقی ترقی کی شاہراہ پر چلایا یا نہیں؟ اور اب بھی انسان کی آئندہ ترقی انہی اصول پر چلنے سے وابستہ رہے یا نہیں جس کی راہیں آپؐ نے تعلیم فرمائیں؟

آج علوم جدیدہ کی روشنی میں ہمارے لئے یہ ثابت کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ عرب کے اس عظیم الشان فرزند نے جو کچھ پیغام دنیا کو دیا وہ خدائے برتر کی طرف سے تھا۔ جیسے آئندہ ثابت کیا جائے گا۔ لیکن اگر مذہب کے معنی یہی سمجھے جائیں کہ وہ اس کوشش اور تجویز کا نام ہوتا ہے جو حقیقی ہمدردان طبقہ انسان یعنی انبیا کی طرف سے بنی نوع آدم کی بہبود کے لئے عمل میں آئی، اور آنحضرت صلعم نے بھی ایسا ہی کیا، اور اس طرح غرض مذہب فلاح انسانی کو قرار دیا جائے تو جس مذہب نے فلاح کے وہ اصول مرتب کر دیئے، جو اوپر مذکور ہوئے، تو اس مذہب کو صحیح طریق زندگی سمجھ کر کیوں نہ قبول کیا جائے؟

اسی طرح اگر انسانی تہذیب و تمدن کا کمال پس پردہ برتر ہستی کے طریق کار اُس کی سنت مستمرہ اور اُس کے شیون مختلفہ کے اختیار کرنے پر منحصر ہے، جیسا کہ ظہور میں آرہا ہے اور اگر کوئی مذہب اپنی الہیات میں، انہی شیون وسنن کو بطور صفات اسمائے الہیہ بیان کردے اور وہ راہیں بھی بتا دے جنہیں عرف عام میں تو شریعت کہتے ہیں لیکن جن کی غرض خالصتاً یہ ہو کہ اُن پر چل کر انسان میں بھی وہی صفات پیدا ہو جائیں تو اس علم الہیات کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

آج کل دہریت مزاج لوگ نہ صرف عبادات کو ایک لاضروری چیز قرار دیتے ہیں بلکہ مختلف مذاہب کی تجویز کردہ شکل عبادت پر استہزا بھی کرتے ہیں لیکن اگر اُن مقدس الفاظ کی غرض جو کسی مذہب کی عبادت میں مستعمل ہیں، شیون مذکورہ بالا کو ایک عبادت کرنے والے کی نگاہ کے سامنے لانا ہو اور اُن کے طریق حصول کی طرف بھی اُن میں اشارات موجود ہوں، تو پھر ایسی عبادت نہ صرف مفید مطلب ہوگی بلکہ انسانی زندگی کا جزو لاینفک قرار دیئے جانے کے قابل ہے۔ اس عبادت کا تو مقصد یہ ہوگا کہ ہم اپنی زندگی کو اس طریق پر چلائیں جس پر فطرت کی دوسری چیزیں چل رہی ہیں۔

رہا عبادات میں خاص جسمانی اوضاع کی پابندی کرنا یہ تو محض اظہار اطاعت کی مناسب شکلیں اور اعتراف عبودیت کے موزوں طریقے ہیں۔ ہماری عبادت کا اصلی میلان تو صفات الہیہ کو حتی المقدور اپنے اندر جذب کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ مثلاً "سجدہ" اور رکوع کے معنی اطاعت بھی آتے ہیں۔ سجدہ سے مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت

عاجزی اور خلوص کے ساتھ اپنی خودی سے علیحدہ ہو کر ہمہ تن اس کی اطاعت میں حاضر ہو جاتے ہیں اسی طرح اگرچہ جسمانی حرکات وسکنات، ہمارے جذبات قلبی اور احساسات درونی کو طبعاً مضبوط کر دیتے ہیں اور یہ وہی ہیں جو شاہان مجازی کے سامنے اظہار اطاعت وانقیاد کے لئے روا رکھے جاتے ہیں، تو کوئی شخص تاوقتیکہ وہ مخبوط الحواس اور فاتر العقل نہ ہو، اس طرز عبادت پر استہزا نہیں کر سکتا۔

قربانی کے متعلق اسلام نے صاف طور سے کہہ دیا ہے کہ مذبوحہ جانوروں کا گوشت یا خون خدا کی جناب میں[لے] نہیں پہنچتا بلکہ جو چیز اس کی نظر میں مقبول ہو سکتی ہے وہ قربانی کرنے والوں کی نیت اور ان کا تقویٰ ہی ہے۔ اور نہ یہ فعل بذات خود خدا کی خوشنودی کا موجب ہو سکتا ہے، قرآن کا ایک مقصد یہ ہے کہ مساکین اور غربا، جنہیں سیدالطعام یعنی گوشت سے بہرہ اندوز ہونے کی استطاعت نہیں ہے[لے]، وہ بھی اس تقریب کی بدولت گاہے گاہے اس لذت سے آشنا ہو سکیں۔ یہی غرض خیرات اور صدقات اور زکوٰۃ سے وابستہ ہے تو اب میں ایک منکر مذہب سے پوچھتا ہوں کہ وہ کن وجوہ کی بنا پر ان باتوں کو

لے لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (الحج ع)

نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون لیکن اُسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

لے فَکُلُوْا مِنْھَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (الحج ع)

تو ان سے کھاؤ اور سوال نہ کرنے والے اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ (محمد علی)

موردِ اعتراض قرار دے سکتا ہے؟

اس مجوزہ بالا مذہب کے سارے خط و خال جیسے کہ میں بیان کروں گا اسلام میں پائے جاتے ہیں، اور جس الہام ربانی یعنی قرآن سے یہ مذہب وابستہ ہے اُسی نے انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دیا ہے۔ اور اُس پر وہ تمام دروازے کھول دیئے ہیں جن میں ہو کر وہ اس عالی مقام تک پہنچ سکتا ہے[۱]۔ اسلام کی تلقین کردہ صفات الٰہیہ پر اگر

---

[۱] اگر کوئی آزاد خیال ان مذہبی اصطلاحات کو پسند نہ کرے تو مضائقہ نہیں وہ ان کے مفہوم کو سامنے رکھ کر دیکھے کہ موجودہ تہذیب و تمدن اسے آج کس طرف لے جا رہا ہے اور آیا یہ وہی کام تو نہیں جو علیٰ وجہ الکمال کائنات میں کوئی پس پردہ ہستی کر رہی ہے اور اگر انسانی تہذیب ان مادی باتوں کی ایک ادنیٰ سی نقل ہے اور ان مادی باتوں کے بنانے والے کا نام خدا رکھا جا سکتا ہے۔ تو پھر انسان تو زمین پر اُسی کی نیابت کر رہا ہے یوں تو لفظ تہذیب کا مفہوم ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق تجویز کرے لیکن تہذیب سے مراد اشیائے کائنات کی وہ صورت بالغہ ہے جب یہ اشیا اپنے اپنے ودیعت کردہ قویٰ کو بالفعل کر دیں یعنی جب کل کی کل مخلوق اپنی اپنی مخفی قوتوں کو ظہور میں لے آئے گی۔ اور ان میں انسان کی مادی، اخلاقی اور روحانی قوتیں بھی شامل ہیں۔ تو اس وقت دنیاوی اور زمینی تہذیب اپنے کمال کو پہنچ جائے گی۔ کائنات کی کل چیزیں حضرت انسان کے قویٰ اور اکیہ کے سوا اپنی اپنی استعدادوں کو اپنے اپنے مناسب محل و موقعہ پر ظاہر کر رہی ہیں۔ انہی باتوں کو انسان تکمیل تہذیب کیلئے اپنے قبضے میں لانا چاہتا ہے تو پھر وہ ربانی نائب نہیں بننا چاہتا تو اور کیا کرنا چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں تمدن و تہذیب کی وہ کونسی شکل ہے جو تہذیب انسان کے لئے مذکورہ بالا معنوں میں خلیفۃ اللہ بننے سے حاصل نہیں ہو سکتی

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کائنات مشہودہ، اُن تمام کی واقعیت اور حقیقت پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہے۔ اور جس چیز کا نام قانون فطرت ہے اور جس کے علم اور اتباع پر موجودہ تہذیب کا دار و مدار ہے وہ درحقیقت بعض صفات الٰہیہ مذکورہ قرآن کی عملی تصویر ہے[۱]۔

گویا ان صفات الٰہیہ کو پیش نظر رکھنے، اور اُن کے اقتضا کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خواہش، ہم کو قوانین فطرت کی جستجو اور تحقیق کی طرف مائل کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ قرون اولیٰ کے مسلمان اگر علوم جدیدہ کے بانی اور ان کو چار چاند لگانے والے ثابت ہوئے تو اس کا باعث انہی صفات کی جستجو اور پیروی تھی۔ قرآن کریم[۲] نے ایک طرف تو بتا دیا کہ دنیا میں کوئی شے بیکار نہیں اور فلاح وہی شخص پائے گا جو ان کو استعمال کرنے کے طریقوں سے واقفیت حاصل کرے۔ دوسری طرف سورۂ فاتحہ میں، جو مسلمانوں کی نماز کا مغز ہے، خدا کی اُن چار صفات کا ذکر ہے جو ہر دم مذکورہ بالا تہذیب قدرت کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ یہ سورہ شریفہ ہمیں ترغیب دیتی ہے کہ ہم بھی اُن چاروں صفات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ باقی آئندہ۔

---

۱ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ (الذٰریٰت ع)

سو آسمان اور زمین کا رب گواہ ہے کہ یہ یقیناً سچ ہے ٹھیک اسی طرح جو تم باتیں کرتے ہو۔

۲ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ ع)

وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا (محمد علی)

اکسیر رحمانی

(اکسیر) فولاد ہائیڈروجن گندھک کا بہترین مرکب جس کے استعمال سے خون صالح پیدا ہوتا ہے) یہ مجرب اکسیر ہندوستان انگلستان، جنوبی افریقہ میں شہرت پا چکی ہے۔ اور ایک ہفتہ میں تقویت معدہ و بھوک کی افزائش، تبدیلی رنگت، وزن کا بڑھنا جسم میں چستی پیدا کر دیتی ہے امراض ذیل میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے:۔

سوء ہضم (ڈسپپسیا) وجع المفاصل (پٹھوں کی درد) کمزوری دل اور دماغ بے خوابی، امراض رحم ضعف اعصاب۔

نقول چند سندات

(۱) میں نے چار ماہ تک آپ کی اکسیر کو مسلسل استعمال کیا اور جسم کو مضبوط کرنے میں یہ بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی۔

سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل (انگلستان)

(۲) اکسیر رحمانی کے استعمال سے میرا وزن دس دن میں ایک پونڈ بڑھ گیا میرے متعلقین نے بھی استعمال کیا انہیں بھی ویسا ہی فائدہ ہوا۔

کے ایس عبد الخالق خان ولیعہد ریاست منگرول

(۳) یہ دوائی اسم بامسمیٰ اور اعجاز نما ہے اور مجھے اس کی صرف دو بوتلوں سے وہی فائدہ ہوا جو ڈاکٹروں کی اس دوائی سے ہوتا جو مجھے پونڈوں خرچ کرنے [illegible]

مسز جی [illegible] ہیتھ لاج [illegible]۔ انگلینڈ

(۴) اگر ہشت سالہ کی کہنہ امراض دوائی کے استعمال سے دور ہو جائے تو اسے اکسیر نہ کہا جائے تو اور کیا۔

عالیجناب رفیع منزلت حضور نواب صاحب بہادر [illegible] رامپور

(۵) دماغی مشغولیتوں نے جو میرے اعصاب کا بُرا حال کر رکھا تھا اس سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ اس دماغی محنت نے میرے معدے جگر اور دل پر بڑا اثر کر رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان تمام شکایات سے اکسیر رحمانی کے ذریعہ نجات بخشی۔ خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

(۶) میں نے اکسیر رحمانی کو استعمال کیا قوت ہضم بڑھانے اور اشتہا صادق کے پیدا کرنے میں اسے میں نے بے نظیر پایا چند روز استعمال سے اس دوا کا اثر ہونے لگتا ہے میرے علم میں کہنہ بدہضمی و امراض معدہ کے دفعیہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے خون صالح پیدا کرتی ہے میرا یقین ہے کہ عالم پیری میں جسمانی قوٰی کی تقویت کے لئے اس دوا سے بہتر نافع دوا اور کوئی نہ ہوگی۔ ملک شیر محمد بی۔ اے منتظم خزانہ ریاست جموں

(۷) مجھے اور میرے احباب کو اس دوائی کے استعمال سے اعجازی رنگ میں خارق عادت فائدہ ہوا۔ جسم اور جسمانی قوٰی میں نمایاں طاقت محسوس ہوئی حق الامر یہ ہے کہ یہ اعجازی دوائی ایک نعمت ہے میرے ایک دوست غلام رسول وجع المفاصل سے تنگ تھے اور انہیں گھٹنوں میں درد تھا۔ انہیں بھی فوری فائدہ ہوا۔

محمد عبد اللہ وکیل ہائی کورٹ سرینگر کشمیر

(۸) مجھے ایک ہی ہفتہ میں فوری فائدہ اس دوائی سے ہوا اور اب میں معدہ سے کثرت ہضم کر سکتا ہوں جسے میں پہلے کمزوری کی وجہ سے بالکل استعمال نہ کر سکتا تھا۔

اے حکیم ۱۳۲ [illegible] گنج روڈ ڈھاکہ

(۹) ایک شیشی جو آپ نے ارسال فرمائی تھی مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا ہے میرے ناخن بالکل سفید ہو گئے تھے ان میں سرخی پیدا ہو گئی ہے اور رنگ چہرہ میں بھی فرق آ گیا ہے اس واسطے تین شیشی اکسیر اور بھی ارسال فرمائیں۔ مہر الدین ڈاکخانہ کھوٹیا نوالہ ضلع لائل پور

(۱۰) اکسیر کے صرف ایک ماہ کے استعمال سے ہی میری تمام شریانوں کی کمزوری رفع ہوئی یہ تمام دماغی اور دیگر اعضائے رئیسہ کی کمزوریوں کے لئے تریاق ہے۔

پروفیسر قادر حسین نظام یونیورسٹی حیدر آباد دکن

قیمت فی شیشی جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔ ایک روپیہ آٹھ آنے عہ

ملنے کا پتہ:۔ دفتر اکسیر رحمانی [illegible] روڈ۔ لاہور (پنجاب)

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام بابو منظور الزمان
چھپکر
خواجہ عبدالغنی پبلشر
نے
برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
مجلد [illegible]	[illegible] معروف بہ [illegible] بلا جلد ۱۲ر	مجلد [illegible]	تحفۂ الاسلام بلا جلد عمر
[illegible]	[illegible] بلا جلد [illegible]	مجلد [illegible]	[illegible]
[illegible]	پیغام اسلام فی جلد	[illegible]	ینابیع المسیحیت بلا جلد [illegible]
[illegible]	مقصد مذہب معروف	[illegible]	ثبوت الہام بلا جلد ۱۲ر
مجلد [illegible]	خطبات [illegible] بلا جلد ۱۲ر	[illegible]	رازحیات یا انجیل عمل بلا جلد [illegible]
مجلد [illegible]	[illegible] بلا جلد ۱۲ر	[illegible]	مکالمات [illegible] بلا جلد ۱۲ر
[illegible]	[illegible] فی جلد	[illegible]	مطالعۂ اسلام بلا جلد ۱۲ر
[illegible]	[illegible] الوہیت اور [illegible] کمال انسانیت پر ایک نظر	[illegible]	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں بلا جلد ۱۲ر
[illegible]	اسلام اور علوم جدیدہ معروف	۱ر	لمعات الانوار [illegible] بلا جلد [illegible]
[illegible]	[illegible] فی جلد	[illegible]	مذہب محبت
۱۲ر	حیات بعد الموت قیمت	۸ر	[illegible] عالم کا مذہب فی جلد
[illegible]	[illegible]	[illegible]	اسوۂ حسنہ معروف بہ [illegible] بلا جلد

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یعنی وہ تصنیف جدید جس میں واقعات حاضرہ پر بحث کے علاوہ موجودہ اقتصادی سیاسی معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

زیر طبع ہے۔

درخواستیں بنام:-

مینیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) آنی چاہئیں۔



بابت ماہ مئی ۱۹۳۰ء فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آئندہ انتظام کے متعلق ضروری اطلاع	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۱۶۱
۲	شذرات	جناب ایڈیٹر صاحب	۱۶۲
۳	برٹش مسلم سوسائٹی اور ووکنگ مشن	از جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۱۶۴
۴	گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ	از جناب سیکرٹری صاحب	۱۶۶
۵	میں نے اسلام کیوں اختیار کیا	از جنابہ مس جون فاطمہ ڈینکس صاحبہ	۱۶۸
۶	تمدن اسلام	از جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۱۶۹
۷	کلیسائی عقائد کے ماتحت یورپ کی حالت		۱۹۰
۸	عہد جدید و انجیل آنحضرت صلعم کی بشارت		۱۹۳
۹	قرآن کریم کا خوارق العادت انداز		۲۰۳

ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے آئندہ انتظام کے متعلق ضروری اطلاع

میں نے اعلان کیا تھا کہ میں نے مسلم مشن ووکنگ کو آئندہ کیلئے ایک غیر فرقی ٹرسٹ کے حوالے کرنا تجویز کیا ہے جو مشن اور مشن کے متعلق کل امور کا مالک ہوگا۔ اس سے پہلے مشن کا انتظام مالی وغیرہ اور اس کا آمد و خرچ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں تھا۔ اب تجویز بالا کے مطابق انجمن مذکور نے مشن اور متعلقہ کام مشن کے انتظام کو واپس کر دیا ہے۔ لہذا معاونین مشن و دیگر اشاعت اسلام میں دلچسپی لینے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ آئندہ جو زر امداد ووکنگ مشن کے لئے یا مشن ہذا کی معرفت اشاعت اسلام کیلئے بھیجنا چاہیں وہ احباب ڈاکٹر غلام محمد فنانشل سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ ٹرسٹ برانڈرتھ روڈ لاہور کے نام بھیجیں اور کسی کے نام نہ بھیجیں حسب معمول قدیم یہ روپیہ سالہ اشاعت اسلام میں شائع ہوگا۔ اور ہر ایک رقم کی رسید باضابطہ معطی صاحبان کی خدمت میں پہنچیگی۔ نئے ٹرسٹ کا ڈیڈ تو حسب اعلان سابقہ امسال کے اخیر رجسٹر ہو جاتا اور اس سال کل کاروبار نئے ٹرسٹ کے ہاتھ میں چلا جاتا۔ لیکن انجمن کے اس فیصلہ کے بعد جو اخیر میں ہوا۔ مجوزہ ٹرسٹیوں میں تغیر و تبدل کے باعث ایسا نہ ہو سکا۔ بنابریں بعد نئے ٹرسٹی تجویز ہو کر ان کے نام بغرض منظوری دیگر مجوزہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیج دئے گئے۔ جن کی منظوری آنے پر ٹرسٹ ڈیڈ رجسٹر ہو گی۔ اب نئے انتظام پر چند ہفتے اور لگ جائیں۔ اخیر میں پھر دوبارہ عرض ہے کہ آج کے بعد ووکنگ مشن کی امداد میں یا بذریعہ مشن ہذا اشاعت اسلام کی خاطر جو احباب زر امداد بھیجیں۔ وہ بجز فنانشل سیکرٹری نہ تو انجمن اور نہ کسی اور صاحب کی معرفت بھیجیں +

ووکنگ مشن کا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو کوئی تعلق نہیں

خادم خواجہ کمال الدین

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور ۱۸ اپریل ۱۹۳۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

شذرات

عید الفطر ۱۳۴۸ھ کے موقعہ پر ووکنگ میں اجتماع

جس کا فوٹو تصویر میں ہے۔

اگرچہ انگلستان میں موسم سرما حد درجہ ناخوشگوار ہوتا ہے اور اس وجہ سے عیدین کے موقعہ پر یہ خرابی موسم اجتماع مسلمین و غیر مسلمین کی راہ میں حایل ہوجاتی ہے لیکن اس مرتبہ، احباب کثیر تعداد میں شریک تقریب ہوئے۔ اس کو دیکھکر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے موسم کی خرابی کا مطلق لحاظ نہیں کیا چنانچہ امسال چارصد احباب سے زیادہ عید کے موقعہ پر ووکنگ میں مجتمع ہوئے اور انکی موجودگی، ایک عمیق نظر والے کیلئے بھی نہایت دلچسپ نظارہ تھی اور جو لوگ ہر معاملہ کو غور سے دیکھنے کے عادی ہیں، اُن کیلئے بھی اس اجتماع میں نہایت قابل قدر اہمیت مضمر تھی، کیونکہ اس کی بدولت، اُن لوگوں کو اسبات کے اندازہ کا موقعہ ملا کہ اسلام میں اخوت اور یگانگت کی سپرٹ نفس الفعل طریق پر کارفرمائی کررہی ہے جس کی بدولت، موجودہ زمانہ کی نسل اور تمدنی مسایل کا قرار واقعی طور پر حل دستیاب ہوسکتا ہے۔

ایک درجن سے زیادہ اقوام کے نمایندہ مسلمان احباب اس تقریب سعید پر ووکنگ مسجد کے دلکشا سبزہ زار میں جمع ہوئے جو نہ صرف جزایر برطانیہ کلاں سے بلکہ دنیا کے مختلف ممالک سے آئے تھے تاکہ ووکنگ میں جمع ہوکر عید منائیں۔ یہ تقریب ہمیشہ ماہ رمضان کے خاتمہ پر عمل میں آتی ہے۔ عید کی نماز ۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو اتوار کے دن ساڑھے گیارہ بجے ادا کی گئی۔ نماز میں انگریز نومسلموں کے علاوہ ہندی، مصری، عربی، ایرانی، شامی، ملایی، عراقی اور روسی مسلمان بھی شامل تھے۔

نماز کے بعد مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔اے امام مسجد ووکنگ نے ایک مختصر مگر بلیغ خطبۂ عید ارشاد فرمایا احباب کے لئے ناممکن تھا کہ ایسی سخت سردی میں زیادہ دیر تک گھاس پر بیٹھے رہیں۔ اس لئے فاضل خطیب نے مصلحتاً مختصر سا کلام کیا۔ خطبہ کے دوران میں، موصوف نے اسلامیات کے متعلق مسیحی احباب کی سردمہری اور تغافل شعاری پر اظہار افسوس کیا، علی الخصوص اُن لوگوں کے طرز عمل پر جو سلطنت برطانیہ میں رہتے ہیں۔ موصوف نے کہا میں سمجھ نہیں سکتا کہ انگریزی اصحاب، اس مذہب کی تعلیمات سے اس درجہ بیخبر کیوں ہیں جو دنیا کی آبادی

کے پانچویں حصہ کو دل و جان سے زیادہ عزیز ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ ظاہر بات ہے کہ گذشتہ برطانیہ کا مفاد، اُن دس کروڑ مسلمانوں سے وابستہ ہے جو برطانی جمہوریت میں مساویانہ حقوق رکھنے والے افراد ہیں۔ کسقدر رنج کا مقام ہے ذمہ دار اصحاب، مدبرین ملک، ارباب صحافت نے، جو رائے عامہ پر اثر ڈال سکتے ہیں، ابھی تک اس بات کا احساس نہیں کیا، کہ اُنکی تحریر و تقریر کہاں تک مؤثر ہو سکتی ہے۔ ضمناً، اُنہوں نے، اس ناپاک اور دل آزار لٹریچر کا تذکرہ بھی کیا جو "برٹانیہ اینڈ ایو" جنوری نمبر میں شائع ہوا ہے۔

بعد ازاں اُنہوں نے مسیحی لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اہل اسلام آپ لوگوں سے صرف اس بات کے متمنی ہیں کہ آپ پیغمبر عرب آنحضرت صلعم کی حقیقی عظمت کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں، ہمارے مسیح دوست، اپنے اقوال و افعال سے آنحضرت کی ویسی ہی عزت کرنی سیکھ جائیں جیسی وہ اور مسلمان دونوں جناب مسیح کی کرتے ہیں مسلمان تو خود اُن کے پیشوا کی تکریم کرتے ہیں پھر بھلا اُنکو مسیحیوں سے کیا نفرت ہے۔ مسلموں کو مخاطب کر کے کہا آپ کو محسوس کرنا چاہیے کہ آپکے اسلاف، کسقدر عزت اور شوکت کی زندگی بسر کر چکے ہیں۔ بس یہ گذشتہ عظمت آپکی آیندہ شوکت و شان کیلئے بمنزلہ مدارج ابتدائی ہونی چاہیئے اور آپکو وہ عظمت و شان حاصل کرنے چاہیے، جسکا نقشہ ڈاکٹر سر اقبال مدظلہ نے اپنی شہرآفاق تصنیف "اسرار بیخودی" میں کھینچا ہے اور یہ بات اُسی وقت حاصل ہوگی، جب آپ اپنے اسلاف کے کارناموں اور اُن کی عظمت کو سامنے رکھیں۔

شرکائے نماز میں ہز ایکسیلینسی سفیر افغانستان، سفیر مصر، سفیر عراق، ڈاکٹر او مسز لیون، مسٹر حبیب اللہ لوگرو، لارڈ اور لیڈی ہیڈلے، کے اسما خصوصیت کے قابل ذکر ہیں۔ ایسا ہی سفیر البانیہ بھی تھے۔

مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو اور مسیحی احباب نے بھی فراخدلی کے ساتھ اس تقریب سعید میں حصہ لیا۔

خطبہ کے بعد احباب نے باہمدگر معانقہ و مصافحہ کیا، مبارکبادی اور کچھ وقت باہم گفتگو اور تبادلۂ خیالات میں صرف کیا۔ ایکبجے کے قریب، چاء اور فواکہات سے مہمانوں کی تواضع کی گئی، جسکے لئے مسجد کے سامنے سبزہ زار میں ایک خوبصورت، شامیانہ ایستادہ کیا گیا تھا۔ ہز ہائینس سر آغاخاں اور اور اُنکی بیگم محترمہ جنہوں نے، ووکنگ مشن کی امدادمیں ہمیشہ فراخ حوصلگی کے ساتھ حصہ لیا ہے اور اس کے مقاصد سے ہمیشہ ہمدردی ظاہر فرمائی ہے چونکہ، اس موقع پر انگلستان سے باہر تشریف فرما تھیں۔ اس لئے شریک تقریب نہ ہو سکے۔

یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ اس تقریب سعید اور اس کی مختلف دلچسپیوں کی گویا او متحرک تصاویر بھی لی گئیں، اور اس وجہ سے امام موصوف کا وہ خطبہ جو اُنہوں نے نماز کے بعد سنایا اور بس

میں اسلام کے متعلق بہت سی یادو ہوا لیکن مروج غلط بیانیوں کا قرار واقعی ازالہ کیا گیا ہے، بہت سے سنجیدہ اصحاب اور ارباب غور و فکر کے لئے فائدہ اور دلچسپی کا موجب ہو جائیگا، اور اس کی بنا پر اُن غلط فہمیوں کا قلع قمع ہو جائیگا جو اسلام کے متعلق عام طور سے پھیلی ہوئی ہیں ۱۲

۲۷ ر اپریل ۱۹۳۰ء

عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم ووکنگ مشن لاہور

برٹش مسلم سوسائٹی اور ووکنگ مشن

مغربی ممالک میں عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ "روزہ" کسی قوم کے اقتصادی مفاد کے حق میں مضرت رساں ہوتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عمل کرنے کی استعداد میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے ۔ لیکن جہاں تک برٹش مسلم سوسائٹی زیر صدارت عالیجناب الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی سرگرمیوں کا تعلق ہے، یہ خیال محض غلط ثابت ہوتا ہے ۔

عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ، جو کچھ عرصہ ہوا، طبی مشورہ کے ماتحت مصر گئے تھے، حال میں انگلستان واپس تشریف لائے ہیں، حسب معمول اپنے محبوب مذہب اسلام کی بہبودی اور ترقی کی، تجاویز سوچنے میں مشغول ہیں ۔ ۲۵ ر فروری کو موصوف نے انگلو فلسطینی کلب واقع فرسٹ ایونیو ہوٹل ہائی ہولبورن لنڈن میں انگلستان بحیثیت ایک اسلامی طاقت، عنوان پر نہایت دلکش تقریر فرمائی ۔ کلب کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا سامعین کی تعداد ڈہائی سو سے اوپر ہی ہوگی ۔ کرنیل ہیرلڈ سالومن او، بی، ای ۔ ایم، سی صدر جلسہ تھے ۔ لارڈ موصوف نے مذہب اسلام کی رواداری پر خاص زور دیا اور نہایت واضح طریق پر، اسلام کی فوقیت جمیع ادیان عالم پر ثابت فرمائی خصوصاً مسیحی مذہب پر جسکی تاریخ خون آشامیوں اور مردم آزاریوں کی ایک مسلسل داستان ہے ۔ لیکچر کے بموجب معمول سوالات کی اجازت دی گئی اور جیسا کہ گمان غالب تھا لوگوں نے فلسطین کی موجودہ صورت حال پر بہت سے عمیق اور چبھتے ہوئے سوالات کئے ۔ ضمناً اس کی صراحت بھی لازمی ہے کہ سامعین میں، بہت سے یہودی بھی تھے جنکے سوالات کو دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس مشفقانہ سلوک کو قطعاً فراموش کر چکے ہیں جو زمانہ وسطیٰ میں مسلمانوں نے بحیثیت حکمران، اُن سے روا رکھا تھا ۔ پھر صاحب صدر نے جناب مولوی عبدالمجید صاحب قائم مقام امام مسجد ووکنگ سے درخواست کی کہ وہ اُن سوالات کا جواب دیں، جسپر مولوی صاحب موصوف نے ایک مفصل تقریر فرمائی اور اسی ضمن میں یہودی احباب کے سوالات

کی نوعیت پر اظہار تعجب بھی کیا اور خواہش ظاہر کی کہ یہودی لوگوں کو ان سوالات کے متعلق زیادہ وسعت قلب دکھانی چاہیئے کیونکہ ان کی بہبودی بھی مسلمانوں کی بہبودی سے وابستہ ہے، اور اس پر بھی ورد دیا کہ یہود اور مسلمان صدیوں تک باہم شیر و شکر رہ چکے ہیں پھر ان یکایک سابقہ تعلقات کو بلائے طاق رکھکر مصروف جنگ ہو جانا کچھ معنی رکھتا ہے۔ اور اس تبدیلی کا باعث بعض خارجی اثرات ہیں۔

۱۹ رفروری کو جناب مولوی عبد المجید امام مسجد کا قائم مقام ووکنگ نے جماعت لسانیات سائنس و ادبیات بین الاقوامی ۸ ٹوٹین اسٹریٹ لندن کے سامنے، خلیفہ المامون پر ایک لیکچر دیا۔ پروفیسر مصطفیٰ لیون صدر جلسہ تھے۔ فاضل لیکچرار نے، مامون الرشید کی عالمانہ زندگی کو خوب عمدگی کے ساتھ پیش کیا۔

جناب مسٹر جمال حسینی صاحب سیکرٹری عرب اگزیکٹو نے ۲۵ تاریخ کو ساڑھے تین بجے شام، ووکنگ مسجد میں "فلسطین میں اسلامی مفاد" پر نہایت مبسوط تقریر فرمائی۔ اور تقریر کے بعد بحث وتمحیص کا بازار اچھی طرح گرم ہوا۔ کرنیل بلیکیتی جو کسی زمانہ میں فلسطین ریلوے کے انچارج رہ چکے ہیں، اور محض صدارت کی خاطر لندن سے ووکنگ تشریف لائے تھے، اس جلسے کے صدر تھے۔ انہوں نے صدارتی تبصرہ میں فرمایا کہ "اعلان بالفور" کی بدولت صیہونی جماعت نے جو صورت افتراق وانشقاق، فلسطین میں پیدا کر دی ہے اسکی اہمیت کا قرار واقعی اندازہ لگانا ضروری ہے اور میری دلی تمنا ہے کہ عربوں کیساتھ کامل طور سے انصاف کیا جائے موصوف نے یہ بھی کہا کہ فلسطینی شہروں کے عربی ناموں سے یہ بات ثابت ہے کہ عرب لوگ اس خطہ میں، بنی اسرائیل کے آنے سے پہلے ہی آباد ہو چکے تھے۔ اور یہود کی طرح فلسطین انکا بھی آبائی وطن ہے۔ اور اگر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں انہوں نے اس ملک کو زیر نگین کیا تو گویا "حق بحقدار رسید" والا معاملہ تھا۔

جناب مسٹر حسینی صاحب نے برٹش مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام بھی لیکچر دیا تھا اور اس کے بعد بھی خوب بحث مباحثہ ہوا۔

ووکنگ اور سوسائٹی کے زیر اہتمام لیکچروں کے علاوہ لندن عبادت گاہ ۱۱۱ کیمپٹن ہل روڈ لندن میں ہفتہ وار لیکچروں کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہے۔

مصری ایسوایشن آف گریٹ برٹین اینڈ آئرلینڈ نے ہز ایکسیلنسی ڈاکٹر حامد محمود کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا، جمعہ کے دن ۲۸ رفروری کو ہوٹل میٹراپول لندن میں عمل میں آئی۔

اس بات پر تمام اسلامی دنیا مصریوں کیساتھ انکی شریک حال ہو کہ مصر میں دوبارہ دستوری حکومت قائم ہو گئی ہے ۱۲

۲۶ راپریل سنہ ۱۹۳ عزیز منزل خواجہ عبد الغنی سیکرٹری مسلم ووکنگ مشن لاہور۔

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان انگلستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	تاریخ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	[illegible]	۱۱	۳	۴۷۷۲
آمد ریزرو فنڈ	[illegible]	۰	۰	[illegible]
میزان آمد		۱۱	۳	۹۵۵۱

تفصیل خرچ	تاریخ	پائی	آنہ	روپیہ
خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان	[illegible]	۰	۹	۲۰۸۳
خرچ سالانہ مشن و اسلامک ریویو انگلستان	[illegible]	۵	۶	۲۱۳۳
میزان خرچ		۵	۱۵	۴۲۱۶

نقشہ تفصیل آمد اسلامک ریویو و ہندوستان بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب عملہ ملازمین لاہور کا چندہ	۹	۸	۱۴
جناب محمد عبد الجبار صاحب ناگپور	۰	۰	۵
شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد	۰	۰	۴۰
″ نور الحق صاحب ہزاری باغ	۰	۰	۲
″ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	۰	۰	۲۰
″ معرفت محمد ابراہیم صاحب شاہ پور	۰	۰	۱۰
″ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱
″ قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور	۰	۰	۲
″ بیس عظمت اللہ صاحب اردلی شاہپور	۰	۰	۱۰
″ ریاض الحق صاحب گوجرگنج	۰	۱۴	۳
″ محمد ابراہیم صاحب لائلپور	۰	۰	۴
″ نواب واجد علی صاحب کراچی	۰	۰	۲۰
″ ایم۔ ڈی صاحب فیض آباد	۰	۰	۳
″ منہاج الدین صاحب [illegible]	۰	۰	۱۰
″ عبد الحی [illegible] علیگڑھ	۰	۱۰	۸
″ محمد صاحب داوڑ	۰	۰	۴
″ سردار محمد صاحب خانصاحب [illegible]	۰	۰	۱۰
Rs. ۱۰۰۰۴۲ کی رقم ریزرو فنڈ میں تھی (اس میں سے Rs. ۱۰۰۰۳۳ تو ریزرو فنڈ میں ہی لگا رہا اور ایک ہزار روپیہ کی رقم قرضہ جو ۲۰ فروری ۱۹۳۰ء کو آئٹم نمبر ۹ مسلم لٹریری فنڈ سے ادائیگی تنخواہ کے لئے لی گئی تھی بحسابِ آمد جاریہ میں ڈالا گیا ہے)	۰	۰	۱۰۰۰
جناب محمد شفیع صاحب حیدرآباد	۰	۰	۵
″ چودھری سردار محمد خان صاحب [illegible]	۰	۹	۲
″ عبد المحسن صاحب جوار	۰	۰	۴
″ نواب صاحب [illegible]	۰	۰	۹۶
″ ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی کلکتہ	۰	۰	۱۰
″ از جماعت پشاور پشاور	۰	۰	۵
″ صاحبان حاجی غلام مصطفیٰ خان و میاں محمد حسین ملک علی رجب بھائی احمد میاں محمد میاں	۰	۰	۱۶

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
از جناب احمد یار صاحب ڈونا [illegible]	۰	۰	۲۵۰
جناب حضور نواب بھوپال (مفت تقسیم)	۰	۸	۴۹
از جناب صاحبان ″ کے۔ ایچ نیاز نیوزیلنڈ ″ علاؤ الدین صاحب۔ میر صاحب امام صاحب	۰	۰	۱۵
″ کے۔ ایچ یوسف خان عدن	۰	۰	۵۰
″ محمد امین صاحب [illegible]	۹	۲	۱۲
″ عبد الرحمن صاحب دہلی	۰	۰	۳
″ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۰	۰	۱۰
ڈاکٹر این کرخان پانگڈی	۰	۰	۲
″ نواب کرامت جنگ صاحب [illegible]	۰	۰	۲۰
″ قاضی منہاج الدین صاحب شاہپور	۰	۸	۸
″ شیخ مولا بخش۔ شیخ میاں محمد ″ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب	۰	۰	۱۰۰
″ سیدہ طاہرہ بی بی صاحبہ [illegible]	۰	۰	۲
″ محمد امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱
″ محبوب خانصاحب [illegible]	۰	۰	۱
″ سید محمود صاحب [illegible]	۰	۰	۱
″ فضل دین صاحب بھوپال			۵
غلطی میزان تاریخ ۱۳ فروری ۱۹۳۰ء	۰		۱
جناب محمد نور علی صاحب احمد پور	۰	۴	۷
″ عبد المجید صاحب دھبری	۰	۰	۱
قرضہ از مسلم لٹریری ٹرسٹ از معرفت جناب خواجہ کمال الدین صاحب	۵	۶	۲۱۳۳
قیمت اسلامک ریویو	۰	۱۰	۶۸۳
میزان آمد ریویو و مشن	۱۱	۱۲	۴۷۷۲

نوٹ: (۱) نواب صاحب نے پچاس روپیہ عطا فرمائے اور چھیالیس روپیہ ریزرو فنڈ میں لکھوائے گئے (۲) محمد خان نے تین سو روپیہ عطا فرمائے اسمیں سو روپیہ ریزرو فنڈ میں لکھوائے گئے۔

نقشہ ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۵-۳-۳۰	۲	جناب محمد عبدالجبار صاحب ناگپور	۰	۰	۲۰
۶-۳-۳۰	۳	" محبوب خان صاحب اماہ پور	۰	۰	۴
۷-۳-۳۰	۴	" مولوی زید قیوم دنیاجپور	۰	۰	۱۰۰
۷-۳-۳۰	۵	" سی۔ اے۔ سکولی کٹی مالابار	۰	۰	۱۰
"	۶	مبلغ ۴۲۰۰ روپیہ تھی جو ہنڈی ریزرو فنڈ میں تھی۔ اس میں سے ایک ہزار تو آمد جاریہ مشن میں زیر نمبر ۲۵۴ مورخہ ۸-۳-۳۰ کو جمع کی گئی اور باقی ۳۲۰۰ روپیہ اس میں جمع ہیں	۰	۰	۳۲۰۰
۱۱-۳-۳۰	۷	جناب نواب احمد یار خان صاحب رئیس دولتانہ	۰	۰	۲۵۰
۱۸-۳-۳۰	۸	" کے۔ ایس۔ یوسف خان صاحب عدن	۰	۰	۵۰
۲۰-۳-۳۰	۹	" خورشید حسن صاحب امرتسر	۰	۰	۴
"	۱۰	" سی۔ ایم۔ نورالزمان صاحب	۰	۰	۱۵
۲۱-۳-۳۰	۱۱	" نواب کرامت جنگ بہادر صاحب سوماجی گوڈا	۰	۰	۴۰
"	۱۲	" شیخ مولا بخش و شیخ میاں محمد و شیخ محمد اسمٰعیل	۰	۰	۲۰۰
۲۵-۳-۳۰	۱۳	" سید عبدالحلیم صاحب کالی ہتی	۰	۰	۱۰
"	"	" چودہری عبداللطیف صاحب	۰	۰	۱
"	"	" میاں جواد علی	۰	۰	۲
۲۷-۳-۳۰	۱۴	" قادر بخش صاحب	۰	۰	۳
		میزان	۰	۰	۳۸۰۹

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
۱-۳-۳۰	۱	بل نمبر ۵ براہ تنخواہ عملہ لاہور ماہ فروری ۱۹۳۰ء	۰	۱۳	۷۴۱
"	۲	بل کرایہ دفتر لاہور	-	-	۲۶
۴-۳-۳۰	۳	اجرت کتابت چٹھیاں رام پور رسید نمبر ۵۲	۰	۰	۷
۵-۳-۳۰	۴	امپریسٹ برائے دفتر لاہور	۰	۰	۵۰
۸-۳-۳۰	۵	بل نمبر [illegible] بذریعہ چک [illegible] بابت ادائیگی قرضہ [illegible] ٹرسٹ [illegible] مورخہ ۱۰-۳-۳۰	۰	۰	۱۰۰۰
"	۶	[illegible] بل مبلغ [illegible] روپیہ کا تھا اس سے بقایا [illegible] گیا چک نمبر ۷۵۲۰۳ مورخہ ۲-۳-۳۰	۰	۰	۱۶
۱۵-۳-۳۰	۷	بل نمبر ۶ برائے امپریسٹ دفتر لاہور بذریعہ چک نمبر ۷۵۲۰۶	۰	۰	۴۹
۲۴-۳-۳۰	۸	بل نمبر ۷ برائے امپریسٹ دفتر لاہور بذریعہ چک نمبر ۷۵۲۰۹	۰	۰	۵۰
۲۵-۳-۳۰	۹	بل نمبر ۵۸ [illegible] کمرشل پریس لاہور بذریعہ چک نمبر ۷۵۲۱۰	۰	۰	۱۹
۲۸-۳-۳۰	۱۰	بل نمبر [illegible] پیشگی برائے [illegible] عبدالغنی صاحب چک نمبر ۷۵۲۱۰	۰	-	۶۰
۳۱-۳-۳۰	۱۱	بل نمبر [illegible] کمرشل پریس لاہور چک نمبر ۷۵۲۱۱	۰	۱۲	۱۵
"	۱۲	IMPERFST PER BILL NO. 8. CHEQUE No 75212	۰	۰	۴۶
		میزان	۰	۹	۲۰۸۳

نقشہ ۴ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
		[illegible] مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۰ء بذریعہ امپیریل بینک [illegible] انگلستان دفتر کو بھیجی گئی	۵	۶	۲۱۳۳
		میزان	۵	۶	۲۱۳۳

میں نے اسلام کیوں اختیار کیا

مس جون فاطمہ ڈینکس کی بصیرت افروز تصریحات

اسلام وہ مذہب ہے جسکی تلاش مجھے اُس زمانہ سے تھی جبکہ میں اسکول میں پڑھتی تھی۔ مسیحی مذہب کی تعلیمات سے مجھے شروع ہی سے نفرت تھی۔ اور میرا دل کبھی اُن سے مطمئن نہیں ہوا۔ چنانچہ جب میں سمجھدار ہو گئی تو میں نے اُن کو یکسر اپنے دل و دماغ سے خارج کر دیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کئی سال تک مجھے یہودی اور کیتھولک دوستوں کے ساتھ غیر ممالک میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن اُنکے مذہبی خیالات میری نظر میں کبھی نہیں جچے۔ میں پھر اپنے وطن مالوف میں واپس آئی اور ایک دن محض اتفاق سے ایک دوست کی معیت میں مسلم عبادت گاہ ۱۱۱ کیمپڈن ہل روڈ ناٹنگ ہل گیٹ لندن میں آنے کا موقعہ ملا۔ یہاں آکر مجھے مذہب اسلام سے پہلی پہلی واقفیت حاصل ہوئی اور بہت جلد مجھے اُس کی تعلیمات نے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ خاص بات جس نے میرے دل پر اثر کیا۔ اس مذہب کی سادگی تھی مثلاً عقیدہ توحید باری۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ بحیثیت ایک مسیحی ہونے کے میں تثلیث تجسم اور کفارہ جیسے خلاف عقل عقاید پر ایمان رکھ سکتی ہی نہ تھی لیکن اسلام ایسی خلاف عقل باتوں سے سراسر پاک و صاف ہے۔ یہ بات جو مسیحی مذہب کی جان ہے اور جسے پادری لوگ ہم سے منوانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح اس دنیا میں اس لئے آئے کہ اپنی جان دیکر بنی نوع آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کریں۔ کم از کم میری سمجھ میں تو کبھی آ نہیں سکتی۔ علاوہ ازیں اس مزعومہ واقعہ صلیب سے دنیا کو معتدبہ فائدہ بھی نہیں پہنچا، الا ماشاءاللہ، بجز اُن چند نفوس کے جنہوں نے اُنکی پیروی کی خاص طور سے کوشش کی ہو، بلکہ موجودہ دنیا، اس زمانہ سے بدتر حالت میں ہے جبکہ مسیح زندہ تھے۔ میرا خیال ہے کہ اسلام ایسا قرین عقل اور سریع الفہم مذہب ہے کہ جو شخص ذراسی کوشش بھی کریگا، اُسکی سمجھ میں آجائیگا۔ اور یقیناً وہ اُس کو پسند کرے گا۔

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ اسلام کی بدولت مجھے وہ طمانیت خاطر اور اطمینان قلب حاصل ہوا ہے جو قبل ازیں مجھے قطعی نصیب نہ تھا۔

۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء
عزیز منزل۔ لاہور
خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔

میں آگے چل کر یہ دکھلاؤں گا کہ اقتصادیات، اخلاقیات، معاشیات، سیاسیات، اور روحانیات وغیرہ میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو ان صفات اربعہ کے دائرہ عمل سے خارج ہو ۔

یہ سورۃ شریفہ ہمیں وہ اصول بھی بتاتی ہے جن کے اختیار کرنے سے ہم اپنے اعمال کو ان چار ربانی قالبوں میں ڈھال سکتے ہیں ۔ اور اس میں جو دعا ہم مانگتے ہیں وہ تو وہی ہے جس کے لیئے آج دنیا میں ہر فرد بشر سرگرم نظر آتا ہے یعنی یہ کہ "اللہ تعالیٰ ہمیں ہر بات میں کمال حاصل کرنے کا راستہ بتا دے" ۔ اس میں جو الفاظ اھدنا الصراط المستقیم ہیں اُس کے یہی تو معنی ہیں کہ کسی خیر و خوبی کے حاصل کرنے میں جو بہترین راستہ ہو وہ ہمیں معلوم ہو جائے ۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص جس کے کندھوں پر سر، سر میں دماغ، اور دماغ میں غور و فکر اور نتائج اخذ کرنے کی قوت موجود ہو، وہ اسلام جیسے مذہب فطرت سے جس کے موٹے موٹے خط و خال میں نے اوپر کسی قدر بیان کر دیئے ہیں کس طرح روگردانی کر سکتا ہے ہاں ایک ذی شعور اُس مذہب کو دور ہی سے سلام کرے گا جس کی غرض انسانوں کو اقتصادی، اخلاقی اور روحانی فوائد عطا کرنے کے بجائے کسی خود پسند معبود کی خوشنودی کے لیئے چند ستایش آمیز کلمات سکھانے، یا رسوم ظاہری کا پابند بنانے سے وابستہ ہو یا کسی معصوم انسان کے پھانسی پا جانے پر ایمان لانے سے کل تہذیب انسانی کو وابستہ کر دیتا ہے

مذہب کا یہ نظریہ جو ان اوراق میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ بیشک ان نظریوں سے بالکل جداگانہ ہے۔ جو مذاہب دیگرہ نے وقتاً فوقتاً پیش کئے۔ لیکن یہی وہ نظریہ ہے۔ جسے قرآن کریم نے پیش کیا اور اور امور کو چھوڑ کر یہی وہ غرض ہے۔ جو قرآن نے الہام الٰہی کے نازل ہونے کی تجویز فرمائی۔ چونکہ یہ باتیں اہل مغرب کے لئے علی الخصوص اور دیگر اہل مذہب کے لئے ایک حد تک نئی ہیں۔ اس لئے مجھے اس کی تشریح میں کسی قدر تکرار سے کام لینا ہوگا چنانچہ اس غرض کو یہاں پھر میں اجمالاً لکھ دیتا ہوں۔ جو الہام یا اس کے تجویز کردہ ضابطہ زندگی یعنی مذہب کو دنیا میں لائی اور یہ یاد رہے کہ جو کچھ میں یہاں لکھوں گا۔ وہ قرآن کریم کی ہی تعلیم ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان میں کائنات کی ہر شے کی طرح لاتعداد استعدادیں[1] رکھ دی گئی ہیں اور ان استعدادوں کی بلوغت کے لئے ہی الہام آتا ہے ان میں ایک استعداد یہ ہے۔ کہ وہ اس زمین پر اسی طرح حکومت[2] کرے جس طرح کوئی غیب الغیب ہستی زمین آسمان پر حکمراں ہے۔ اس کی تہذیب و تمدن اسی تہذیب کے لگ بھگ ہو۔ جو کل کائنات سے ظاہر ہو رہی ہے لہٰذا انسان

---

[1] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین ع)

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔

[2] ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ (یونس ع)

پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا (محمد علی)

کے اخلاق اور اُس کے آداب اسی رنگ[1] میں رنگین ہوں جو کائنات کے چلانے والے میں پائے جاتے ہیں۔ مذہب دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ انسان کو عبادات کے چند طریق سکھلا دے۔ یا اُسے نذر و نیاز اور صدقہ قربانی کی تلقین کرے۔ یہ باتیں بھی ایک حد تک ضروری ہیں مگر کسی غرض ثانویہ کے لیے۔ مذہب تو صرف اُس عالی غرض کے پورا کرنے کے لئے آتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس غرض کے لئے قرآن کریم نے خصوصاً ذیل کی باتیں ایک ایسے وقت تعلیم کیں جب دنیا ان امور ضروریہ سے ناواقف تھی۔

انسان میں وراء الوریٰ طاقتیں موجود ہیں۔ اور یہ وہ طاقتیں ہیں۔ جو مطالعہ صحیفہ فطرت نے خالق کائنات کی طرف منسوب کی ہیں۔ انسان میں ان قوتوں کو رو بکار لانے کی استعداد بھی موجود ہے۔ انسان نے دنیا میں مادی ترقی حاصل کر کے اپنے قول و فعل کو اخلاق و روحانیات کے تلے لانا ہے تاکہ وہ بنی نوع کے لئے موجب راحت ہو اور اُس کے اخلاق کے ذریعہ دنیا کے فسادات مٹ جائیں اس سے اس میں رنگ کائنات کا رنگ پیدا ہو جائے گا۔ انسان کی تہذیب کی تکمیل کے لئے قرآن نے یہ اطلاع دیدی ہے۔ کہ کائنات کی ہر ایک سے اسی کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور کائنات کے کل قوائے فطریہ اس کے اشاروں پر چل[2] سکتے ہیں۔ کائنات کی ہر ایک شے اس کے لئے نفع

---

[1] صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ خدا کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر ہے۔

[2] قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم ہم نے فرشتوں کو کہا کہ تم آدم کو سجدہ (اطاعت) کرو

بخش ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ باتیں اسے تو حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب وہ اشیاء کائنات کے علوم حاصل کریں انکا بھی پتہ دے دیا ہے۔ کہ جن سے انسان کمال کو پہنچے گا۔ خالق کائنات کے متعلق ایک طرف تو ان صفات عالیہ کو بیان کیا کہ اگر وہ کسی انسان میں پیدا ہو جائیں تو انسان تہذیب تمدن کے اس مقام پر پہنچ جائے گا کہ جس کے آگے کوئی درجہ نہیں۔ پھر یہ بھی اطلاع دیدی کہ خدا کی یہ صفات انسان میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہ امر مسلم ہے۔ کہ رب کائنات وہ برتر ہستی ہے جس کی حقیقت سے انسان آگاہ نہیں ہو سکتا[1]۔ لیکن اسی امر کو تسلیم کر کے قرآن کریم نے دوسری طرف رب العلمین کی صرف ان صفات کو گنا ہے کہ جن کا حصول انسان کے دائرہ امکان میں آسکتا ہے۔

اب یہ باتیں خواہ کسی کی تلقین کردہ ہوں۔ اور خدا کی طرف سے نہ ہوں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہی باتیں زندگی میں کسی کا مذہب ہو جائیں تو پھر وہ اور کیا چاہتا ہے۔ اگر کسی مذہب میں یہ باتیں نہیں تو مجھے تو اس مذہب کی ضرورت ہی سمجھ میں نہیں آتی۔ الغرض قرآن کریم نے ان امور کے حصول کے لئے چار امور پر روشنی ڈالی ہے۔ اور انہی کو مذہب کی جان ٹھہرایا۔ (اول) انسان کی استعدادیں۔ اس امر پر روشنی ڈالنے کیلئے قرآن نے چند صفات الٰہیہ کو گن ڈالا۔ جو دراصل انسان اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ دوم۔ انسان کا جو مقام کائنات میں ہے اس پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ بالمقابل جو رشتہ کائنات کا انسان سے ہے۔ اسے بھی

---

[1] لاتدرکہ الابصار۔

بیان کر دیا ہے۔ (سوم) اُن راہوں کو بتاتا ہے۔ کہ جن سے انسان بیان کردہ مقاصد تک
پر پہنچ جائے۔ اور اس رشتہ کو قایم کر سکے جو انسان میں اور باقی کائنات میں مقرر ہو چکا ہے
(چہارم) انسان مدنی بالطبع واقعہ ہوا ہے۔ اور نسل انسانی کی راحت اسی میں ہے۔ کہ ہر
ایک انسان کا وجود دوسرے کے لئے نفع رساں ہو جائے۔ دیکھ لیا جائے کہ جب کبھی
نسل انسانی کی کسی شاخ کو مادی معاملات میں کوئی تفوق حاصل ہوا۔ تو اس نے اپنی طاقت
کو دوسروں کی تباہی میں استعمال کیا۔ اس لئے نسل انسانی ایک ایسے ضابطہ اخلاق و
روحانیات کی محتاج تھی۔ کہ جس پر چل کر مذکورہ بالا نقص انسانی سوسائٹی سے دور ہو جائے
مذہب کا فرض ہے کہ وہ اس دستور کی دنیا میں تعلیم دے +

ان امور کے سوا اور باتیں بھی تعلیم مذہب حقہ میں آجاتی ہیں لیکن وہ ضمناً ہوتی
ہیں۔ اور وہ انہی اغراض اربعہ کی تکمیل کے لئے تعلیم کی جاتی ہیں۔ اگر یہ چار باتیں کسی
کسی مذہب کا نصب العین نہیں۔ تو وہ مذہب انسان کے گھر کی ایک آرایشی چیز
ہے وہ دراصل کسی ضرورت حقہ کو پورا نہیں کرتی۔ اور اگر یہ امور اربعہ ہی کسی مذہب کی
غرض ہے۔ تو پھر کوئی ذی عقل انسان اس مذہب کے قبول کرنے سے انکار نہیں
کر سکتا وہ اسے من جانب اللہ سمجھے یا نہ سمجھے لیکن وہ جب تک ان امور کو اپنے سامنے
نہ رکھے گا وہ کبھی فلاح کو نہ پا سکے گا۔ ان اوراق کے پڑھنے سے یہ نظر آجائے گا کہ اسلام
نے انہیں امور کو مذہب کے اجزا اعظم ٹھہرا کر ان پر اچھی طرح روشنی ڈالی۔ اس لئے قرآن کا یہ فرمانا
بالکل صحیح ہے کہ جو اپنی زندگی کا دستور العمل اسلام کو نہیں ٹھہرالے گا وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔

یوں لفظ اسلام سے کوئی گھبرائے تو بات دوسری ہے لیکن قرآن نے ایک امر حقہ کو یہاں بیان کر دیا ہے۔ اسلام کے لفظی اور عرفی معنیٰ خدا کے احکام پر چلنے کے ہیں۔ تو پھر جو شخص خدا کے احکام سے مُنہ موڑ لے گا وہ نقصان ہی اُٹھائے گا۔ وہی باتیں جن کا نام علمی اصلاح میں قوانین فطریہ ہیں وہی خدا کے احکام ہیں۔ تو پھر کون اُن سے مُنہ موڑ سکتا ہے۔ مثلاً حفظانِ صحت کے متعلق چند قوانین طبیبوں نے تجویز کر رکھے ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو بالفاظ دیگر وہی قوانین احکام الٰہیہ کہلاتے ہیں۔ اور ان پر چلنے کا نام اسلام ہے۔ اسی طرح زندگی کی ہر شاخ میں اصول کامیابی چند قوانین مقررہ پر منحصر ہوتی ہے۔ انہیں قوانین کا نام شرعی اصطلاح میں احکام الٰہیہ ہیں اور انہی پر جیسے کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ چلنے کا نام اسلام ہے۔ تو پھر کون ذی عقل ہے۔ جو اسلام کو اپنا دستور العمل نہ بنالے۔ لہٰذا یہ بالکل صحیح بات ہے کہ جو ایسا نہ کرے گا وہ لازماً نقصان اُٹھائے گا[۵۵]۔

---

۵۵ و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ و ھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔ ترجمہ یعنی جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرتا ہے۔ اس وہ قبول نہ ہوگا اور وہ آخرۃ میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا (سورۃ آل عمران آیت ۸۵)

آسمانی بادشاہت

أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ سورہ نحل آیت ۱

اللہ تعالیٰ کی حکومت آ چکی ہے، سو اس کے لئے جلدی مت کرو۔ وہ بلند اور برتر ہستی ہے۔ اور دوسروں کی اعانت و شرکت سے، پاک ہے۔ جنہیں لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

"تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے ویسے ہی زمین پر بھی پوری ہو" مندرجہ بالا فقرہ کو اُس دُعا کا مغز سمجھنا چاہیئے جسے عام طور پر عیسائی "خداوند کی دعا" کہتے ہیں۔ دراصل حضرت مسیح اس امر کے نہایت خواہشمند تھے کہ خدا کی مرضی جس طرح آسمان پر جاری ہے اُسی طرح زمین پر بھی ساری ہو جائے۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں، آسمانی بادشاہت اس دُنیا میں قایم ہو سکتی ہے، اُن کی یہ دعا آج بھی عالم مسیحیت کے ہر گوشہ سے بلند ہوتی ہے لیکن دو ہزار سال گزرنے کے بعد بھی عیسائیوں کی کلیسائی تفسیر کے مطابق، یہ دعا ہنوز محتاج قبولیت نظر آتی ہے۔ اُن کی تفسیر کے مطابق تو جناب مسیح کو اپنے صعود سے ایک ہزار

سال کے بعد دوبارہ اس دنیا میں آنا چاہیئے تھا لیکن دو ہزار سال قمری گزر چکے ہیں اور ابھی تک ان کی واپسی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی منتظرین آمد ثانی، اسی حساب کو مدنظر رکھتے ہوئے، کچھ عرصہ ہوا، امریکہ کے ایک شہر میں جمع بھی ہو گئے تھے لیکن سوائے حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آیا +

فرقہ منتظرین آمد ثانی کی موجودہ ناکامیوں اور جدید علم الآفاق کی وجہ سے پرانے مسیحی عقاید روز بروز کافور ہوتے جاتے ہیں۔ پرانے عقاید کی رو سے کائنات کا مسیحی نقشہ یہ تھا کہ اوپر آسمان (بہشت) درمیان میں زمین، نیچے خبیث اور گنہ گار ارواح کا مقام (دوزخ) اسی لئے مسیح کے اوپر جانے اور نیچے آنے کا عقیدہ مروّج تھا لیکن جدید علوم کی رو سے بالا و زیر یا فوق و تحت کی کوئی گنجایش نہیں لہٰذا مسیح کا اوپر جانا یا نیچے آنا اب ایک بے معنی سی بات ہو گئی ہے +

انگلستانی کلیسا کے درخشندہ اختر ڈین انجی نے اپنی جدید کتاب موسومہ بہ حقیقت اور سائنس (Science & Reality) میں اس حقیقت کو بفصل بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جدید علم الافاق کی رو سے تو ہماری زمین فضائے عالم میں ایک چھوٹے سے چھوٹے نقطہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی اس کے چاروں طرف سینکڑوں اور ہزاروں نجوم اور سیارے ہیں۔ جو اپنے اپنے محور کے گرد کام کرتے ہیں۔ ان سب میں فوق و تحت کا کوئی اضافی رشتہ نہیں۔ ان حالات میں جناب مسیح کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ واقعہ صلیب کے بعد دوزخ (تحت الثریٰ) میں

اترے اور بعد میں آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ اگر ان الفاظ کو لفظی معنوں میں لیا جائے۔ جیسے کہ صدیوں سے کلیسا سمجھ رہا ہے۔ تو یہ ایک بے معنی بات ہے ۱۵ اگر ان الفاظ میں کوئی حقیقت ہے تو یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ یہ الفاظ استعارتاً استعمال کئے گئے ورنہ کس کا اوپر چڑھنا اور کس کا اترنا۔

اس سے تقریباً کل کی کل تعلیم کلیسا اور اسی کے ساتھ مسیحی طریق نجات کی ایک عمارت گری ٹوٹ جاتی ہے چنانچہ اس وقت تقریباً کل سربرداران کلیسا آمد ثانی کے متعلق قدیم عقاید کو لفظی معنوں میں اب بالکل بیکار سمجھتے ہیں بلکہ اس آمد کو انسان کے صفات الہیہ سے متصف ہوکر اخلاق الہیہ پر عمل پیرا ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ایک دوسرا عقیدہ ہے جسے کلیسا کے یہ بزرگ اپنی قدیم روایات کو چھوڑ کر اسلام سے لے رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جب انسان جو اشرف المخلوقات ہے، صفات الہیہ سے متصف ہو جائیگا تو یقیناً آسمانی بادشاہت اس دنیا میں قایم ہو جائے گی۔ جناب مسیح دراصل اسی دن کے لئے دعا کرتے تھے جبکہ آسمان کا بادشاہ اپنے اخلاق کاملہ اور اپنے طریق کار سے انسان کو مطلع فرمائے گا۔ اور یہی وہ بادشاہت ہے جس کا انتظار قریب قریب سب انبیاء بنی اسرائیل کو تھا اس صورت میں انسان کا تعلق خدا کے ساتھ نہایت خوشگوار ہو جائے گا اور جس طرح خدا کی مرضی آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ اسی طرح زمین پر بھی پوری ہونے لگے گی صاف ظاہر ہے کہ جناب مسیح کے ان الفاظ کو کہ تیری مرضی زمین پر ویسی ہی ہو جیسے آسمان پر ہے لفظی معنوں میں تعبیر کرنا اس عارف باللہ کا استخفاف کرنا ہے کیونکہ

آپ یہ خیال تو کر نہ سکتے تھے کہ یہ زمین خدا کی حکومت اور حیطۂ اقتدار سے باہر ہے۔ دنیا کی ہر سے جہاں تک اس کے مادی نشوونما کا تعلق ہے آنکھ بند کر کے خدا کے قوانین پر عمل کر رہی ہے۔ اگر نافرمانی سرزد ہوتی ہے تو حضرت انسان سے، اور وہ بھی صرف اُنہی چند معاملات میں، جن کا فیصلہ وہ اپنی ذاتی رائے سے کرتا ہے۔ ورنہ دوسری صورتوں میں، انسان بھی قوانین الٰہیہ سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ اور تو اور، منکرین خدا بھی ان قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ ان کو اپنی اصطلاح میں "قوانین فطرت" کہتے ہیں، لیکن ان کی اطاعت وہ ایک مسلم ہی کی طرح کرتے ہیں۔ فرق صرف نام کا ہے۔ مشیت الٰہی نے تربیت انسان کے لئے اُس کو قوت تمیز عنایت فرمائی ہے۔ جب وہ اس قوت کے استعمال میں غلطی کرتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح فرستادۂ خدا تھے۔ انہیں نظر آگیا کہ انسان کی اصلی بہبود اس بات پر منحصر ہے کہ وہ الٰہی رنگ میں رنگین ہو جائے۔ اصطباغ کے اصلی معنی ہی یہ نہیں ہیں کہ انسان کو چند بار پانی میں غوطہ دیدیا جائے یہ تو محض رسمی اور ظاہری نشان ہے، جس کا اصلی مطلب، جیسا کہ قرآن مجید نے ایک اور جگہ فرمایا ہے، یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو الٰہی رنگ میں رنگین کرلے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اس بات سے ایک دہریہ کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ دنیا اخلاقی قانون کے ماتحت نہ ہو تو ہم سب، بدنظمی اور ابتری کا شکار ہو جائیں۔ دنیا میں جہاں تک انسانوں کا سوال ہے اب بھی کوئی شخص سکون و اطمینان قلب کا دعویٰ نہیں کر سکتا، لیکن اسی کائنات کی دوسری مخلوق خواہ چاند

ہوں یا بیجان اُن دونوں نعمتوں سے یکساں بہرہ اندوز ہے۔ یہ روز افزوں جنگ جو انسانی راحت و سکون کو ہر جگہ غارت کر رہی ہے، صرف اسی صورت میں بند ہو سکتی ہے جبکہ اُن اخلاق کو معمول بہا بنایا جائے جو صحیح راستبازی اور نکوکاری پر مبنی ہوں۔ دولت اگرچہ ہمارے راحت اور آرام میں بڑی حد تک مدد معاون ہو سکتی ہے لیکن حقیقی راحت اور آرام اُس سے نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو الٰہی صفات کو اختیار کر کے اُن پر عمل کرنے سے حاصل ہوگا۔ جیسے آگے چل کر بالتفصیل بیان ہوگا۔ ہم اس بات کو مقدس کتابوں اور مذہبی رہنماؤں کی زندگیوں میں تلاش کرتے ہیں لیکن تعصبات اور ذاتی خواہشات ہماری راہ میں حائل ہو جاتی ہیں اسی لئے ہم دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی اخلاقی تعلیمات کو قبول کرنے کے لئے طیار نہیں ہوتے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس پیچیدہ مسئلہ کا حل اب ہمارے لئے بہت آسان ہو گیا ہے۔ قرآن نے نہایت واضح الفاظ میں اسلامی اخلاقیات کی بنیاد، صفات الٰہیہ پر رکھی ہے اور یہ حقیقت اب مغربی لوگوں پر بھی آشکار ہوتی جاتی ہے کہ صفات الٰہیہ کے انعکاس[1] اور اظلال ہی کا دوسرا نام اخلاق حسنہ ہے۔ جس وقت انسان ان صفات کو اپنے اندر جذب کرے گا تو آسمانی بادشاہی اس دنیا میں قائم ہو جائے گی۔ لہٰذا حضرت مسیح نے اگر اس کے نزول اور طریق حصول کے لئے خدا سے درخواست کی

---

[1] وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

تھی تو واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے بالمقابل یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس عظیم الشان مقصد کے
حصول کا طریق[۵۱] خدا ہی نے مجھے الہام کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف
بنی نوع آدم کو اسی بادشاہت کا دستور عطا کرنے کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے کلام
پاک ان تمام اخلاق الٰہیہ کا بیان کرتا ہے جن پر ہمارا ضابطہ اخلاق مبنی ہونا چاہئے۔
ممکن ہے کہ تعصب اور پاسداری کی وجہ سے لوگ قرآن مجید کو ایک عالمگیر صداقت
تسلیم نہ کریں، لیکن اس مقدس کتاب نے "فطرت الٰہیہ" کو اپنی صداقت پر بطور شاہد پیش
کیا ہے جس کی شہادت کوئی ذی ہوش رد نہیں کرسکتا۔ اور یاد رہے کہ دنیا میں اب اگر
مذہب قایم رہا تو وہی مذہب ہوگا جس کی تعلیم کی تائید بصائر قدرت سے ہو سکے گی۔
اسلام تحکمانہ طور پر کوئی بات نہیں منواتا بلکہ اپنی تعلیمات کی صداقت پر صحیفہ فطرت[۵۲]
کو ہمارے سامنے بطور شاہد، کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اگر دنیا کی حقیقی شادمانی اور فلاح
اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنی مرضی کو مشیت[۵۳] الٰہی کی تابع بنادیں تو اس بات کی تلقین،
کسی خاص انسان ہی سے، خواہ اس کے دعاوی کچھ ہوں مختص نہیں ہے۔ ہمارے موجودہ
تمدن نے ہمیں بھی اس قابل بنادیا ہے کہ صحیفہ فطرت کا مطالعہ کر کے مشیت الٰہی دریافت

---

۵۱ تخلقوا باخلاق اللہ (الحدیث)
تم خدا تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرو

۵۲ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ (الروم ع۴)
اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قایم رہو، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی پیدائش کو کوئی بدل نہیں سکتا، یہ قائم رہنے والا دین ہے۔

۵۳ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ (الانفطار)
اور تم نہیں چاہتے سوا اس کے کہ اللہ جہانوں کا رب چاہے (محمد علی)

نظریہ) سے واقف ہو جائیں جن کے مطابق ہمارے کل افعال ہوں۔ اور یہ وہ فوقیت ہے جس کی بنا پر دنیا کی کوئی مذہبی کتاب قرآن شریف سے لگا نہیں کھا سکتی۔ اس کی تعلیمات کے دلائل و شواہد کائنات میں موجود ہیں۔[1] دوسرے مذاہب بھی ممکن ہے۔ ہمارے معاشرتی نظام کے لئے کوئی آسمانی ضابطہ پیش کر سکیں، لیکن سچی اور صحیح رہنمائی صرف "مظاہر فطرت" کی تصدیق ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کا مطالعہ اگر بنظر غائر کیا جائے تو اس سے ایسے زبردست اور مفید نکات حاصل ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر کامیابی اور شادمانی یقینی ہے: فطرت دراصل خالق فطرت کے اخلاق کا آئینہ ہے۔ اور صرف اُسی سے ہمیں وہ سانچہ دستیاب ہو سکتا ہے جس میں ہم اپنے صفات کو صحیح طور پر ڈھال سکتے ہیں۔ آسمانی کتاب کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ ہم کو فطرت کی تعلیمات یاد دلاتی رہے اسی لئے قرآن مجید نے اپنا دوسرا نام "الذکر" بھی رکھا ہے۔[2] اور بالفرض اگر قرآن کریم میں یہ خوبی نہیں تو اس کا حشر بھی عنقریب وہی ہوگا جو بائبل وغیرہ کا ہو رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ سائنٹیفک تحقیق کا صحیح اتباع بہت حد تک اس معاملہ میں

---

[1] سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۔ (حم السجدہ)

ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی اپنی جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے کھل جائے کہ وہ حق ہے

[2] اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر)

ہم نے خود نصیحت اُتاری ہے اور ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (محمد علی)

ہم راہادی را ۔ ہوسکتا ہے لیکن سائنس کی رفتار بہت سست ہے ۔ اس کے حقائق کو دریافت کرنے میں اس قدر طویل عرصہ درکار ہوتا ہے کہ وہ عملی رنگ میں مفید ہونے کے قابل نہیں رہتے ۔ لہذا ایک طرف تو کتاب اللہ کی ضرورت ہے جو ان حقایق سے ہمیں ہر لحظہ آگاہ کرسکے دوسری طرف اس کا عطا کردہ علم، حقایق فطرت کے خلاف نہ ہو۔ یہ شرائط صرف ایک ہی کتاب پوری کرسکتی ہے ۔ جسے قرآن مجید کہتے ہیں جو ہر وقت اُن قوانین کی یاد دلاتی ہے جو اس کائنات میں جاری و ساری ہیں اور انہی کی بدولت اُس کی مخفی استعدادیں بروئے کار آتی رہتی ہیں ۔

اسی وجہ سے وہ تمام عقاید جن کی بنا پر خدا کے شریک بنائے گئے ہیں ۔ یا جن کی بنا پر ان انسانوں کو الوہیت کا درجہ دیا گیا ہے جنہوں نے بزعم دیگران مصلوب ہو کر سامان نجات مہیا کیا، وہ ایک نہیں جناب مسیح سے پہلے بہت سے ایسے انسانوں کا ذکر علم الاصنام میں ہے، آہستہ آہستہ دنیا سے مٹتے جاتے ہیں "قوانین فطرت" سے اس قسم کے عقاید کو ہرگز کسی قسم کی تائید حاصل نہیں ہوسکتی یہ مذکور ہو چکا ہے کہ فطرت، آئینہ مشیت الٰہی ہے۔ پس لازمی ہے کہ عقیدۂ توحید مطلق کے سامنے جس پر کل فطرت شاہد ہے جملہ مشرکانہ عقاید سرنگوں ہو جائیں اور ہو رہے ہیں پس پردہ، جو ہاتھ اس کائنات کو چلا رہا ہے ۔ وہ مشاہدہ انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے[1] پس کسی شخص کا، خدا کے متعلق یہ عقیدہ

---

[1] لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام ع ۱۲)

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا ہے (محمد علی)۔

رکھنا کہ وہ محدود بالزمان والمکان ہے یا جسم ہے یا کسی طرح دیکھا یا چھوا جا سکتا ہے قطعاً لغو اور مہمل ہے۔

اسی طرح وہ کل کے کل اصول مذہبی جن کی تکذیب فطرت کر رہی ہے وہ عنقریب مسترد ہونگے ان میں سے ایک عقیدہ کفارہ کا ہے۔ قربانی کا اصول اگرچہ صحیفہ کائنات میں ہر جگہ کام کر رہا ہے لیکن اُس سے کفارہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہر وقت عالم ادنےٰ کے افراد، عالم اعلےٰ کے افراد کے لئے قربان ہوتے رہتے ہیں کیونکہ اسی میں ان کی ترقی مضمر ہے۔ لیکن یہ نظر نہیں آتا کہ اعلےٰ طبقہ کے افراد ادنٰی کے لئے قربان ہوں۔ لہذا تعاً مسیح فطرت کے اس اصول کے قطعاً خلاف ہے جو مقابلتاً ایک ادنیٰ مخلوق (انسان) کی خاطر ایک اعلیٰ ہستی (خدا) کی قربانی تجویز کرتا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی عقلمند شخص اُسے تسلیم کرے۔ فطرت کا قانون جو رات دن ہمارے مشاہدہ میں آرہا ہے یہ ہے کہ چھوٹی چیز اگر ادنےٰ حالت سے ترقی کرکے اعلیٰ حالت اختیار کرنے کی خواہشمند ہے تو اُسے اپنی ہستی فنا کرکے اعلیٰ ہستی کا جزو بن جانا چاہیے مثلاً بیجان مادہ جو زمین کے اندر پایا جاتا ہے اپنی ہستی و نام مٹا کر نباتات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ نباتات حیوان کی غذا بن کر حرکت اور حس سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں۔ حیوانات ذبح ہو کر جب دسترخوان پر آتے ہیں تو جزو انسانیت بن جاتے ہیں گویا یہ اصول ارتقا رتمام عالم میں جاری ہے اب کفارہ کے عقیدہ کو اس اصول پر کھا جائے تو ظاہر ہے کہ مردود ہوگا نہ کہ مقبول۔

بعض اوقات ایک ہی عالم کے مختلف افراد آپس میں ایک دوسرے کے لئے

قربانی کرتے ہیں. اگر مسیح میں الوہیت نہ ہوتی تو اُس کا کفارہ قابل تسلیم ہوجاتا گو جو قربانی کے
مقدم موخر رنگ ہوتے ہیں وہ ان میں نہیں پائے جاتے آپ تو آخر دم تک صلیب سے
بچنے کی فکر میں ہے اور اس پر ان کا آخری کلمہ ایلی ایلی لما سبقتنی (اے میرے خدا کیا تو نے بھی مجھے
چھوڑ دیا) علی الخصوص شہادت دیتا ہے. لیکن تمام دنیا میں یہ بات کہیں نہیں دیکھی گئی کہ
افراد عالم بالا نے اپنے آپ کو افراد عالم ادنےٰ پر قربان کر دیا ہو یا ایسا کرنے کا ارادہ
ظاہر کیا ہو پس مروجہ کلیسا کی یہ تعلیم کہ خدا نے دنیا کو اس قدر پیار کیا کہ اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ
وہ اپنے خون سے انسانوں کی نجات کا سامان مہیا کرے" کسی محقق اور دانائے رموز
فطرت کی نظر میں لایق قبول نہیں ہوسکتی. کیونکہ اس کی بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ عالم بالا
کی ایک ہستی عالم ادنےٰ کے لئے قربان ہوئی +

اسی طرح جس قدر مذاہب انسانوں نے اپنی تسلی خاطر کے لئے ایجاد کئے وہ سب موجودہ
تمدن کی روشنی میں ناکارہ ثابت ہو چکے ہیں. کیونکہ نظائر قدرت ان کی تصدیق نہیں کرتے
ان مذاہب کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ انسان بالطبع راحت حاصل کرنے. اور تکالیف سے
بچنے کے لئے کوشاں رہتا ہے بعض اوقات اسے اپنی کوششوں میں ناکامی ہوتی ہے
جس کا باعث وہ اسباب ہوتے ہیں جو اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہیں پس وہ
اپنی ناکامی کو کسی مخالف اور غیر مشہود قوت سے منسوب کر دیتا ہے، اور راضی کرنے
کے خیال سے مجبوراً، اسی قوت کو اپنا خدا بنا لیتا ہے. اور جو عبادت سچے خدا کے مخصوص
ہے وہ اس کے لئے روا رکھتا ہے. بعض اوقات انسان اپنے جذبات کو بھی اپنا معبود

قرار دے دیتا ہے، چنانچہ جذبات شہوت وغضب بھی اصنام پرستی کی فہرست[1] میں شامل ہیں۔ اسی کی بنا پر ابتداءً مختلف ممالک میں اصنام پرستی کی مختلف اقسام رائج ہوگئیں، اور عناصر پرستی سے لے کر انسان پرستی تک یہی ایک جذبہ توہم مختلف صورتوں میں انسانوں کے عقاید کا ماخذ ثابت ہوتا ہے لیکن مطالعہ فطرت نے ان اباطیل کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ ابتداء میں جبکہ انسان نے تہذیب وتمدن کی اُن برکات سے جو اب اُسے حاصل ہیں، اس وقت کوئی فائدہ نہ اُٹھایا تھا اور اُس کی عقل بھی نسبتاً کوتاہ اور پست تھی، تو فطرت اور اس کے مختلف مظاہر مثلاً سورج، چاند، ستارے، بادل، ہوا، آگ، پانی وغیرہ کی پرستش محض اس لئے کی گئی تھی کہ انسان ان چیزوں سے ڈرتا تھا، اور انہیں اپنا آقا سمجھتا تھا اور جلب منفعت اور دفع مضرت کے لئے اُن کے سامنے سر جھکاتا تھا رفتہ رفتہ جہلا نے جذبۂ امید وبیم کے ماتحت ان عناصر کو باضابطہ صفات الٰہیہ سے متصف کر دیا۔

قرآن مجید نے انسان کی اس زبردست غلطی کا راز فاش کیا اور بتایا کہ جن چیزوں کو تم خدا سمجھ کر پوجتے ہو یا جن سے ڈرتے ہو وہ تو تمہاری خدمت گزار اور تابع ہیں تم اُن کے خادم نہیں ہو بلکہ مخدوم اور مطاع ہو[2]۔

---

[1] أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَىٰهُ

کیا تو نے اسے دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے

[2] سورۃ النحل رکوع ۲

قرآن نے بہ تکرار یہ تعلیم کی کہ فطرت اور مظاہر فطرت انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہاں فطرت کے رموز اور طریق کار نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمیں اکثر مصائب لاحق حال ہو جاتے ہیں۔ سائنس کی تحقیقات نے بھی اسی حقیقت کبریٰ کا انکشاف کیا ہے جس کی بدولت وہ تمام طاقتیں جو کل تک خدا سمجھی جاتی تھیں آج یا ہماری ہمجنس ہیں یا خادم یقیناً وہ تمام مذاہب جو ہم کو اس حقیقت کے خلاف اعتقاد رکھنے کی تلقین کرتے ہیں رفتہ رفتہ مٹ جائیں گے اور آخرالامر انسان کا مذہب وہی ہوگا جو ذرات عالم کا ہے۔ اور وہ زمانہ عنقریب آنے والا ہے جب مصنوعی خداؤں کی پرستش کرنے والا صفحۂ ہستی پر کوئی نہ رہے گا۔ اور ہر شخص فطرت کے خالق ہی کی عبادت کرے گا۔ اسی لئے قرآن کا دعویٰ ہے کہ دنیا کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا[1]۔ کیونکہ سائنس اور حکمت دونوں اس کے موید ہیں، اسلام کی تعلیم کا خلاصہ جیسے کہ مفصل آگے چل کر بیان ہوگا دو لفظوں میں آجاتا ہے۔ "انسان قوائے فطریہ پر حکومت کرنی سیکھے اور رب فطرت کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرے"۔ ان دو حقائق سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ ان کی مدد سے اسلام، اس مقصد عالیہ کی تکمیل کر سکتا ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔

اگر سائنس اور مذہب دونوں کا مقصد صرف یہی قرار دیا جائے کہ یہ دونوں انسان

---

[1] هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (صف ۹)

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے (محمد علی)

کو اُن طریقوں سے آگاہ کر دیتے ہیں جن پر کاربند ہونے سے ہم اپنے پیدائشی حقوق حاصل کر سکیں تو ان دونوں میں نہ کوئی تصادم ہو سکتا ہے نہ تخالف ہاں یہ سچ ہے کہ باطل مذہب یا باطل سائنس ایک دوسرے کے دوش بدوش نہیں چل سکتے۔ اگر غلط روایات کو، جیسی کہ بائبل میں پائی جاتی ہیں مذہب قرار دے دیا جائے تو پھر جو عقاید اُن روایات پر مبنی ہوں گے وہ یقیناً سائنس سے مطابقت نہیں رکھ سکتے بلکہ حتی الوسع اُس کی مخالفت کریں گے چنانچہ یورپ کی تاریخ ازمنہ وسطیٰ اس پر شاہد ہے اس زمانہ میں پادریوں اور ان کے خود ساختہ عقاید مسیحی کا زور تھا جس قدر اہل علم تھے سب ان کے ہاتھوں نالاں رہتے تھے بلکہ بہتوں نے اپنی جان شیریں علم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دی۔ ان پادریوں نے "علم" کا گلا گھونٹنے کے لئے محکمہ احتساب قایم کیا تھا اور جس شخص کے متعلق یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ علمی تحریک میں حصہ لیتا ہے، اُسے فوراً محبوس بلا کر دیا جاتا تھا۔ خدا بھلا کرے۔ اسلام اور اُس کے تتبع میں تمدن جدید کا جس نے انسانوں کے خیالات میں وسعت اور رواداری پیدا کر دی ہے ورنہ پادریوں کا مقدس طبقہ سائنس اور حکمت کے ساتھ آج بھی یہی برتاؤ کرتا۔ ان علوم جدیدہ نے اس زمانہ میں کلیسائی عقاید کی جڑ ایسی بُری طرح ہلا دی ہے کہ آج تمام عہدہ داران کلیسا نعل در آتش ہو رہے ہیں۔ اور انہیں اپنے عقاید کی حفاظت کے لئے اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ سائنس کی ترقی کو کسی نہ کسی طرح روک دیا جائے۔ بشپ ربن نے اپنے ایک خطبہ میں جو آپ نے ۱۹۲۵ء میں دیا یہ خواہش ظاہر کی کہ سائنٹیفک تحقیقات کو دس سال کے لئے روک دیا جائے بشپ موصوف دراصل اتنا وقفہ چاہتے ہیں کہ وہ اور اُن کے بھائی بند اطمینان کے ساتھ

کلیسائی عقاید میں قطع و برید کر کے انہیں ایسے سانچہ میں ڈھال دیں جو نئی روشنی کے لوگوں میں قابل قبول ہو سکے ۔

چنانچہ اُن کے الفاظ سے بھی یہی پایا جاتا ہے ۔ گزشتہ چند سالوں سے انگلستان میں سمجھدار پادریوں نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی ہے جسے "ماڈرنزم" یعنی تحریک تجدید و اصلاح کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ مسیحیت مروجہ میں جس قدر باتیں سائنس اور حکمت کے خلاف پائی جاتی ہیں ۔ انہیں یکسر نکال دیا جائے ۔ آج کل ڈاکٹر انجی ، ڈاکٹر ریشڈل آنجہانی ڈاکٹر بارنس ڈاکٹر ٹمپل وغیرہ اس تحریک کے کرتا دھرتا ہے ہیں ۔ یہ سب کے سب کلیسا کے جلیل القدر عہدوں پر متمکن ہیں ان میں اکثر بشپ ہیں اس تحریک کی بدولت مسیحیت کی پرانی عمارت پر کسی قدر استرکاری ہو گئی تھی ۔ لیکن اس کے حامیوں کا خیال ہے کہ تمدن جدید اور سائنس کی موسلا دھار بارش کے سامنے یہ لیپ پوت بھلا کے گھڑی ٹھہر سکے گی ! سائنس نے عالم ہی میں ایسے حقائق کو بے نقاب کیا ہے جن کی وجہ سے نہ صرف کلیسائی عقاید کی زبردست بیخکنی ہو رہی ہے ۔ بلکہ چند روز میں اس تحریک کی تمام کوششیں ، جو اصلاح عقاید کے لئے صرف ہو رہی ہیں ۔ بیکار ہو کر رہ جائیں گی ۔ ان حقایق نے انسانی خیالات کو اس درجہ متاثر کر دیا ہے کہ اب عقاید کلیسائی کی صورت ہی نظر نہیں آتی ۔ ہر چند حامیان تحریک مذکورہ کی کوششیں لائق صد آفریں ہیں کہ انہوں نے قدیم مسیحیت کی شکل و ہیئت کو تقریباً سرتاپا بدل دیا ہے جس کی وجہ سے اصلاح شدہ مسیحیت ، قدیم پاپائی یا کلیسائی مسیحیت سے بالکل جدا اور ممتاز ہو گئی ہے ، لیکن ایک اصول غلط کی وجہ سے وہ لوگ سائنس اور علوم جدیدہ کے سامنے مسیحیت کو

ثبات وقرار نہیں دے سکتے، وہ یہ کہ یہ لوگ بہرحال پولوسی مسیحیت اور کلیسوی روایات کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ اور نہ کرتے نظر آتے ہیں، علاوہ بریں۔ اصلاح کے جوش میں اور اُن مشرکانہ رسوم کے دور کرنے کے سلسلہ میں جو بُت پرستوں کے مذہب سے عیسائیت نے مستعار لی تھیں، انہوں نے نہ صرف پرانے عقائد ہی کو خیرباد کہہ دیا ہے بلکہ بعض ایسے نئے عقائد بھی داخل مسیحیت کر دیئے ہیں۔ جو نہ موزوں ہیں نہ مناسب حال۔ بہرحال مسلمان ان کوششوں کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح مسیحیت رفتہ رفتہ اپنے اصلی رنگ میں نمودار ہو جائے گی۔ اور وہ رنگ اسلام ہوگا اگرچہ ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے کہ آنحضرت صلعم نے اسلام کا وعظ دنیا کو سنایا تھا لیکن اسلام محمدیت نہیں ہے یعنی آنحضرت صلعم کا ساختہ پرداختہ مذہب نہیں بلکہ آپؐ نے خدا تعالےٰ کے اُسی مذہب کو مصفےٰ اور مجلّیٰ رنگ میں پیش کیا، جو مذہب فطرت سے مطابقت رکھتا ہے اور جس کی آپؐ سے پہلے ہر نبیؑ نے لوگوں کو تعلیم دی تھی۔[1]

حضرت مسیح کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے انہوں نے اپنی دعا میں مذہب کی غرض یہ بتلائی۔ کہ انسان مادی روحانی اخلاقی حالات میں ربانی رنگ اختیار کرے

---

[1] شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ
اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے ابراہیم
وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا (الشوریٰ ع ۲)
اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا کہ دین کو قایم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو (محمد علی)

کلیسائی عقائد کے ماتحت یورپ کی حالت

یکے از ناظرین اسلامک ریویو

دو چار زرّیں باتیں کہہ دینے سے کسی کو معلمِ اخلاق کا لقب نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ پورا ضابطۂ اخلاق محض چند بد دعاؤں میں محدود ہے۔ بلکہ اس کا تعلق ہمارے اعمال سے ہے اخلاقیات تو ایک ضابطۂ قانون کا نام ہے جو مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہی کہ ہم ہر اجتماعی اور تمدنی پہلو سے صحیح فیصلے پر پہنچ سکیں، ضبط اور پابندیٔ نفس کی طاقت ہم میں زیادہ پائی جا سکے۔ اور ہمارے اندر پاکیزہ خیالات موجزن ہو سکیں۔ ہمارے شعورِ ذاتی کا رجحان نیکی کی طرف ہو جائے اور اخلاقِ فاضلہ مثلاً عفت، ایمانداری، حلم، صبر، ضبط، استقلال، صداقت عفو، راستبازی، ہمدردی، شفقت، رفاقت، فیاضی، شجاعت، معدلت، اعتمادِ نفس، وغیرہ وغیرہ ہم سے خود بخود سرزد ہونے لگیں۔ یہ بات تو بہت آسان ہے کہ کسی قابل انسان کی کتاب یا تعلیمات سے اُن امور پر روشنی ڈالدی جائے، اور اُس کام کے لئے بائبل سے بڑھ کر کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کی کتاب کارآمد ہو سکتی ہے۔ بلحاظ رقت وگداز، بدھ مذہب کی تعلیمات یسوع کے پہاڑی وعظ سے کہیں زیادہ لایق قبول ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ہم کو یسوع کی زندگی میں اسکے مواعیظ حسنہ کی عملی مثالیں دستیاب ہو سکتی ہیں؟ محض الفاظ تو کسی عقلمند آدمی کے نزدیک لایقِ احترام ہو نہیں سکتے اور منفی صفات کی بدولت، جو کسی پیغمبر میں پائی جائیں، کوئی قوم اخلاقِ حسنہ کے بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ کفارہ کی تعلیم کی موجودگی میں، اس قسم کی تعلیمات کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ محکمہ احتساب کی اخلاق سوز کارروائیوں اور جنگ عظیم کے تباہ کن نتائج کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ طبایع انسانی، بعض حالات کے ماتحت، کیسی کیسی شکلیں اختیار کر سکتی ہیں۔ یہ بات ابھی انسانوں کے دلوں سے محو نہیں ہوئی ہے۔ کہ گذشتہ جنگ عظیم کے دوران مسیحی کلیساؤں میں کیسے کیسے نفرت انگیز گیت گائے جاتے تھے اور مسیحی اقوام ایک دوسرے کے خلاف کیسے

کیسے تباہ کن حربے استعمال کیا کرتی تھیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس جنگ سے پہلے، وہ قومیں جو ایک ہی مذہب رکھتی تھیں، ایک ہی نسل سے تھیں، ایک ہی براعظم میں رہتی تھیں، اور جنہوں نے ایک ہی تہذیب و تمدن میں پرورش پائی تھی، باہم اس شدومد کے ساتھ کبھی ایک دوسرے برسرپیکار نہیں ہوئیں۔ بے شک اس سے پہلے بھی خوف ناک اور تباہ کن لڑائیاں ہوئی ہیں۔ بلکہ بھائیوں بھائیوں میں بھی جنگ ہوئی ہے۔ لیکن کسی ایک ملک کے تمام باشندوں نے، دوسروں کے خلاف نفرت او حقارت کا اسقدر زبردست مظاہرہ کبھی نہیں کیا، جیسا اہل جرمنی نے اہل انگلستان کے خلاف کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحی اقوام اور ممالک میں اخوت انسانی اور مساوات بین الناس کا عقیدہ ہنوز راسخ نہیں ہوا ہے۔

حضرت مسیح کو بیشک ہم خدا کا رسول تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کا زمانہ نبوت اسقدر مختصر گزرا ہے کہ بہت اخلاق حسنہ کا ظہور نہ ہوا۔ اس معاملہ میں تو کل دنیا کو نبی کریم صلعم ہی طرف دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ اخلاق حسنہ کے جسقدر ضروری لوازمات ہیں۔ اُن سب کا نمونہ آپؐ کی مقدس زندگی میں مل سکتا ہے اور سچ بھی تو ہے، یسوع کی طرح ایک معلم دینی سے، جس کی توجہ تمامتر ہی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف مبذول ہو۔ اور جو دوسری اقوام کو کتے بلی سے بھی بدتر سمجھتا ہو آپ یہ توقع کس طرح کر سکتے ہیں کہ وہ بین الاقوامی اخلاق کا نمونہ آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ یا اُن تمام اخلاق فاضلہ کو، جو اعلیٰ زندگی کے لیے ضروری ہیں عملی جامہ پہنا سکتا ہے وہ تو خود ایک درویش تھے۔ اور اس لئے اُن کی زندگی اگر سبق آموز ہو سکتی ہے تو محض درویشوں اور تارکین دنیا کیلئے، اور اسی طرح اُن کی تعلیمات بھی اسی شخص کو پسند آسکتی ہیں جو راہبانہ مزاج رکھتا ہو اور علایق دنیوی سے یکسر آزاد ہو۔ لیکن محمد (صلعم) ہر شخص اور زبان کے نمونہ بن سکتے ہیں، اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کے فلسفۂ اخلاق کو دستور العمل بنا لیا جائے، تو آج مغربی ممالک سے بہت سی خرابیوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔

اگر مختلف حکومتیں اور اُن کے ارباب بست وکشاد، آنحضرت صلعم کے اُسوہ کو سامنے رکھیں تو وہ ہمیشہ مواعید و مواثیق اور عہدناموں کی پابندی کیا کریں، اور یہ حقیقت اُن کے ذہنشین ہو جائے کہ انکی حکمرانی سے رعایا کی فارغ البالی متصور اور مقصود ہے۔ نہ ایک جماعت کی مدد سے دوسری اقوام پر جابرانہ پیش قدمیاں کرنا، اور مغربی پادری بھی لوگوں کے احساسات کا احترام حقیقی ملحوظ رکھنے لگینگے، اور بقول مسٹر پکتھال،

ارکان حکومت میں اپنے آپ کو شامل نہ سمجھا کرینگے اور نہ غیر ممالک میں دول یورپ کے گماشتے اور نمائندے بنکر جایا کرینگے کہ تبلیغی جد و جہد کے پردہ میں لوگوں کو غلام بناتے رہیں۔ اگر کلیسا کے عہدیدار اس اصول پر عمل کرینگے تو پھر کلیسا بجائے نفرت انگیز ہونے کے، جیسا کہ آرک بشپ آف یارک نے خیال ظاہر کیا تھا، اُلفت انگیز ہو جائیگی، اور بعض گرجوں میں جس طرح نشستیں خالی نظر آتی ہیں، پھر نظر نہ آئینگی۔ بلکہ مسلمانوں کی مساجد کی طرح تمام گرجے بھرے پڑے نظر آئینگے، اور اتوار کے دن لوگ، اپنا وقت گولف، سینما، کرکٹ اور دیگر مشاغل میں بسر نہیں کرینگے بلکہ گرجوں میں جائینگے اور نہ پھر کسی فہم کی ضرورت ہوگی نہ شراب کے خلاف جد و جہد کی۔ مختصر یہ کہ دنیا کو مسیحیت کی تین مشہور لعنتوں سے نجات مل جائیگی: قمار بازی، زناکاری اور شراب خوری یسوع اِن امور کے ذمہ وار قرار نہیں دئے جاسکتے، لیکن کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں کہ جہاں جہاں مشنری گئے، وہاں وہاں یہ تینوں لعنتیں بھی اُن کے ساتھ ساتھ گئیں۔ آج زولولینڈ کا ایک کافر (قوم کا نام ہے) بھی شراب کا اسی قدر حقدار ہے اور خواہشمند ہے جس قدر بشپ کولنزو، اور شاید یہ لوپوس ہی کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

کیا اچھا ہوتا اگر انجیلوں میں یسوع کے پانی کو شراب بنا دینے کا معجزہ درج نہ کیا جاتا کیونکہ اس کی وجہ سے دنیا کو نقصان عظیم پہنچ چکا ہے۔

نبی کریم صلعم ہی کی تعلیم مغربی خاندانوں اور معاشرتی حلقوں میں برکت اور خوشحالی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس تعلیم کی وجہ سے عورتیں اپنے اوقات زندگی کو خانگی امور اور بچوں کی ترتیب میں صرف کر سکینگی اور اُنہیں طلاق کے مقدمات کی کارروائیوں کو سُننے کے لئے عدالتوں میں جانے کا وقت ہی نہ مل سکیگا اور نہ ججوں کو اُن سے یہ کہنے کی ضرورت پیش آئیگی کہ عدالت کے کمرہ سے باہر نکل جاؤ۔ بلکہ طلاق کے مقدمات ہی شاذ و نادر ہونگے کیونکہ باوجود سہولت، اس قسم کے اسلام میں بہت ہی کم عمل میں آتے ہیں۔ فی الجملہ شادی کی رسم مغربی لوگوں کیلئے جُوا یا قسمت کا کھیل نہ رہیگی بلکہ حقیقی آسائش کا موجب ہو جائیگی۔ ناجائز ولادت کالمعدوم ہو جائیگی۔ اور داشتہ عورتوں کا وجود باقی نہ رہیگا۔ اور یہ حالت کہ ماں باپ بیچارے مفلسی میں مبتلا ہیں اور اولاد عیش کر رہی ہے، کہیں دیکھنے میں نہ آئیگی۔ موجودہ زمانہ نے لوگوں کو اس طرف مائل کیا ہے کہ تھیٹروں میں ڈرامے دکھائے جاتے ہیں تاکہ لڑکے والدین کے ساتھ حسن سلوک پر آمادہ ہو سکیں اور اُنکے اندر بزرگوں کی عزت کا احساس پیدا ہو سکے جس میں کلیسا قاصر رہی ہے اور نہ پھر پادری سیرڈ فری کو چھوٹے زمانہ لباس ختم کرنا پڑیگا

عہدِ جدید (انجیل) میں آنحضرت صلعم کی بشارت

از قلم جناب پروفیسر عبد الاحد داؤد بی ، ڈی ،

گذشتہ سے پیوستہ

دراصل "پوڈوکیا" (لوقا ۲، ۱۴) سے مراد ذات احمدؐ ہی ہے

نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو فاضل مقالہ نگار ، امور متنازعہ پر خوشی تبادلۂ خیالات کے لئے تیار ہیں ۔ جو صاحب اُن سے خط و کتابت کرنا چاہیں وہ ، اڈیٹر اسلامک ریویو ووکنگ انگلینڈ کی معرفت بڑی خوشی سے مراسلت کر سکتے ہیں ۱۲

اگر کسی مشہور مصنف کی چند تصانیف اس کی اپنی مادری زبان میں بھی ، ہمارے سامنے موجود ہوں ، تو اس کے کسی ایسے شاہکار کا ترجمہ جو کسی غیر زبان میں ترجمہ شدہ ہو ، ہمارے لئے چنداں مشکل امر نہیں ہے ۔ کیونکہ ان تصانیف کی موجودگی میں ، اور ان کی بدولت ایک مترجم اُس مصنف کے رجحان طبع ، افتادِ مزاج ، طرز نگارش ، اور اصطلاحات مستعملہ ، وغیرہ سے واقف ہو کر ، اُس کی کتاب کا حتی الوسع اسی انداز میں کر سکتا ہے ، جس انداز میں مصنف نے ، دراصل وہ کتاب لکھی تھی ۔ اگرچہ یہ امر مترجم کس حد تک کامیاب ہوگا ، خود اس کی ذاتی لیاقت اور علمیت پر منحصر ہے ۔ پس اگر لوقا کے دو چار خطوط یا رسالے بھی عبرانی زبان میں ہمارے سامنے موجود ہوتے تو ہم کسی قدر سہولیت کے ساتھ ، اُس کی انجیل کا ترجمہ ، جو فی الحال یونانی میں موجود ہے ، یونانی سے عبرانی زبان میں کر سکتے تھے ۔ لیکن افسوس کہ لوقا کی کوئی تحریر ہمارے پاس موجود نہیں ہے ، بلکہ حضرت مسیح کی مادری زبان یعنی آرامی میں بھی کوئی تصنیف جس سے لوقا نے

اپنی کتاب اخذ کی تھی، ہمارے پاس موجود نہیں ہے اور نہ لوقا نے کسی دوسری زبان میں کوئی اور کتاب آیندہ نسلوں کے لئے چھوڑی۔

تاکہ میرا مطلب واضح ہوجائے اور اس نکتہ کی اہمیت ناظرین کے قلوب پر نقش ہوجائے میں انگریزی اور فرانسوی ادبیات کے بہترین ماہر کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ شیکسپیئر کی تصانیف اصلی زبان یعنی انگریزی میں دیکھے بغیر، اُن کے کسی فرانسوی اڈیشن کا ترجمہ انگریزی میں اس طرح کردے کہ وہ ترجمہ اصلی انگریزی عبارت سے متخالف بھی نہ ہو اور ساتھ، زبان، ادب، اور انشا کی تمام خوبیاں جو شیکسپیئر کے انگریزی کلام میں فی الواقع موجود ہیں، اس کے ترجمہ میں بھی من وعن موجود ہوں، کیا کوئی شخص اس کام کا بیڑا اٹھا سکتا ہے؟ دیدہ باید۔

مشہور فلسفی ابن سینا نے اپنی تصانیف عربی میں لکھی تھیں۔ چونکہ بعض تصانیف کے عربی متن ضائع ہوگئے، اس لئے لاطینی ترجموں سے ان کو دوبارہ عربی میں منتقل کیا گیا، لیکن کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اُن عربی تراجم میں، وہی زور قلم ہوگا۔ جو ابن سینا کی اصلی عبارات میں موجود رہا ہوگا؟ ہرگز نہیں، کیا، اسلامی دنیا کے اس ارسطو نے جسے بجا طور پر "معلم ثانی" کہا جاتا ہے، اسی انداز میں ان تصانیف کو لکھا ہوگا، جس میں مترجمین نے لاطینی زبان سے عربی زبان میں کر لئے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، مصنف کا انداز بیان پیدا نہیں کرسکتا۔

ہم نے نفس مسئلہ ترجمہ پر، گذشتہ مضمون متعلقہ "آتیریتی" میں کسی قدر بحث کی تھی اور چونکہ "سیپٹواجنٹ" اور "عبرانی" دونوں نسخوں میں لفظ "آتیریتی" اور لفظ "شیلوم" موجود ہے۔ اس لئے ہمیں "آتیریتی" کا ترجمہ یعنی مترادف لفظ "شیلوم" کو قرار دینے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن "یوڈوکیا"، جہاں تک میرا حافظ کام دیتا ہے "سیپٹواجنٹ نسخہ" میں مستعمل نہیں ہوا، پس اس کا، اصلی مترادف، جو مصنف نے استعمال کیا ہوگا، معلوم ہونا نہایت مشکل ہے سینٹ برناباس نے اپنی انجیل میں اس آسمانی گیت یا نظم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، نہ بیت اللحم کے چرواہوں کا۔ اور نہ دوسرے انجیل نویسوں کے یہاں یا "انجیلی خطوط" میں اس کا پتہ چلتا ہے۔

موجودہ یونانی مصنف اسمائے معرفہ میں "یوڈوکیا"، اور "یوڈاکیا" دونوں لفظ استعمال کرتے

ہیں، یہ دونوں اسم، دو اجزا سے مرکب ہیں: یو + ڈاکیو آخرالذکر جزو سے "ڈاکھا" نکلا ہے جس کے معنی ہیں۔ "شان یا جلال"، یا "حمد و ثنا" الغرض، اُس کے سامی لفظ معلوم کرنے کے لیے جسے راستباز گلّہ بانوں نے، فرشتوں کی زبانی سُنا، اور جسے لوقا نے "یو ڈوکیا" میں تبدیل کر دیا؟ ہم مجبور ہیں کہ اس لفظ کی لغوی تحقیق کریں۔ اور اس کی یونانی اصل و بنیاد کا پتہ چلائیں۔ لیکن اِس سے پہلے ہم اُن گمراہ کن اور مغالطہ آمیز تراجم کا ذکر، اور اُن کی اغلاط پر تنقید ضروری سمجھتے ہیں، جنہوں نے "یو ڈوکیا" کے صحیح مفہوم کو چھپا لیا ہے، اور اِس طرح اس پیشگوئی پر، جو آنحضرت صلعم کے متعلق اس لفظ میں موجود ہے، ایک پردہ پڑ گیا ہے۔

یونانی متن کے دو ترجمے مشہور ہیں۔ ایک تو نام نہاد سریانی زبان میں اور دوسرا، لاطینی میں دونوں کا لقب "سادہ" ہے جو اُن کے ناموں یعنی "شیٹا" اور "وَلگیٹ" سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان دو مشہور قدیم نسخوں کے متعلق، جن کے سمجھنے میں بڑے بڑے علمائے دین اور فضلائے مذہب عیسوی کو بڑی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں، اب بہت کچھ ذخیرہ معلومات فراہم ہو گیا ہے۔ سردست اِس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ آرامی نسخہ جسے "شیٹا" کہتے ہیں، لاطینی نسخہ موسومہ "ولگیٹ" سے پہلے کا ہے سب جانتے ہیں۔ کہ پہلی چار صدیوں تک رومن کلیسا میں سوائے یونانی کے لاطینی زبان میں نہ کوئی انجیل تھی نہ کتاب الدعا، اور ۳۲۵ء یعنی کاونسل آف نائیس سے پہلے، عہد جدید کی کتابوں کو درجہ استناد بھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس سے پہلے درجنوں انجیلیں اور خطوط آر میں مختلف حواریوں کے نام سے مسیحی فرقوں میں مروج تھے، لیکن کاونسل مذکور میں وہ سب کے سب جعلی قرار دئے گئے۔

چونکہ علم و فن اور سیرمانی زبان کے علوم کا مرکز ابدیشہ تھا نہ کہ انطاکیہ، لہذا اسی شہر میں، کاونسل مذکور کے انعقاد کے بعد، عہد جدید کا ترجمہ یونانی زبان سے لاطینی میں کیا گیا۔

مسیحی مذہب کی تاریخ اور علوم متعلقہ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انجیل کے اولین مبلغین، اہل یہود تھے، جن کی مادری زبان آرامی تھی۔ یہ سوال کہ اُس زمانہ میں کوئی لکھی ہوئی انجیل اُن کے پاس موجود تھی یا وہ کل کی کل زبانی طور پر تعلیم و تلقین کیا کرتے تھے، ہمارے دائرہ تحقیق سے خارج ہے، لیکن ایک بات یقینی ہے کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحی لوگ، آرامی زبان میں

ہی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ بات ہمارے موجودہ موضوع سخن میں شامل ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہ آرامی زبان، اُس زمانہ میں عموماً سارے یہودیوں کی مادری زبان تھی بلکہ ان کے علاوہ، شامی فنیقی، کالدی اور اشوری اقوام بھی یہی زبان استعمال کرتی تھیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ آرامی بولنے والی اقوام میں سے جو لوگ مسیحی ہو گئے ہوں گے وہ یقیناً اپنی مذہبی کتاب، آرامی زبان ہی میں پڑھتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آرامی اور سُریانی زبان میں بہت سی اناجیل اور خطوط الرسل اور کتاب العلما اور کتاب الرّم لکھی گئیں۔ ارمنی لوگوں میں بھی ارمنی حروف تہجی کی ایجاد سے پہلے سُریانی حروف تہجی ہی مستعمل تھے۔

برخلاف اس کے، غیر سامی اقوام میں سے جو لوگ مسیحی مذہب اختیار کرتے تھے، وہ عہد قدیم کو یونانی زبان میں پڑھتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اُن لوگوں کے لئے جو یونانی فلسفہ اور علم الاصنام کے ماہر تھے۔ یہ بات چنداں دشوار نہ تھی کہ "عہد قدیم" کے طرز پر ایک "عہد جدید" بھی مرتب کر دیں۔

ان اسباب کی تحقیق، جن کی بنا پر، اللہ کے ناصری رسول کا سیدھا سادھا پیغام، سامی اور یونانی دو مختلف خیالات کی روانی کا منبع بن گیا، یا جن کی بنا پر یونانی مشرکانہ خیالات انجام کار، سامی، عقیدہ توحید باری پر غالب آگئے محض اس لئے کہ شرک کی تائید پر یونانیت مآب لاطینی قیاصرہ موجود تھے، اور نہایت متعصب اور توہم پرست اُسقف اس شرک کی پشت پناہ بنے ہوئے تھے، مسلم موحدین اور علماء کے لئے نہایت دلچسپی اور اہمیت کے سامان اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور مسیحیت کے گہرے مطالعہ میں ان باتوں کو پیش نظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل اہم سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو ایمان۔ عقائد اور الہامی کتب کے متعلق ہیں۔ جس صورت میں انجیل آج ہمارے سامنے موجود ہے، ابتدائی تین صدیوں تک اس نوعیت کی انجیل کا، مسیحی کلیسا میں کہیں وجود نہ تھا۔ جس قدر کتابیں آج عہد جدید میں شامل ہیں، وہ قدیم زمانہ میں کسی کلیسا یعنی سامی یا یونانی واقعہ انطاکیہ یا اڈیسہ یا قسطنطنیہ یا روم، وغیرہ میں موجود یا مستعمل نہ تھیں۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ جن مسیحیوں کے پاس صرف ایک لوقا اور مرقس کی انجیل ہو گی۔ اُن کے مذہبی عقائد کیا ہوں گے؟ اور عشاء ربانی اصطباغ، تثلیث، اعجازی

ولادت مسیح وغیرہ درجنوں کلیسائی عقاید کے متعلق اُن کا کیا خیال ہوگا؟ جو الفاظ "آج لوقا ۲۲/۱۷-۱۹ میں پائے جاتے ہیں، سُریانی زبان کے نسخہ موسومہ "سشیٹا" میں مطلق موجود نہیں ہیں۔ اور نہ مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کی آخری بارہ ورسیز کسی قدیم یونانی نسخہ میں موجود ہیں اسی طرح "خداوند کی دعا" (متی ۶/۹ اور لوقا ۱۱/۲) مرقس اور یوحنا کے علم میں ہرگز نہ تھی اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سی خاص تعلیمات جو ایک انجیل میں موجود ہیں، اس کلیسا میں موجود نہ ہونگی جس کے پاس وہ انجیل نہ ہوگی۔ اس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ عقاید اور عبادات میں یگانگت پیدا ہی نہ ہوسکی ہوگی، مذہبی رسوم، عبادات، عقاید، وغیرہ میں جو اختلاف آج پایا جاتا ہے۔ وہی اُسوقت موجود ہوگا۔ عہد جدید کے لٹریچر سے اگر کوئی بات یقینی طور پر معلوم ہوسکتی ہے تو صرف یہ کہ ابتدائی زمانہ میں مسیحیوں کے پاس یہودیوں کی بائبل اور ایک انجیل ہوگی جس میں حضرت مسیح کے صحیح الہامات مندرج ہونگے، جن کا خلاصہ، اس آسمانی نظم میں بیان ہوا ہے یعنی اسلام اور بشارتِ محمدی۔ حضرت مسیح کی بعثت کا مقصد صرف یہی تھا کہ یہود میں مسیح موعود کے متعلق جو غلط عقاید موجود تھے، اُن کی اصلاح کی جائے اور اُن کو یقین دلایا جائے کہ خدا کی بادشاہت اس دنیا میں مسیح موعود کے ذریعہ سے قایم نہ ہوگی۔ بلکہ حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ایک شخص کے ذریعہ سے جس کا نام نامی احمدؐ ہوگا۔ جس کے لئے انجیلوں میں پوڈالوس اور پیریکلیٹوس کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔
پیریکلیٹوس پر ایک مفصل بحث آیندہ اوراق میں کی جائے گی۔ لیکن اِس لفظ کے لغوی معنی سے قطع نظر کرتے ہوئے جو یوحنا ۱۴/۱۶ اور ۱۶/۷ میں استعمال ہوا ہے، یہ حقیقت صاف ظاہر ہے کہ مسیح نے مذہب کو ناقص حالت میں چھوڑا تھا جس کی تکمیل کا وعدہ لوقا ۲۴/۴۹ میں بذریعہ "روح قدس" کیا گیا ہے۔ یہ پاک روح، نہ تو خدا ہے نہ تثلیث کا تیسرا اقنوم بلکہ احمدؐ ہے جس کی روح دیگر انبیاء کی دنیا میں آنے سے قبل بقول برناباس، بہشت میں موجود تھی۔ اگر یوحنا ۱/۱۵ کی شہادت پر عیسائی لوگ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کی روح، دنیا میں آنے سے قبل، موجود تھی تو مسلمان بھی برناباس کی شہادت پر یہ بات مان سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی روح بھی، دنیا میں آنے سے قبل موجود تھی۔ اس بات پر آیندہ مفصل بحث کی جائے گی، سردست میں جو سوال

تمام مسیحی کلیساؤں سے دریافت کرتا ہوں وہ یہ ہے کیا کاونسل آف نائیس سے پہلے، یوحنا کی انجیل، ایشیا افریقہ اور یورپ کی کلیساؤں میں مستعمل تھی؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو براہ کرم ثبوت پیش کیجیے، اور اگر نفی میں ہو تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مسیحیوں کی ایک بڑی تعداد یوحنا کے پیرے کلیٹ سے ناواقف تھی۔ یہ لفظ عجیب مہمل ہے۔ اس کے معنی نہ تو تسلی دہندہ کے ہیں نہ شفیع کے۔ بہر حال یہ سوال نہایت اہم ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے جو الزام کلیسا پر عاید ہوتا ہے وہ بھی اہم ہے

آمدم برسر مطلب، شیٹا میں یونانی لفظ یوڈوکیا کا ترجمہ "صوبہراطبہا" کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں "خوش آیندہ توقعات" لیکن ولگیٹ میں اس لفظ کا ترجمہ "بونا والنٹس" کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں "نیک ارادہ"۔

میں علی الاعلان ان تراجم کو غلط قرار دیتا ہوں۔ اور تمام یونانی زبان کے علماء کو چیلنج کرتا کہ اگر ان سے ہوسکے تو میری تردید کریں۔ لیکن اس بات کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ میں ان مترجمین کو دیدہ دانستہ تحریف کا ملزم قرار نہیں دے سکتا۔ کیونکہ ان ترجموں میں کوئی بات جبکی بنا پر ان لوگوں نے اس ترجمہ کو جائز قرار دیا ہوگا۔ ہاں یہ ضروری بات ہے کہ اس طرح ان مترجمین کی نگاہوں سے اس سامی لفظ میں جو مفہوم پیشگوئی کا مضمر ہے، وہ ضرور مفقود ہوگیا۔

یونانی زبان میں "خوش آیندہ توقعات" کا ترجمہ یوڈوکیا نہیں ہے۔ بلکہ یوالپس یا یوالپسٹیا۔ اور اس لفظ کی تشریح سفیٹا کو غلط قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح "نیک ارادہ" کا ترجمہ بھی یونانی لفظ یوڈوکیا سے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس لئے یوتھیلیما استعمال ہوگا۔ اور یہ بات ان پادریوں کے لئے سرمایہ عبرت بن سکتی ہے جو ویٹیکن قسطنطنیہ اور کنٹربری میں رسوم مقدسہ بجا لاتے وقت "خداوند کی تمجید" گایا کرتے ہیں۔

(۱) "یوڈوکیا" کے لغوی معنی اور اس کا اصلی مفہوم

اب ہم "یوڈوکیا" کے صحیح معنی بیان کرتے ہیں۔ اسی لفظ میں "یو" بطور صفت شامل ہے۔

جس کے معنی ہیں عمدہ، اچھا، زیادہ یا بہت زیادہ۔ جیسے کہ لفظ "یوڈوکا میو" جس کے معنی ہیں۔ معزز محترم یا محبوب ہونا، یا شہرت حاصل کرنا۔ اور "یوڈی کا یماس" جس کے معنی ہیں نہایت معزز و محترم یا مشہور یا شاندار۔ "یوڈاکساز" کے معنی ہیں۔ نہایت شاندار اور نام آور "یوڈاکیا" کے معنی ہیں شہرت۔ یونانی لفظ "ڈاکسا" جس کا استعمال ترکیبی طور پر "آرتھو ڈاکس" اور "ڈاکسالوجی" وغیرہ میں ہوتا ہے، "ڈاکیو" سے مشتق ہے۔ انگریزی دان لوگ جانتے ہیں کہ "ڈاکسا" کے معنی ہیں شان و مرتبہ یا عزت یا شہرت۔ اور یونانی ادبیات میں اکثر موقعوں پر ڈاکسا انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

"پیری ڈاکسس میکے شائی" یعنی شہرت اور نام کے لئے جنگ کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ "ڈاکسا" کے معنی کبھی رائے، خیال، عقیدہ، مسئلہ، اصول، توقعات اور امید کے بھی آتے ہیں لیکن اس کے عام معنی شہرت اور شان ہی ہیں۔ اور نظم مذکورہ شروع ہی اس طرح ہوتی ہے "اللہ" لغایت درجہ عظیم المرتبہ اور شان والا ہے۔ فرینچ گریک ڈکشنری مرتبہ آرسی الگزینڈر مطبوعہ پریس ۱۸۴۶ء میں "یوڈاکیا" کے معنی مہربانی، نرمی، حلم، رفق، نیک ارادہ خیال لکھے ہیں اور اس لفظ کی اصل "ڈاکیو" لکھی ہے۔ اور وہ تمام معانی یہی دئے ہیں جو میں نے دئے ہیں۔ اور قسطنطنیہ میں رہنے والے، یونانی اساتذہ جن میں سے بعض میرے شناسا بھی ہیں عموماً اس لفظ کے معنی، خوشی، محبوبیت، خوشگواری، خواہش کرتے ہیں۔ لیکن انہیں بھی مسلم ہے۔ کہ لفظ کے معنی شہرت، نام آوری اور عزت کے بھی آتے ہیں۔

(ب) عبری الفاظ محمدؐ اور حمدہ کے لغوی معنی اور مفہوم

مجھے اس امر کا کامل یقین ہے کہ بائبل کا مطلب صرف اسی صورت سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کا مطالعہ اسلامی زاویۂ نگاہ سے کیا جائے۔ الہام الٰہی کی حقیقت کو سمجھنے، پسند کرنے اور محبوب بنانے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔ اور طریق پر عمل کرنے سے، بائبل میں، جو نہایت ہی مذموم اور مکروہ رنگ کی تحریفات اور ترمیمات وغیرہ ہوئی ہیں، وہ سب عیاں ہو سکتی ہیں اور خارج کی جا سکتی ہیں۔ اور میں یونانی لفظ "یوڈاکیا" کو اسی نقطہ خیال سے خوش آمدید کہتا ہوں۔

کیونکہ یہ لفظ اپنے لغوی معنے کے اعتبار سے عبرانی لفظ حَمَدُ یا حمود یا اَحمد اور حَمدو غیرہ کا مترادف ہے۔ اور یہ الفاظ توریت میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) حَمَدَ اس فعل ثلاثی مجرد (ح م د) سے تعلق رکھتا ہے اور یہ تمام سامی زبانوں میں مشترک ہے۔ اور توریت میں اس کے معنی ہیں۔ میلانِ شدید ظاہر کرنا تعشق کرنا خواہش کرنا، کسی چیز سے خوش ہونا، بحد آرزومند ہونا، جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں۔ عربی لفظ "شہوت" کس قدر وسیع المعانی ہے، جس کا ترجمہ انگریزی میں خواہشِ نفسانی، عیاشی، میلانِ طبعی اور آرزو شدید وغیرہ سے کیا جاتا ہے۔ پس توریت میں، "حمد" کا مفہوم یہی ہے۔ چنانچہ احکام عشرہ میں ایک حکم یہ ہے کہ "پڑوسی کی عورت (زوجہ) پر للچائی ہوئی نگاہیں مت ڈال" اس کا ترجمہ عبرانی یوں ہوگا "لو تحمود ایش ریخا" (خروج ۲۰-۱۷)

(۲) حِمدَ یہ اسم حالت تذکیر میں حِمدَہ حالت تانیث میں، شہوت، خواہش، لطف و سرور، حُسن و خوبی، یا مرغوب طبع کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (دیکھو یرمیاہ ۲۵: ۲۴)

(۳) مَحمَد یا مَحمود - یہ الفاظ بھی حمد ہی سے مشتق ہیں اور نہایت محبوب، خوشگوار، دلچسپ، راحت بخش، لذت فزا، حسین، مرغوب اور بیش بہا کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

اس میں مطلق شک یا شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ عربی مُحمَّد یا محمود اور عبرانی مَحمَد یا مَحمُود، ایک ہی اصل یا مادہ سے مشتق ہیں (ح م د) اور اگرچہ صورت یا ترکیبی ہیئت میں باہم قدرے تفاوت ہوگیا ہے لیکن مفہوم کے لحاظ سے دونوں ہم معنی ہیں چنانچہ عبرانی الفاظ کے جو معانی میں نے اس جگہ بیان کئے ہیں وہ، خود یہود کی مرتب کردہ لغابت سے ماخوذ ہیں۔

(۴) پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یونانی لفظ "یوڈوکیا" عبرانی اسم حمداہ کا لفظی ترجمہ ہے اور ان دونوں کے معنی، خوشی، سرور، راحت، لطف، خواہش محبوبیت، قیمت، حُسن و خوبی وغیرہ وغیرہ کے ہیں۔ اور اس بات سے یہ حقیقت ظاہر بھی ہوگئی کہ عبرانی لفظ محمود کے لئے یونانی زبان میں لفظ "یوڈاکسز" استعمال ہوگا جس کے معنی ہیں اس چیز کے، جو نہایت محبوب و پسند مرغوب طبع

اور آرزو کا مرکز ہو، یا نہایت قیمتی، پسندیدہ، معزز اور محبوب ہو۔

مذاہب کی تاریخ میں یہ بات فی الحقیقت ایک معجزہ ہے کہ اولادِ آدم میں جس شخص کو سب سے پہلے محمدؐ کے نام سے پکارا وہ عبداللہ کا بیٹا تھا جو آمنہ کے بطن سے ۵۷۰ء میں بمقام مکہ پیدا ہوا اس معاملہ ہم عبداللہ یا آمنہ کو کسی فریب یا دجل سے متہم نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دونوں بُت پرست تھے اور اِن پیشگوئیوں سے قطعاً بےخبر تھے جو یہودی اور عیسائی کتابوں میں، ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کے متعلق مرقوم تھیں، کہ وہ دنیا میں دوبارہ خدا کے پسندیدہ مذہب اسلام کو قایم کرے۔ اس لئے ہم یہ کہہ کر اِس بات کو نہیں ٹال سکتے کہ محض اتفاق کی وجہ سے آمنہ نے اپنے بیٹے کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا تھا، بلکہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ظہور میں آیا۔

میرے پاس اس امر کی تائید یا تردید کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے کہ عرب کے شاعروں نے اور ادیبوں نے عبرانی فعل حمد کے صیغہ میں مجہول کو مع اس کے مفہوم کے اپنی زبان میں قائم رکھا یا نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ "حمِدَ" جو عربی میں فعل ماضی ہے۔ اس کا مجہول ماضی محمدؐ ہی ہوگا اور عبرانی فعل "حِمدَ" کا مجہول "محمود" آئیگا۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں لفظوں (محمدؐ اور محمود) میں مشارکت صوری کے علاوہ مماثلت معنوی بھی موجود ہے۔ عبرانی لفظ کے . . . . . . جو معانی نحویوں اور لغویوں اور مترجموں نے بیان کئے ہیں وہ میں نے من وعن درج کر دئے ہیں۔ لیکن لفظ "حِمداہ" اور "محمود" کا اصلی مطلب "توصیف اور لایق توصیف، شہرت اور مشہور، شاندار اور شاندار" ہے۔ کیونکہ جمیع مخلوقات میں اُس شے، سے بڑھ کر اور کون معزز، محترم، شاندار اور لایق توصیف ہو سکتا ہے، جس کے حصول کی ہر شخص کو خواہش ہو۔ اور قرآن میں لفظ "حمد" اسی عملی مفہوم کے اظہار کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور محمدؐ اور احمدؐ اسی سے مشتق ہیں۔ اور عربی حمد یا عبری حمد ایک ہی بات ہے۔ سرِمو فرق نہیں ہے جیسا کہ دانیال نے لکھا ہے، محمدؐ کی شان تمام مخلوقات سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ چنانچہ خدا خود فرماتا ہے لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ اے محمدؐ اگر تو نہ ہوتا تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا"۔ یعنی دُنیا تیرے سبب سے ظہور میں آئی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اس سے بھی زیادہ عزت آپ کو یہ عطا کی گئی کہ آپ کے مقدس ہاتھوں سے اسلام اس دنیا

میں دوبارہ قائم ہوگیا۔ اور اسلام کے معنی بھی اُس کے بانی کے نام کی طرح نہایت تسلی بخش اور خوش آیند ہیں یعنی "امن و امان" "حفاظت، صلح، طمانیت، نجات"، "شر" کے مقابلہ میں "خیر" اور معروف معنی ہیں "سر تسلیم خم کرنا" یعنی اللہ اور اس کے قوانین کی اطاعت کرنا اور اس کی مرضی پر چلنا۔

جو نظارہ، اُن نیکدل گلہ بانوں نے یسوع کی پیدائش کے موقعہ پر دیکھا، وہ نہایت برمحل تھا کیونکہ اللہ کا ایک برگزیدہ رسول اور اسلام کا مبلغ اس رات دنیا میں پیدا ہوا تھا جس طرح خود مسیح ملکوت الہی کے نقیب تھے، اسی طرح اُن کی انجیل بھی القرآن کی تمہید کہی جا سکتی ہے۔ مسیح کی پیدائش نے انسانی اور مذہبی تاریخ میں ایک نئی بات کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن وہ خود محمود یا محمد نہ تھے جس کے لئے شیطان کو مغلوب کرنا مقدر ہو چکا تھا۔ مغلوب کرنے سے مُراد یہ ہے کہ ارض موعود سے منکرین کا استیصال ہو جائے جو نہایا حیوان یعنی سلطنت روما روز افزوں ترقی کر رہی تھی۔ اور اس کی بدولت نہ صرف فلسطین و شام میں بلکہ تمام دنیا میں بُت پرستی ہو رہی تھی۔ اور اسی مشرک حکومت کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی لکھی ہوئی تھی۔ مسیح نبی قوم میں مبعوث ہوئے لیکن اُن کی قوم نے انہیں قبول نہ کیا جن چند افراد نے اُنہیں قبول کیا وہ خدائی بادشاہت کے رکن رکین قرار پائے لیکن باقی ماندہ خانہ بدوشوں کی طرح مختلف بلاد و امصار عالم میں منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد مشرک رومی قیاصرہ کی حکومتوں میں مسلسل دس دفعہ ان لوگوں کا قتل عام وقوع میں آیا۔ ہزاروں نے جام شہادت نوش کیا۔ اور قسطنطین اور اس کے جانشینوں نے نہایت خوشی کے ساتھ موحدین کی نعشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے روندوا دیا۔ بہر حال ان تمام واقعات کے بعد حضرت محمد (صلعم) نے "جو نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے" بلکہ "نام آور، محمود، مشہور اور محترم" "اور آدم کی اولاد میں سب سے زیادہ لائق تحسین، گویا کامل بارناشا" تھے، عرب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اور شرک کے ساتھ اس خوفناک حیوان (شیطان) کا بھی ہمیشہ کے لئے سر کچل دیا۔

قرآن کریم کا فوق العادت انداز

۵
قرآن کریم کی تصریحات اور آثار قدیمہ کی تحقیقات

بقلم سید مقبول احمد صاحب بی۔ اے

اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں بھیانک اور پتھریلے جنگل یا ریگستان میں کسی وقت ہزار ہا درخت اُگے ہوئے تھے۔ تو ہم یا تو اُس شخص کو عالم الغیب سمجھیں گے یا جبتک اُس کے دعاوی پر خارجی شہادات مثلاً قدیم تاریخی نوشتوں یا باقیات حجریہ سے مہر تصدیق ثبت نہ ہوں۔ بذات خود تسلیم نہیں ہو سکتے۔ اور کسی معمولی انسان کی طرف سے اگر ایسا دعوے پیش ہو تو ہم اُسے فسانہ سے زیادہ وقیع نہیں سمجھ سکتے۔

قرآن کریم میں ایک قوم کا ذکر ہے جسکی طرف خدا نے ایک پیغمبر بھیجا تھا لیکن اُس قوم نے اُس کو رد کر دیا۔ اس قوم کا نام "اصحاب الایکہ" ہے جس کا لفظی ترجمہ "بن کے لوگ" ہو سکتا ہے۔ قرآنی تصریحات و اشارات کی بدولت اس قوم کا قدیمی مسکن خلیج عقابہ سے قرب وجوار میں متعین کیا گیا ہے۔ جو ملک شام کے جنوب میں واقع ہے۔ عقابہ کی وادی کے طبعی خصائص وہی ہیں، جو عرب کے ہیں، اور آج بھی وہی ہیں، جو دو ہزار سال پہلے تھے، یعنی بھیانک پتھریلے ریگستان، جہاں میلوں کسی درخت یا جھاڑی کا نام نشان نہیں ملتا، سوائے اُن چند خاردار جھاڑیوں مثلاً اونٹ کٹارا؛ تھوہر وغیرہ کے جو کسی بدمزہ پانی کے چھوٹے سے نالاب کے کنارے اُگی ہوئی ہوں۔ ایسے خطۂ زمین کے متعلق یہ کہنا کہ یہاں کسی زمانہ میں جنگل تھا جس میں درخت ہوئے تھے، کسی طرح یقین میں نہیں آ سکتا۔ اور ابتدائی مسلمان جغرافیہ دان بھی اس معاملہ میں خاموش ہیں کہ یہاں کسی زمانہ میں جنگل تھا۔ لہذا اب تک مفسرین قرآن نے یہی کہہ کر اپنا پیچھا چھڑایا ہے کہ ایکہ، ملک شام میں ایک شہر تھا۔ جو اب ناپید ہو چکا ہے اور اس کے معنی لازمی طور پر "جنگل" کے نہیں ہیں جس طرح

"عرؐ" کے معنی آگ" اور "نینوا" کے معنی "مچھلی" نہیں ہیں۔ مفسرین کے اس خیال کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ عہد عتیق" میں ۔۔ اس قرب وجوار میں کسی جنگل کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ کتاب خروج میں تمام خطہ کا مفصل بیان موجود ہے۔

حاجی برٹن (رحمتہ اللہ علیہ) جس کو میں اس کے ہموطن اور حوصلہ مند برک ہارٹ کی طرح جو عربوں میں شیخ برکات کے نام سے مشہور تھا مسلمان ہی سمجھتا ہوں۔ پہلا شخص وہ ہے جس نے اپنی تصنیف "مداین کی سونے کی کانوں" کے ذریعہ سے، دنیا کے سامنے اس خطہ زمین کا صحیح علم پیش کیا۔ اُس نے بہت سے قدیم یونانی جغرافیہ والوں کی تصانیف سے اقتباسات پیش کئے ہیں جو اُس کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں۔ اور اُن سے قرآنی بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس خطہ زمین میں کسی وقت آدمیوں کے قد کے برابر درخت اُگے ہوئے تھے، اور تمام آثار صحرائی موجود تھے مزید تفصیل کے لئے ناظرین برٹن کی کتاب مذکورہ کے صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۰ اور باب ۸۸ ملاحظہ کریں: عرب میں ایک قوم اور تھی جس کا اب کہیں وجود نہیں صرف اس کا اور اس کے پیغمبر کا نام باقی رہ گیا ہے۔ یہ قوم ثمود تھی جو وسط عرب میں آباد تھی۔ اس قوم کا حال قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوا ہے:۔ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ، اذ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ صَالِحٌ الا تَتَّقُونَ، اِنِّی لَكُمْ رَسُولٌ اَمِينٌ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُونِ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ، اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَتُتْرَكُونَ فِی مَا هٰهُنَا اٰمِنِينَ فِی جَنّٰتٍ وَعُيُونٍ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ، وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ یعنی ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب اُن کے بھائی صالحؑ نے اُن سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے؟ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اور میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر صرف جہانوں کے رب پر ہے۔ کیا تم ان چیزوں میں، جو یہاں ہیں، امن کے ساتھ چھوڑ دئے جاؤ گے؟ یعنی باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ تنہ بتہ ہے اور اترانتے ہوئے پہاڑوں میں گھر تراش لیتے ہو" (سورۃ الشعرآء آیات ۱۴۱ تا ۱۵۰)

اس قوم کے متعلق ایک قابل غور امر یہ ہے کہ اگرچہ پلینی ڈایڈورس اور ٹالمی نے

اپنی تصانیف میں اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن عہد عتیق اُن کے متعلق بالکل خاموش ہے حالانکہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے آمنے سامنے ہی رہتے ہونگے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قوم اُن کی ہمعصر نہ ہو بلکہ اُن کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے رہتی ہو۔ اور اُن کے زمانہ میں گمنام ہو گئی ہو، پروفیسر نکلسن، جنہوں نے تاریخ ادبیات عرب لکھی ہے، یوں رقمطراز ہیں "شمالی عرب میں، حجاز اور شام کے درمیان قوم ثمود آباد تھی، جس کا ذکر قرآن (۷ : ۷۳) میں بھی آیا ہے۔ اور یہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر اپنے لئے مکانات بناتے تھے۔ شاید محمدؐ (صلعم) کو اُن تراشیدہ حجروں کا صحیح علم نہ تھا جو آج بھی بمقام حجر، جو مدینہ سے شمالی جانب ایک ہفتہ کی راہ ہے موجود ہیں اور نبطی کتبوں سے جو اُن میں لگے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوتا کہ یہ حجرے دراصل مقبرے تھے"

لیکن پروفیسر موصوف نے اس معاملہ میں غلطی کھائی ہے۔ اگر وہ مغربی علماء سے استفادہ کرنا پسند کریں تو میں اُنہیں ایک ایسے شخص کا نام بتاؤں جو اُنہی کی طرح پُرجوش مسیحی ہے۔ کیونکہ، جیسا مسیحی جوش کی واضح دلیل ہے، دونوں ہی، جب کہ آنحضرت صلعم یا قرآن اُن کے خیالات کی تردید کرتے ہیں، تو اپنا توازن دماغی کھو بیٹھتے ہیں۔ بہرحال یہ شخص ڈاکٹر کرٹن ہے جس نے تاریخ عرب لکھی ہے۔ اور اس کتاب میں اُن مکانات کا حال لکھا ہے جو حال ہی میں بمقام کیراک دریافت ہوئے ہیں۔ اور یہ مکانات، مقبرے نہیں ہیں بلکہ انسانی رہائشگاہ تھے، جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ اُن میں سے ایک کا نام "خزانۂ فرعون" ہے اور کتاب میں اُس کی تصویر بھی موجود ہے۔ اگر آنحضرت صلعم کبھی کیراک تشریف لے بھی گئے ہونگے، جس کے متعلق ہمیں علم نہیں، تو قیاس یہی ہے کہ آپ نے اُن تراشیدہ مکانات کو نہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ، آپؐ کے زمانہ میں یقیناً یہ مکانات تہ ریگ ہونگے۔ پس کیا یہ ستم ظریفی نہیں ہے کہ اگرچہ بعض اقوام کے نام مثلاً ایملی کا بیٹ مندرجہ بائبل، نکلسن اور لڈیکی کے نزدیک محض فرضی ہیں، لیکن باایںہمہ بائبل کے الہامی ہونے پر کوئی اعتراض یا شبہ وارد نہیں ہوتا، اور قرآن کو، جس کے بیان کردہ اقوام اور اُن کے مکانات کی تصدیق قدیم تاریخ اور نوشتوں سے ہوتی ہے، بہرحال بائبل کی نقل یا اُس کے بیانات کو بائبل سے مسروقہ سمجھا جاتا ہے؟

قرآن مجید میں ایک اور قوم کا بھی ذکر ہے، جسے تاریخ نے اس درجہ فراموش کر دیا کہ اگر حالیہ زمانہ میں ایک حیرت انگیز انکشاف نہ ہوا ہوتا تو مغربی حکما تو اس بیان کو واقعی فرضی اور غلط قرار دیدیتے۔ یہ قوم عاد تھی، جس کا ذکر مع اس کے پیغمبر کے، جن کا نام ہود تھا، قرآن میں ذکر کیا گیا ہے اور اس قوم کی ہستی کا ثبوت حال ہی میں حصن غراب کے حمیری کتبوں سے دستیاب ہوا ہے، جن کے متعلق میں نے اسلامک ریویو بابت جنوری ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جب یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اور قرآنی بیان کی تصدیق ہو گئی، تو مسٹر فارسٹر نے جو ایک جوشیلے مسیحی پادری ہیں، ایک مضمون لکھا جس میں حضرت ہود کو بائبل کا جیبر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ سچ ہے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے کچھ نہ کچھ کوشش کرنی تو ضرور چاہیئے۔ خواہ ناکامی ہی کیوں نہ ہو!!!

اب ہم قوم سبا کا بیان کرتے ہیں جو بعثت نبوی سے قبل فراموش ہو چکی تھی۔ اور آپ کی جائے ولادت سے اتنی ہی بعید تھی جیسے لندن سے قسطنطنیہ۔ قرآن مجید نے بدیں الفاظ اس قوم کی شوکت کا نقشہ کھینچا ہے بعد ازاں اُن کی تباہی کا ذکر بھی کیا ہے لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسَاكِنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ۔ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ سبا کے لئے اُنکی سکونت کی جگہ میں ایک نشان تھا، دو باغ دائیں اور بائیں تھے اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ اچھا شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے تو انہوں نے موُنہ پھیر لیا سو ہم نے اُن پر زور کا سیلاب بھیجا۔ اور اُن کے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ بدل دئے جن میں تلخ میوے اور جھاؤ کے درخت تھے، اور تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ ہم نے انہیں یہ سزا دی کیونکہ انہوں نے ناشکری کی

اور ہم ناشکر گزاروں کو سزا دیتے ہیں۔ اور ہم نے اُن میں اور اُن بستیوں میں جن میں ہم نے برکت دی تھی نظر آنیوالی بستیاں بنائی تھیں اور ہم نے اُن میں سفر کا اندازہ کر دیا تھا۔ اُن میں راتوں اور دنوں کو امن سے چلو تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے اور اپنی جانوں پر ظلم کیا پس ہم نے انہیں افسانے بنا دیا اور انہیں ریزہ ریزہ کر کے پراگندہ کر دیا۔ یقیناً اس میں ہر صابر اور شاکر کیلئے نشان ہے (سورہ سبا آیات ۱۵-۱۹)

اُن کی خوشحالی کی تصدیق لیگے تھرے سائی ڈیز نے بھی کی ہے جو مسیح سے ڈیڑھ سو برس پہلے گزرا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے "سبا عرب کے جنوب و مغرب میں واقع ہے، جہاں بہترین پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور دریا کے کناروں کی زمین نہایت شاداب ہے۔ اندرون ملک میں گرم مصالحے کے درخت اور کھجوروں کے باغات ہیں جنکی خوشبو مست کرنیوالی ہے اور اس ملک میں درختوں کی اسقدر قسمیں ہیں کہ اُن کا شمار دشوار ہے"، بعد چندے العرم کا بند ٹوٹ گیا اور ملک کی زرخیزی کافور ہو گئی۔ اور اب اس ملک میں تلخ میوے کے درختوں کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ العرم کو حال میں ایک فرانسیسی سیاح نے دیکھا تھا اس کا بیان قرآن مجید کے بیان کا مصدق ہے اس بند کا پانی ملک کے دائیں اور بائیں جاتا تھا۔ اسی لئے دونوں جانب باغات تھے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

اِن کے علاوہ، قرآن مجید میں ایک اور دلچسپ کتبے کا ذکر ہے جسکی تصدیق جغرافیائی تحقیقات کی بنا پر ہنوز نہیں ہو سکی ہے۔ یہ یاجوج اور ماجوج والی سد ہے جسکو ذوالقرنین نے، جسے سائرس شاہ ایران کا لقب دیا جاتا ہے، تعمیر کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ خیال کیا گیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج سے مراد گیٹی اور مساگیٹی دو قومیں ہیں، جنکے خلاف سائرس نے چڑھائی کی تھی۔ ہیروڈوٹس کا یہ بیان سراسر مصدق قرآن ہے بلکہ سائرس کے دو حملوں کا جو اس نے مشرق اور مغرب کی جانب کئے اور اسکے بحر ظلمات تک پہنچنے کا بھی مصدق ہے۔ یہ سد نقشہ میں موجود ہے اور کوہ قاف سے لیکر بحر خزر تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ سد (دیوار) اب شکستہ ہو گئی ہے لیکن مقامی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُسے کسی ایرانی بادشاہ نے بنایا تھا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ جب غارتگر مغلوں نے خلافت عباسیہ پر حملہ تو یہ لوگ اسی دیوار کو طے کر کے آئے تھے۔ اور یہ بات قرآنی بیان کی مصدق ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا حملہ گویا فیصلہ کے دن کا قرب ہو گا۔ اور ایسا ہوا کیونکہ اُن غارتگروں نے خلافت عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ تعجب یہ ہے مغلوں نے مسلمان ہونے کے بعد ہی زیر قیادت تیمور ترکان

عثمانی کی بنیادوں کو زبردست صدمہ پہنچایا بلکہ انکے سیاسی تفوق کو ہمیشہ کیلئے خاک میں ملا دیا اور انگورہ کے میدان میں یایزید کو شکست دیکر تھوڑے دنوں کیلئے سلطنت عثمانیہ کو لاشہ بے جان بنا دیا۔

اسکے علاوہ اصحاب کیف والرقیم کا مذکور بھی ہنوز تشنۂ تصدیق ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ جب کبھی آثار قدیمہ کے سلسلہ میں کوئی انکشاف ہوگا تو قرآنی بیان کی صداقت ظاہر ہو جائیگی۔ یہ فسانہ ایسا حیرت انگیز یا خلاف عقل نہیں ہے جیسا کہ بائبل کی اکثر حکایات مثلاً شاہ کسپر کا قصہ یا مجوسیوں کی آمد آخر میں اس الزام کا ذکر اور اس کی تردید کرنا چاہتا ہوں جو سائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ایک مضمون نگار نے قرآن مجید پر لگایا ہے۔ یہ الزام اُس قحط کے متعلق ہے جو مصر میں واقع ہوا تھا جسکا ذکر سورہ یوسف میں موجود ہے قرآن فرماتا ہے "تب اس کے بعد ایک سال آئیگا جس میں لوگوں پر مینہ برسایا جائیگا اور اسمیں وہ انگور بھی نچوڑینگے" (سورہ یوسف ۱۲: ۴۹) میں چاہتا ہوں کہ اس کی تشریح میں سیل کا بیان پیش کروں۔ وہ لکھتا ہے۔ "برخلاف اسکے، جیسا کہ اکثر قدیم مصنفین نے لکھا ہے، عموماً موسم سرما میں مصر زیرین میں بارش ہوتی ہے اور سکندریہ میں تو برف بھی گرتی ہے اور یہ مشاہدہ سنیکا کے بیان کی تردید کرتا ہے۔ بالائی مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ جس بارش کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے۔ اُس سے ملک حبش کی بارش مراد ہے جس کی وجہ سے دریائے نیل میں طغیانی آتی ہے اور مصر میں زرخیزی ہوتی ہے۔ یا وہ بارش مراد ہے جو قحط زدہ علاقوں میں ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک حبش میں ایک زبردست قحط پڑ چکا ہے۔ جس پر آثار قدیمہ گواہ ہیں حبش اور یمن دونوں ایک ہی عرض البلد میں واقع ہیں۔ اور ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ اور اُن کے طبعی خصائص بھی یکساں ہیں چنانچہ یمن میں ایک کتبہ دستیاب ہوا ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

"میں ذو شفر بادشاہ کی بیٹی ہوں اور میرا نام تاجہ ہے۔ میں نے اپنے خادم کو یوسف کے پاس بھیجا جب اُسے دیر ہوئی تو اپنی خادمہ کو چاندی دیکر بھیجا کہ اس قدر گیہوں لے آئے اور جب وہ شئے مطلوبہ حاصل نہ کر سکی تو میں نے اُسے موتی دیکر بھیجا کہ اس قدر آٹا لے آئے لیکن اس پر بھی اناج میسر نہ ہوا تو میں نے ان موتیوں کو پسوایا۔ لیکن وہ قابل استعمال نہ ہوئے تو مجبوراً میں دربند ہوگئی ہوں۔ جو میرا حال سُنے لازم ہے کہ وہ مجھ پر ترس کھائے اور جو عورت میرے زیورات استعمال کرے خدا کرے اُس کا حشر بھی وہی ہو جو میرا ہوا ہے۔ یعنی وہ بھی میری طرح بھوک کے مارے مرجائے"۔

نبوت کا ظہورِ اتم

المعروف بہ

نبی کامل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم امام مسجد ووکنگ انگلستان کی شہرہ آفاق تصنیف دی آئیڈیل پرافٹ کا سلیس اردو ترجمہ

بمع [illegible] دیباچہ کتاب

حضرت خواجہ صاحب کی خدمات اسلام جو آپ نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بلاد مغرب میں انجام دی ہیں کسی تشریح یا تعارف کی محتاج نہیں ہیں مسلم اور غیر مسلم دونوں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں کہ آپ نے اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بہترین پیرایہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان غلط بیانیوں کا بھی حتمی طور پر ازالہ کر دیا ہے۔ جو دشمنان اسلام نے حضور [illegible] کی قدسی شخصیت کے متعلق مغرب میں پھیلا رکھی تھیں۔ آپ کو نہ صرف تبلیغ و اشاعت کا تجربہ ہے بلکہ اکابر و مشاہیر [illegible] سے بالمشافہ تبادلہ خیالات کرنے اور ان کی تقاریر سننے کے مواقع بھی میسر آ چکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو تحریر بھی آپ کے قلم سے نکلتی ہے۔ وہ صرف عالمانہ اور محققانہ ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ وسعت و پختگی خیال کے ساتھ ساتھ اپنے اندر تشفی کا سامان بھی رکھتی ہے جو لوگ آپ کی تصانیف کا مطالعہ فرما چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خواجہ صاحب کو ادائے مطالب کے [illegible] خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے۔ پھر آپ کا اسلوب بیان اس قدر مدلل اور دلپسند ہوتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

زیر نظر کتاب میں ان تمام خوبیوں کے علاوہ دو خصوصیات اور بھی ہیں۔ اول تو یہ کہ باعتبار نوعیت مضامین و [illegible] ترتیب و [illegible] اس سے پہلے کوئی کتاب اس رنگ میں نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کا اسلوب بیان جو سادہ [illegible] اور [illegible] ہے۔ بالکل اچھوتا اور نرالا ہے اور اسی صفت نے [illegible] کتاب کو نظم کی طرح دلکش بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کو ہر پہلو سے جو عقل انسانی [illegible] بنی نوع [illegible] کے لئے اسوۂ کامل ثابت کیا گیا ہے۔ [illegible] کوئی لفظ محض جذبات [illegible] نہیں لکھا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ تاریخی و تنقیدی دونوں پہلوؤں سے نہایت صحیح و درست ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قدم قدم پر غربی مصنفین اور دشمنان دین کی [illegible] تعصبات کا دامن چاک کر دیا ہے۔ ان کی خوردہ گیریوں کا جواب شافی موجود ہے اور جو بے ہودہ خیالات پادریوں کی تحریرات سے آجکل کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا تریاق ہر سطر میں موجود ہے۔

سوانح نگاری کے عام طریقہ کو چھوڑ کر آنحضرت صلعم کی خوبیوں کو زیب عنوان بنایا گیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اس کتاب کے مطالعہ سے ہر ذی فہم پر روشن ہو جائیگا کہ جو ارفع خصائص ایک ہادی کے لئے عقل انسانی تجویز کر سکتی ہے۔ وہ سب کے سب بدرجہ اتم آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں موجود تھے۔ گویا یہ کتاب غیر مسلم کے لئے تحفہ بے نظیر ہے اور مسلم کے لئے شمع تنویر ہے۔

کتاب زیر طباعت ہے۔

فرمائش بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور آنی چاہیئے

بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعتِ اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

رجسٹرڈ

(الف) ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو انگریزی مکتب خانہ و مسلم لائبریری (۳) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۴) ریزرو فنڈ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

(ب) ۱۔ ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔

۲۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا چھپوا کر مفت تقسیم کرنا۔

۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

۴۔ سستا سے سستا قرآن کریم چھپوا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

۵۔ اس کے علاوہ وہ امور جو انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

(ج) ۱۔ جناب دی رائیٹ آنریبل سر ریڈ لینڈ جارج اسن ایلن سن۔ بیرن الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق۔ بی اے (کینٹب) ایم۔ آئی۔ سی۔ ای۔ آئی۔ آف آئرلینڈ ہاؤس۔ کیلیڈن ٹاؤن ایک آئرلینڈ (چیئرمین)

۲۔ جناب سر عباس علی بیگ صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ سی۔ بی۔ آف بمبئی اینڈ کمیشن۔

۳۔ جناب سر محمد شفیع صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ڈاکٹر آف لٹریچر بیرسٹر ایٹ لاء لاہور۔

۴۔ جناب میاں احسان الحق صاحب بیرسٹر ایٹ لاء سشن اینڈ ڈسٹرکٹ جج کیمل پور۔

۵۔ جناب حکیم محمد جمیل خاں صاحب رئیس اعظم فرزند جناب حکیم اجمل خاں صاحب مسیح الملک دہلی

۶۔ جناب کنور سری جلال الدین صاحب فرزند عالی جناب ہز ہائینس شیخ جہانگیر میاں صاحب والئی ریاست منگرول۔ (کاٹھیاواڑ)

۷۔ جناب شیخ عبدالحمید صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس۔ دہلی دروازہ۔ لاہور۔

۸۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۹۔ جناب خان بہادر غلام صمدانی صاحب ریونیو اسسٹنٹ۔ پشاور (سرحد)

۱۰۔ خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ اینڈ وائس پریزیڈنٹ میونسپلٹی پشاور۔ (سرحد)

۱۱۔ جناب ملک شیر محمد خاں صاحب بی۔ اے۔ سپیشل اسسٹنٹ منسٹر مال ریاست جموں و کشمیر

۱۲۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء ایڈووکیٹ۔ ہائیکورٹ۔ لاہور۔

۱۳۔ جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی (سابق امام مسجد ووکنگ انگلستان)

۱۴۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل بانی ووکنگ مسلم مشن (وائس پریزیڈنٹ)

۱۵۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس سابق سول سرجن سرحد آنریری فنانشل سکرٹری

۱۶۔ جناب خواجہ عبدالغنی صاحب (سکرٹری ٹرسٹ)

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

(د) ۱۔ جناب سر میاں محمد شفیع صاحب۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ بیرسٹر ایٹ لاء لاہور (مشیر قانونی)

۲۔ جناب خان صاحب سعادت علی خاں صاحب رئیس اعظم۔ سکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور

۳۔ جناب محمد دین جان صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ لاہور۔

۴۔ جناب ملک شیر محمد خاں صاحب بی اے سپیشل اسسٹنٹ ٹو منسٹر مال صاحب بہادر ریاست جموں و کشمیر

۵۔ جناب کنور سری جلال الدین صاحب بی۔ اے۔ خلف الصدق عالیجناب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر ریاست منگرول۔ (کاٹھیاواڑ)

۶۔ جناب خان بہادر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کارخانہ احمد دین برادرز۔ راولپنڈی۔

۷۔ جناب خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ و وائس پریزیڈنٹ میونسپلٹی۔ پشاور۔ (سرحد)

۸۔ جناب میجر شمس الدین صاحب بی۔ اے۔ فنانشل سکرٹری۔ (ریاست بہاولپور)

۹۔ خان صاحب جناب محمد اسلم خاں صاحب برہ خان خیل۔ آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم۔ مردان (سرحد)

۱۰۔ جناب احمد ملا داؤد صاحب سوداگر۔ رنگون (برما)

۱۱۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مالک کالونی فلور ملز۔ لائل پور۔

۱۲۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء۔ لاہور۔

۱۳۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل۔ بی۔ وکیل بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان (پریزیڈنٹ)

۱۴۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ سابق سول سرجن سرحد۔ لاہور (آنریری فنانشل سکرٹری)

۱۵۔ جناب خواجہ عبدالغنی صاحب (سکرٹری ٹرسٹ)

ضروری ہدایات

(ہ) ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان۔ دی ماسک ووکنگ سرے۔ انگلینڈ

The Mosque, Woking, Surry England

۵۔ بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ۔ لاہور پنجاب،

۶۔ تار کا پتہ: "اسلام" - لاہور۔ (پنجاب)

(۷) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ ؎ معہ محصول ڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلبا و مفت تقسیم کے لئے ؎ معہ محصول ڈاک

خواجہ عبدالغنی سکریٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)



MRS. NAIMA WINIFRED EMILY ELINOR CHAWORTH-MUSTERS.

"I, Naima Winifred Emily Elinor Chaworth Musters, wife of Commander J. C. Musters, do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt Islam as my religion, that I worship One and only Allah (God) alone, that I believe Muhammad to be His Messenger and Servant, that I respect equally all prophets, Abraham, Moses, Jesus, etc., and that I will live and die a Muslim by the help of Allah."

La ilaha illa-llah
Muhammad-ur-Rasulu-llah.

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ | نمبر ۹

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	از مترجم	۳۵۴
	کمانڈر سی سی مسٹرس کی اہلیہ مسز بنیمہ وینی کا اعلان اسلام	"	
	دعا ہیئے لاطائل	"	۳۵۵
	اسلام کی حیرت انگیز کامیابی	"	۳۵۶
۲	گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ	از آنریری فنانشل سکرٹری	۳۵۸
۳	آسمانی بادشاہت	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۳۶۱
۴	جنگ عظیم کے نتائج مابعد	جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا [illegible]	۳۷۰
۵	اسلام جزیہ اور تلوار	از مترجم	۳۷۵
۶	تمدن اسلام	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۳۷۷
۷			۳۸۴
۸	موجودہ مذہبی رجحانات اور اسلام	جناب ڈاکٹر اے آر ٹاکسن ڈی سی ایل ایم اے	۳۸۵
۹	اسلامی نقطۂ خیال سے شادی کا فلسفہ	جناب خان بہادر ایس ایم حسین صاحب بی اے	۳۸۷
۱۰	عرض حال (نظم)	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۳۹۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء نمبر ۹

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو مسز نسیمہ وینی فریڈ - ایملی - ایلینور - چاورتھ مسٹرس کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے - ہمارے ناظرین کرام اسے ملاحظہ فرما کر مسرور ہونگے - دہریت مادیت میں ڈوبے ہوئے یورپ میں اب بھی حق پسند ہستیوں کی کمی نہیں ہے اور کیسی کیسی عظیم الشان ہستیاں حلقہ بگوش اسلام ہو رہی ہیں۔

ذیل میں مسز نسیمہ موصوفہ کا اعلان اسلام شائع کیا جاتا ہے :-

کمانڈر جے سی - مسٹرس کی اہلیہ
مسز نسیمہ وینی فریڈ - ایملی ایلینور چاورتھ مسٹرس کا
اعلان اسلام

میں نسیمہ کمانڈر جے سی میسٹرس کی زوجہ ہوں - میں بلا کسی جبر واکراہ کے انشراح صدر و صمیم قلب کے ساتھ اعلان کرتی ہوں - کہ میں نے اپنا مذہب اسلام قبول کر لیا ہے اب میں صرف ایک ہی خدائے واحد کی عبادت کرتی ہوں میرا ایمان ہے - کہ حضرت محمد صلعم خداوند تعالی کے پیغمبر اور بندے تھے - میرے دل میں جناب ابراہیم - جناب موسیٰ - جناب مسیح سب کی مساویانہ تعظیم و تکریم ہے - اور تائید ایزدی سے میں انشاء اللہ تعالی ایک مسلمہ کی زندگی بسر کرونگی +

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دعاوئے لاطائل

کلیسیائی اخبارات اور رسائل میں اس قسم کی مثالیں عموماً دیکھنے میں آتی رہتی ہیں کہ تاریخ عالم میں جس قدر امور لائق تحسین و قابل ستائش قرار پاتے ہیں۔ ارباب کلیسیا ان باتوں کو ہمیشہ کلیسیاء سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اور ان باتوں کی نوعیت ایسی حیرت انگیز ہوتی ہے۔ کہ جو لوگ اس وضع اور قماش کے لٹریچر سے آشنا ہیں۔ وہ بھی ان کو پڑھ کر ششدر رہ جاتے ہیں +

ہم نے اسی نیت سے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی خاطر ۵ اپریل ۱۹۳۰ء کا بیپٹسٹ ٹائمز (Baptist Times) کھول کر پڑھا تو اس کے مقالہ افتتاحیہ بعنوان "کلیسیا اور غلامی" کا خاتمہ بدیں الفاظ ہوا ہے۔ "یہ بات مسیحیت کا طغرائے امتیاز ہے۔ کہ جہاں کہیں صلیب کا نشاں بلند ہوتا ہے غلامی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ کلیسیاء تو مفاد عامہ کی سب سے بڑی محافظ ہے اور آزادی سے بڑھ کر کوئی مفاد قابل احترام نہیں ہے" +

جو لوگ مذہبی معاملات کو بیچون و چرا تسلیم کرنے کے عادی ہیں۔ اُن کے لئے یہ الفاظ اپنے اندر کافی سامان دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ تاریخ عالم بھی اس دعوے کی مصدق ہے یا نہیں؟ کیا یہ ایک امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ جو جہاز انگلش گورنمنٹ نے سر جان ہاکنز کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس کا نام ہی "یسوع" تھا؟ کیا برطانی رعایا کے ہر فرد کو ساحل افریقہ پر دھاوا مارنے اور وہاں کے باشندوں کو لونڈی غلام بنانے کی عام اجازت نہ تھی؟ کیا اس زمانہ میں کوئی شخص اس حکم کو شرعی نقطۂ نگاہ سے مذموم خیال کرتا تھا؟ کیا بشپ ہاپکنز نے جس کو امریکن پروٹسٹنٹ کلیسیاء میں کافی مرتبہ تقدس حاصل تھا، غلامی کا جواز بائیبل سے ثابت نہیں کیا تھا؟ اور کیا دیگر علمائے مذہب اس کے ہمخیال نہیں تھے؟

ان سوالات سے پیچھا چھڑانا دشوار نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اور ان کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عہد جدید میں غلامی کی کسی جگہ مذمت نہیں کی گئی۔ اس بات سے کہ بائیبل جملہ افراد کو ابناء اللہ قرار دیتی ہے غلامی کی مذمت ثابت نہیں ہوتی۔ جس طرح اس بات سے کہ جملہ افراد عالم میوانات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مضمون نگار نے نہ تو انجیل کی کوئی آیت نقل کی ہے نہ جناب مسیح

کی زندگی کو کوئی ایسا واقعہ پیش کیا ہے جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑ سکے صرف یہ دعوے پیش کر دیا ہے۔ کہ جہاں کہیں مسیحیت کا گذر ہوا ہے لوگوں کو آزادی نصیب ہو گئی ہے +

صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس نے غلامی کے انسداد کا حکم دیا ہے ملاحظہ ہو (۴۷: ۴ و ۹۰: ۱۳) اور آنحضرت صلعم ہی ایک ایسے پیغمبر گزرے ہیں۔ جنہوں نے غلاموں کو آزاد کر کے ایک پاکیزہ مثال دنیا میں قائم کی۔ آپ نے غلام آزاد کرنے کو ایک امر مستحسن قرار دیا ہے۔ ابوبکر صدیقؓ نے تو غلاموں کو آزاد کرنے میں اپنی ساری دولت بے دریغ صرف کر دی + ہم خوب سمجھتے ہیں۔ کہ مضمون نگار نے یہ بلند آہنگ دعوے محض لیڈی سائمن کی تصنیف موسومہ "غلامی" کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ لیڈی موصوفہ نے انکم ٹیکس غلامی پر تقریر کرتے ہوئے یہ سوال کیا تھا۔ کہ مسلم ممالک میں غلامی کے وجود کو کس طرح جائز ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر عرب اور دیگر مسلم ممالک میں غلامی کا وجود پایا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں غلامی کے خلاف صریح تعلیم موجود ہے۔ تو اس کی وجہ قرآن اور تعلیمات اسلام کے علاوہ کچھ اور ہی ہیں۔ جن کا پتہ لگانا ہر بندہ کا فرض اولین ہے +

اسلام کی حیرت انگیز کامیابی

مندرجہ ذیل سطور کا محرک وہ شذرہ ہے جو رسالہ تھیاسوفی (لاس اینجیلز یو ایس اے) بابت جولائی سنہ ۱۹۳۰ء میں ہماری نظر سے گزرا۔ لکھتا ہے۔

"سنہ ۱۹۲۸ء میں کیلیفورنیا میں خودکشی کی شرح ایک میں تیس سے بھی زیادہ تھی۔ گزشتہ پانچ سال سے یہ شرح برابر ترقی پذیر ہے۔ حالانکہ یہ سال اس صوبہ کی تاریخ میں ہر طرح سے کامیاب سال کہے جا سکتے ہیں۔ شہر سین ڈیاگو میں شرح اموات بذریعہ خودکشی تمام امریکہ بلکہ کرۂ ارض کے جملہ شہروں سے بڑھی ہوئی ہے۔ حالانکہ طبقہ معتدلہ میں واقع ہے۔ اور یہاں عموماً وہی لوگ سکونت پذیر ہیں۔ جو تفکرات دنیوی سے سراپا آزاد ہیں۔ جن کو اس کے سوائے اور کوئی کام نہیں۔ کہ اپنے مشاغل ذاتی میں منہمک رہیں +

فریڈرک ہاف مین جو پروڈنشل انشورنس کمپنی میں ملازم ہے لکھتا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۲۸ء کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خودکشی کا مرض امریکہ میں روز افزوں ہے۔ ہر ایک لاکھ اموات میں ۱۷۵ اموات خودکشی سے واقع ہوتی ہیں ۱۰۶ شہروں میں سے ۸۸ شہروں میں یہ مرض ترقی پر ہے۔ اور مسٹر موصوف لکھتے ہیں۔ کہ روز افزوں فارغ البالی کو دیکھتے ہوئے اس عادت میں ترقی یا اس فعل کی کثرت سے سخت تعجب خیز ہے۔ گویا یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہنے لگے۔ کہ جب سے خورد و نوش کی فراوانی ہوئی ہے ضعف معدہ کی شکایت بھی بڑھ گئی ہے !!!

اس کے بعد رسالہ مذکورہ نے مسٹر سی ایم جوڈ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ایک زمانہ میں امریکہ میں خودکشی کا نام بھی نہ تھا لیکن اب علی الخصوص نیویارک میں تو یہ فعل اموات انسانی کا خاص سبب ہے اور عیش و عشرت کا سامان بھی اسی شہر میں سب سے زیادہ موجود ہے۔ اگر ہماری موجودہ خواہشات پوری ہو جائیں۔ تو ہم اپنی ذاتی تکالیف کا مداوا حاصل کرنے کی غرض سے اگر اور کچھ نہ ہو گا تو سپاہیوں میں بھرتی ہو کر میدان جنگ کو چلے جائیں گے +

بعض لوگ خودکشی کو بعض حالات میں جائز بلکہ مستحسن قرار دیتے ہیں۔ لیکن تاہم یہ لوگ باوجود خیال لوگ اس امر کا بصدق دل اعتراف کرتے ہیں۔ کہ خودکشی خواہ جائز ہو یا ناجائز انسانی فطرت پر ایک بدنما داغ ہے۔ اور جو شخص اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ خود اپنی شکست اور فقدان اعتماد علے النفس کا اثبات کرتا ہے۔ یا وہ دنیا کو یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ زمانہ آئندہ سے باخبر ہے۔ حالانکہ یہ بات صریحی غلط اور بدیہی البطلان ہے +

لیکن سوال یہ ہے کہ جب انسان پر کامل یاس کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت کوئی قوت ایسی ہے۔ جو اسے اس فعل سے باز رکھ سکے یا نہیں؟ کیا یہ دنیا واقعی اس قدر بے کیف اور لائق تنفر ہے۔ کہ اس میں انسانی تکالیف کا کوئی مداوا ہی نہیں سوائے اس کے کہ آدمی ناامیدی کا شکار ہو جائے؟ کیا اسلام اور مسیحیت دونوں نے اسکی کچھ روک تھام نہیں کی؟ یہی کیا وجہ ہے کہ جن ممالک میں مسیحیت برسر اقتدار ہے وہاں خودکشی کا رواج ہے۔ اور جہاں اسلام کی حکومت ہے وہاں اس کا اثر نسبتاً کم پایا جاتا ہے +

واضح ہو کہ جب وزیر اعظم عراق نے خودکشی کی تھی۔ تو انگریزی جرائد نے نہایت حیرت کے ساتھ یہ بات لکھی تھی کہ ایک مسلمان ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہے۔ جو اسلامی ممالک میں شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ مسیحی سوسائٹی میں جو یہ حقارت انگیز ضلالت پائی جاتی ہے اس کا باعث فارغ البالی یا بیکاری یا روحانی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہی ہے۔ فارغ البالی اور بیکاری دونوں امور اضافی ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں مسیحی ممالک کے علاوہ اسلامی ممالک میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اندریں حالات کیا وجہ ہے کہ اسلام نے اس برائی کی بیخ کنی کر دی۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں خودکشی "النادر کالمعدوم" ہے +

ایک فاضل جرمن مستشرق پروفیسر ایڈورڈ سخاؤ نے راقم مضمون سے ایک مرتبہ کہا تھا۔ کہ اسلام کی مخصوص خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ اس نے ہر مسلم کو ایسی جرأت عطا کر دی ہے کہ وہ دنیا کی ہر مشکل کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ قرآن میں جو یہ آیت مرقوم ہے کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ یعنی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اس نے بہتیرے مسلمانوں کو مجنونانہ افعال سے باز رکھا ہے نیز آنحضرت صلعم کی حدیث نے "کہ جو کوئی خودکشی کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے"۔ لوگوں کے اندر اس قدر ہمت پیدا کر دی ہے کہ انھوں نے ہر قسم کی مشکلات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ اور انجام کار کامیابی حاصل کی ہے +

لیکن میں اس پر اس قدر اضافہ کرتا ہوں۔ کہ اگر اسلام نے خدا کا بہترین تخیل اور اسکی توحید کی تعلیم نہ دی ہوتی تو قرآنی الفاظ اور نبوی تلقین دونوں بیکار ہوتے۔ اصلی بات یہ ہے۔ کہ ایمان بالتوحید انسان کے اندر زبردست خلاقی اور روحانی قوت پیدا کر دیتا ہے۔ اور خدا کا ناقص تخیل جو عقیدۂ تثلیث سے متبادر ہوتا ہے۔ ہمیشہ اپنے متبعین میں بزدلی پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔ یہ عقیدہ کہ خدا ایک ہے۔ اور وہ رحمن ہے یعنی ایسا خدا ہے جس کی رحمت اور شفقت ان نعمتوں کے آفاقی سے ہویدا ہے جن کیلئے ہم مستحق نہیں ہیں۔ اور وہ رحیم ہے یعنی ایسا خدا ہے جو ہمارے افعال پر چند گونہ ثواب مرتب کرتا ہے۔ اور وہ مالک الملک ہے وغیرہ وغیرہ۔ لازمی طور پر ہمارے اندر جرأت اور استقلال پیدا کر دیگا۔ اور اسی عقیدہ سے یہ ناپاک اور کمینی دنیا ہمارے لئے دلچسپیوں کا موجب ہو جاتی ہے۔ ورنہ اسکی گوناگوں طاغیانہ فتنیاں تو ہم کو خدا سے رات دن دور لیجانے کیلئے آمادہ ہیں +

اس کے بالمقابل ایسا مذہب جو روزانہ زندگی میں داخل نہ ہو مثلاً مسیحیت اپنے اندر وہ عناصر نہیں رکھتا جس کی بدولت انسان روشنی یا ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ اعتماد علے النفس تو توحید ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ چونکہ مسیحیت نور توحید سے عاری ہے اسلئے جب کبھی کسی عیسائی پر ذرا سی مصیبت پڑتی ہے۔ وہ ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ اور خودکشی کر لیتا ہے +

دکھانے کیلئے کہ اسلامی توحید نے مسلمانوں کے قلوب میں کس حد تک اعتماد علی النفس کی صفت پیدا کردی ہے۔ ہم اپنے ناظرین کی توجہ جنگ اومڈرمان کی طرف مبذول کرتے ہیں جہیں مسلمانوں نے جو صرف تلوار اور نیزہ سے مسلح تھے۔ برطانی مشین گنوں کا بےخوف وخطر مقابلہ کیا تھا۔ اور جنگ کے خاتمہ پر اُن کی نعشیں قطاروں میں ترتیب کے ساتھ پڑی ہوئی ملی تھیں۔ اور یہ بات آنحضرت صلعم کی وفات کے بارہ سو سال بعد وقوع میں آئی۔ کیا کوئی مشرک قوم دنیا کے پردہ پر ایسی ہی جو شجاعت اور جانبازی کی ایسی مثال پیش کرسکتی ہے؟ اگر کوئی شخص اس دلیری اور بہادری کو نا عاقبت اندیشی سے تعبیر کرنے لگے تو تو یہ خود اسکی ناقابلیت اور اسباب کی دلیل ہوگی۔ کہ وہ انسانی جذبات کی گہرائی سے ناواقف ہے +

آخر میں معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ ابھی مسلمانوں کو ان حالات سے سابقہ نہیں پڑا ہے۔ جو صنعت و حرفت کے سلسلہ میں یورپ میں رُونما ہو چکے ہیں۔ اور جب انڈسٹریلزم کی ہوا اسلامی ممالک میں چلیگی۔ تو مسلمانوں کی حالت مسیحیوں سے بھی بدتر ہو جائیگی۔ لیکن معترض کو معلوم نہیں۔ کہ اسلام نے دین اور دُنیا دونوں کو اس طرح باہم آمیختہ کیا ہے۔ کہ "مادیت" کا کوئی اندیشہ ہی نہیں ہے۔ اور انڈسٹریلزم کے فروغ کا اگر کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ تو یہی کہ لوگ رُوحانیت کی جگہ مادیت کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اگر مسیحیت نے مذہب کو ہفتہ میں صرف ایک دن کا مہمان بنا دیا ہوتا تو وہ بھی اس فعل کی روک تھام کرسکتی تھی۔ جو شخص دن میں پانچ مرتبہ رحمٰن اور رحیم خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ اُسے خودکشی کرنے یا ناامیدی کی طرف مائل ہونے کا وقت ہی نہیں مل سکتا +

گوشوارہ آمد وخرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۲ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ریویو وکتب در ہندوستان	۱	۰	۱۵	۲۴۴۸	اخراجات ووکنگ مشن و اسلامک ریویو و متفرق در ہندوستان و انگلستان	۲ و ۳	۳	۱۳	۲۳۲۸
آمد ریزرو فنڈ (سرمایہ محفوظ)	۲	۰	۳	۶۹					
میزان	۰	۰	۲	۲۵۱۸	میزان ..		۳	۱۳	۲۳۲۸

آنریری فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مسلم مشن و اسلامک ریویو و مکتبہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۸/۳۰	۱۰۶۵	دی لیسی پراویڈنٹ فنڈ امانت محمد صاحب	-	-	۵
"	۱۰۶۶	جناب منشی امانت محمد صاحب الحکیم امداد مشن	-	۴	-
"	۱۰۶۷	" خواجہ صلاح الدین محمود صاحب لاہور عوض ریویو	-	-	۵
"	۱۰۶۸	" خواجہ کمال الدین صاحب لاہور بمد مشن آنے ۱۰ روپے بمد ریویو	-	-	۲۰
"	۱۰۶۹	" غلام احمد صاحب کمیل پور بذریعہ انجمن حمایت اسلام بمد مشن	-	-	۲
"	۱۰۷۰	دفتر لاہور پراویڈنٹ فنڈ دو مشن ممبر	-	۵	۱۶
۵ ۸/۳۰	۱۰۷۸	جناب محمد نور فتحی صاحب احمد پور	-	۱۴	۷
"	۱۰۷۹	" عبد الحق صاحب گجرات بمد مشن	-	-	۵
۷ ۸/۳۰	۱۰۸۴	جناب اسعد بیگم صاحبہ بذریعہ بیگم مقصود صاحب دہلی			
۹ ۸/۳۰	۱۰۸۹	جناب قاضی منہاج الدین احمد صاحب منڈی لائل	-	-	۳
	۱۰۹۱	" ڈاکٹر ایم ایس تی صاحب کلکتہ ۱۰ روپے بمد مشن و ۱۰ روپے بمد ریویو	-	-	۲۰
	۱۰۹۲	" قاضی ابو القاسم صاحب ... بمد مشن	-	-	۴
	۱۰۹۳	عالیجناب ہز ہائنس حضور عالی جناب حمید اللہ خان صاحب والئے بھوپال امداد ریویو	-	۸	۴۹
۱۲ ۸/۳۰	۱۱۰۰	جناب صاحبزادہ محمد عبد الوحید خان صاحب اجمیر بمد مشن	-	-	۱۲
۱۴ ۸/۳۰	۱۱۰۲	" غلام محمد صاحب دفتری لاہور "	-	۸	-
	۱۱۰۳	" ڈاکٹر ایت اکبر صاحب بابگڑھی	-	-	۲
۱۵ ۸/۳۰	۱۱۰۶	دی لیسی بنیلی سٹو فرچ سکرٹری ووکنگ مشن	-	-	۱۵۰
		جناب سید مظفر الدین صاحب کلکتہ مفت تقسیم ریویو	-	-	۵
۱۸ ۸/۳۰	۱۱۱۰	دی لیسی پروفیسر عبد المجید صاحب ...	-	۱۲	۷۱۸
	۱۱۱۱	چندہ شاہی ... امداد ریویو	-	-	۳۰۰۰
	۱۱۱۲	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ... امداد مشن	-	-	۱۰
	۱۱۱۷	حضور نواب صاحب بہادر منگرول	-	-	۹۹
	۱۱۱۳	جناب محمد احسن صاحب کاکوری	-	-	۱
	۱۱۲۸	جناب اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۲
		قیمت اسلامک ریویو	-	۱۲	۳۱۱
		میزان	-	۱۵	۴۴۴۸

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۸/۳۰	۴۰	جناب ایم مبین صاحب کلکتہ	-	-	۲۵
۹ ۸/۳۰	۴۱	" دراج الدین صاحب ڈیرہ دون	-	-	۵
۱۳ ۸/۳۰	۴۲	" ابراہیم خان صاحب مدراس	-	-	۱۵
۱۵ ۸/۳۰	۴۳	" انجمن مسلمین بمبئی	-	۳	۹
۲۰ ۸/۳۰	۴۴	جناب آر احمد صاحب ... گڑھ	-	-	۵
		" ایس ایم عبد اللہ ...	-	-	۱۰
		میزان	-	۳	۶۹

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۸/۳۰	۱۴۶	بل تنخواہ عملہ ہندوستان بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء	-	۱	۷۴۲
	۱۴۷	بل امپریسٹ دفتر لاہور بابت جولائی بتفصیل ذیل: ٹائپنگ ۱۰ ... کرایہ دفتر ماہ جون سنہ ۱۹۳۰ء ... بجلی ماہ جون ... منفرق چار آنے۔ اجرت ... مضمون ... دی لیسی ... ٹائپنگ ... اجرت ... اشتہارات ... بذریعہ ... دفتر ...	-	-	۹۹

عــہ مولوی صاحب کو ایکصد پونڈ پیشگی روانہ کیا گیا تھا۔ جس میں ۵۳ پونڈ واپس پیشگی میں وضع کئے گئے ہیں۔ سکرٹری۔

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱۱ اگست	۱۴۸/۱	محصول ڈاک موٹیشن ۳ سیاہی ۵ر ٹانگہ ٹکٹ ۱۰ر کلاک برائے دفتر لاہور ۲۰ روپے کمیل ۱ر - بیرنگ - خط ار - کاغذ ۱۱ر - بوریا ۲ر - سوتری ۴ر - اجرت چھپائی دو ہزار لفافے ۴ روپے تنخواہ مہترانی ماہ جولائی ۱۲ر - کرایہ دفتر ماہ جولائی ۲۰ روپے - بجلی برائے ماہ جولائی ۴ روپے کاغذ ریکارڈ ۳ر سٹیشنری بلاٹنگ پیپر وغیرہ	۰	۰	۱۰۰
	۱۴۹	بل اخراجات لندن مسلم ہوس ماہ اپریل ۶ پونڈ ۹ شلنگ ۲ پنس - اجرت جلد بندھوائی کتاب آئیڈیل پرافٹ ۲۰۰ کاپیاں ۱۰ پونڈ ۸ شلنگ ۷ پنس = ۱۳۸ روپے			
	۱۵۰	تنخواہ مولوی دوکنگ ماہ اپریل ۱۹۳۰ء بذریعہ بل نمبر ۱۵۰ - ۱ پونڈ ۹ شلنگ - ۲۰ روپے ۱۲ آنے			
	۱۵۱	سفر خرچ ماہ اپریل ۱۹۳۰ء بذریعہ بل نمبر ۱۵۱ - ۹ شلنگ ۲ پنس - ۶ روپے ۴ آنے			
	۱۵۲	تنخواہ علی برائے ماہ اپریل ۱۹۳۰ء - ۳۱ پونڈ - ۵ پائی - ۳ آنے - ۴۱۳ روپے میزان بل نمبر ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۵۱ - ۱۵۲ = ۵۳ پونڈ ۱۸ شلنگ - کل رقم ۱۰۰ پونڈ میں سے وضع کی گئی جو بذریعہ بل نمبر ۱۴۳ مورخہ ۲۹ مارچ کو مولوی عبدالمجید صاحب کو پیشگی بطور امپرسٹ بھیجے گئے دیکھو صفحہ ۳۵۹		۱۲	۷۱۸
۱۲ اگست	۱۵۳	اجرت چھپائی ۱۰۰۰ انگریزی کارڈ - ۴۰۰۰ اردو کارڈ سیڈنگ ملک پریس لاہور		۰	۸
”	۱۵۴/۱	اجرت چھپائی لیٹر ہیڈز ایک ہزار از کلکتہ ارٹ پریس لاہور اور رسید بکیں ۲۰ عدد ۱۹ روپے		۱	۱۹
	۱۵۵	بل ملٹری اینڈ کمرشل پریس لاہور بذریعہ بل ۱ سٹیشنری و رجسٹر دو روپے ۴ آنے - لفافے ایک ہزار لمبے لفافے ایک ہزار ۱۳ روپے - پنسلیں وغیرہ لفافے خورد ۶ روپے بل ۲ اجرت چھپائی دو عدد رجسٹر حاضری دفتر ۶ر - کاغذ برائے رجسٹر ۱۲ر اخراجات متفرق ۶ر جلد بندھائی ۶ر دو عدد رجسٹر اسلامک ریویو ائیز اینڈ نال چھپائی ۱۸ر کاغذ برائے رجسٹرات ۵ر - ۱۰ر جلد بندھوائی = ۱۹ روپیہ بل ۳ روانگی ڈاک دو عدد کاغذ چھپائی ۷ر جلد بندھوائی ۲۰ روپے دو عدد رجسٹر پراویڈنٹ فنڈ ملازمین ٹرسٹ - چھپائی - کاغذ جلد بندھوائی وغیرہ ۱۸ر دو ہزار اطلاعی کارڈ ریویو - چھپائی کاغذ وغیرہ = ۳۹ روپے	۰	۱۲	۸۳
۱۶ اگست	۱۵۶	بل سفر خرچ و دیگر اخراجات وفد رامپور	۳	۳	۸۷
۲۰ اگست	۱۵۷	بل امپرسٹ ۱۰۰ روپیہ تفصیل ذیل :- کمیل برائے لیٹر بکس ۲ر - ایک ریم کاغذ فلسکیپ دو روپے ۵ آنے ۶ پائی تار بے محصول ڈاک برائے دفتر ۳ بحوالہ رجسٹر محصول ڈاک از نمبر ۹۶۳ تا ۱۰۳۱ - کارڈ کٹوائی ۶ر - اجرت جلد بندھوائی نبوت کا ظہور اتم ۲۵ روپے - ایک ریم کاغذ برائے چٹ ریویو ۵ر پوسٹل آرڈر برائے ازالۂ محصول ڈاک ایل انگریزی - پنسل ۶ر - ایک ریم کاغذ برائے لفافہ - اسپیل ۳ر - ترقی چپراسی تین ماہ از مئی تا جولائی ۱۹۳۰ء ٹائپسٹ متفرق خطوط ٹائپ کرائی ۵ روپے	۰	۰	۱۰۰
	۱۵۸	بل تنخواہ ایڈیٹر اسلامک ریویو ماہ اگست ۱۹۳۰ء	-	-	۳۷۵
		میزان	۳	۱۳	۲۳۲۸

آسمانی بادشاہت

حقیقی تہذیب ہی کا دوسرا نام ہے اس تہذیب کی خصوصیات

ترجمہ مضمون انگریزی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

تہذیب فطرت

اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ .... مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ یعنی خدا کا حکم آیا۔ پس اس کے لئے جلدی نہ مچاؤ۔ خدا کی ذات ان کے شرک سے بالا تر ہے۔ وہی اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ کہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کردو۔ کہ ہمارے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ پس ہم سے ڈرتے رہو۔ اس نے کسی مصلحت سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تو یہ لوگ جو دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہ ان سے بالا تر ہے۔ اسی نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ با ایں ہمہ وہ ایکدم سے لگا کھلم کھلا خدا ہی کے بارہ میں جھگڑنے (سورہ نحل آیت ۱-۴)

میں سمجھتا ہوں۔ کہ گزشتہ اوراق میں میں اعادہ و تکرار کا مرتکب ہوا ہوں۔ لیکن میں نے دانستہ ایسا کیا ہے۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ ان اعتراضات کا ازالہ کروں۔ جو تعلیمیافتہ طبقہ کی طرف سے نفس مذہب پر وارد کئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی نظر میں "مذہب" کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اور اب مذہب ایک غیر ضروری چیز ہے جسے بالائے طاق رکھ دینا چاہئے کیونکہ اس میں ہماری موجودہ ضرورتوں کا مطلق حل موجود نہیں ہے۔ بلکہ بالکل نئی ضروریات پیدا ہو گئی ہیں۔ اور انسانوں میں نئی صلاحیت کا نشوونما ہے علاوہ بریں ہمارے مذاق کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا ہے۔ اور اب ہمارے دلوں میں وہ امنگیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو ہم سے پہلے کسی کے خیال میں بھی نہیں آئی تھیں۔ لہٰذا جس زمانہ میں ہمارے اندر عبادت کا رجحان اطاعت کے احساس پر غالب تھا۔ اس وقت مذہب بھی موزوں تھا

تھا لیکن اب موجودہ حالات میں سابقہ مذاہب بیکار ہیں۔ بلکہ ترقی میں حائل ہیں۔ اسلئے ترک مذہب اولےٰ ہے +

بادی النظر میں تو یہ دلیل مذہب کے خلاف بہت معقول معلوم ہوتی ہے لیکن مذہب اسلام پورے طور پر اس کا بطلان کرتا ہے۔ مذہب علی العموم سائنس کا ساتھ دینے سے قاصر ہے لیکن خود سائنس کا وجود مذہب اسلام کا مرہون احسان ہے۔ کیونکہ سائنس کا پہلا اصول جو در حقیقت ترقی کا ابتدائی اصول ہے یعنی فطرت کا خادم انسان ہونا قرآن مجید میں بیان ہی نہیں ہوا ہے۔ بلکہ قرون اولےٰ کے مسلمانوں کا جزو ایمان رہا ہے اور انکی تقلید تمام مسلمانوں نے کی ہے۔ لہٰذا اگر میں اسی مضمون کی طرف ایک دوسرے پہلو سے رجوع کروں تو امید ہے کہ ناظرین اس تکرار کو معاف کرینگے +

الہام مذکورہ بالا جناب مسیح کی اس دعا کے جواب میں نازل ہوا جو ان الفاظ میں مضمر ہے۔ اے خدا! کاش تیری بادشاہت روئے زمین پر قائم ہو جائے۔ اور تیری مرضی جیسی کہ آسمان پر پوری ہوتی ہے ویسی ہی زمین پر بھی پوری ہو ممکن ہے۔ جو لوگ مدبر کائنات کی ہستی کا انکار کرتے ہوں۔ وہ اس دعا کے الفاظ کی قرار واقعی قدر نہ کریں لیکن عارفین کے لئے یہ الفاظ چنداں وسیع نہیں۔ وہ تو حقیقت کے جویا ہوتے ہیں۔ ہر شخص یقین رکھتا ہے۔ کہ **فطرت** (Nature) مقررہ قوانین کے ماتحت کام کر رہی ہے، اور ہم بھی اسے شاعرانہ طور پر مخاطب کر سکتے ہیں۔ اور اسے عقلی صفات سے متصف کر سکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہم کو معلوم ہو گا۔ کہ ہماری ساری تحقیقات کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم فطرت کی مرضی زمین پر قائم دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور ہم اس کے قوانین کی مزید آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان پر کاربند ہو سکیں۔ اور خصوصاً تہذیب کے ضمن میں اس کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ خود فطرت نے اپنی تہذیب کو نہایت اعلےٰ پیمانہ پر ترقی دے کر پہنچایا ہے۔ اس کے جمیع عناصر اس کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔ اور وہ سب مقررہ قوانین پر سختی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ اور اس پابندی کی بدولت ہمارے لئے بیشمار فوائد کا موجب ہوتے ہیں۔ ہر عنصر ایک مخصوص دائرہ میں عمل کرتا ہے۔ اور اس کے جملہ افعال قانون کی متابعت میں ہوتے ہیں۔ ایک عنصر دوسرے عنصر سے متصادم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن شریف بایں الفاظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے +

والشمس تجری لمستقر لها ذالك تقدير العزيز العليم ۝ والقمر قدرنه منازل حتى عاد كالعرجون القديم ۝ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون (سورۃ یٰسین ۳۸--۴)

اور سورج چلا جاتا ہے اپنی ٹھہری راہ پر یہ سادھا ہے اس زبردست باخبر کا۔ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر آرہا جیسے ٹہنی پرانی۔ نہ سورج کو پہنچے۔ کہ پکڑے چاند کو۔ اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک ایک گھیرے میں تیرتے ہیں +

ہم بھی اسی طرح عناصر فطرت پر اقتدار حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔ اور ان تمام قوانین کو معلوم کرنا چاہتے ہیں جو اُن
پر حکومت کرتے ہیں۔ الغرض ہم وہی طریق اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جو فطرت اس کائنات میں ملحوظ رکھتی ہے۔ اگرچہ ہم کو اس کوشش
میں قدرے کامیابی ہوئی ہے لیکن وہ کامیابی محض مادی ہے۔ اور اس کامیابی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انسانی تکالیف میں اضافہ
ہو گیا ہے۔ آج ہر ایک شخص دوسروں کے ساتھ برسرِ پیکار نظر آتا ہے۔ اور **سرمایہ دار** اور **مزدور** باہم جنگ آزمائی میں مصروف
ہیں۔ اور اگر **اشتراکیت** کا بس چلے تو **ملوکیت** کا نام دنیا سے مٹا دے۔ زیرِتحت اقوام غلامی سے تنگ آگئی
ہیں۔ اور حتی الوسع آزادی کی کوشش کر رہی ہیں۔ ایک قوم دوسری قوم کے خلاف چڑھ رہی ہے۔ غرضکہ دنیا
میں کسی جگہ امن وامان نظر نہیں آتا۔ لیکن خاموش فطرت میں یہ بات نہیں۔ وہاں تو ہر فرد اپنی قسمت پر صابر وشاکر
نظر آتا ہے۔ اگرچہ کائنات میں خواص متضادہ پائے جاتے ہیں لیکن وہ سب ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے رہتے ہیں۔ یعنی وہ
خود بھی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیتے ہیں +

افسوس کہ اس قانون میں اگر استثناء ہے تو حضرتِ انسان۔ وہ کائنات میں بدنظمی پیدا کرتا رہتا ہے۔ اگر ہم فطرت
کی سی وسعتِ قلبی اور فراخدلی دکھائیں تو ہم بھی اس کائنات میں نہایت امن کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ پس اگر ہم
حقیقی کامیابی حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ تو جس طرح ہم نے مادیات میں اسکی تقلید کی ہے۔ اسی طرح اخلاقیات اور روحانیات
میں بھی اسکی پیروی کرنی چاہئے۔ لیکن فطرت بذاتِ خود غیر ذی شعور ہے۔ اور قوانین کی موجودگی کائنات کا ان پر کاربند ہونا نیز
ہر جگہ اخلاقی نظام کا پایا جانا ہمیں ایک مدرک اور ذی شعور ہستی پر ایمان رکھنے کیلئے مجبور کرتا ہے۔ اسلام کی مصطلحات میں اُس
ہستی کا نام رب ہے۔ جو ہر شے کو پیدا کرتی ہے۔ اور کامل قوانین کی مدد سے ان پر حکومت کرتی ہے۔ اگر میں فطرت کی جگہ لفظ "رب"
رکھ دوں تو معاملات میں کام کرنیوالوں کو لازم ہے کہ اس ہستی کے ان قوانین کو دریافت کریں جن کی بدولت وہ اس ہستی کے نائب
بن سکتے ہیں۔ یعنی انسان خدا کی سنت کا علم حاصل کرنے کی بدولت خلیفۃ اللہ علی الارض بن سکتا ہے۔ اگر ہم خدا کے
اخلاقی اصولوں کو اسی رنگ میں اختیار کر لیں جس رنگ میں مادی ترقی کے اصول اختیار کئے ہیں تو یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے
نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ کلفت اور مصیبت دونوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور خلافت آسمانیہ دنیا میں قائم ہو جائیگی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں
آیا ہے۔ اور جناب مسیح کی دعا کے صحیح معنے اگر ہو سکتے ہیں تو یہی۔ ان کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ خود اس دنیا میں دوبارہ
تشریف لائینگے۔ اور عدالت کی کرسی پر بیٹھینگے بلکہ وہ تو اس وقت کے متمنی تھے۔ جبکہ انسان خود خدا کا نائب بن جائیگا۔
اور کائنات پر حکمرانی کریگا۔ یہ مقصد عظمیٰ ان تین شرائط کے پورا ہونے پر حاصل ہو سکتا ہے:۔

(۱) پہلے ہم کو جمیع مظاہر کائنات اور اُن کے قوانین کا صحیح علم حاصل کرنا چاہئے جنکے ماتحت وہ مظاہر برپا ہوتے ہیں

(ب) دوسرے ہم کو چاہئے۔ کہ ہم اپنی نفسانیت پر غالب آئیں (ج) تیسرے ان اخلاق فاضلہ کو اپنا دستور العمل بنائیں جن کا لقب سنن اللہ ہے۔ اور آیات مذکورہ بالا جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ جناب مسیح کی دعا کے جواب میں نازل ہوئی ہیں:

اولاً۔ ان میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کو ایک خاص مصلحت کے ماتحت پیدا کیا ہے یعنی ان کی تخلیق ایک مقصد کے ماتحت کی گئی ہے۔ اور ان میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ انسان کے فائدہ کیلئے بنایا گیا ہے۔ آیات مابعد میں ان طریقوں کا مذکور ہے جن کی بدولت ہم فطرت کو اپنا خادم بنا سکتے ہیں +

ثانیاً۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ انسان ظلوم جہولا جھگڑالو ہے۔ اس میں بہیمیت پائی جاتی ہے۔ اور خدا کا نائب بننے سے پہلے اس کو لازم ہے کہ بہیمیت کو انسانیت میں مبدل کرے +

ثالثاً۔ ہم کو توحید باری تعالیٰ پر بصمیم قلب ایمان رکھنا چاہئے۔ کیونکہ اسی اعتقاد کی بدولت ہم میں وہ قابلیت پیدا ہو سکتی ہے کہ ہم خدا کی بادشاہت اس دنیا میں قائم کر سکیں +

انسان کے قلب پر نقش توحید کو پورے طور سے قائم کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی ہے۔ کہ کائنات میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان نے غلطی سے معبود باطل قرار دے رکھا تھا۔ اسلام نے ان تمام معبودان باطلہ کو درجہ الوہیت سے ساقط کر دیا یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے اعلان کیا۔ ”اللہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے جن کو تم خدا میں اس کا شریک قرار دیتے ہو“ علاوہ بریں توحید باری ہمیں یہ سکھاتی ہے۔ کہ ہم ان تمام طریقوں سے قطع تعلق کر لیں ”جو سنن الہیہ“ کے خلاف ہیں۔ اور اپنے آپ کو انہی صفات سے متصف کر لیں صرف اسی صورت میں خدا کا جلوہ اسی دنیا میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور اسکی روح کارفرمائی کر سکتی ہے۔ اور اسکی بادشاہت اس دنیا میں قائم ہو سکتی ہے +

محض اس بناء پر کہ کوئی صداقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو ہمیں پسند نہیں ہمیں اس صداقت سے روگردانی مناسب نہیں ہے۔ ہم کو الفاظ کے پردہ میں جو حقیقت مضمر ہے اس پر غور کرنا چاہئے۔ اور اس ضمن میں ایک ملحد سے میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا اس حقیقت تک پہنچنا ہمارے لئے ممکن ہے؟ خواہ ہمارے عقائد کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہمیں شک نہیں کہ ہم سب تسخیر فطرت اور تکمیل اخلاق کیلئے کوشاں ہیں۔ یہ دونوں باتیں ہمارے مقصد حیات ہیں۔ اور انہی کے حصول پر ہماری تہذیب کے مرتبہ کمال کا انحصار ہے + باایں ہمہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بغیر امداد آسمانی انسان اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کے نزول سے پہلے انسان تاریکی میں مبتلا تھا۔ اور اگر وحی قرآنی کا مقصد صرف یہی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کہتا ہے تو اسمیں شک نہیں کہ اس کتاب نے بنی نوع آدم کی سب سے بڑی ضرورت کو بدرجہ اتم پورا کر دیا۔ اندریں حالات ”مذہب“ کو حقیر سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مذہب نے اسلام کی شکل میں جلوہ گر ہو کر انسان کو صحیح رستہ پر لگا دیا جس پر چل کر وہ اپنی منزل مقصود

کو پہنچ سکتا ہے۔ جن باتوں سے ایک شخص مذہب کو حقیر سمجھ سکتا ہے، اسلام میں انکی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ اسمیں کہ اسلام سے پہلے جسقدر مذاہب پیدا ہوئے اُن کی آئندہ صُورتوں کے ماتحت انسانی ترقی بڑی حد تک رُک گئی۔ کیونکہ ان مذاہب نے خلاف فطرت اصولوں کی تلقین کی ہے لیکن یہ باتیں سچی وحی میں ادا نہیں پا سکتیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بطور خود تحقیق کریں اور صداقت کو دریافت کریں۔ سر دست مذہب سے قطع نظر کر کے ہم کو تہذیب و تمدن کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کیا ہم ان کی ترقی یا نشو و نما کی منازل میں کسی ایسی منزل کا پتہ دے سکتے ہیں۔ جبکہ کوئی ایسی صداقت، مذہب سے علیحدہ انسان کے قلب پر جلوہ گر ہوئی ہو جس کی بناء پر تہذیب و تمدن میں ترقی ہوئی۔ اس کے برعکس، وہ صداقت، صرف قرآنی اوراق میں بیان ہوئی ہے اور اسکی وجہ سے انسان کی ذہنیت میں تبدیلی اور مذہبی تخیل میں ترقی رونما ہوگئی ہے اور اسکی وجہ مذہب کی حدود میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اسلام سے پہلے مذہب کو صرف حیات بعد الموت سے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ لیکن قرآن مجید نے بتایا کہ مذہب دُنیاوی فلاح و بہبودی کا بھی بہترین ذریعہ ہے ٭

پس میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس صداقت کا عشر عشیر بھی انسان کو مذہب اسلام سے پہلے معلوم تھا؟ اسلام سے پہلے دُنیا میں مختلف قومیں برسر عروج آئیں لیکن باوجود تہذیب و تمدن میں ترقی کرنے کے، وہ سب کی سب شرک میں مُبتلا تھیں۔ اور کائنات کے جملہ عناصر جو در اصل ہمارے غلام ہیں، اُن قوموں کے خدا اور معبود تھے لیکن وحی آسمانی نے انسان کو اس غلطی سے آگاہ کیا۔ اگر مندرجہ ذیل الفاظ خدا کی طرف سے نہیں تھے تو پھر عرب کے ایک اُمّی نے کس طرح اُس قوم کو ترقی اور تہذیب کی بلندی پر پہنچا دیا۔ جو صدیوں سے خواب غفلت میں گرفتار تھی۔ اور کس طرح وہ راز معلوم کر لیا جس کی بدولت کل انسانیت کا آئندہ زاویۂ نگاہ تبدیل ہو گیا؟

آپ نے صاف الفاظ میں اعلان فرمایا۔ "اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانھار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنھار واتکم من کل ما سالتموہ و ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار (سورۂ ابراہیم آیات ۳۲-۳۴)

یعنی اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان و زمین اور اُتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری اور میوے اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے تمہارے سُورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر ایک چیز میں سے جو تم نے مانگی۔ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو بیشک انسان بے انصاف ہے اور ناشکر گذار ٭

نیز فرمایا۔ "وسخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی

ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ..... اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ نحل آیات ۱۲ - ۱۷) یعنی کام لگائے تمہارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے کام میں لگے ہیں اس کے حکم سے اسمیں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کو جو سمجھ رکھتے ہیں اور جو بکھرا ہی تمہارے واسطے زمین میں کئی رنگ کا اسمیں نشانی ہے ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے کام لگایا دریا کو۔ کھاؤ اسمیں سے گوشت تازہ اور نکالو اس سے گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھتے ہو کشتیاں پھاڑتی چلتی اسمیں اور واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور شاید احسان مانو اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تم کو لیکر اور ندیاں بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ..... کیا جو پیدا کرے برابر ہے اسکے جو کچھ نہ پیدا کرے۔ کیا تم سوچ نہیں کرتے +

ان آیات میں کوئی مفید شے بیان سے خارج نہیں رکھی گئی ہے۔ ہر شے کا جو ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے ان میں بیان کر دیا گیا ہے ہماری ضروریات بڑھتی جاتی ہیں۔ اور آئندہ مزید اضافہ کا امکان ہے کیونکہ بعثت نبوی کے زمانہ سے انہیں اضافہ ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن آیات مذکورہ میں وہ کنجی موجود ہے جسکی مدد سے ہم خزانہ کے صندوق کو کھول سکتے ہیں اور اپنی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں لیکن یہ آیات ہمیں ہر علم اور ہر فن کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہیں جسمیں علم نجوم اور فن جہاز رانی بھی شامل ہے اور یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ اس قسم کی جملہ آیات ان الفاظ پر ختم ہوئی ہیں "ان آیات میں سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں" یا "ان آیات میں ان لوگوں کے نشان ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں" یا "جو عقل و فہم سے کام لیتے ہیں" وغیرہ وغیرہ لیکن غور و فکر اور عقل و فہم کی قوتیں اس وقت تک نشو و نما نہیں پا سکتیں جب تک ہم شجر علم کا پھل نہ کھائیں۔ اسی لئے علم حاصل کرنے کا حکم پہلے وحی میں دیا گیا تھا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ... اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (سورۂ علق آیات ۱ - ۵)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا..... پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے اور سکھایا۔ آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔ نیز قرآن پاک نے جہاں فرشتوں پر انسان کی برتری کا ذکر کیا ہے انسان کو مخدوم اور فرشتوں کو خادم قرار دیا ہے تو اس فوقیت کو محض "علم" پر مبنی کیا ہے یعنی انسان کو کائنات میں مختلف

اشیاء کا علم حاصل ہے اور یہ بات ملائکہ میں موجود نہیں ہے +

یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "جو شخص طلبِ علم کو شعارِ زندگی قرار دیتا ہے۔ وہ کبھی مرتا نہیں"۔ اور جو شخص علماء کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے"۔ اور علم طلب کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے"۔ اور علم طلب کرو خواہ وہ **چین** ہی میں کیوں نہ ملے" اور علماء کی تقریر سُننا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا مذہبی عبادات سے بدرجہا بہتر ہے"۔ اور یہ کہ عالم کی دوات کی روشنائی شہید کے خون سے بھی زیادہ مقدس ہے"۔ اور یہ کہ جو شخص طلبِ علم میں اپنا گھر یا وطن ترک کرتا ہے۔ وہ خدا کی راہوں پر گامزن ہوتا ہے"۔ اور یہ کہ "علم حاصل کرو۔ کیونکہ اسی کی بدولت انسان نیک و بد میں امتیاز کر سکتا ہے"۔ علم بہشت کی راہ کو روشن کرتا ہے۔ صحرا میں رفاقت کرتا ہے۔ تنہائی میں ہمارا مونس بنتا ہے۔ جب ہمارا کوئی دوست نزدیک نہیں ہوتا تو علم ہمارا ہمنشیں ہوتا ہے۔ راحت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مصیبت میں ہماری ہمت بندھاتا ہے۔ دوستوں کی مجلس میں زیور ہے۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں سپر" وغیرہ وغیرہ +

نبی کریم صلعم کے یہ مقدس الفاظ رائیگاں نہیں گئے۔ تحصیلِ علم ہر مسلمان کے نزدیک ایک فرضِ منصبی قرار پا گیا۔ اسلام سے پہلے جملہ مذاہب نے علم کے متعلق ایک کامل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ بلکہ مسیحیت میں تو علم ایک شجرِ ممنوعہ تھا۔ دیگر مذاہب نے بھی کم و بیش تنفّر کا اظہار کیا تھا۔ یا بعض اوقات تغافل برتا تھا۔ اگر وہ مذہب جو منجانب اللہ ہونے کا مدّعی ہو۔ اس تحفہ آسمانی کی توقیر نہ کرے بلکہ اسکی اشاعت میں سرگرم نہ ہو۔ جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا ہے۔ تو کوئی سمجھدار آدمی اُس مذہب کو لائقِ تحسین قرار نہیں دے سکتا۔ اس تحفہ سے میری مُراد عقل یا ضمیر ہے۔ اور علم اس قوت کی غذا ہے۔ لیکن نوحؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک کسی نبی نے علم کی تحصیل کے متعلق کچھ تلقین نہیں کیا۔ دوسرے مذاہب کے مُعلّمین میں بھی یہ نقص موجود ہے۔ اگرچہ قدیم زمانہ کے ہندوؤں نے بعض علوم تحصیل کئے تھے لیکن یہ تحصیل صرف پنڈتوں تک محدود تھا۔ قدیم تہذیبوں میں تحصیلِ علم پر زور نہیں دیا گیا۔ غرضکہ صرف نبی کریمؐ ہی نے عُلم کو ایک مسلمان کا جُزوِ ایمان قرار دیا۔ آپؐ خود نہ تو لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا۔ لیکن آپؐ نے عامۃ النّاس کی توجہ نہایت شدومد کے ساتھ نوشت و خواند کی طرف مبذول کی۔ آپؐ نے انسان کو نفس پرستی میں مبتلا پایا۔ اور اس کا علاج تحصیلِ علم قرار دیا۔ آپؐ کے متبعین نے آپؐ کی نصیحت کو بدل و جان قبول کیا۔ اور **سائنس** کی مملکت میں داخل ہو گئے۔ اور بعد چندے اس پر حکمرانی کرنے لگے۔ اُن کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ نئے علوم دریافت کرو۔ اگرچہ اسلام سے پہلے بعض لوگوں نے بعض علوم مخفیہ کی طرف توجہ کی تھی۔ اور اُسے روحانیت سے تعبیر کیا تھا۔ لیکن انسان ان خوبیوں کی طرف مائل نہ ہوا تھا جو زمین و آسمان میں پائی جاتی ہیں۔ فطرت حُسن اور شوکت سے لبریز تھی لیکن ہزارہا سال تک کسی کی توجہ ان باتوں کی طرف نہ ہوئی۔ ریگستانِ عرب کے عظیم الشان فرزندؐ نے انسان کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کی کہ فطرت ایک کارگاہ ہے جس میں ہزاروں خُوبیاں مضمر ہیں۔ اور زمین و آسمان ایزدی نعمتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ آپؐ نے

ہمارے اندر فطرت کی خوبیوں سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ آپ نے دنیا کو تکلیف دہ آلمیات سے پریشان نہیں کیا۔ جیسا کہ پہلے ہو چکا تھا۔ اور اسکی وجہ سے لوگوں کی جمالی حس مردہ ہو چکی تھی غیر فطری عقاید نے انسان کو تمام دنیاوی خوبیوں سے بے تعلق کر دیا تھا لیکن انسانیت کے اس محسن عظیم نے فرمایا۔ "تو کہ اکس نے اللہ کی نعمتوں اور زینتوں کو تم پر حرام کیا ہے؟ جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور اچھے کھانے میں کہتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کیلئے ہیں۔ جو اس دنیا کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں (قرآن مجید ۱۲: ۳۲)

یہ پیغام مذہب کی تاریخ میں ایک نئی بات تھی مسلمانوں نے اس کو بغور سنا اور کائنات میں جو کچھ ان کے مفید مطلب ہو سکتا ہے اسکی تلاش میں مصروف ہو گئے! انھوں نے ان علوم کی تحصیل شروع کی جن کی بدولت وہ اس نئی مہم میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ گویا جدید سائنس کی بنیاد قائم ہو گئی +

اسلام سابق نظام علمی اور جدید طرزِ تمدن کے درمیان ایک بلند امتیازی نشان ہے۔ پہلے زمانہ میں تحصیل علم صرف مذہبی طبقہ سے مخصوص تھی! اور یہ لوگ علم کو صرف مندروں اور معابد کی چار دیواری تک محدود رکھتے تھے فلسفیانہ موشگافیوں اور ایسے مسائل میں منہمک رہتے تھے جو عملی زندگی میں چنداں سودمند نہ تھے! اسلام نے تمام کائنات کو انسان کے مطالعہ کیلئے وقف کر دیا مسلمانوں نے یورپین اقوام کو بطلیموس اقلیدس اور ارسطو کے فلسفہ سے ہی آگاہ نہیں کیا۔ کیونکہ مسیحی یورپ کے نزدیک کسی کا علم حاصل کرنا جرم تھا! اور اس لئے یہ فلاسفہ تغافل کا شکار ہو گئے تھے۔ بلکہ انھوں نے خود بھی علوم ماضیہ میں حیرت انگیز ترقیاں کیں! اس کے علاوہ انھوں نے تین شعبوں میں نمایاں ترقی کی (۱) انھوں نے اس علم کلام کو از سر نو زندہ کیا جس کو یونانی لوگوں کی شیخی اور رومیوں کی عدم توجہی نے بالکل ناکارہ کر دیا تھا (۲) انھوں نے ریاضی اور اسکے متعلقات کو از سر نو مدون کیا (۳) انھوں نے علوم طبیعیت کی بنیاد ڈالی جس کی طرف نہ یونانی لوگوں نے توجہ کی تھی نہ رومیوں نے +

مسلمانوں نے علم طب اور اسکے متعلقات میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اور جبکہ غیر مسلم اشخاص امراض کے دفعیہ کیلئے پیروں اولیاؤں کی درگاہوں پر جایا کرتے تھے مسلمانوں نے امراض کے علاج کیلئے شفا خانے قائم کر دیئے تھے ابتدائی اسلامی سلطنت میں شفا خانے اور مطب بکثرت موجود تھے صرف بغداد میں آٹھ سو چونسٹھ سند یافتہ اطباء موجود تھے حیوانات کے لئے بھی شفا خانے قائم کئے گئے۔ طب اور دواسازی دونوں کی خوب گرم بازاری تھی۔ مسلمانوں نے علم کیمیا علم جبر و مقابلہ علم ہیئت علم مثلث علم ابحیات اور علم المرایا وغیرہ ان علوم کو یا تو ایجاد کیا یا ان کو ترقی دی علم زراعت اور علم جہاز رانی کو بھی بہت وسعت عطا کی۔ اندلسی آثار اسلامی آج بھی بآواز بلند مسلمانوں کی اس ترقی کے گواہ ہیں جو انھوں نے فن آبپاشی میں حاصل کی تھی پہلی صدی ہجری ہی میں مصر کا زراعتی رقبہ پہلے سے پانچ گنا زیادہ ہو گیا تھا۔ اور یہیں سے روئی اور شکر کا پودا پہلے پہل یورپ میں گیا تھا۔ ریشمی اور سوتی پارچوں کی طیاری چھینٹوں کی نقش و نگار اور کپڑوں کا رنگنا منجملہ ان صنعتوں کے ہیں جن کو عربوں نے عروج دیکر درجہ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ وہ لوگ نہ صرف شیشہ

طلیا رکرتے تھے۔ بلکہ اس کے اندرا ور باہر پالش کرنا بھی جانتے تھے خلیفہ مامون کے زمانہ میں ہوائی جہاز بنانے کی بھی کوشش کی گئی تھی لیکن پہلا کاریگر ابوالکاسن اس سلسلہ میں ہوائی جہاز سے نیچے گر کر مرگیا۔ اسکے بعد پھر کسی نے توجہ نہ کی۔ میں اس ضمن میں مزید طوالت مناسب نہیں کرتا۔ اگر ناظرین قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کو غور سے پڑھیں گے تو ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے سائنٹیفک تحقیقات کس حد تک کی ہوگی +

"عقلمند لوگ جب زمین و آسمان کی بناوٹ پر غور کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے خدا تو نے یہ کارخانہ رائیگاں نہیں بنایا تیرا نام پاک اور بلند ہو جیو۔" اس آیت سے ہم کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے وہ ہمارے فائدہ کیلئے ہے اور اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور پوشیدہ ہے گویا اس آیت کی رو سے تمام کائنات بمنزلہ یونیورسٹی اور ہر ذرہ بمنزلہ کتاب ہے۔ پس کوئی تعجب نہیں اگر اس زمانہ میں جبکہ قرآنی خلیمات نے تحصیل علوم کی طرف لوگوں کو راغب کیا تو جملہ علوم و فنون میں ایک حیرت انگیز انقلاب رونما ہو گیا کیونکہ مسلمان قرآن مجید کے الفاظ کو منجانب اللہ یقین کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنا اپنا فرض جانتے ہیں +

یہ سچ ہے کہ میں نے اس جگہ صرف مادی ترقی کی مثالیں دی ہیں لیکن مادی ترقی پر تہذیب کا اصل اصول ہے۔ اور اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اسی نے سب سے پہلے یہ اصول دنیا کو سکھایا۔ لہٰذا مادی پہلو سے بھی "مذہب" انسانیت کے حق میں ایک نعمت عظمے ثابت ہوا ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی لائق غور ہے کہ ابھی تک ہم لوگ ترقی و تہذیب کے اس بلند مقام پر نہیں پہنچے ہیں۔ جہاں کہ قرآنی تعلیمات ہمیں لیجانا چاہتی ہیں۔ کتاب اللہ کہتی ہے۔ کہ چاند اور سورج بھی ہمارے خادم ہیں لیکن ہم ابھی تک ان کو اپنا خادم نہیں بنا سکے ہیں۔ مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ سورج ہمارے کھیتوں میں ہل چلائے اور اس کی گرمی ہمارے لئے کھانا پکائے۔ بیشک بجلی بھی ایک نعمت ہے لیکن ابھی ہم کو چاندنی کی بھی ضرورت ہے۔ کہ وہ بجلی کی روشنی کی قائممقام ہو جائے۔ اسکی بدولت نہ صرف ہماری نگاہ بجلی کی نقصان دہ چمک سے محفوظ ہو جائیگی۔ بلکہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک اور طاقت بھی نصیب ہوگی۔ یہ اُن فوائد میں سے چند ایک ہیں۔ جو ان دونوں اجرام فلکی سے انسان کو پہنچ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ آسمان اور زمین میں لاکھوں چیزیں ہمارے فائدہ کے لئے بنائی گئی ہیں۔ انسان ایک حد تک اس راز سے واقف ہو گیا ہے لیکن تمام تعریف اس قوت کیلئے مخصوص ہے جس نے انسان کو اس طرف متوجہ کیا۔ وہ قوت اسلام ہے جس نے تمام مذاہب سے جدا ہو کر انسانی ترقی کیلئے نیا باب کھول دیا ہے۔ گویا اسلام نے اپنی خوبیوں کی بدولت "مذہب" کو ان الزامات سے بری الذمہ ثابت کر دیا۔ جو تمدن کی طرف سے اس پر عائد کئے گئے +

جنگِ عظیم کے نتائج مابعد

بسلسلۂ اشاعت اسلام ریویو جون سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۴۴

ترجمہ مضمون انگریزی جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء رئیس گدیہ ضلع بارہ بنکی

۷۔ آنحضرت صلعم ہی آج بھی بہترین معلم سیاست ہیں

سیاسی معاملات میں بھی دنیائے جدید نے آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ اصولوں پر کسی امر کا اضافہ نہیں کیا ہے تقریباً چودہ سو سال گزرے جبکہ شخصی حکومت ناجائز قرار دی گئی، مراعات خصوصی کا خاتمہ ہوا۔ اور ایک عالمگیر ضابطہ قانون دنیا میں شائع کیا گیا۔ قانون کی حکومت دنیا میں قائم کی گئی۔ اور جمہوریت کی قیادت و سیادت قائم کی گئی۔ بہت سے لوگ اب تک اس غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ کہ جمہوریت کا عروج اور اس کے تین اہم اصولوں کی ترویج انقلاب فرانس کی شرمندۂ احسان ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت اور اسکے اصول ثلاثہ یعنی آزادی اخوت اور مساوات آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا میں قائم کئے گئے تھے آنحضرت صلعم نے جو نبی اور رسول ہونے کے علاوہ مدبر اور مقنن بھی تھے جمہوریت کے اصول اس قوم میں کامل طور سے مروج کر دیئے تھے جسے آپ نے دنیا کیلئے نمونہ بنایا تھا آپنے جمہوریت کی بنیاد ہی نہیں ڈالی بلکہ اس کے اصول بھی مدون فرما دیئے آجکل فرنچ اور دیگر یورپی اقوام اور اہل امریکہ سب کی زبانوں پر جمہوریت اور اسکے اصولوں کا چرچا ہے لیکن ان میں سے کسی نے آج تک ان اصولوں کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ برعکس اس کے جیسا کہ خود پروفیسر لیک تسلیم کرتا ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ جس زمانہ میں ایک دنیا غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی اسلام میں آزادی اخوت اور مساوات کا پرچم لہرا رہا تھا" آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے جمہوریت کے نشو و نما میں کافی اور قرار واقعی حصہ لیا ہے اور دنیا میں سوشلزم کی بنیاد قائم کی۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ نے سوشلزم کو ایک قدم آگے بڑھا کر کمیونزم بنا دیا۔ پروفیسر نولڈیکی لکھتا ہے " حضرت عمرؓ نے ایک مکمل جنگی اور مذہبی جمہوری مملکت کی بنیاد ڈالی تھی اس جمہوریت میں مذہب کے اصولوں کی پابندی نہایت استواری کے ساتھ کی جاتی تھی۔ خود خلیفہ ایسی سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ جیسے کہ اس کا ادنے فرد محکوم۔ اور ٹیکس اور مال غنیمت کی بدولت جو رقم حاصل ہوتی تھی۔ وہ عربوں کی تنخواہوں پر صرف ہو جاتی تھی۔ اس مشاہرہ میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ اور حسبقدر مالیہ میں اضافہ ہوتا تھا اسی قدر وظائف میں بھی یہ عام اصول یہ تھا۔ کہ جو کچھ غنیمت یا رعایا سے حاصل ہو وہ یکساں طور پر ہر فرد مملکت کا حق ہے۔ ضروری اخراجات کے بعد جو کچھ پس انداز ہو وہ جملہ افراد میں مساوی طور پر تقسیم ہو جانا چاہیئے +

آج یورپ اور امریکہ کے لوگ اشتراکیت کو ہوّا سمجھتے ہیں۔ اور تمالباً نولڈیکی کا بھی یہی خیال تھا جو اس نے لکھا ہے۔ کہ اس جنگی اشتراکی نظام حکومت کا زوال اگرچہ اسلام کے حق میں مضر ثابت ہؤا۔ لیکن دُنیا کیلئے مفید۔ اور پروفیسر نذکورکی رائے میں اس کے اسباب زوال میں سے ایک سبب یہ تھا۔ کہ یہ اصول کہ غیر عرب بھی عربوں کے مساوی الدرجہ ہوں قابل عزت نہ تھا۔ نولڈیکی بھی مثل دوسرے یوروپین افراد کے اس خبط میں مبتلا ہے۔ کہ اسلام ایک جنگی مذہب ہے۔ خبط ایک مرض ہے۔ اور چونکہ اس جگہ اس کے علاج کا موقعہ نہیں۔ اس لئے صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ اسلام تو امن اور صلح کا علمبردار ہے اسلام کے خدا کا اصول تو امن ہے۔ کیونکہ سلامٌ قولاً من رب الرحیمٌ سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رب رحیم کا قول "سلامتی" ہے تیرہ سو سال کے بعد اصول اشتراکیت کو از سرنو آزمایا جارہا ہے۔ روس میں اشتراکی نظام حکومت قائم ہؤا ہے۔ لیکن افسوس کہ غلط اصولوں پر کاربند ہے جس طرح آنحضرت صلعم کی سوشلزم اور موجودہ طریق اشاعت سوشلزم میں بعد المشرقین ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کے طریق اشاعت اشتراکیت اور موجودہ طریق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ طریق اشاعت کے علاوہ اصولوں میں اختلاف پایا جاتا ہے +

آنحضرت صلعم نے مختلف افراد کے کیریکٹر کو درست کر کے سوشلزم کی بنیاد قائم کی تھی یعنی مملکت میں جس قدر افراد تھے۔ خواہ وہ کسی طبقہ درجہ قوم یا قبیلہ سے ہوں ان سب کو انفرادی طور پر بلند کر کے اس قابل بنایا گیا تھا۔ کہ سوشلسٹ مملکت تو قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن افراد کے کیریکٹر کو بلند کرنے کیلئے کوشش نہیں کرتے حالانکہ یہ بات مقدم ہے +

اسی طرح آنحضرت صلعم نے جماعتی تنازعات کا خاتمہ کر دیا۔ اور از نقیہ کی قیادت کا قلع قمع کر دیا اور آزادی اخوت اور مساوات تینوں کو بدرجہ اتم قائم کر دیا۔ تاکہ تمام اقوام عالم ایک سطح پر آکر باہمی کوشش اور تعاون سے دُنیا میں امن و امان کے قیام کا موجب ہوسکیں۔ روس کے اشتراکی ایک خاص جماعت کی قیادت کے حامی ہیں۔ جسے وہ کسان یا مزدور جماعت کہتے ہیں چنانچہ جوزف سٹالین موجودہ رئیس جمہوریہ اشتراکیہ روس لکھتا ہے:۔ "لیننزم کیا ہے؟ لیننزم دراصل ملوکیت اور مزدور انقلاب کے زمانہ کی مارکسزم ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ لیننزم مزدور انقلاب عامہ کے نظریہ اور طریق عمل کا نام، یا علے الخصوص مزدور جماعت کی قیادت کو کہتے ہیں"

یہ قیادت اس طرح قائم ہوئی جس طرح تمام دوسری قیادتیں قائم ہوتی ہیں یعنی کشت و خون کے ذریعہ سے اور فولادی نظام کی مدد سے اور زمینداروں کو تباہ کر کے اور خونی انقلاب کر کے لینن نے خود اپنی تصنیف رائیٹ ونگ کمیونزم میں لکھا ہے: - جو شخص کسان یا مزدور پارٹی کے آہنی نظام کو کمزور کرتا ہے، وہ دراصل مزدور کے مقابلہ میں سرمایہ دار کی حمایت کرتا ہے۔ لینن کا جانشین اپنے رفقاء کی کمزوری کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ الغرض مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان مصالحت کرانے اور تمام افراد کو ایک قوم بنانے کی جگہ موجودہ اشتراکیوں نے اس کے سوائے اور کوئی چارۂ کار نہ دیکھا کہ سرمایہ داروں کو تباہ کر دیں اور "آہنی نظام" کی مدد سے پارٹیاں قائم کریں۔ افسوس کہ موجودہ اشتراکی اس پر غور نہیں کرتے کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ مزدور کی قیادت ان مصائب کا موجب نہ ہوگی۔ جو سرمایہ داروں کی حکومت کا جزو ہیں نیز اس بات کا اطمینان کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جب مزدور کو قوت حاصل ہو جائیگی۔ تو وہ مزدوری کے زمانہ سے نکل کر سرمایہ داری کے خانہ میں منتقل نہ ہو گا؟ خود لینن جو مزدوروں کا زبردست حامی بلکہ اس جماعت کا نمایندہ تھا۔ اور اس کا جانشین دُنیا کے بدترین خود مختار حکمرانوں میں سے گزرے ہیں۔ جن کے کارناموں کے آگے شخصی حکمرانوں کے کارنامے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی طرح رئیس جمہوریہ ترکیہ بھی مطلق العنانی میں کسی خود مختار بادشاہ سے کم نہیں۔ مسولینی کی طرح ان رئیسوں (..........) کے مُنہ کے الفاظ قانون کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کی ہر بات تلوار کی نوک کے زور سے منوائی جاتی ہے۔ محبت یا لوگوں کی رائے کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ پہلے لینن کا خیال یہ تھا۔ کہ خالص مزدوروں کی حکومت قائم کی جائے لیکن اس نے دیکھا کہ وہ بغیر کسانوں کے اس کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا پس اُسے ان سے لامحالہ امداد طلب کرنی پڑی۔ وہ لوگ کافی جاہل تھے۔ اور ان پر صدیوں تک روسی نوابوں نے ظالمانہ حکومت کی تھی۔ لہٰذا وہ بخوشی لینن کے ہاتھ میں آلۂ کار بن گئے۔ اور مزدوروں کی حکومت قائم ہو گئی۔ بہرحال روس میں مزدور کی قیادت کے معنے جمہور کی قیادت کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہاں زراعت پیشہ لوگ مزدوروں سے بہت زیادہ ہیں۔ اور ان کی کثرت صرف روس ہی میں نہیں بلکہ تمام دُنیا میں یہی حال ہے۔ پس جس طرح ملوکیت یا معدودیت کے معنے قیادت اقلیت کے ہیں۔ اسی طرح قیادت مزدور کے معنی بھی یہی ہیں۔ آنحضرت صلعم اس طرز عمل کے برخلاف کسی قسم کی مطلق العنانی کو گوارا نہیں کر سکتے تھے، نہ کثرت کی نہ قلت کی۔ آپ کا مشن یہ تھا۔ کہ مختلف اقوام اور قبائل میں ہم آہنگی پیدا کریں۔ اور سب کو اخوت میں

منسلک کردیں۔ آپ تو تمام بنی نوع آدم کو ایک ہی پلیٹ فارم پر لانا چاہتے تھے۔ اور سب کو ایک قوم ایک جماعت اور ایک گروہ بنانا چاہتے تھے، جن میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اور سب کے خیالات اور مقاصد ایک ہی ہوں اور وہ دُنیا کی خوبیوں اور بھلائیوں میں یکساں طور پر شریک ہوں اور مصائب میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں +

۸۔ آنحضرت صلعم ایک غیر فانی رہنما ہیں

بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ آپ کی ہدایت آج بھی مُہیا ہوسکتی ہے۔ جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے ہوسکتی تھی۔ یہ بات بیشک افسوسناک ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کے متبعین کی طرح آپ کے پیرو بھی بعض امور میں راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اور اسلام کی وہ ابتدائی پاکیزگی کسی قدر کم ہوگئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا ہے۔ کہ مسلمان خود بھی روبہ تنزل ہیں۔ ان حالات میں ایک طالب حق کیلئے یہ مناسب ہے، کہ وہ براہ راست آنحضرت صلعم سے کسب فیض کرے۔ اور اس مقصد کیلئے اُسے بطور خود تحقیقات کرنا لازم ہے بغیر سوچے سمجھے دوسرے مسلمانوں کی تقلید کرنی چنداں سود مند نہیں ہے۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ آنحضرت صلعم اور قرآن حقائق کا علم بہ آسانی مل سکتا ہے۔ جو کتاب آپ نے رہنمائی کی خاطر دُنیا کو دی ہے۔ وہ آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جیسی کہ آپ کے سامنے تھی۔ قرآن شریف میں آج تک ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں ہُوئی۔ یعنی ہمارے مذہب کا سرچشمہ ابھی تک پاک صاف ہے۔ ہر شخص تھوڑی سی محنت برداشت کر کے سرچشمہ تک پہنچ سکتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا طرز عمل ایسا دلکش تھا۔ کہ آپ کے متبعین آپ پر جان نثار کرنا اپنا فرض یقین کرتے تھے۔ اور آپ کا ہر قول انھوں نے نہایت غور کے ساتھ دل میں نقش کیا۔ بعد ازاں اسے کتابوں میں محفوظ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مجھے نبی کریم صلعم کے متعلق، اپنے الدین سے علم اور واقفیت زیادہ حاصل ہے۔ آپ کے خیالات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں۔ اور افعال بھی۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم آج بھی اسی طرح زندہ ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے اور آپ کے متبعین کی نیک نیتی اور پاک طینتی کی وجہ سے ہم کو ان احادیث کے متعلق یہ یقین ہے کہ وہ بڑی حد تک صحیح ہیں۔ علاوہ بریں ان احادیث کی تدوین کے کچھ عرصہ بعد محدثین نے ہر حدیث کو پرکھا۔ اور جو قابل اعتبار ثابت نہ ہوئیں۔ وہ کتابوں سے خارج کردی گئیں +

آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرتے وقت اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ آپ کے بعض

ذاتی معاملات، جو افعال اقوال اور اطوار پر مشتمل ہیں۔ اور نہایت خانگی اور نجی کہلا سکتے ہیں جن کو معلوم کرنے کا کسی دوست کو بھی حق نہیں ہے، وہ بھی ان کتابوں میں مندرج ہیں۔ اور یہ باتیں ہمیں ان لوگوں کی ہدایت حاصل ہوئی ہیں۔ جو آپ کو اس کو اس درجہ عزیز رکھتے تھے۔ کہ شاید کوئی بیٹا اپنے باپ سے یا کوئی بیٹا اپنے باپ سے یا کوئی عورت اپنے خاوند سے یا کوئی ماں اپنے بچوں سے اس قدر محبت نہ کرتی ہوگی صحابہؓ کی محبت آپؐ کے ساتھ بالاتر، افضل، کامل، عدیم النظیر اور فقید المثال تھی۔ اور اسی محبت نے انھیں مجبور کیا۔ کہ وہ اپنے محبوب کے ہر فعل کو ضبط تحریر میں لے آئیں۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی پاکیزہ خصلت آج بھی اُن لوگوں کے دلوں میں محبت کے جذبات پیدا کر دیتی ہے، جو آپ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ چنانچہ جن مسلم یوروپین لوگوں نے خالی الذہن اور تعصب سے پاک ہو کر آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا ہے۔ مثلاً لین پول (Lane Poole) وہ یہ لکھنے پر مجبور ہیں۔ کہ آپ کی شخصیت اس قدر پاکیزہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کی حیات پاک کا مطالعہ کریگا۔ تو وہ لامحالہ آپ کی تعریف کرنے لگیگا۔ لین پول کے الفاظ یہ ہیں :-

نبی کریمؐ کی سیرت میں اس درجہ رافت و لطافت و سخاوت کا عنصر موجود ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کی سیرت کا مطالعہ کرے۔ تو خوف ہے۔ کہ مبادا وہ آپ کی خوبیوں سے متاثر ہو کر صحیح فیصلہ سے قاصر ہو جائے، کیونکہ آپ کی زندگی کے واقعات یقینی طور پر اس کے دل میں عزت اور محبت کے جذبات پیدا کر دینگے آپ نے برسوں اپنے ہموطنوں کے ہاتھوں ایذائیں اٹھائیں لیکن اُف تک نہ کی، لیکن اس اذیت دہی کے باوجود اگر کوئی شخص آپ سے مصافحہ کرتا تھا۔ تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہیں کھینچتا تھا، آپ نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ بچوں کو اس درجہ محبوب رکھتے تھے۔ کہ اگر راستہ گلی میں گزرتے ہوئے چند بچے آپ کی نظر پڑتے تو ان پر محبت کی نگاہ ڈالے بغیر کبھی آگے نہیں جاتے تھے۔ اور اس نگاہ کے ساتھ تبسم بھی شامل ہوتا تھا یہی وجہ تھی۔ کہ بچے خود آپ کو محبوب رکھتے تھے، اور آپ کی پیاری پیاری باتیں سننے کے لیئے ہمیشہ بیتاب رہتے تھے۔ آپ کی مخلصانہ محبت اور رفاقت، عدیم النظیر شجاعت اور مردانگی اور شریفانہ فیاضی کے سامنے مخالفین کے اعتراضات تحسین و توصیف میں ہو جاتے ہیں۔ آپ

نہایت جوشیلے تھے لیکن آپ کا جوش اس نوعیت کا تھا کہ اُسے زمین کا نمک کہہ سکتے ہیں۔ یہ جوش وہ ہے۔ جس کی بدولت بنی نوع آدم برباد اور تباہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں"۔

ذرا اس اقتباس کے ساتھ، جس میں آنحضرت صلعم کی دلپذیر جاذب توجہ اور روح افزا خصلت کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے، جناب مسیح کی شخصیت کا مقابلہ کیجئے، جس کا نقشہ بائبل کے اوراق میں پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ آپ کی شخصیت اعلےٰ صدیوں کے بعد بھی لین پول جیسے شخص کو جسے اسلام سے کوئی دلی تعلق نہیں، جذبات محبت سے معمور کر سکتی ہے، جناب یسوع کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے رفقاء میں بھی اس قسم کے جذبات پیدا نہ کر سکے، حد ہے۔ کہ ان کے دلی دوستوں اور "مخلص" شاگردوں میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایک نے مخبری کی۔ اور دوسرے نے سر دربار لعنت کی۔

اسلام جزیہ اور تلوار کی حقیقت

مفسر قرآن مولینا محمد علی صاحب نے اپنی تالیف "تاریخ خلافت راشدہ" میں اس مغالطہ کا اچھی طرح ازالہ کر دیا ہے، جو یہ کہہ کر دیا جاتا ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت اس اصول کے ماتحت ہوئی "اسلام قبول کرو یا جزیہ دینا قبول کرو یا موت" فاضل مولف نے جو استدلال پیش کیا ہے ذیل میں اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:-

مخالفین کہتے ہیں۔ کہ ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں شام عراق اور ایران میں جو معرکہ آرائیاں ہوئیں ان میں مسلمانوں کا طرز عمل یہ تھا۔ کہ غیر مسلموں کے سامنے یہ تین چیزیں پیش کی جاتی تھیں اسلام یا جزیہ یا تلوار، دوسرے لفظوں میں ان کو جبراً مسلمان بنایا جاتا تھا، اور مجبور کیا جاتا تھا۔ کہ ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز اپنے لئے منتخب کریں چونکہ مخالفین نے اس اصول کو نہایت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اس لئے اس کی تفہیم بہت ضروری ہے تاکہ لوگوں میں غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے۔

تاریخی شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے بدیں الفاظ اس پیغام کو غیر مسلموں کے سامنے پیش نہیں کیا۔ سر ولیم میور کو اسقدر تسلیم ہے۔ کہ ۱۶ھ تک جبکہ عراق اور شام فتح ہو چکے تھے، غیر مسلمانوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کا خیال مسلمانوں کے دل میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جو قاصد قیصر روم اور کسریٰ ایران کے دربار میں وارد ہوئے۔ ان کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے یہاں بھی یہی پیغام پہنچایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ پیغام دراصل "الٹی میٹم" نہیں تھا۔

علاوہ بریں ان جنگوں میں مسلمان ہمیشہ تنہا نہیں لڑے۔ ایرانی مہم میں عیسائی فوجیں مسلمانوں کے دوش بدوش لڑیں۔ اگر مسلمانوں کا مقصد ان جنگوں سے صرف یہ تھا۔ کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان بنایا جائے تو عیسائی کس طرح مسلمانوں کے شریک حال ہو سکتے تھے؟ علاوہ ازیں مسلمانوں نے غیر مسلموں سے ساتھ بہت سے

صلحنامے مرتب کیے جن کی رُو سے نہ غیر مسلموں نے جزیہ دیا۔ اور نہ اسلام قبول کیا صرف یہ عہد لیا جاتا تھا کہ وہ لوگ ملک عرب کی محافظت میں حصہ لینگے۔ مثلاً جب انطاکیہ فتح ہُوا۔ اور وہاں کے لوگوں کے سامنے جزیہ پیش کیا گیا تو جرجمہ کے لوگوں نے جزیہ کے عوض مسلمانوں کے دوش بدوش انکے دشمنوں سے لڑنے کو پسند کیا۔ چنانچہ ان سے جو صلحنامہ مرتب ہُوا۔ وہ اسی صورت پر ہُوا۔ کہ یہ لوگ بروقتِ جنگ مسلمانوں کی مدد کرینگے۔ بعدازیں فتح ایران کے دوران میں دو مرتبہ یہی صورت در پیش ہوئی۔ ایک تو جرجان کے سردار کے ساتھ دوسرے باب کے سردار کے ساتھ۔ ان دونوں سرداروں نے جزیہ کے عوض امداد باہمی کو بنائے صلحنامہ قرار دیا۔ چوتھی مثال بنو تغلب کی ہے۔ جو مذہباً عیسائی تھے۔ لیکن زکوٰۃ ادا کرتے تھے جس طرح دیگر مسلمان۔ صرف چند مثالیں تاریخ میں اس رنگ کی موجود ہیں بہت ممکن ہے اور بھی ہوں۔ جن کا تذکرہ محفوظ نہ رہ سکا ہو +

محض عیسائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ مسلمانوں نے یہ لڑائیاں محض مدافعانہ طور پر لڑی تھیں۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے کبھی جارحانہ کارروائی نہیں کی انہوں نے جب کبھی ہتھیار سنبھالے تو حفاظت خود اختیاری کے رنگ میں۔ بلکہ انصافاً کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمان ہمیشہ جنگوں کے خیال سے بیزار رہے۔ اور خونریزی سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ اپنی ہمسایہ قوموں کے ساتھ مصالحانہ طور پر گفت و شنید کرنے کیلئے طیار رہتے تھے۔ حالانکہ یہ قومیں امن شکنی کے موقع ڈھونڈھتی رہتی تھیں۔ اسی لئے وہ سفیر بھیج کر لوگوں کو ان فوائد سے آگاہ کرتے تھے۔ جو اسلام لانے کے بعد انھیں حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ لوگ غیر مسلموں کو اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرتے تھے نہ کہ ان کے سامنے تین بھونڈی صورتیں اسلام - جزیہ یا تلوار پیش کرتے تھے۔ یہ سفیر لوگوں کو بتاتے تھے۔ کہ اسلام دشمنوں کو دوست بنا دیتا ہے۔ اس لئے امن قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسکے قبول کرتے ہی تمام باہمی عداوت اور دشمنی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عربوں کی حالت اسلام لانے سے پہلے جو کچھ تھی۔ وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد جو اخوت اور محبت باہمی انمیں پیدا ہو گئی۔ وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن اگر غیر مسلم اسلام پسند نہ کریں۔ تو بھی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ جس کی بدولت کشت و خون رفع ہو جائے۔ اور امن و امان قائم ہو جائے۔ وہ یہ کہ عربوں کو اپنا حاکم اعلےٰ تسلیم کرلیں۔ اور انھیں کچھ رقم سالانہ بطور جزیہ ادا کیا کریں۔ لیکن اگر وہ عربوں کی سیادت سے بھی منکر ہوں۔ اور فساد سے بھی باز نہ آئیں جیسا کہ سرحدی شورش پسند گروہ تھے تو پھر مسلمانوں کیلئے اسکے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ ان سے جنگ آزمائی کرتے۔ کیونکہ وہ تو مستقل شورش کا موجب تھے۔ اور سرحد کا امن امان ان کی وجہ سے سخت خطرہ میں پڑا ہوا تھا +

کیا گزشتہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں اتحادیوں نے اسی اصول پر عمل نہیں کیا؟ پس اگر عربوں نے اس پر عمل کیا۔ تو اسمیں کون سی قباحت لازم آگئی؟

عرب تو جنگ و جدل سے نفور تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ کشت و خون کی نوبت ہی نہ آئے انھوں نے کبھی کسی شخص کو تلوار کی مدد سے مسلمان نہیں بنایا۔ ہاں امن قائم کرنے کیلئے اسلام کی تبلیغ ضرور کی۔ کیونکہ اسلام ایسا مذہب ہے جو ایک پل میں دشمنوں کو دوست اور اغیار کو بھائی بنا دیتا ہے +

تمدنِ اسلام

ربّ ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک

بہ تسلسل صفحہ ۲۸۸ اشاعت اسلام جلد ۱۶ نمبر ۷

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اگر تینوں صفات ربانی یعنی مالکیت ۔ رحمانیت اور رحیمیت انسانوں کے جزو اخلاق بن کر اپنی جگہ کام کریں ۔ تو نہ کسی سرمایہ داری یا ملوکیت پرستی کا شکوہ ہو سکتا ہے ۔ اور نہ اصول "اشتراکیت" کو اس کا علاج تجویز کیا جاتا + مُرتب

اصول اشتراکیت نے ضرور ان لوگوں کے مایحتاج کا انتظام کیا ہے لیکن جب عدم ملکیت مکسوبات کا اصول بہت جلد ان راہوں کو ہی روک دے گا جن سے دولت کا دنیا میں اضافہ ہو سکتا ہے ۔ اور وہ دن جلد آنے والا ہے تو "اشتراکیت" کے اصولوں کا بھی خاتمہ ہو جائیگا پس اس مشکل کو سلجھانا نہ تو موجودہ تہذیب و تمدن کے ہاتھ میں ہے ۔ اور نہ اشتراکیت میں اس کا حقیقی حل موجود ہے، اس کا صحیح علاج تو یہ ہے ۔ کہ ہر انسان اپنے مکسوبات کا مالک ہو اور اس کے اختیارات ملکیت میں یہ بات داخل ہو کہ وہ اپنے مکسوبات کو جس طرح چاہے استعمال کرے در اصل قانوناً اور شرعاً لفظ ملکیت کا یہی مفہوم ہے اور اس ملکیت ہی سے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسباب تہذیب و تمدن پیدا ہو رہے ہیں ۔ ہاں جس غلط اصول تقسیم دولت نے دنیا کے ایسے لوگوں کو آسائش سے محروم کر دیا ہے جنہیں قدرت نے کامل جوہر عطا نہیں فرمائے یا جو طبعی کمزوریوں کے باعث ہر قسم کے کسب و تحصیل سے محروم ہو چکے ہیں جیسے کہ قرآن نے ان کو اوپر شمار کیا ہے ۔ تو ان لوگوں میں تقسیم دولت اسی اصول پر ہونی چاہئیے ۔ جس طرح دولت ابتدائی بلا کسی امتیاز کے کل دنیا میں تقسیم ہو رہی ہے ۔ اگرچہ وہ خدا تعالیٰ جس کے مشہور خواص عــــــہ اربعہ میں سے ایک کا خاصہ

عــــــہ اس مضمون پر میں مفصل بحث کروں گا ۔ جب صفات باری کا ذکر آئیگا ۵۲ رب ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک +

ملکیت ہے۔ اور وہ اپنے حق مالکیت کے باعث جس طرح چاہے اپنے فیوض کو تقسیم کرتا ہے لیکن وہ رحمان بھی ہے یعنی اس تقسیم عطیات میں وہ کسی حق یا استحقاق کا بعض وقت لحاظ نہیں کرتا بعض حالات ناگزیر میں اس کے عطیات بلا استحقاق سابقہ بھی آتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ رحیم بھی ہے یعنی مزدور کی محنت کا معاوضہ اسی قدر نہیں دیتا جتنا اس کا حق ہے۔ بلکہ اس اُجرت سے کئی گنا زیادہ عطا کرتا ہے۔ کاش اسی طرح تینوں صفات ربی یعنی مالکیت رحمانیت اور رحیمیت انسانوں کے جزو اخلاق بن کر اپنی اپنی کام کریں تو نہ کسی کو سرمایہ داری یا ملوکیت پرستی کا شکوہ ہوتا نہ اصول اشتراکیت کو اس کا علاج تجویز کیا جاتا ہم اپنے لگان رنگ میں آئے دن چیزوں کو پیدا کرتے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے پھر خدا کی خوشنودی کے لئے اور وہ خوشنودی از روئے قرآن صرف اسی میں ہے۔ کہ ہم میں اخلاق خداوندی پیدا ہو جائیں ہماری کمائی کا بہت سا حصہ ہمارے رحمان اور رحیم ہونے کے باعث مساکین اور غرباء کے ہاتھ میں چلا جاتا اور اس سے وہ مصیبت دُور ہو جاتی جس نے رُوس کو کل دُنیا میں اشتراکیت کے اصول پھیلانے کی طرف راغب کر دیا ہے۔ حالانکہ ان کی بناء پر وہ کشت و خون ہوگا جس کی نظیر دُنیا میں ڈھونڈے نہ ملیگی۔ یہ تو ممکن ہے کہ ہمارا تمدن مادی تہذیب کے اُس نقطہ تک پہنچ جائے۔ جہاں کائنات کی کل چیزیں ہماری خادم ہو جائیں لیکن جب بنی نوع آدم کا ایک کثیر حصہ دنیوی آسائش سے محروم رہیگا۔ تو ایسی دولت اور ثروت کس کام کی ہوگی۔ آج کسی قوم کو دیکھ لیا جائے۔ اُس میں بڑا حصہ محرومین اور محتاجین کا ہے۔ اگر مادیت پرستی یعنی میٹیریلزم پہلی حالت کو پیدا کرتی ہے تو اسی نے انسان میں اخلاق کریمانہ کو مٹا ڈالا ہے۔ اور تو اور مغربی گھروں میں اگر کوئی لڑکا ہزار ہا پونڈ کماتا ہے تو بھی اس کے والدین اور بھائی بہن دوسروں کے یہاں ادنےٰ درجہ کی خادمانہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن سلطنت خداوندی ان دونوں اصولوں سے جداگانہ ہے۔ وہ اگرچہ تمام اشیاء کو اپنی حکومت کے نیچے لے آتی ہے۔ لیکن اس کی تقسیم حد درجہ کی فیاضی روا رکھتی ہے۔ جب تک یہ دونوں باتیں دنیا میں پیدا نہ ہونگی۔ اس وقت تک حقیقی تہذیب یا آسائش و راحت انسان کو نصیب نہ ہوگی +

اس کے حصُول کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان کامل طور پر موحد بن جائے کیونکہ توحید کے معنی صرف یہی نہیں کہ خدا کو ایک مان لیا جائے۔ بلکہ اصلی معنی یہ ہیں کہ انسان

کے اخلاق میں اخلاق خداوندی کے سوائے کسی اور مخلوق کے اخلاق نہ پائے جائیں ہم لاکھ دفعہ خدا کو ایک مانیں لیکن اگر ہمارے اعمال میں صفات خُداوندی کا جلوہ نظر نہیں آتا یا ہمارے اخلاق ربانی اخلاق کے نقیض واقع ہوئے ہیں تو یہ وہ شرک عظیم ہے جس کا فکر آنحضرت صلعم کو بھی اپنی قوم کے متعلق لگا ہُوا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ میرے بعد شرک تو مٹ جائے گا یعنی مسلمان اصنام پرستی کبھی نہ کریں گے۔ بلکہ ان کی دیکھا دیکھی اصنام پرست بھی خدائے واحد کے پرستار بن جائیں گے۔ لیکن جس شرک کا مٹنا بہت ہی مشکل ہے۔ وہ شرک فی الاسباب ہے۔ الغرض سُورہ نحل کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر آسمانی بادشاہت اگر مادی اور اخلاقی تہذیب کے پیدا ہونے پر منحصر ہے تو وہ تہذیب صرف توحید پرستی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور توحید باری کا علم صرف الہام سے نصیب ہو سکتا ہے +

گو توحید کی جو تعریف میں نے اُوپر کی ہے۔ اُس نے اس بیہودہ خیال کی تو تکذیب کر دی ہے۔ جس کے ماتحت یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی توحید بھی کوئی مشکل توحید ہے؟ خدا کو ایک مان لینا تو آسان امر ہے۔ اور موٹی سی بات ہے۔ لیکن تاریخ عالم کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ کہاں تک اور کب تک انسان نے خدا کو ایک جانا؟ دُنیا نے بڑی بڑی تہذیبیں دیکھیں بعض علوم شریفیہ بھی پیدا ہوئے لیکن آہستہ میں ساری اقوام قدیمہ شرک سے نہ بچ سکیں کسی نبی کے آنے پر اگر توحید کا دور شروع بھی ہو گیا۔ تو اس کی وفات کے بعد جلدی ختم ہو گیا۔ چنانچہ ہندی اور عبرانی اور عیسائی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ یہ قومیں ہمیشہ ہی بُت پرستی کرتی رہیں۔ بہرحال یہ تو اب مان لیا گیا ہے۔ کہ جس شدومد سے اسلام نے توحید کو پھیلایا۔ وہ نہ کسی پہلے مذہب میں موجود ہے نہ کسی تہذیب سے پیدا ہوئی اور ان واقعات نے اُس بیہودگی کا قلع قمع بھی کر دیا کہ خدا کو ایک مان لینا کچھ مشکل بات نہیں ہے میں پُوچھتا ہوں کہ اگر واقعی یہ کام آسان تھا۔ تو کیوں اسلام سے پہلے دُنیا نے اسے عالمگیر رنگ میں قبول نہ کیا؟ اس کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ آج بھی متمدن اور غیر متمدن صاحب علم اور بے علم اقوام کو دیکھ لیا جائے کہ وہ کہاں تک توحید پر عامل ہیں؟ ہاں

اسلام کی پُر زور تعلیم کا یہاں تک اثر ہوا ہے کہ آج تثلیت پرست اصنام پرست اوران کے علاوہ دیگر اقوام بھی خدا کو ایک ماننے لگی ہیں۔ ہاں اپنے معبودوں کی تشریح میں کہہ دیتی ہیں کہ وہ دراصل اُسی خدائے واحد کے بعض شیئوں کا مظہر ہیں۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں۔ کہ توحید حقیقی کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے +

یہ بات بھی بعض وقت بطور اعتراض کہی جاتی ہے۔ کہ قرآن کریم نے کیوں اس کثرت سے توحید کا ذکر کیا۔ اس بات کا جواب اُس لطیف اور علمی نظام پر غور کرنے سے ملجاتا ہے۔ جو قرآن کریم نے حسنات یا سیئات یا اُن کی ترویج و انسداد کے متعلق تجویز کیا ہے۔ بروئے تعلیم اسلام یہ کُل کی کُل کائنات خدا تعالیٰ کی صفت کا مظہر ہے۔ جو کچھ اس دُنیا میں ہورہا ہے وہ دراصل خدا کی کسی نہ کسی صفت کی اتباع میں ہوتا ہے۔ نیکی یا بدی بذات خود کوئی حقیقت نہیں رکھتی جو امر کسی صحیح غرض مطلوبہ کو بہتر طریق پر پورا کر سکے وہی خیر ہے۔ اور جن سے خدا کی پیدا کردہ چیزیں صحیح طریق پر استعمال نہ ہوں وہی بدی یا شر ہے۔ لہٰذا نیکی یا خیر وہ امر ہے جو خدا تعالےٰ کی کسی صفت کے اتباع میں ہو اور بالمقابل جو اسماء حسنہ کے خلاف ہو اور اس سے بالضرور نقصان ہوگا۔ تو اس کا نام شر ہے۔ میں ابھی توحید کے متعلق لکھ چکا ہوں کہ شرک صرف یہ نہیں کہ ایک سے زیادہ معبود تجویز ہوں حقیقی توحید یہ ہے۔ کہ ہمارا ہر ایک فعل کسی خلق الٰہی کے خلاف نہ ہو ہم جو کریں۔ وہ کسی نہ کسی صفت خداوندی کے ماتحت ہو۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو وہ امر نہ صرف حقیقی شرک ہوگا بلکہ وہی کسی خاص بدی کا موجب ہوگا۔ یعنی جو گناہ یا بدی ہم سے ہوگی۔ اس کا موجب اس طرح ایک رنگ میں شرک ہوگا۔ یعنی وہ امر شر کسی نہ کسی صفت الٰہیہ کے مطالبات کے نہ پورا ہونے کے باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کا علاج بھی ایسی صفت الٰہیہ کو سامنے رکھ کر تکمیل توحید کرنے سے ہوگا۔ اب یہ امر مسلم ہے کہ ہم سے بے شمار گناہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اُس کے علاج میں کتاب حکیم کے لئے ضروری ہے۔ کہ جہاں کسی بدی کا ذکر کرے۔ وہ اس کے دفعیہ میں بھی توحید کا ذکر کرے۔ اس وجہ سے قرآن نے بار بار توحید باری کا ذکر کیا تو بالکل صحیح کیا +

یوں تو شروع سے لے کر آخر تک قرآن نے بیشمار رنگوں میں توحید ہی پر زور دیا ہے۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا۔ کہ بعثت محمدی کی غرض و غایت ہی دُنیا میں توحید اس کے تمام شیئوں کے

ساتھ قائم کرنی تھی۔ اس سے یہ غرض نہ تھی۔ کہ ملہم قرآن نے یا اسلام کے بھیجنے والے نے کسی جذبہ حسد کے ماتحت تمام معبودان قدیمہ کو تخت الوہیت سے اتارنا چاہا جیسے کہ جناب موسیٰ کے دس احکام ظاہر کرتے ہیں +

کتاب خروج کے باب بستم میں۔ جہاں دس احکام کا ذکر ہے وہاں کی چوتھی آیت میں یہ لکھا ہے۔ کہ تم خدا کے سوا اور خداؤں کو نہ پوجو کیونکہ میں حاسد خدا ہوں۔ اور میں اپنے خلاف گناہ کی سزا چار نسلوں تک دیا کرتا ہوں۔ اس کے بالمقابل قرآن نے اس بات پر کئی جگہ زور دیا ہے۔ کہ خدا کو تمہاری توحید پرستی یا عبادات کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ان باتوں سے مستغنی ہے تم ایک چھوڑ لاکھ خداؤں کی پرستش کرو۔ لیکن اگر تمہیں ان امور کی تعلیم دی گئی ہے۔ تو اس سے تمہارا ہی فائدہ متصور ہے [۵] +

اس لئے لا الٰہ الا اللہ کو اپنا مذہب قرار دو اور مخبر صادق نے تو یہاں تک زور دیا۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والا بہشتی ہوتا ہے۔ وہ یہاں بھی جنت میں اور آئندہ بھی جنت میں رہیگا۔ لا الٰہ الا اللہ صرف کوئی مذہبی فارمولا نہیں یہ تو دراصل ہر انسان کیلئے کلید کامیابی ہے یاد رہے۔ کہ قرآن نے یا حدیث نے جہاں لفظ "کہنے" کا استعمال کیا۔ اس سے مراد یہ نہیں لی کہ ہماری زبان پر وہ الفاظ جاری ہو گئے یا ہونٹوں نے انہیں تلفظ کر دیا۔ اور مقصد حاصل ہو گیا بلکہ کہنے سے تو مراد یہ ہے۔ کہ انسان کا عمل اس کے مطابق ہو۔ اب اگر نگاہ بصیرت سے دیکھا جائے

---

۵ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید (لقمان)
اور جو کوئی شکر کرتا ہے۔ وہ اپنی جان کی بھلائی کیلئے شکر کرتا ہے۔ اور جو ناشکری کرتا ہے۔ تو اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے۔

ومن جاہد فانما یجاہد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین (العنکبوت ع ۱)
اور جو کوئی جہاد کرتا ہے وہ اپنی ہی جان کی بھلائی کیلئے جہاد کرتا ہے اللہ یقیناً جہانوں سے بے نیاز ہے۔

من کفر فعلیہ کفرہ ومن عمل صالحاً فلانفسہم یمہدون (الروم ع ۵) جو کفر کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو وہ اپنی ہی جانوں کیلئے سامان کرتے ہیں

من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا (حم السجدہ ع ۶) جو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اپنی جان کی بھلائی کیلئے اور جو کوئی برا کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے

ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلہا (بنی اسرائیل ع ۱) اگر تم نے نیکی کی تو اپنا ہی بھلا کیا اور برا کرتے ہو تو [illegible]

قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم (الفرقان ع ۶) کہہ میرا رب تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا اگر تمہاری دعا نہ ہو۔

تو یہ مقدس الفاظ ایک حقیقت مسلمہ نظر آئیں گے دنیا میں آج اسی کو ہی راحت یا جنت نصیب ہو گئی ہے جس کا عمل لا الٰہ الا اللہ پر ہے +

اس مقدس جملہ کے معنی خود آنحضرت صلعم نے ایک لمبی حدیث میں بالتشریح فرما دیئے جن میں سے میں دو تین باتوں کا ذکر یہاں کرتا ہوں۔ مثلاً آپ نے فرمایا۔ کہ لا الٰہ الا اللہ سے مراد ہے لا مقصود لی الا اللہ ولا متبوع لی الا اللہ ولا قاضی لی الا اللہ یعنی لا الٰہ الا اللہ کے اقرار سے مراد یہ ہے۔ کہ اس کا قائل عملاً یہ کہے کہ میری زندگی کا مقصد صرف اللہ ہی ہے۔ میں جو کاروبار کرتا ہوں اس میں اللہ کے قوانین کی ہی پیروی کرتا ہوں۔ اور میں اپنے معاملہ میں اسی کو اپنا حاکم اور قاضی ٹھیراتا ہوں۔ یہ ارشاد کسی مذہبی حکم یا ترغیب علیہ کے رنگ میں نہیں ہوا۔ بلکہ یہ تو ایک حقیقت صادقہ ہے۔ ہر ایک کامیاب شخص کا عمل اسی پر ہے۔ بلکہ جہاں تک وہ نظر بصیرت سے اللہ تعالیٰ[1] کو اپنا متبوع ٹھیرائیگا۔ وہ اسی قدر اپنے کاروبار میں کامیاب ہو گا۔ خواہ وہ وجود باری پر ایمان بھی نہ رکھے۔ ہم اپنے آرام وراحت کے لئے مختلف مشاغل میں مصروف ہوتے ہیں کوئی ہم میں سے ڈاکٹر کوئی حکیم کوئی انجینئر کوئی مقنن ہوتا ہے۔ الغرض کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کر لیا ہوا ہے۔ ہمارا تمدن ہی اس امر کا مستقاضی ہے۔ ہاں ہم میں سے بعض کامیاب ہوتے ہیں۔ بعض ناکام رہ جاتے ہیں لیکن یہ ناکامی یا کامیابی علی العموم کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر فن کی کامیابی اس کے متعلقہ علم کا حصول چاہتی ہے ہر کام کے متعلق بعض فطرت کے تجویز کردہ قوانین مقرر ہوتے ہیں۔ جو کوئی اُن قوانین سے کما حقہٗ واقف ہوتا ہے۔ اور اپنے کام میں اُن قوانین کی کامل اطاعت کرتا ہے۔ وہی اُس میں کامیاب ہوتا ہے مثلاً ابتدا سے آج تک طبابت کا پیشہ ایک ضروری سے ضروری پیشہ چلا آیا ہے مرض کی صحیح تشخیص اور اس پر مریض کے لئے کسی مفید نسخہ کا تجویز کرنا اس پیشہ کے ضروریات اولین میں

[1] لفظ اللہ کو ابدالآباد سے بطور اسم مرقہ استعمال ہوتا رہتا ہی یعنی یہ اسم پاک اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے لیکن بعض صرفی نحویوں کے نزدیک یہ لفظ "ال الٰہ" سے مشترک ہے "الٰہ" کے معنی زبان عربی میں متبوع و معبود کے ہیں۔ اور "ال" حروف تعریفیہ اس کے پہلے آیا ہے۔ جس سے مراد وہ متبوع ہے جس کی اتباع خاص طور پر سب کے لئے لازم ہے۔ اگر یہ معنی بھی لئے جائیں۔ تو اس کے اسم ذاتی ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن عملاً یہ حقیقت کے اقرب ہو گا +

سے ہے۔ ان دونوں امور کے متعلق قوانین ازل سے مقرر شدہ ہیں۔ جن پر ہزارہا کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور ہر روز لکھی جا رہی ہیں۔ پھر ان امور کی تکمیل اور بہت سے علوم کو چاہتے ہیں۔ جن علوم کی بنیاد پر ایک طرف تو تشخیص امراض کے لئے نئے نئے قوانین مرتب ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف اس کے علاج کی نئی سے نئی راہیں نکلتی آتی ہیں۔ بلکہ اس وقت تو سائنس کا بہت سا حصہ اس فن شریفہ کی خدمت میں لگا ہوا ہے اب یہ سمجھ لینا کوئی باریک بات نہیں۔ نہ یہ کوئی پیچیدہ معمہ ہے۔ بلکہ یہ ایک کھلا ہوا راز ہے۔ کہ اس فن کی کامیابی جن قوانین کے صحیح علم کو چاہتی ہے۔ وہ قوانین ہمارے پیدا کردہ یا تجویز کردہ نہیں۔ وہ قوانین خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے ان تجویز کردہ قوانین کو دریافت کر کے پورے مسلمانہ طریق سے اُن کی اتباع کرتے ہیں۔ اور اس اتباع کامل کے بغیر ہم کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ ایک دہریہ طبیعت بھی عملاً یہی کر رہا ہے۔ وہ بھی مقررہ قوانین کی پیروی پر مجبور ہے۔ ان قوانین کا نام وہ لاکھ فطرت رکھ لیں۔ یہ تو وہی قوانین ہے جس کا بنانے والا اللہ ہے۔ وہ گویا قوانین طبابت کی پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ وہ عملاً لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا ہے +

فن طبابت کے بعد جن فنون نے آج اُس کے خادموں پر خزانوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ وہ میکنزم اور علم برقیات کی مختلف شاخیں ہیں۔ ان دونوں کاموں کی کامیابی بھی ان راہوں کے دریافت اور اُن کی اطاعت پر منحصر ہے۔ جو ان کے متعلق ابتدا سے صانع قدرت نے تجویز کر رکھے ہیں۔ ہمارا تو صرف اسی قدر کام ہے۔ کہ ہم ان قوانین کو دریافت کریں۔ اور پھر ان پر عمل کریں۔ کالجوں میں جا کر ہم انہی علوم کو حاصل کرتے ہیں۔ الغرض انسان نے اپنی راحت و آرام کے لئے کوئی نہ کوئی کام تو کرتا ہے۔ اب وہ کونسا کام ہے جس کے متعلق قوانین مقررہ نہیں اور وہ قوانین اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نہیں۔ جب ہر کاروبار میں ہر مشاغل میں اُسی خالق قدرت کی اطاعت لازم ہے۔ تو پھر آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ جنتی یعنی راحت

کے پانے والا یہاں بھی اور آیندہ زندگی میں بھی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو اپنا متبوع بنائے یعنی جس کا عمل لا الٰہ الا اللہ پر ہو کس قدر سچا اور پاک ارشاد ہے +

اقتباس از تحفۂ کرسمس

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے آنیوالے کرسمس کیلئے ایک کتاب کا مسودہ ہمیں کتابت و طباعت کے لئے بھیجا ہے۔ جو تحفۂ کرسمس کے نام سے شائع ہوگی جسمیں عیسائی دوستوں کو حق و صداقت کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ اُردو کتاب انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ دسمبر میں عیسائی حلقہ میں کثرت سے مفت تقسیم ہوگی اُمید ہے کہ ناظرین کرام اسکی مفت اشاعت کے لئے اعانت فرماکر ممنون احسان ہوں! اور اُن عیسائی دوستوں کے مفصل پتوں سے بھی مطلع فرمائینگے جن کے نام وہ تحفۂ کرسمس بھیجنا چاہتے ہیں ذیل میں ہم تحفۂ کرسمس سے چند ایک اشعار درج کرتے ہیں حضرت خواجہ صاحب نے جو انکشافات و واقعات اس تحفۂ کرسمس میں لکھے ہیں۔ ان کو آپکے ایک دلی ہمدرد دوست نے اردو میں منظوم کر دیا ہے۔ واقعات کا نظم میں لکھنا مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ لیکن مکرم محترم حضرت برق نے اس کام کو نہایت خوبی سے سرانجام دیا ہے۔ اور شاعرانہ انداز سے بھی الگ رہے ہیں +

ہمیں یہ نظم از حد پسند ہے۔ بعض حصص گو کسی قدر تشریح کو چاہتے ہیں کیونکہ حضرت برق کے اشعار میں بعض مقامات پر تاریخی تلمیحات بھی ہیں جنمیں سیدنا مسیح علیہ السلام سے قبل کے بعض واقعات کی طرف اشارہ ہے قلت گنجائش مزید اظہار خیالات کی متحمل ہے + باقی آیندہ خواجہ عبد الغنی سکرٹری ٹرسٹ

عرضِ حال از دردمند برق

بجنابِ سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام

اے وہ کہ تری ذات وجیہہ دوسرا ہے — اے وہ کہ تجھے کلمۂ حق۔ حق نے کہا ہے

اے وہ کہ تو بہتانِ یہودی کے علی الرغم — طاہر ہے۔ اور اِک طاہرہ نے تجھ کو جنا ہے

الزام سے ماں بیٹے کی فرمائی برأت — یہ کہہ کے۔ کہ تو کلمۂ حق۔ رُوحِ خدا ہے

تطہیر تری۔ اور تیری ماں کی ہے اس میں — تجھ کو جو بری۔ لمس سے شیطاں کے کیا ہے

تو کلمۂ شیطان ہے۔ کہتا ہے یہودی — واللہ یہ بہتان ہے۔ یہ جھوٹ کھلا ہے

اے وائے صد افسوس میرے پیارے مسیحا — کیا حشر ترے دین کا اُمت نے کیا ہے

تو بیخ کنِ شرک۔ تیرا وعظ تھا توحید — پیرو ترے کہتے ہیں۔ تو آپ خدا ہے

سجدے میں جبین تیری رہا کرتی تھی اکثر — پیہم ہی دُعاؤں میں تیرا وقت کٹا ہے

پر آج یہ کیا قہر ہے یہ کیسا غضب ہے — ہے شرک میں توحید۔ ہنر عیب بُرا ہے

ٹھیرایا ہے اُمت نے تیری تجھ کو ہی مسجود
اُور تو ہی دُعاؤں میں پُکارا بھی گیا ہے

موجودہ مذہبی رجحانات اور اسلام

بقلم ڈاکٹر اے آر نائسن ڈی سی ایل' ایم۔ اے

موجودہ زمانہ میں' انگلستان کے بہت سے مذہبی خیالات کے افراد اب ایسے عقاید اختیار کرتے جاتے ہیں۔ جو عملاً اسلامی معتقدات سے مشابہ ہیں۔ اور اس کا ایک ثبوت کلیسیا ئے انگلستان میں **تحریک جدید** کے نام سے مل سکتا ہے۔ دوسرا ثبوت یہود اور نصاریٰ کی متحدہ انجمن نے بہم پہنچایا ہے۔ جس کے اس وقت تک پانچ اجلاس اس لئے منعقد ہو چکے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ' اپنے مشترکہ ایمان باللہ کی بناء پر مذہبی اور تمدنی مسائل کا حل تجویز کریں اس قسم کی آخری مجلس ۲۰ نومبر ۱۹۲۹ء کو **سٹی ٹمپل** میں منعقد ہوئی جس میں بہت سے ہمدرد افراد نے شرکت کی۔ پہلے مشترکہ مذہبی عبادت ادا کی گئی۔ اس کے بعد سہ پہر اور شام کو دو جلاس ہوئے پہلے اجلاس میں ڈاکٹر سی جی **مونٹ فورڈ** نے "مسیحیت کے متعلق یہودی زاویہ نگاہ" پر تقریر کی' اور پروفیسر برکٹ' نے "یہودیت کے متعلق مسیحی نقطہ خیال" پر تقریر کی۔ دوسرے اجلاس میں ڈاکٹر **جان فرای** نے "زندگی میں روحانی عنصر کی ضرورت" پر تقریر کی۔ اور مسٹر جسٹس **باسل ہیریک** نے "تمدنی اصلاح میں مذہب کی طاقت" پر اظہار خیالات کیا۔ چونکہ جلسہ میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔ کہ تقریریں ہبرٹ جنرل میں شائع کی جائینگی۔ اس لئے سر دست ان پر تنقید کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں متحدہ عبادت کے متعلق چند امور بیان کر دینا ضروری ہے۔ یہ عبادت ایک مشترکہ رسم کی قیادت میں ادا کی گئی۔" اور وہ ایک دعا' دو گیتوں' ایک زبور اور بعض مختصر دعاؤں پر مشتمل تھی۔ آخر میں خدا سے برکت طلب کی گئی' ایک گیت تو مشہور گیت عصنا تھا۔ جو اس مصرع سے شروع ہوتا ہے "سب لوگ جو اس دنیا میں رہتے ہیں"۔ اور دوسرا گیت بھی اسی رنگ کا تھا۔ مگر اس قدر مشہور نہیں ہے۔ اس کا پہلا مصرع یہ ہے۔ ساری دنیا تیری عبادت کریگی"۔ باقیماندہ عبادت میں بھی اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ کہ کوئی ایسی بات

بیان نہ کی جائے جس کا تعلق بالخصوص مسیحیت یا یہودیت کے ساتھ ہو۔ اگرچہ دعا میں "عہد قدیم" اور "عہد جدید" دونوں سے اقتباسات لئے گئے تھے۔ یہ دعائیں اس نیت سے کی گئی تھیں کہ (۱) شرکائے مجلس میں باہمی رفاقت پیدا ہو (۲) مفاہمت باہمی کا دروازہ کھل جائے (۳) اس جذبہ کو ترقی ہو جو خدا پرستی کی طرف مائل ہے +

دوسری عبادت ان الفاظ سے شروع ہوئی۔ قادر مطلق خدا جس نے کل بنی نوع آدم کو یکساں طریق پر پیدا کیا ہے، ہم ان تمام لوگوں کیلئے دعا کرتے ہیں۔ جو تیری مرضی کے جویا ہیں۔ خواہ یہودی ہوں یا عیسائی اور خصوصاً اس جماعت کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں جو یہاں موجود ہے۔ اگرچہ ہم میں بہت سے امتیازات اور اختلافات پائے جاتے ہیں۔ تاہم ہم اس لحاظ سے متحد کرتے کہ ہم دونوں تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور یکساں طور پر صداقت کے طالب اور راستبازی کے جویا ہیں"۔ میرا خیال ہے۔ کہ ایک ایماندار مسلمان بھی اس مجلس میں اطمینان کے ساتھ شریک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا انعقاد خالص اسلامی رنگ میں ہوا تھا۔ اور یہود و نصاریٰ میں یہ رجحان طبع عام طور سے نہیں پایا جاتا یہ تو قرآنی تعلیم کا عکس معلوم ہوتی تھی جس کا فرمان یہ ہے کہ بقیناً جو لوگ ایمان لائے۔ اور جو لوگ یہودی یا نصاریٰ یا صابی ہیں۔ ان میں سے جو شخص بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاکر نیک کام کرے گا، سو اپنے رب سے اس کا اجر پائے گا۔ اور نہ وہ خوف زدہ ہونگے نہ غمگین" (قرآن مجید ۲: ۶۲) +

ہمارا خیال نہیں۔ کہ اس مجلس کے منعقد کرنے والوں نے قرآن کی اس آیت کو پیش نظر رکھا ہو۔ یا اس پر عمل کیا ہو۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے احساسات ہی نے اس معاملہ میں ان کی رہنمائی کی۔ اور توفیق ایزدی ان کے شامل حال ہوئی۔ جس طرح آنحضرت صلعم کے شامل حال ہوئی تھی۔ پس یہ اندرونی احساس ہی تمام مختلف الخیال افراد کو متحد کرنے، اور ان کے امتیازات کو مٹانے اور ان قدرتی جذبات کو نشو و نما دینے کا باعث ہے۔ جن کا نام آنحضرت صلعم نے "مذہب" رکھا ہے +

اسلامی نقطۂ خیال سے شادی کا فلسفہ

بقلم خان بہادر ایس ایم حسین - بی - اے

مغربی اقوام تعدد ازدواج کو ویسا ہی قابل نفرت خیال کرتی ہیں - جیسا کہ ایک عورت کے کئی مردوں سے ہونے کو۔ اور مشرقی اقوام میں بھی یہ خیال راسخ ہوتا جاتا ہے حالانکہ ان میں سے اکثر کو اسباب کا علم نہیں - کہ تقریباً سارے مذاہب نے پہلی صورت کی کیوں اجازت دی ہے - اور دوسری صورت سے کیوں منع کیا ہے؟ وہ لوگ معاً یہ خیال ظاہر کرینگے - کہ پہلی صورت کو پسند کرنے اور دوسری صورت کو ناپسند کرنے سے قدیم اقوام عالم کا خیال یہ تھا - کہ مرد کی فوقیت عورت پر ثابت کی جائے - حالانکہ یہ بات غلط ہے - اور ان دونوں باتوں کو ایکدوسرے سے ممتاز کرنے کے لئے بہت سی معقول وجوہ ہیں - اسکے لئے نکاح کے مقاصد پر غور کرنا ضروری ہے، اور دیکھنا بھی لازمی ہے - کہ وحدتِ زوج تعدد ازدواج اور تعدد رجال کی بناء پر وہ مقاصد کس حد تک پورے ہوتے ہیں +

یہ بات کہ شادی کا مقصد محض افزائش نسل نہیں ہے - اس سے ظاہر ہے کہ دیگر حیوانات بغیر شادی کئے، نسل بڑھاتے ہیں! ورنہ اُنکے جذبات شہوانی پر کوئی قیود عارض کی گئی ہیں - بادنیٰ تفکر یہ معلوم ہو جائیگا - کہ افزائش کے علاوہ خاص مقاصد جن کے حصول کیلئے نکاح کا طریق رائج کیا گیا ہے یہ ہیں :-

(۱) جذبۂ شہوت کو قابو میں رکھنا - اور اس پر قیود عاید کرنا -

(۲) جذبۂ شہوت پر پردہ ڈالنا تاکہ اس جذبہ کی تسکین کا باقاعدہ سامان ہو سکے اور وہ مقصد پورا ہو سکے - جسکے لئے خالق کائنات نے یہ جذبہ مخلوقات میں ودیعت کیا ہے - لیکن عام نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے - اسی معنی میں قرآن شریف نے خاوند اور بی بی کو ایکدوسرے کا لباس قرار دیا ہے +

(۳) دماغ اور دل کو اُن مناظر سے باز رکھنا جو قوائے شہوانیہ کو برانگیختہ کرتے ہیں! اور ان کو اس

قابل بنانا کہ گھر میں بیٹھ کر بآرام علم وعرفان خداوندی حاصل کیا جاسکے +

(۴) عورت اور مرد کو حبالۂ نکاح میں لاکر آزادی سے محفوظ کرنا۔ تاکہ جدت پسندی کا پریشان کن جذبہ سکون حیات میں خلل انداز نہ ہوسکے۔ اور بے اعتدالی کی وجہ سے دونوں کی زندگی برباد نہ ہو۔

(۵) بیوی اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا ۔

(۶) بچوں کو ذی شعور انسانوں کی سی تربیت دینے کی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا ۔

(۷) زندگی کے پُرخطر اور تکلیف دہ منازل میں ایک رفیقۂ حیات کا مہیا کرنا۔ جو رنج و راحت دونوں میں شریک ہو اور بچوں کی پرورش میں معاونت کرے +

(۸) انسان میں ایثار کی صفت کی روح پھونکنا ۔ تاکہ وہ آئندہ بڑی قربانیوں کے لئے طیار ہوسکے ۔

(۹) شہوت کو محبت اور محبت کو خالص مودت اور مودت کو عشق الٰہی میں تبدیل کرنا ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وحدت و تعدد ازدواج یا ایک عورت کے کئی خاوند ہونے سے یہ مقاصد کہاں تک پورے ہوتے ہیں۔ وحدت ازدواج سے یہ تمام مقاصد پورے ہوسکتے ہیں بشرطیکہ والدین میں اپنے اولاد کی تربیت اور تعلیم کی اہلیت ہو لیکن یہ ایک امر واقعی ہے۔ کہ ہر ملک میں اُن مردوں اور عورتوں کی کافی تعداد موجود ہے جو تعلیم کیا۔ اپنی اولاد کی پرورش بھی نہیں کرسکتے۔ عقل کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جب تک اس قسم کے لوگوں کو مالدار روح حاصل نہ ہوسکے۔ اس وقت تک شادی نہ کریں۔ لیکن سوال یہ ہے آیا مفلس عورتوں سے یہ کہدینا کوئی عالی حوصلگی کی بات ہے۔ کہ تم شادی نہ کرو اور تمام عمر بغیر کسی محافظ اور مددگار کے بسر کردو؟ ہرگز نہیں۔ اسکے معنی تو یہ ہیں۔ کہ آپ انھیں آزمائشوں میں مبتلا کردینگے۔ اور وہ ان اخلاقی کمزوریوں کا شکار ہوجائینگی۔ جو ہر ملک میں پائی جاتی ہیں میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی مالدار مرد چند مفلس بیکس اور نادار عورتوں سے شادی کرے۔ تو یہ اسکی عالی حوصلگی کی دلیل ہوگی۔ اور ملک کی آئندہ بہبودی کے خیال سے تو یہ امر مستحسن ہے کہ ایک دولتمند شخص ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرکے اپنی ساری اولاد کو اعلیٰ تعلیم دے کر ملک میں افراد فاضل کی کثرت کا موجب ہو۔ اور مفلس مرد کے لئے مناسب ہے۔ کہ وہ قطعاً شادی نہ کرے۔ مفلس مردوں کے مجرد رہنے میں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ بمقابلہ عورتوں کے اُن کی راہ میں کم آزمائشیں آتی ہیں اور اگر آتی بھی ہیں۔ تو اس قدر مہلک نہیں ہوتیں۔ لیکن عورتوں کی حالت پر رحم نہ کرنا۔ اور اُن کو غیر محفوظ

اور بیچارگی کی حالت میں چھوڑ دینا سراسر شان مردمی کے خلاف ہے۔ اگر ملکی دولت برابر تقسیم کیجاسکتی تو وحدت ازدواج کو اصول معین کرنا ایک معقول سی بات ہوتی۔ جس طرح بولشویک کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس صورت میں ہر شخص اس قابل ہو جاتا۔ کہ نگہداشت و پرورش اطفال کر سکے لیکن موجودہ صورت میں مالدار آدمیوں سے یہ توقع کیوں نہ کی جائے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں کی ذمہ واری قبول کریں؟ اور اگر کوئی قانون ایسا بنا دیا جائے۔ جس کی رُو سے مالدار لوگوں پر غربا کے بچوں کی تعلیم وتربیت کا بار ڈالا جا سکے۔ تو یہی تعدد ازدواج کی ضرورت نہ ہوگی لیکن موجودہ حالات میں مقتضائے عقل یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مالدار آدمیوں کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی نہ صرف اجازت ہو بلکہ اس معاملہ میں ان کی ہمت افزائی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس صورت میں غریب عورتوں کے بچوں کو نہ صرف مالی امداد ملیگی بلکہ ایک مالدار باپ کی حفاظت اور حمایت کا لطف بھی حاصل ہوگا +

پس معلوم ہُوا کہ تعداد ازدواج فی نفسہٖ کوئی بُری بات نہیں ہے۔ اور اسکی محدود صُورت جسکی اجازت اسلام نے دی ہے۔ ایک نہایت فائدہ رساں رسم ہے جس کی بُنیاد عالی حوصلگی پر رکھی گئی ہے۔ اور مستشرقین اس حقیقت کو عموماً فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ اسلام نے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا لازمی قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ اس امر کی اجازت دی ہے۔ اسلام کی رُو سے نکاح ایک دیوانی معاہدہ ہے۔ اور اسکی ساری شرائط کی پابندی خاوند پر فرض ہے لیکن ایک روشن خیال آدمی کیلئے' جو مالدار بھی ہو۔ اس شرط کی پابندی ضروری نہیں۔ کہ وہ سوائے ایک عورت کے' دوسری عورتوں سے شادی کرکے اُنھیں فائدہ نہ پہنچائے ایک عورت جو کسی شخص کی دوسری تیسری یا چوتھی بی بی ہونے پر رضامند ہوتی ہے' جان بوجھ کر ہی ایسا کرتی ہے۔ اور اسکے رشتہ دار بھی اسی لئے رضامند ہوتے ہیں۔ کہ وہ یہ جانتے ہیں۔ کہ اس عورت اور اسکے بچوں کی قرار واقعی نگہداشت ہو سکیگی۔ اگرچہ بعض صورتوں میں خاوند اپنی کئی بیویوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے لیکن یہ بات بعض اُن لوگوں میں بھی تو پائی جاتی ہے۔ جو صرف ایک ہی بی بی رکھتے ہیں اور قرآن شریف نے انہی حالات کو مدنظر رکھتے ہُوئے یہ فرمایا ہے۔ کہ جو شخص یہ دیکھے۔ کہ وہ کئی بیویوں میں عدل قائم نہ رکھ سکیگا۔ وہ صرف ایک عورت پر قناعت کرے۔ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت محض اس لئے دی ہے۔ کہ یہ عالی حوصلگی کی بات ہے۔ اور ذمہ واری میں اضافہ کرتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی ہے کہ بیویوں کی تعداد چار سے زیادہ نہ ہو۔ اور نیز عدل کو ملحوظ رکھا جائے

تعداد اس لئے مقرر کر دی ہے۔ کہ ایک شخص بہت سی عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے اپنے آپ کو حد سے زیادہ ذمہ داریوں میں مبتلا نہ کرے نبیٔ کریم صلعم کے لئے تو یہ بات ممکن تھی کہ وہ ایک وقت میں نو بیویوں کے ساتھ شادی کر سکیں لیکن آپ کے نکاحوں کی نوعیت بالکل مختلف تھی۔ کیونکہ جن عورتوں نے آپ کے حبالۂ نکاح میں آنا منظور کیا تھا، وہ محض اسلئے کہ آپ کی نگرانی میں مذہبی زندگی کی تکمیل کر سکیں۔ نہ کہ دنیاوی لذات کے لئے، نیز آپ کی اخلاقی اور روحانی قوتیں اس قدر زبردست تھیں۔ کہ آپ اس قدر ذمہ داری برداشت کر سکتے تھے۔ اور یہ بات عام لوگوں سے ممکن نہیں ہو سکتی +

رہا ایک عورت کا کئی مردوں سے شادی کرنا، یہ بات انسانیت کے لئے مضر ہے۔ اور خود عورت کے حق میں بھی بلکہ اسکی تندرستی بہت جلد خراب ہو جائیگی۔ چوپائیوں میں مادہ کو شہوانی جذبات سال بھر میں صرف ایک دفعہ پیدا ہوتے ہیں۔ عورتوں میں یہ خواہش مہینہ بھر میں ایکدفعہ ہوتی ہے لیکن مرد کے لئے کوئی مدت معین نہیں ہے۔ نر چوپائے اس جذبہ کو روک بھی سکتے ہیں۔ اور وہ بلا ضرورت مادہ کے پاس نہیں جاتے۔ لیکن مردوں میں اگرچہ عقل کا مادہ موجود ہے، تاہم ان معاملات میں جذبات غالب آ جاتے ہیں، اور بعض اوقات مرد کی افراط عورت کی صحت پر برا اثر ڈالتی ہے۔ اسلئے اگر ایک عورت کے کئی خاوند ہوں تو پھر یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ عورت کی صحت بہت جلد خراب ہو جائیگی۔ اور ایسی صورت میں وہ اپنے بچوں کی پرورش بھی مناسب طور پر نہ کر سکیگی۔ پس کسی مہذب قوم نے محض عورت کی خاطر، اس قبیح رسم کی اجازت نہیں دی۔ علاوہ بریں اس صورت میں مرد پر جو ذمہ داری عاید ہوگی کیونکہ اولاد کا حسب و نسب صحیح طور پر معین نہیں ہو سکتا۔ اور بچہ سے باپوں میں اصلی جذبۂ محبت بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور قدرت نے مرد کو ایسا بنایا ہے۔ کہ وہ بیک وقت کئی عورتوں کو بارآور کر سکتا ہے لیکن عورت بیک وقت کئی بچوں کو پیدا نہیں کر سکتی۔ پس قدرت کا منشا بھی یہی ہے۔ کہ بعض حالات میں مرد تعدد ازدواج کر سکتا ہے۔ لیکن ایک عورت کئی خاوند نہیں کر سکتی پس عورتوں کو مردوں کی حالت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ جہانتک تعدد نکاح کا تعلق ہے +

ان باتوں سے ظاہر ہے کہ وحدت ازدواج سے بعض حالات میں شادی کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور ایک عورت کے کئی خاوند ہونے سے عورت کی صحت پر خراب اثر پڑتا ہے۔ پس وحدت ازدواج جسمیں تعدد ازدواج کی اجازت ہو اس مشکل کو حل کرسکتی ہے۔ مغربی لوگ تعدد ازدواج کو ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی نظر میں تعدد ازدواج نفسانی خواہشات اور شہوات پرستی کا نام ہے۔ لہٰذا انھیں اپنے زاویۂ نگاہ میں تبدیلی پیدا کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ اس عالی حوصلگی کا احساس کرسکیں۔ جو تعدد ازدواج کی تہ میں کارفرما ہے۔ اور جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اسلام نے تعدد ازدواج کو صنفِ نازک کی حفاظت اور اس کی خدمت کا ایک وسیع تر میدان بنایا ہے۔ حالانکہ اس سے مردوں کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور خانگی پیچیدگیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ یہ بات کہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت شہوت پرستی کے لئے نہیں دی۔ بلکہ انسان میں علوِ ہمت اور عالی حوصلگی پیدا کرنے کی غرض سے دی ہے۔ اس امر پر غور کرنے سے ثابت ہوسکتی ہے۔ کہ اسلام ایسا سنجیدہ مذہب ہے۔ جس نے مردوں کو سونے کے زیورات اور ریشم کے لباس استعمال کرنے کی ممانعت محض اسی لئے کی ہے مبادا ان میں عیش پرستی پیدا ہو جائے تو وہ محض نفسانی خواہشات کی غرض سے ایک عورت سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کی اجازت کس طرح دے سکتا تھا؟ آنحضرت صلعم اس قدر سادہ مزاج واقع ہوتے تھے۔ کہ آپ کے دسترخوان پر تاوقتیکہ کوئی مہمان نہ ہو صرف ایک ہی کھانا ہوتا تھا۔ اور یہ اصول اس وقت بھی قائم رہا جبکہ آپ ملک عرب کے بادشاہ ہوگئے تھے۔ پس کیا یہ امر قرینِ قیاس ہوسکتا ہے۔ کہ ایک شخص جو روٹی کی خواہش میں اس درجہ محتاط ہو۔ وہ عورت کی خواہش میں ایسا نفس پرست ہوگا جیسا کہ مغربی لوگ خیال کرتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے بیشک کئی عورتوں سے نکاح کئے۔ لیکن حظِ نفس کے لئے نہیں۔ بلکہ انہیں عورتوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کی غرض سے۔ آپ کو اپنی نفسانی خواہشات پر کامل اقتدار حاصل تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ پچاس سال کی عمر تک صرف ایک بی بی پر قانع رہے۔ جو آپؐ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھیں۔ مرغن غذا میں بیشک آپ کو سوائے لذت اندوزی کے اور کوئی بات معلوم نہیں ہوتی تھی۔ مگر تعدد ازدواج میں تو عالی حوصلگی کے اظہار کا موقعہ ملتا ہے۔ اسی لئے آپ پہلی بات سے محترز رہے۔ اور دوسری بات پر عامل۔ ان باتوں سے

اسلام کا زاویۂ نگاہ تعدد ازدواج کے متعلق بخوبی عیاں ہو سکتا ہے۔ اور جب تک تعدد ازدواج کو اسلامی حدود میں رکھا جائے۔ اس وقت تک نبی کریم صلعم کا یہ نظریہ نہایت درست ثابت ہوگا +

اگر محدود رنگ میں تعدد ازدواج کا اصول یورپ میں معمول بہ ہو جائے۔ اور وہاں کے لوگ اس کو اسی معنی میں استعمال کریں، جن میں اسلام کی مراد ہے۔ تو ہزارہا عورتوں کی حالت بہتر ہو جائیگی۔ لیکن مغربی اقوام میں اس رسم کے متعلق اس درجہ تعصب موجود ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی بی بی بانجھ ہو تو بھی وہ دوسری شادی کو معیوب سمجھتا ہے۔ اسی طرح مشرق میں بعض عورتیں اس قدر فراخ دل ہوتی ہیں۔ کہ وہ اپنے خاوندوں کو اولاد کی خاطر دوسری شادی کی اجازت دیدیتی ہیں۔ تاکہ وہ خود بھی بچوں کی پرورش میں حصہ لے سکیں۔ مغربی لوگ اگرچہ صنف نازک کی خاطرداری اور عزت افزائی کے بہت مدعی ہیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو عورتوں کے حقوق یعنی اُن کی بہبودی کا عملی طور پر کچھ بھی لحاظ نہیں کرتے۔ کیونکہ باوجود استطاعت وہ بیکس عورتوں کی ذمہ واری لینے سے جان چراتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر وہ تعدد ازدواج پر عامل ہوں۔ تو ہزاروں عورتوں کی زندگی سنور جائیگی، لیکن ایسا نہیں کرتے۔ طرہ یہ ہے۔ کہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے کے بجائے وہ اسلام کے اس دستور العمل کو شہوت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں!! اُلٹے ممالک میں۔ جہاں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ مردوں کا تجرد کی زندگی بسر کرنا، یا دولتمندوں کا تعدد ازدواج پر عامل نہ ہونا، نہایت مجرمانہ طرز عمل ہے۔ بیشک مغربی عورتیں بھی تعدد ازدواج کو پسند نہیں کرتیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو سمجھایا جائے۔ اور ان کے زاویۂ نگاہ میں تبدیلی کی جائے۔ تاکہ وہ تعصب تنگدلی پر غالب آسکیں۔ یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو اس مسئلہ کو عملی نقطۂ خیال سے ہی نہیں بلکہ اپنا شعار قومی بنا لینا چاہئے۔

تذکرہ جمیل رسالہ پیشوا دہلی سرکار دوعالم فخر کائنات کی ولادت کی تقریب پر جناب عزیز حسن صاحب بقائی ایڈیٹر رسالہ پیشوا دہلی نے ایک خاص پرچہ شائع کیا ہے جو تذکرہ جمیل کے نام سے موسوم ہے جسمیں سرکار دوعالم صلعم کو مختلف شانوں اور حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے پرچہ مذکورہ صوری و معنوی ہر رنگ میں قابل قدر ہے ضخامت ۲۸۰ صفحات ہیں یہ تذکرہ جمیل خاص نمبر اخبر پیشوا ہی کی پرچہ کے ملسکتا ہے عام چندہ رسالہ مذکور کا ماکسالانہ ہے +

خواجہ عبد الغنی
سکرٹری ٹرسٹ ووکنگ مسلم مشن

عرضِ حال

بجنابِ سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام

شدّتِ مرض میں ذیل کی باتیں اضطراراً منظوم ہوگئیں۔ واِلّا نہ میں شاعر ہوں۔ نہ کسی اظہارِ تعلّی سے مجھے کوئی سروکار ہے! اتّفاقیہ ایک دن شدّتِ تکلیف میں حضرتِ حالی مرحوم کے مشہور قصیدہ الغیاثیہ کا پہلا شعر ایک لفظ کی ترمیم کے ساتھ خود بخود میری زبان پر آگیا۔ جس سے میری زبان بہت دیر تک بادیدۂ پُرنم مترنم رہی۔ اسی امر نے اس نظم کی تحریک بھی کی۔ میں نے خواجہ مرحوم کے مطلع کو ہی مذکورہ ترمیم کے ساتھ اس نظم کا مطلع کر دیا۔

خدا تعالیٰ اُن احباب کو جزا خیر دے۔ جنہوں نے ان ایام میں مجھے ہمدردی اور بیمارپُرسی کے خطوط لکھے۔ اُن ہی کو یہ التجا ہے۔ کہ میرے حق میں وہ سلسلۂ دُعا کو جاری رکھیں مجھے ایک بات نے بےچین کر رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تصنیف جدید (تمدنِ اسلام) کی تکمیل بزبانِ انگریزی ہو جائے۔ اسکے ستر صفحات میں حملۂ مرض سے پہلے لکھ چکا تھا۔

یہ کتاب اس اگست میں ختم ہو جاتی۔ اگر یہ نئی مصیبت نہ آپڑتی۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے
میرا ایمان ہے۔ کہ دعا سے وہ ہو سکتا ہے۔ جو علاجوں سے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے استدعائے دعا ہے
خواجہ کمال الدین ایبٹ آباد مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۱ء

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے — خادم پہ ترے وقت عجب آکے پڑا ہے

اے سیدِ کونین۔ کوئی چار برس سے — بیچارہ عجب تختۂ مشقِ حکماء ہے

امراض پہ امراض ہیں آلام پہ آلام — اک جانِ حزین موردِ صد رنج و بلا ہے

ہر چند تنومند و توانا تھا۔ یہ آقا! — انسان تو مخلوق[۵۱] ہے کمزور ہوا ہے

مشرق سے جو مغرب میں ترے نام پہ پہنچا — بستر سے بھی اٹھنا اسے دشوار ہوا ہے

آقا اسے مشکل ہے بس اک لفظ بھی کہنا — اعجاز جسے حسنِ[۵۲] بیاں کا بھی ملا ہے

جس نے کہ ترے نام پہ اقوام کو بلایا — اس وقت وہ بے حرکت و بیکار پڑا ہے

قیس کا دل خون ہوا جس کے قلم سے — ہے شانِ خدا خود ہی وہ خوں تھوک رہا ہے

آقا میرے! جو کسرِ چلیپا کا تھا آلہ — وہ بسترِ امراض پہ خود خستہ پڑا ہے

ڈالا ہے مصیبت میں کلیساؤں کو جس نے — وہ آج ہدف تیرِ مصائب کا بنا ہے

---

۵۱ خلق الانسان ضعیفا ۔
۵۲ ایک خاص ذوقیہ امر کیطرف اشارہ ہے ۔

اِک مرگ تھے دشمن کیلئے جس کے دلائل
وہ آج درِ موت پہ اِستادہ کھڑا ہے

کیجیئگا دُعا زندگی کچھ اَور عطا ہو
آمین
تکمیل ہو اُس کام کی اُس نے جو کیا ہے
ثم آمین

مانا کہ ترقّی میں تفکّر ہے ذکا ہے
بے طرح مگر جسم تنزّل پہ جُھکا ہے

ہے رُوح قوی گرچہ وُلے جسم تو آفہ
کچھ تو پچھلے دنوں سے بھی سوا گھلنے لگا ہے

آئینۂ دل چہرے کی رونق سہی مولا!
پر جسم میں کیوں اتنی نحافت ہے یہ کیا ہے

جینے کی خوشی مرنے کا غم کچھ نہیں لیکن
ہو جائے وہ جس کام کا آغاز ہُوا ہے

موجودہ مذہبی حالتِ یورپ

اِک حربۂ کاری کی ضرورت ہے وگرنہ
دجّال[۵۱] جو موت میں خود آکے گرا ہے

جاتا ہے کوئی دن۔ کہ رہیگا نہ یہ جس کا
کوسِ لِمن الملک زمانہ میں بجا ہے

ہے چوٹ اسے ہلکی سی اب حربۂ مُہلک
یہ تودۂ نمک[۵۲] ہے جو سمندر میں کھڑا ہے

---

۵۱ مغربی کلیسہ۔ توریت انجیل میں دجال کا نام انٹی کرائسٹ Anti christ آیا ہے جسکے معنے اُس جماعت کے ہیں جو جناب مسیح کی تعلیم کے برعکس تعلیم دے۔ آج بروز روشن اور حکمۃً ثابت ہو چکا ہے کہ مغربی کلیسیا کی تعلیم سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے برخلاف ہے منہ

۵۲ یہ اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ دجال کو کوئی ہلاک نہ کریگا بلکہ یہ خود بخود پانی میں نمک کی طرح گھل جاویگا۔ اگر دجال سے مراد مغربی کلیسیہ ہے۔ اور وہی ہر جگہ مذہبی قائد ہے تو اس کا آغاز بحمد اللہ ہم نے مغرب میں دیکھا ہے +

جو آپ نے فرمایا تھا دجّال کی بابت — خود جا کے میری آنکھ نے وہ دیکھ لیا ہے

دیکھا تھا اُسے ایک جزیرہ میں کسی[۱] نے — جا دیکھ اُسی جا پہ وہ دم توڑ رہا ہے

حاصل تھی اُسے یاجوج[۲] و ماجوج[۳] کی پُشتی — جن کا کہ ابھی خاتمہ اس طرح ہوا ہے

کٹ مرے آپس میں ہی کیوں سکے[۴] معاون — اِسے شبہ یہ ہونا تھا کہ قرآں[۵] میں لکھا ہے

ھ ۱ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک صحابی (تمیم داری) نے عرض کی۔ کہ اس نے اپنے آپ کو مغربی سمندر میں پایا جہاں سفر پر وہ ایک جزیرہ میں گیا۔ جہاں ایک گرجا میں اس نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا نام دجال بتلایا وغیرہ وغیرہ آنحضرت صلعم نے سن کر فرمایا۔ کہ میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچپن میں تو شام گئے لیکن پھر وہ عرب میں ہی رہے۔ ...... سو ظاہر ہے کہ آپ کا یہ ایک زبردست مکاشفہ تھا بعض نے اس جزیرہ کی تعبیر انگلستان سے کی ہے جہاں ایک عظیم الشان گرجا پولوس کے نام پر ہے یہی وہ شخص ہے جس کے نام پر مشہور کردہ تصنیف نے کلیسیہ مغرب کی بنیاد ڈالی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب شعر بالا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو تحفۂ گولڑویہ مرتبہ مصنف منہ

ھ ۲-۳-۴ بعض متکلمین نے یاجوج و ماجوج سے مراد روس و جرمنی کو لیا ہے۔ اس زمانہ کے بعض مسلم مصنفین نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے حزقیل نبی کی کتاب میں تو یاجوج کو روس کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اور ٹوبال اور اومیسک کا مالک اُسے ظاہر کیا ہے۔ یہ دو دریا روس میں ہیں۔ ان کے نام پر روس کے دو مشہور شہر **ٹوبالسک** اور **امسک** (ماسکو) آباد ہوئے۔ قرآن نے ذوالقرنین کے متعلق سورۂ کہف میں یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے بالمقابل ہیروڈوٹس اور جوسیفس وغیرہ قدیم مورخین نے جس قوم کا ذکر ذوالقرنین کی دیوار کے ضمن میں کیا ہے وہ روس کے جنوب اور کوہ قاف کے شمال و مغرب میں آباد تھی وہاں ہی یہ دو دریا ہیں قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج آپس میں لڑ کر آخر تباہ ہوں گے۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعنھم جمعاً۔ وعرضنا جہنم یومئذ للکفرین عرضا (کہف ۹۹ و ۱۰۰)

اس جنگ عظیم میں دو قوموں کا جو دشمن انسانیت تھیں خاتمہ ہو گیا۔ یعنی **نازیت** (یاجوج) کا اور جو استبداد و مطلق العنانی کا مکمل مجسمہ تھی۔ اور ملٹری ازم و فوجی استبداد کا جس کا مظہر کامل جرمنی (ماجوج) تھا۔

یُوں شرک تو ہر ایک جگہ ہے مگر ایسا — دُنیا میں کسی اَور کا بھی حشر ہُوا ہے؟

کل اُس کا کمال اور زوال آج تعجب — حیرانی ہی پر یُوں ہی نوشتوں میں لکھا ہے

جذبہ کی پرستش تھی سبب جس کی بقا کا — اب عقل نے خارج اُسے مغرب سے کیا ہے

سائنس کا یہ ایک کرشمہ ہے کہ آخر — مغرب بھی ہُوا آج پرستارِ خُدا ہے

لیکن یہ خُدا تین میں کا ایک نہیں ہے — یہ وہ نہیں جس پر کہ کلیسا کی بنا ہے

ہاں ہاں وہ خُدا وہ ہی جو ہے خالقِ فطرت — یعنے جسے قرآن نے اللہ کہا ہے

مذہب جو توہم پہ ہو مقبول نہیں ہے — یہ منطق و معقول نے فرمان دیا ہے

خطاب بہ مُسلماناں

ہاں ہمّت اسلام! ذرا جوش میں آجا — تو ہاتھ ملا ساتھ ترے فضلِ خدا ہے

اے قوم جو کی سعی تو سُن لینا کہ اِک دن — گرجاؤں میں تکبیر کی مقبول صدا ہے

معمُور جو تھے تیرہ میں تھے گرجے کیسے — اتوار کو اب بُوم وہاں بول رہا ہے[1]

---

[1] ۱۹۱۳ء میں مُصنّف نے موسم گرما کی ہر اتوار لندن کے کسی نہ کسی بڑے گرجا میں گذاری اُس وقت ان کنیسوں میں تِل رکھنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ ۱۹۲۵ء میں تیس چالیس فیصدی بھی حاضری نہ رہی تھی۔ جیسے کہ ایک کمیشن نے اپنی رپورٹ میں تسلیم کیا۔ لیکن آج حاضرین کی تعداد اُس سے بھی کم ہے۔ خود بخود دجال پانی میں گل رہا ہے + منہ

مگر جائینگے گرجا کہ ہوئے جاتے ہیں خالی
معمور یہاں ہونگی مساجد۔ یہ بجا ہے

یہ سعی و عمل کے یہ کرشمے ہیں عزیزو
اسلام کی تاریخ نے ایسا ہی لکھا ہے

اُٹھ مردِ مسلمان! کہ بس اب وقتِ عمل ہے
تُو بسترِ نوشین پہ کیوں لیٹ رہا ہے

کر قصد کہ ہو موردِ انعامِ الٰہی
ہر ایک مَلک تیری حمایت میں کھڑا ہے

اے قوم جو کی سعی تو سُن لینا کہ اِک دن
گرجاؤں میں تکبیر کی مقبول صدا ہے

اُس وقت کی نزدیکی و دوری ہے ترے ہاتھ
ہاں ہو کے رہیگا کہ یہ مولا کی رضا ہے

جا دیکھ حدیثوں کو اگر طالبِ حق ہے
مَیں خود نہیں کہتا مرے آقا نے کہا ہے

ہاں کیوں نہ ہو مقبولِ جہاں ملّتِ بیضا
اسلام جب اِک فطرتِ حقّہ کی صدا ہے

جھک جائیگی اب گردنِ عقلاءِ زمانہ
اسلام پہ جب منطق و معقول فدا ہے

یہ فلسفۂ زیست جواب پیشِ نظر ہے
قرآن کے اوراق سے یورپ نے لیا ہے

تبلیغ کو جا۔ آپ کلیسہ یہ کہیگا
طوطی مرے دشمن کا یہاں بول رہا ہے

کچھ تھوڑی سی ہمت کی بس اب اور کسر ہے
جو صعب تھا وہ کام تو اب ہو ہی چکا ہے

تعمیر ہی تعمیر کی اب تو ہے ضرورت
کارِ ہدم اب ختم ہُوا شکرِ خدا ہے

جاتا نہ رہے ہاتھ سے یہ وقت مساعد	جو وقت کہ آتا ہے سمجھ لے کہ گیا ہے
امداد خدا ہاتھ ترا دیکھ رہی ہے	"تغییر" کی آیت نے یہی حکم دیا ہے[1]
کچھ سوچ یہ حالات ہیں کس بات کے شاہد	توحید کی تبلیغ ہو۔ مولا کی رضا ہے
دلدادۂ توحید ہیں تثلیث کے بچے	ہر فرد وہاں بیضۂ اسلام بنا ہے
باقی نہ سیاسی کوئی رہ جائیگی الجھن	اسلام کا مغرب کی جو گردن یہ جوا ہے
یوں بیسیوں سرگرمیاں کیں چند برس میں	لیکن جو کیا کام۔ وہ بیہودہ ہوا ہے
اب راہ تو کوئی بھی دکھائی نہیں دیتی	تبلیغ کو کر دیکھ۔ یہ قرآں میں لکھا ہے[2]

ایک لے بس کی عرض بحضرت سید المرسلین

مایوس علاجوں سے ہوا ہوں میرے سید	پر تیری دعا لاکھ دواؤں کی دوا ہے
کیا غم ہے اگر ہیں میرے امراض خطرناک	پر ہاتھ اٹھیں تیرے تو سب دور بلا ہے
جینے کی نہ خواہش ہے نہ کچھ موت کا خطرہ	یہ غم ہے مرا کام ادھورا سا پڑا ہے

---

[1] ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم +

[2] ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون بیان صرف تبلیغ اسلام کا حکم دیا ہے بلکہ فلاح قوم کو اس تبلیغ سے وابستہ کیا ہے افسوس کہ اس فلاح کا شمہ بھی اس وقت ہم میں نہیں۔ پولیٹیکل قوت اسی فلاح کی ایک جزو ہے +

کچھ سال جو ملجائیں تو ہوجائے مکمل — وہ کام کہ آغاز ابھی جس کا ہوا ہے

خادم ہیں تیرے یوں تو ہزاروں ہی پر آقا
کچھ تیری غلامی کا مجھے شوق سوا ہے

روتے ہیں ملائک بھی میری نظم کو سن کر — کہتے ہیں کہ اے خواجہ تیرا حال یہ کیا ہے
تو رہتا ہو بستر کا یہ کیا بو العجبی ہے — یہ وقت عمل کا ہے یہی وقت دعا ہے
یہ وقت اور اس حال میں تو وائے صد افسوس — کیا جانیئے اس بات میں کیا رمز خدا ہے
تو زندہ ہے وہ کرتا ہے مُردوں کو بھی زندہ — وہ شافی مطلق ہے مرض ہی تیرے کیا ہے
وہ تجھ کو اُٹھائے ۔ تجھے میدان میں لائے — مالک سے تیرے حق میں ۔ یہ ہم سب کی دعا ہے

یہ تیری ہی اصلاح کے ساماں ہیں وگرنہ
وہ دافع امراض و بلیات خدا ہے

لہ تصنیف کتاب تمدن اسلام بزبان انگریزی و مقدمۃ القرآن وغیرہ وغیرہ ۔ منہ

تمدّنِ اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لئے ہے جو دُنیا کو مصائب حاضرہ سے بچاسکتا ہے محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گذشتہ ستر سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے۔ کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک رواداراانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور انکے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائینگے۔ یہ کتاب اُن کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی جس سے انشاءاللہ حسب دلخواہ وشاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط شمارہ رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور جس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے۔ کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو +

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا

یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوت کا ظہورِ اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کردیا۔ کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت۔ الوہیت و کفارہ مسیح اُن کی ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشائے ربانی دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی ان کا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر۔ گڈ فرائڈے وغیرہ جو حضرت مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب

کفریات میں ہو بہو موجود نہ تھے۔ حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہی ہے کہ یہ واقعات جن کو مُستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس انہدامی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا۔ کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے انگریزی میں ایک کتاب آئی۔ ڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مُصنّف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے۔ وہ شاذ ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے فاضل مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھر اُن سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی ملونات ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اُردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔
یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب **تمدن اسلام** سے مل سکتا ہے۔
لکھائی چھپائی۔ طباعت تقطیع۔ کاغذ۔ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔
پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

ینابیع المسیحیت عہ — **نبوت کا ظہور اتم** عـہ/ — **تمدن اسلام** حصہ اول عہ/
ایضاً حصہ دوم قیمت عمر/

ذیل کے پتہ سے یہ سب کتابیں مل سکتی ہیں:-

مسلم بُک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں میاں عبدالواحد کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام نے برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۰ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپیہ سالانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

(رجسٹرڈ)

(الف) ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو مکتبہ و کتب خانہ و تعمیر مسلم لائبریری (۳) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۴) ریزرو فنڈ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

(ب) ۱۔ ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔
۲۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا، چھپوانا اور مفت تقسیم کرنا۔
۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔
۴۔ سستا سے سستا قرآن کریم چھپوا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔
۵۔ اس کے علاوہ وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

بورڈ آف ٹرسٹیز

ٹرسٹ کی منتظمہ کمیٹی

ضروری ہدایات

(ہ) ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے
۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب) ہو۔
۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب)
۴۔ دفتر انگلستان۔ دی ماسک۔ ووکنگ۔ سرے۔ انگلینڈ
The Mosque, Woking, Surrey England
۵۔ بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ۔ لاہور (پنجاب)
۶۔ تار کا پتہ: "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب)

(۷) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] مع محصول ڈاک
رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلباء و مفت تقسیم کے لئے [illegible] مع محصول ڈاک

خواجہ عبدالغنی سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۰ء مطابق ماہ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۰

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	از مترجم	۴۰۲
۱	لیمبتھ رپورٹ	از مترجم	۴۰۲
	پادریوں کی ناکامی	"	۴۰۴
	اسلام اور مسیحیت میں زوجہ کی انفرادی حیثیت	"	۴۰۹
	آئندہ نسل میں برطانی مذہب کی امکانی نوعیت	"	۴۱۱
۲	عالم کشف میں ریلوے ٹرین کا نظارہ ایک حیرت انگیز پیشگوئی	بقلم خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ	۴۱۵
۴	الوہیت کا قرآنی تخیل	از قلم جناب وزیر احمد صاحب از قلم خواجہ کمال الدین صاحب	۴۲۳
۵	مقدمۂ قرآن مجید مسیحی دعا موجودہ عیسائیت کی تردید کرتی ہے	مترجمہ سید محمود حسن صاحب ایم۔اے ایل ایل بی (علیگ) وکیل ہائیکورٹ (منقول از البلاغ)	۴۲۵
۶	تہذیب بوسیدہ	از قلم الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۴۳۳
۷	گوشوارہ آمد و خرچ	از آنریری فنانشل سکرٹری صاحب	۴۴۲
۸	ایام حج میں مسجد ووکنگ ایک چھوٹے پیمانے پر مکہ معظمہ کا منظر پیش کرتی ہے	از قلم جناب قاضی عبدالحق صاحب	۴۴۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۰ء نمبر ۱۰

شذرات

لیمبیتھ رپورٹ لیمبیتھ کانفرنس کے باضابطہ کاغذات مع اسکی روئداد اور گشتی مراسلے کے جو پانچ ہفتے کی مسلسل خفیہ کارروائی کا نتیجہ ہیں ۱۴ اگست ۱۹۳۰ء کو شائع ہو گئے ہیں۔ اسقفوں نے اصولی مباحث مثلاً **شادی۔ طلاق۔ انضباط تولید حیات خانگی۔ اتحاد کلیسائی، عورت** اور خدمات دینی، **عالم شباب** اور اس کے مشاغل ضروریہ اور **نسل انسانی** وغیرہ وغیرہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے، اس کانفرنس نے **شادی** اور **جنس** کے متعلق جو تجاویز منظور کی ہیں۔ وہ نہایت دلچسپ ہیں ہم وہ ریزولیوشن ذیل میں نقل کرتے ہیں +

یہ کانفرنس سفارش کرتی ہے کہ جس شخص کی بی بی یا جس عورت کا خاوند ہنوز زندہ ہو۔ اسکی شادی کلیسائی رسوم کے مطابق ادا نہ کی جائے۔ اور اگر کسی بیگانہ شخص نے ضابطہ دیوانی کے ماتحت شادی کر لی ہو۔ اور وہ **شراکت مقدس** میں شریک ہونے کا آرزومند ہو تو اس کا معاملہ اسقف کے سامنے پیش کیا جائے لیکن جملہ اسقفوں اور پادریوں کو کلیسائی ارکان کی روحانی بہبود کو ہر دم اپنے پیش نظر رکھنا چاہیئے +

مفصلہ ذیل ریزولیوشن ۱۹۳-۶۷ ووٹوں سے پاس ہوا۔ جن لوگوں کے لئے کوئی ایسی اخلاقی مجبوری جس کی بنا پر امتناع توالد و تناسل کا جواز ثابت ہو سکے۔ تو انھیں مسیحی اصولوں کو مد نظر

رکھنا چاہیئے ابتدائی اور ظاہری طریق کار تو یہ ہے۔ کہ وہ مباشرت سے کُلّی محترز رہیں لیکن اگر احتراز کامل ممکن نہ ہو۔ اور افزائش نسل بھی مناسب نہ ہو تو کانفرنس اجازت دیتی ہے۔ کہ امتناع توالد و تناسل کے لئے دیگر ذرائع بھی استعمال کیئے جا سکتے ہیں (مثلاً اسقاط حمل وغیرہ) لیکن شرط یہ ہے۔ کہ یہ ذرائع بھی مسیحی اصولوں کے مطابق ہوں۔ یہ کانفرنس امتناع حمل کے ان ذرائع کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ جو محض حظّ نفس یا خود غرضی یا سہولت کی خاطر عمل میں لائے جائیں" +

نسل اور **جنگ** کے متعلق کانفرنس نے تجویز کیا ہے۔ کہ "ایک قوم کا دوسری قوم پر حکمران ہونا اسی وقت جائز ہے۔ جبکہ حکمران قوم، محکوم قوم کو حکومت میں شریک کرنے کے اصول پر کاربند ہو۔ نیز ہر نسل اور قوم کا آدمی مقدس میز پر بیٹھ سکتا ہے۔ اور جہاں کہیں مختلف مسیحی جماعتیں اختلاف السنہ کے باعث علیحدہ علیحدہ عبادت کرتی ہیں۔ وہاں کبھی کبھی متحدہ عبادت بھی ہونی ضرور ہے +

جنگ و جدل اس لحاظ سے مذموم ہے۔ کہ اسکی بدولت تنازعات رفع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ فعل مسیحی تعلیمات کے منافی ہے۔ جب تک بین الاقوامی تعلقات کو اخلاقی اور مذہبی اصولوں کے ماتحت نہ رکھا جائیگا۔ اس وقت صلح کا قیام ناممکن ہے۔ اسلئے کانفرنس تمام مذہبی لیڈروں سے اپیل کرتی ہے۔ کہ وہ اس آئیڈیل کو ترقی دیں۔ جو اس وقت لیگ آف نیشنز کے سامنے ہے۔ اور مسیحی کلیسا پر لازم ہے۔ کہ وہ اس جنگ میں شریک ہونے سے انکار کر دیں۔ جسکے متعلق اُن کی حکومت یا مملکت ثالثی کا اعلان نہ کرے۔ کہ وہ اپنا معاملہ پنچوں کے سپرد کرنے کو طیار ہے۔ نیز دُنیا کے مشہور مدبرین نے جو یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ جو جنگ و جدل کو اپنی پالیسی کا آلہ نہیں بنا ئینگے' یہ کانفرنس اس کو بنظر استحسان دیکھتی ہے" +

اس رپورٹ اور اُس پر جو تنقید پریس میں ہوئی ہے' اس کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اُسقفوں نے جو تعداد میں تین سو سے بھی زیادہ تھے' قوم کی رہنمائی آزادی اور اخلاقی جرات کے ساتھ نہیں کی۔ اُن کے فیصلوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سنہ ۱۹۳۰ء یعنی موجودہ خیالات کی پیروی کرنا چاہتے ہیں +

اس کانفرنس کا انعقاد موجودہ زمانہ کی ضرورتوں سے مفاہمت کا دوسرا نام ہے۔ اور ان بزرگوں کو سمجھوتہ کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ یہ لوگ اپنے فیصلوں کو فیصلہ آسمانی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ کانفرنس کی رپورٹ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ کہ بائبل کا یہ مقصد نہیں کہ وہ ان امور کے متعلق فیصلہ کرے۔ جو سائنٹیفک تحقیقات سے متعلق ہیں' لیکن اس نقص کے باوجود مسیحی علما

بائبل کو غیر متنزل اور اعلے ترین سند قرار دیتے ہیں۔ یہ بات صرف اُسقفوں ہی سے ممکن ہے کہ وہ ایک ہی سانس میں ایک چیز کو ناقص بھی قرار دیں اور کامل بھی۔ بھلا کسی کو کیا پڑی ہے۔ کہ وہ ایسی کتاب کو اپنا ہادی قرار دیگا۔ جسکے متعلق اُسے یقین ہے۔ کہ وہ موجودہ ضروریات کو پُورا نہیں کرسکتی؟

ڈیلی اکسپریس مورخہ ۱۵ اگست لکھتا ہے۔ کہ اُسقفوں کی محنت کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ انھوں نے حیات موجودہ کی متلاطم موجوں کے ساتھ موافقت کرنے کی ناکام اور ادھوری کوشش کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں "لیکن کلیسیا کے لیڈر مثل سیاسی لیڈروں کے رہنمائی کرنے کے عوض پیروی کررہے ہیں۔ حالانکہ اُسقفوں کا فرض یہ ہے۔ کہ وہ تبلیغ کا علم بلند کریں۔ لوگوں کی خفتہ رُوحانیت کو بیدار کریں۔ نیکی کا وعظ کریں۔ مسیح کی طرح زندگی بسر کریں۔ اور اُسکی تعلیم کی تشریح کریں۔ وہ کلیسیا جو لوگوں میں رُوحانی آگ بھڑکانے سے قاصر رہی ہے۔ مجالس میں بیٹھ کر سمجھوتہ کی نیت سے بحث و مُباحثہ کا بازار گرم کرکے۔ لوگوں کے دلوں میں تصرف نہیں حاصل کرسکتی" +

سنڈے کرانیکل مورخہ ۱۷ اگست لکھتا ہے "اگرچہ کانفرنس نے مسائل جنسی سے متعلق روشن تر نظریہ پیش کیا ہے لیکن مسئلہ طلاق میں اس کے رویہ میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ ممکن ہے جیسا کہ اُسقف لوگ کہتے ہیں۔ کہ طلاق ایک امر غیر فطری ہو۔ لیکن یہ بھی تو غیر فطری ہے۔ کہ شادی کی میعاد میں مزید توسیع روا رکھی جائے۔ درانحالیکہ جانبین میں اُلفت حرمت۔ شادمانی اور میل جول کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ کلیسیا اس صاف صورت حال کا مقابلہ کرنے سے جان کیوں چُراتی ہے؟ یہ صُورت لاکھ مذموم ہو۔ لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس مسئلہ کی طرف سے تغافل ورزی درحقیقت دُنیا میں مصائب کے بڑھانے کا موجب ہے۔ موجودہ زمانہ کی رفتار اُسقفوں کے نظریہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ موجودہ اصحاب الرائے ان لوگوں کے طرز عمل کو بنگاہ پسندیدگی نہیں دیکھتے۔ جہانتک یہ کانفرنس ترقی اور اصلاح کی حامل ہے۔ وہاں تک ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور بقیہ امور اور رجعت پسندانہ طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں +

پادریوں کی ناکامی پادری لوگ عرصہ دراز سے یسوع مسیح کی تعلیم کے شارحین بنے ہوئے ہیں۔ لیکن کیا یہ امر افسوسناک نہیں ہے۔ کہ یسوع مسیح کی مزعومہ تعلیمات ہمیشہ ضروریات زمانہ کو

پورا کرنے سے قاصر رہی ہیں؟ ہمارے زمانہ میں پادریوں کے ان بلند بانگ دعووں کی قلعی روز بروز کھلتی جاتی ہے۔ کلیسیا کی بنیاد مبہم الفاظ اور غیر مستند تعلیمات پر ہے۔ اور بحالت اشتباہ کامیابی تعجب نہیں ہو سکتی۔ جب ہم یسوع کے الفاظ کو مستند نہیں سمجھتے۔ تو ان کے معانی اور ان سے پیدا شدہ نتائج کو کب معتبر سمجھ سکتے ہیں؟ اس بات پر غور کرنے سے کلیسیائی اصولوں میں آئے دن تبدیلی وارد ہونے کا راز سمجھ میں آسکتا ہے +

اس بات کی وضاحت منظور ہو تو جنگ کی نسبت کلیسیاء کے موجودہ خیالات کا مقابلہ ۱۹۱۴ء کے خیالات سے کر لیجئے۔ اس زمانہ میں کلیسیا جنگ کو پسندیدہ سمجھتی تھی۔ اور اس پر برکات نازل کیا کرتی تھی لیکن اب اسے مذموم قرار دیتی ہے۔ یقینی امر یہ ہے۔ کہ کلیسیا نے جنگ کو اسلئے مذموم قرار نہیں دیا۔ کہ انجیلوں میں اسکی برائی مرقوم ہے۔ بلکہ اسلئے کہ اب حالات بدل گئے ہیں۔ اور معاہدہ کیلاگ کو کئی ایک مقتدر حکومتوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اگر انجیلوں میں جنگی اصول تلقین کئے گئے ہوتے یا یسوع کی زندگی میں ان کی مثالیں موجود ہوتیں۔ یا اگر کلیسیاء ایک الہامی جماعت ہوتی تو اس قدر جلد اسمیں تبدیلیاں واقع ہوا کرتیں +

اسمیں کوئی شک نہیں کہ کانفرنس نے ان چند مسائل پر بحث کرنے کی کوشش کی۔ جن پر خود اس کا اور سوسائٹی کا دارومدار ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عامۃ الناس کو کانفرنس کی کارروائی سے بہت دلچسپی تھی لیکن ہم اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ جب تک کلیسیاء اپنے سابقہ فیصلوں پر نظر ثانی نہ کرے۔ اس وقت تک اصلاح کس طرح رونما ہو سکتی ہے؟ جن امور کے متعلق اس کا رویہ آج ہمیں مصالحانہ نظر آتا ہے۔ ان کے متعلق گزشتہ زمانہ میں صدیوں تک اس نے معاندانہ طرز عمل اختیار کیا ہے آجکل تحقیق کا زمانہ ہے۔ لوگ کورانہ تقلید کے لئے طیار نہیں ہیں۔ اور جسقدر علوم و فنون کی ترقی ہوتی جائیگی۔ اسی قدر لوگ ایسی جماعتوں سے نفور ہوتے جائینگے۔ جو آئے دن گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہتی ہو +

مثلاً کلیسیاء آج رحمدلی کے پردہ میں اصول امتناع توالد و تناسل کو پسندیدہ قرار دیتی ہے۔ طلاق کو مذموم سمجھتی ہے لیکن اس فعل کے مرتکب کے ساتھ زیادہ سختی روا نہیں رکھتی۔ مگر ہمیشہ یہی طریق عمل نہیں رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ اصول مذکورہ (برتھ کنٹرول) کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ نہ مردوں کی خانقاہوں میں نہ عورتوں کی اور طلاق کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ اسکی تو کسی حالت میں بھی اجازت

نہ تھی۔ اس زمانہ میں تو راہب لوگ، غیر محدود تعداد میں نکاحی عورتیں رکھنے کے عادی تھے۔ (ملاحظہ ہو: مسٹر لی کی تصنیف تجرد مقدس) آجکل تو کسی سمجھدار آدمی کو یہ بات ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ کسی عورت کو کسی پاگل، شرابی، بدمعاش یا حبس دوام کے مجرم کے ساتھ وابستہ کرنا سراسر ظلم یا بے انصافی ہے۔ یقیناً محبت اور رحم والا خدا ایسا قانون کبھی ہرگز نافذ نہ کرے گا۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسقفوں نے طلاق کے قانون اصلاحی کی مخالفت کر کے جنسی حالات میں ابتری اور بدنظمی کو بہت زیادہ تقویت پہنچائی ہے۔ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے عوض یہ لوگ اسے دوزخ کا نمونہ بناتے تھے۔ معتدل اور سنجیدہ زندگی کی مخالفت ان کا فرض منصبی تھا، بچوں کی حالت میں اصلاح انھیں مطلق گوارا نہ تھی، لیکن اب وہ ہر قسم کی اصلاح کے وکیل اور حمایتی نظر آرہے ہیں۔ کیا یہ طرز عمل یکسانیت یا الہام کی شان رکھتا ہے؟

ایوننگ سٹینڈرڈ مورخہ ۱۵ اگست میں طلاق کے مسئلہ کے متعلق کلیسائی رجحانات پر بصیرت افروز تصریحات شائع ہوئی ہیں، ذیل میں ہم قدرے طویل اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں ہے:-

جو اخلاقی اصول سابق میں مسلّم تھے آج اُن پر گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں۔ اسقفوں کو بھی اسبات کا علم ہو چکا ہے، اور اُن کیلئے دو ہی راستے کھلے ہوئے تھے۔ یا تو وہ یہ کہ سکتے تھے کہ یہ بحثیں بالکل بیکار اور فضول ہیں۔ سابقہ اصول بدستور قائم رہنے چاہئیں۔ کلیسیاء اُن کی تائید کرتی ہے یا وہ یہ کہ سکتے تھے۔ کہ نئے زمانہ میں نئے اسالیب کار کی ضرورت ایک قدرتی ہے۔ اسلئے کلیسیاء اس معاملہ میں موجودہ نوجوانوں کی رہنمائی کا فرض اپنے ذمہ لیگی۔ لیکن افسوس کہ ان بزرگوں نے ان میں کسی بات پر عمل نہ کیا۔ بلکہ تحریک جدید کے ساتھ ایک قسم کا سمجھوتہ کرلیا۔ روداد کانفرنس کی مہملیت صرف اسی فقرہ سے ظاہر ہوگئی ہے۔ کہ جن عورتوں اور مردوں کی باہم شادیاں نہ ہوئی ہوں ان کے مابین مباشرت کا ارتکاب ایک گناہ کبیرہ ہے۔" سوال یہ ہے۔ کہ کیا اسی حقیقت عظمےٰ کے انکشاف کے لئے تین سو سے اُوپر پادری جمع ہوئے تھے؟ علاوہ بریں بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ اس کانفرنس نے شادی اور طلاق کے متعلق کونسا تعمیری کام انجام دیا؟ اس کے

جواب میں اس کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس کانفرنس نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا ہے۔ کہ شادی کے نصب العین کو برقرار رکھنا جماعتی زندگی کی استواری کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور طلاق ایک غیر فطری فعل ہے" سوال یہ ہے۔ کہ جب طلاق کی اجازت نہیں تو اب نظام تمدنی کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں؟ ظاہر ہے۔ کہ اگر کسی بیگناہ عورت کو کسی زانی، شرابی، جواری یا ڈاکو کے ساتھ ہمیشہ کے لئے وابستہ کر دیا جائے۔ تو اس عورت کی زندگی کبھی خوشگوار نہیں ہو سکتی +

علاوہ بریں یہ امر کس قدر حیرت انگیز ہے۔ کہ پادری لوگ طلاق یافتہ اشخاص کی شادی گرجہ میں دوبارہ کرنے کے لئے طیار نہیں۔ لیکن انھیں اس امر کی اجازت ہے کہ وہ سرکاری طور پر شادی کر سکتے ہیں، جسے ہم (civil marriage) کہتے ہیں، کیا اس طرح وہ لوگ کلیسیا کی تعلیم کے مطابق، گناہ کی زندگی بسر نہیں کرتے؟ اس پر طرہ یہ کہ ان لوگوں کو گرجہ کی مقدس رسم یعنی "پاک شراکت" میں شریک کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ لوگ گنہگار ہیں۔ تو انھیں رسوم گرجہ میں کس طرح شریک کیا جا سکتا ہے؟ حقیقت ہے۔ کہ سب خرابیاں کانفرنس کے ارکان کی اخلاقی بزدلی سے پیدا ہوئی ہیں" +

شادی گو ایک معاہدہ دیوانی ہے۔ قدیم زمانہ میں اسکو جائداد پر قبضہ پانے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ نیز تمدنی برکات بھی مدنظر تھیں۔ جب مسیحیت کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا تو پوپ نے اپنے اقتدار کو پائدار بنانا چاہا۔ چنانچہ یہ خیال عوام کے دلوں میں پیدا کیا گیا۔ کہ پوپ کو اس معاہدہ میں دست اندازی اور تصرف کا اختیار ہے۔ اور رفتہ رفتہ اسے ایک سیکرامنٹ یعنی رسم مقدسہ بنا دیا گیا ہے۔ یسوع نے تو اس قسم کی تعلیم کہیں دی نہیں۔ اور نہ یہ بات کسی طرح ثابت ہو سکتی ہے! اوائل مسیحیت میں رسوم مقدسہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور تیرھویں صدی تک ان کی تعداد بھی مقرر نہیں کی گئی تھی۔ اس سے پہلے کوئی ان کی تعداد پانچ بتاتا تھا، کوئی چھ۔ آخر کار سات پر قرار نصیب ہو گیا۔ یہ شاید اس لئے کہ سات ایک مبارک ہندسہ ہے +

اسی طرح بائبل کی کتابوں کی تعداد کے متعلق مدتوں تک اختلاف رائے ہوتا رہا۔ آخر کار یہ طے پایا۔ کہ ساری کتابوں کو گرجہ میں رکھ دیا جائے۔ روح قدس اصلی اور نقلی کو علیحدہ علیحدہ کر دیگی۔

چنانچہ لکھا ہے۔ کہ صبح کو معجزانہ طور پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو گیا۔ اور جعلی اناجیل بائیبل سے خارج کر دی گئیں۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ شروع سے لے کر آخر تک کلیسیائی تاریخ میں جل اور فریب سے کام لیا گیا ہے۔ آج کوئی سمجھدار آدمی اس داستان کو پرکاہ سے زیادہ وقیع نہیں سمجھ سکتا بیشک کلیسیا اور اس کے لوازمات مجملاً الہامی ہیں۔ مگر یہ الہام یسوع یا خدا کی طرف سے نہیں ہوا۔ بلکہ جل فریب غلطی اور دھوکہ کی طرف سے۔ اور یہ باتیں انسانی خیالات کی آمیزش کا نتیجہ ہیں +

یسوع کی مزعومہ معتبر تعلیمات گو انجیل کے ایک یا دو ابواب میں سما سکتی ہیں۔ باقیماندہ نہ الہامی ہے اور نہ مستند۔ بلکہ پادریوں اور راہبوں کی کارستانی ہے۔ مثلاً یسوع کی جائے پیدائش ناصرہ بھی ہے اور بیت اللحم بھی۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں دونوں جگہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس کا شجرہ نسب بھی مختلف بیان کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود پولوس اپنے اُستاد کے بعض سوانح حیات سے ناواقف تھا۔ مسیحیت کے بنیادی اصولوں میں بھی حیرت انگیز اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اگر یہ اصول الہامی ہوتے تو یہ بات نہ ہوتی۔ جابجا انسانی تصرفات کے نشان پائے جاتے ہیں اور بہی وجہ سے اغلاط بھی موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کلیسیا کی مزعومہ الہامی تعلیمات کس پردہ میں پوشیدہ ہیں +

ڈیلی ہیرلڈ مورخہ ۱۵۔ اگست لکھتا ہے۔ پادری صاحبان کہینگے کہ کلیسیا اسلئے اقتدار ضائع کر رہا ہے۔ کہ وہ سمجھ سے مُبرا ہوتا جاتا ہے۔ اور اسکی زندگی تو محض اُن تعلیمات پر ہے جو عوام کے فائدہ کا موجب ہوں۔" بیشک یہ صحیح ہے لیکن جہانتک عوام کی ضروریات کا سوال ہے کلیسیا نے ان کو سمجھنے کی کبھی بھی کوشش نہیں۔ وہ تو ہمیشہ ہر قسم کی ترقی کی مخالفت کرتی رہی ہے۔ اگر وہ عوام کی ضروریات کا احساس کر سکتی تو کبھی اُن کے مفاد کی دشمن نہ ہوتی +

اس نے (کلیسیاء) تو برابر لوگوں کے مفاد کی مخالفت کی ہے۔ اور آج بھی کر رہی ہے۔ اندریں حالات وہ کس طرح توقع کر سکتی ہے۔ کہ عوام الناس اسکی اتّباع کرینگے؟ کیا کلیسیاء نے تحریک انسداد مسکرات کی مخالفت نہیں کی؟ اور کیا اپنے گرجوں کے دروازے ان لوگوں پر بند نہیں کئے۔ جو شراب کے خلاف وعظ کرتے تھے؟ غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی۔ کہ شراب کی فروخت سے گرجہ کو بھی آمدنی ہوتی تھی۔ اسی طرح لنکا شائر کی فیکٹریوں میں بچوں کی مشقت بیجا کی اصلاح بھی

کلیسیاء کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ ایجوکیشن بل کے پاس ہونے میں بھی یہی مخالفت دکھائی۔ صدہا تمدنی اصلاحات کی بھی مخالفت کی۔ اسی طرح آج بھی شادی اور طلاق کے مسائل میں اصلاح کی مخالفت کر رہی ہے۔ جوں نے صاف کہدیا ہے۔ کہ انگلستان کے قوانین طلاق اس ملک کیلئے کس طرح باعث افتخار نہیں ہیں۔ باانیہمہ کلیسیا اپنے آپ کو الہامی جماعت سمجھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلطی خوردہ ہے۔ اور اگر یہ دعویٰ ان حالات پر مبنی ہے۔ جو بانیٔ کلیسیاء کی تعلیمات کے منافی ہیں تو صرف یہی ایک نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ سارا کھیل ایک دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اور ان تمام باتوں کا نتیجہ وہی نکلے گا۔ جو اس لیمبتھ رپورٹ کا نکلا یعنی شاندار ناکامی جو رپورٹ کے ہر صفحہ سے ہویدا ہے +

اسلام اور مسیحیت میں زوجہ کی انفرادی حیثیت

اگر آجکل ہر طرف یہ شور برپا ہے۔ اور بہت سے قانون دان اور حجاب عدالت بھی اس معاملہ میں ہمنوا ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ میں عورتوں کو مردوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں لیکن ابھی تک متناقض حالات موجود ہیں۔ جو تمدنی اور قانونی امور پر کلیسیائی گرفت کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً مسیحی دنیا میں جب کسی عورت کی شادی ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے ذاتی نام سے ہمیشہ کیلئے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ عورت کی یہ غلامی خواہ مٹے یا رہے کم ازکم اس رسم سے اتنا تو ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ مسیحیت نے عورت کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔ وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ یہ خیال عام ہے۔ اور مسیحی تاریخ سے ناواقفیت کی بناء پر پیدا ہوا ہے +

یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے اس مضمون کو جو مسٹر رابرٹ گریوز نے ایوننگ سٹینڈرڈ مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۳۰ء میں شائع کیا نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا تھا۔ اس مضمون میں اس رسم کی لغویت کو بخوبی آشکارا کیا گیا ہے۔ اور ناظرین سے اسکے انسداد کی درخواست کی گئی ہے :-

"اب کہ عورتوں نے ان دشواریوں پر فتح حاصل کر لی ہے۔ جو ان کی سیاسی اور اقتصادی مساوات بین الرجال کے معاملہ میں حائل تھیں۔ اور انھوں نے اعتماد علی النفس حاصل کر لیا ہے۔ اور اقرار نکاح کی شرطوں میں بھی تبدیلی کرالی ہے۔ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ مردوں کے ہاتھوں اپنی خواری اور بیچارگی کو کس طرح روا رکھ سکتی ہیں؟ مثلاً جب ایک عورت میری اسمتھ نامی شادی کرتی ہے۔ تو پادری اس سے ایک خاص انداز میں کہتا ہے۔ "مسز ولیم کی دست! براہ کرم آخری مرتبہ

اپنا کنوار پتے کا نام رجسٹر میں ثبت کر دیجئے"۔ میری اسمتھ اپنے خاوند سے کہتی ہے۔ پیارے! سب سے پہلے اپنے نئے نام کے کارڈ طبع کرا لینے ضرور ہیں حقیقت یہ ہے۔ کہ میری ولفرک کو پیار کرتی ہے اور جب وہ اس کا نام اختیار کرتی ہے۔ تو سمجھتی ہے کہ عاشقانہ انداز میں ہماری شخصیتوں میں اتحاد ہو گیا ہے اور اب ہم دونوں ایک جان دو قالب ہو گئے ہیں +

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ محبت یکطرفہ ہے۔ میری تو مسز ولسن بن گئی لیکن ولفرک کبھی اپنے آپ کو مسٹر میری اسمتھ نہیں کہتا۔ ابھی تو یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن آگے چلکر فرق نمایاں ہو جائیگا۔ وہ یہ کہ میری کی ذاتی شخصیت معدوم ہو گئی۔ اور وہ ولفرک کی ذات میں مدغم ہو کر رہ گئی۔ جہانتک داد ستد کا تعلق ہے۔ اس کی کوئی ہستی نہیں، وہ کوئی معاہدہ بطور خود نہیں کر سکتی۔ اور اگر اسمیں ذرا بھی شان خودداری موجود ہے تو وہ دوبارہ میری اسمتھ بن جانے کو اس حالت پر ترجیح دیگی +

کیونکہ میری اسمتھ رہنا اس حالت سے بدرجہا بہتر ہے۔ خصوصاً اس حالت میں اگر ولفرک شرابی یا بد معاش ثابت ہو۔ اور اُسے مجبوراً اس سے طلاق حاصل کرنی پڑے + اس صورت میں اُسے معاملات اور داد و ستد میں اس قدر دشواریاں لاحق نہ ہونگی +

ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورتوں نے اس اہم معاملہ میں سہل انگاری سے کام لیا ہے۔ جو ابھی تک تبدیلی اسماء کی رسم قائم ہے۔ اور اسکی وجہ سے عورتوں کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے خاوندوں کے نام اختیار کریں۔ اور یہ نام ہمیشہ کیلئے عورت کی ذات سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ مر جائے یا مطلقہ ہو جائے اسلئے میں کہتا ہوں۔ کہ جو لوگ اس رسم نکاح کو ایک فرض قرار دیتے ہیں۔ یا جو لوگ اسکے وکیل نہیں لیکن موجودہ حالات میں اُسے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان دونوں سے کہتا ہوں کہ شادی کو ایک محترم اور معزز رسم بنانے کیلئے ضروری ہے۔ کہ اس رسم کو عورت کیلئے بھی لائق احترام بنانا ضروری ہے" +

اب ہم اس اقتباس کے ساتھ ایک لائق قانون دان کے خیالات بھی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق بالواسطہ اسلام سے ہے مسٹر پیری کرینایٹ جج عدالت العالیہ قاہرہ رسالہ ایشیا بابت فروری ۱۹۲۷ء میں رقمطراز ہیں :-

اسلام میں بی بی اپنے خاوند کا نام نہیں اختیار کرتی۔ ایک مسلمان لڑکی عائشہ نامی بنت عمر چاہیے

دس مرتبہ نکاح کرے لیکن اس کی شخصیت برابر قائم رہیگی۔ وُہ چاند نہیں کہ عارضی طور پر مُنور ہو وہ تو ایک "سورج" ہے۔ اور اپنا ذاتی نام اور قانونی شخصیت رکھتی ہے۔ بی بی کا عدالتی مرتبہ وہی ہے، جو اُس کے خاوند کا ہی مسلمان منکوحہ عورت جملہ معاملات اور داد وستد میں بالکل آزاد ہی۔ اُس کو اپنی جائداد سے فائدہ اُٹھانے اور اُسے حسب مرضی خرچ کرنے کا پُورا حق حاصل ہی۔ خاوند کو اس کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں +

آیندہ نسل میں عیسائی مذہب کی امکانی نوعیت

ہم ڈاکٹر بارنز بشپ آف برمنگھم کی تحریرات کو ہمیشہ دلچسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ انقلاب انگیز اور اسلامی تعلیمات کے قریب تر ہوتی ہیں۔ بلکہ اسلئے بھی کہ وہ موجودہ رجحان طبع کا آئینہ ہوتی ہیں۔ چند ماہ ہُوئے موصوف نے چرچ ٹائمز میں آیندہ نسلوں کے مذہب کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے تھے ذیل کا اقتباس اس لائق ہی کہ ہر مسلمان غور کے ساتھ پڑھے +

سترھویں صدی کے آخر میں جو سائنٹیفک ترقیاں ہُوئیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹھارھویں صدی کے آغاز میں لامذہبیت کا دور شروع ہو گیا۔ میرا خیال ہی کہ اس صدی میں بھی ایسا ہی ہونیوالا ہے "تحریک جدیدہ" دراصل مسیحی تعلیمات کی نئی شکل کا نام ہے۔ جو علوم جدیدہ کی بدولت اُسے نصیب ہُوئی ہی۔ اور ان علوم کی روشنی جس قدر زیادہ پھیلتی جائیگی۔ اسی قدر وہ تمام عقاید جو اُن علوم کے مخالف ہیں، باطل ہوتے جائینگے۔ کلیسا سے زیادہ، عوام الناس پر اُن علوم نے اپنا رنگ جما لیا ہی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کلیسیائی حلقۂ اقتدار سے باہر لامذہبیت برسرعروج ہے۔ اور اگر روشن خیال اور عالم و فاضل ارکان کلیسیاء نے اس وباء کے دفعیہ کا علاج نہ کیا تو یقیناً پادریوں میں بھی اس کا پھیلنا کچھ مشکل نہ ہو گا۔ اور مجھے تو اس کے آثار ابھی سے نظر آ رہے ہیں +

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ تحریک جدیدہ کن اصولوں کی تلقین کرتی ہی یعنی عوام الناس کو چونکہ یہ سوال اکثر اصحاب کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے میں مجملاً اس کا بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ مسیحی مذہب کو سمجھنے کی کُنجی مسئلہ ارتقاء ہے بہرحال وہ اصُول یہ ہیں:۔

(۱) فعل تخلیق جس کی بدولت اجرام فلکی اور بنی آدم دونوں وجُود میں آئے ایک تنگ صدت

اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور یہ فعل بلا مقصد نہیں ہے۔ اس کے پسِ پردہ قدرت اور ادراک دونوں چیزیں کام کر رہی ہیں۔ اور چونکہ اس فعل کا نتیجہ تخلیق انسان ہے۔ جو ایک اخلاقی حیوان ہے۔ یعنی اخلاقی نصب العین رکھتا ہے۔ اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ فعل تخلیق ایک مقصد کے ماتحت ہو رہا ہے۔ اسی بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا بقول یسوع مسیح ہمارا باپ ہے، ہم سے ایک روحانی تعلق رکھتا ہے +

(۲) یہ کائنات معقولیت پر مبنی ہے لیکن اگر انسانی زندگی موت کے ساتھ ختم ہو جائے تو پھر اسمیں کوئی معقولیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہم مانتے ہیں۔ کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہوگی +

(۳) خدا کو باپ یقین کرنے کے بعد لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ انسان کا فرض ہے کہ اس دنیا میں خدا کی بادشاہت قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائے +

(۴) انسان اخلاقی طور پر آزاد اور خود مختار ہے۔ اسی لئے خدا کے سامنے اپنے اعمال کا جوابدہ ہو گا۔ یہ حقیقت تجربہ سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا بد اعمالیوں کی پاداش بھگتنا ضروری ہے +

(۵) یسوع کی عزت اور منزلت اس امر پر مبنی ہے۔ کہ ہم اسکے روحانی علم اور اختیار اور رہنمائی اور خدا نمائی کا احساس کریں۔ اسکے علاوہ جو باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ چنداں وقیع نہیں ہیں +

غرض مختصر طور پر تحریک جدیدہ ان امور کی تلقین کرتی ہے۔ سلبی طور پر مفصلہ ذیل امور لائق توجہ ہیں۔

(۱) تحریک جدیدہ کائنات کو دو حصوں میں منقسم نہیں کرتی۔ ایک **فطری** اور دوسرا **ماوراء الفطری** بلکہ کل کائنات خدا ہی کی ہے۔ اسکی رہنمائی اور حکومت ہر جگہ ہے۔ سوائے اسکے جہاں اس کا مقصد اس اختیار کے منافی ہو جو اس نے بندوں کو دے رکھا ہے۔

(۲) یہ تحریک کلیسیائی رسوم کو فطرتی رسوم کے مقابلہ میں نہیں رکھتی۔ بلکہ ان کا خیال ہے۔ کہ خدا اپنے آپ کو مختلف طریقوں میں ظاہر کرتا ہے۔ پاک شراکت، افعال الٰہی کے دیگر ذرائع سے بالاتر نہیں ہے +

(۳) اسی طرح یہ تحریک یسوع کو انسانیت سے بیروں یا بالاتر قرار نہیں دیتی وہ خدا بھی تھا اور انسان بھی

اور یہ اتحاد یا اتصال اسلئے ممکن العقل اور ممکن الوقوع ہے۔ کہ الوہیت کا رنگ ہر شخص میں کم و بیش موجود ہے۔ اور اس معاملہ میں ہم چوتھی اور پانچویں صدی کے عقائد مروّجہ کا اعادہ کر رہے ہیں۔ جن کی صحت و صداقت مسلّم ہے +

(۴) ہم یہ تسلیم نہیں کرتے۔ کہ بائبل اغلاط اور مسامحات سے پاک ہے بلکہ اس میں مختلف مراتب کی رُوحانی صداقتیں مندرج ہیں۔ اور چونکہ ان کتابوں کے لکھنے والے انسان تھے۔ اسلئے اُن سے غلطی بھی ہوئی۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے۔ کہ "سونا" پرکھ کر ایک جگہ جمع کر لیں۔ اور میل کچیل کو پس پُشت ڈال دیں۔ تحریک جدیدہ کی تعلیم جو میں نے اجمالاً اس جگہ بیان کر دی ہے۔ اب سے نصف صدی بعد عموماً مروّج ہو جائیگی۔ اور کلیسیائی مذہب قرار پا جائیگی۔ ممکن ہے چرچ آف انگلینڈ کو اس وقت تک لوگ فراموش کر چکے ہونگے یا آپس کے نزاعات سے اس کا خاتمہ بالخیر ہو جائیگا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو" +

ڈاکٹر موصوف نے بائبل اور یسوع کے متعلق جو تصریحات کی ہیں وہ خاص طور سے اہم ہیں چرچ ٹائمز نے جو تنقیدی مقالہ اس مضمون کے متعلق لکھا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر موصوف کے خیالات اسلامی تعلیمات سے کس قدر نزدیک ہو گئے ہیں +

" ڈاکٹر بارنز نے اپنے حلقہ اثر میں اپنے معتقدات کی جو تصریح فرمائی ہے۔ اس کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب یونی ٹیرین مذہب سے بہت قریب ہو گئے ہیں اُنھوں نے یہ کہکر کہ پاک شراکت افضال الٰہی کے دوسرے ذرائع سے افضل نہیں ہے۔ کلیسیائی معتقدات کی تردید کر دی۔ اسی طرح یہ کہکر کہ الوہیت کا رنگ کم و بیش ہر شخص میں پایا جاتا ہے اُنھوں نے یسوع کی یکتائی کا قلع قمع کر دیا۔ اگرچہ ڈاکٹر موصوف کی یہ تصریح وسیع المعانی ہے لیکن انکے زاویۂ نگاہ اس کا مفہوم یہی ہے۔ کہ یسوع اور دوسرے انسانوں میں نوعیت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو مرتبہ کا۔ بیشپ موصوف نے کنواری عورت سے پیدا ہونے صلیب پانے اور دوبارہ جی اُٹھنے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ بہرکیف اُن کی نظر میں یہ وکھائی دیا مذہب آیندہ انگلستان کے باشندوں کا مذہب ہوگا۔ اور جو کچھ یعنی جس قدر عقائد اس مذہب کے خلاف ہونگے۔ وہ پادر ہوا ہو جائینگے۔ اور اب سے پچاس سال کے بعد چرچ آف انگلینڈ،

تحریک جدیدہ میں مُبتدل ہوجائیگا ممکن ہے تنازعات باہمی اس کا خاتمہ بالخیر ہی کردیں!!! لشپ کی مُراد اس تنازع سے غالباً وہ سلسلہ تنازعات ہوگا۔ جواُن کے برمنگھم کے لشپ مقرر ہونے کے بعد سے وہاں جاری ہے لیکن اتنا ہم ضرور کہ سکتے ہیں۔ کہ اُن کے وہاں تشریف لیجانے سے پہلے کوئی تنازع برمنگھم کے گردونواح میں موجود نہ تھا۔ لیکن جب سے مسٹر میکڈانلڈ ڈاکٹر صاحب موصوف کو وہاں بھیجا ہے۔ تنازعات کا وہ سلسلہ شروع ہوا ہے۔ کہ کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہیں آتا "+

بہرکیف ڈاکٹر صاحب ایک مُسلم کی طرح یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ یسُوع مسیح یوسف نجار اور مریم دونوں کا بیٹا تھا اور مامُور اور مُلہم تھا۔ اخلاقی صفات کا مالک تھا۔ اور خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔ بنی نوع آدم کا بہت بڑا محسن اور خیرخواہ تھا۔ وہ نہ خُدا کا بیٹا ہے۔ اور نہ اس کائنات کا خالق ہے۔ بائیبل کے مُتعلق جو کچھ ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے وہ دراصل قرآن مجید کی ان آیات کی صدائے بازگشت ہے۔ اور انھوں نے اپنے قول سے اُن کی تصدیق بھی کردی ہے:۔

وانّ منهم لفريقاً يلوٗن السنتهم بالكتٰب لتحسبوهُ من الكتٰب وما هو من الكتٰب ويقولون هو من عند الله وما هو من عند الله ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون (آل عمران آیت نمبر ۷۷) یعنے اور تحقیق بعضے ان میں سے البتہ ایک فرقہ ہے۔ کہ موڑتے ہیں زبانوں اپنی کو ساتھ کتاب کے تو کہ جانو تم اس کو کتاب سے اور نہیں وہ کتاب سے اور کہتے ہیں وہ نزدیک اللہ تعالٰے کے سے ہے۔ اور نہیں وہ نزدیک اللہ کے سے اور کہتے ہیں اوپر اللہ کے جھوٹ اور وہ جانتے ہیں (کہ ہم دروغ گوئی کر رہے ہیں) +

عالمِ کشف میں ریلوے ٹرین کا نظارہ

بقلم خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

ایک حیرت انگیز پیشگوئی

سید مقبول احمد بی۔ اے نے اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں جو مئی ۱۹۳۰ء کے اسلامک ریویو میں شائع ہوا ہے۔ "نشر و انتشار" کے عنوان سے قرآن کی ایک سورت سے بحث کی ہے۔ اور مقدس کتاب سے مندرجہ ذیل اقتباسات پیش کئے ہیں:۔

قسم ہے منتشر کرنیوالے کی جبکہ وہ منتشر کرے۔ اور قسم ہے بھاری بوجھ اُٹھانیوالوں کی' قسم ہے تیزی سے چلنے والوں کی جبکہ وہ تیزی سے زمین پر چلیں' قسم ہے اُن لوگوں کی جو فرائض تقسیم کرتے ہیں'۔ یقیناً جس چیز سے تم کو دھمکایا گیا ہے۔ وہ ضرور واقع ہو کر رہیگی اور دین ایزدی قائم ہو کر رہیگا (سورۃ الذّٰریٰت) وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا' فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا' فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا' فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا' اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ' وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ' (ع آیات ۱ تا ۶)

قرآن مجید میں کئی سورتیں اور آیات مندرجہ بالا آیات کے علاوہ بھی موجود ہیں جو اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔ کہ ایک دن ایسا ضرور آئیگا۔ جبکہ اسلام عالمگیر مذہب قرار پا جائیگا۔ ان آیات میں' اسی موعودہ زمانہ کا نقشہ وضاحت کے ساتھ کھینچا گیا ہے'۔ اور اس کی مختلف کیفیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور آخر میں اسلام کی حقانیت کے اثبات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس کی طرف مندرجہ بالا اقتباس کی آخری آیت میں بھی اشارہ موجود ہے+

الفاظ بہر کیف ہمارے تخیلات کی لفظی تصاویر ہیں لیکن اگر وہ شئے' جس کا ذکر کیا جائے ہنوز پردۂ خفا میں ہو' تو اس کا بیان خواہ کیسا ہی واضح کیوں نہ ہو' دوسروں کے

دماغوں میں کسی قسم کا حقیقی تخیل پیدا نہیں کرسکتا۔ اس کے علاوہ ایک دشواری اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر یہ بیان کسی الہامی کتاب میں مذکور ہو جس پر مختلف زمانوں میں حاشیہ آرائی ہوچکی ہو، تو وہ بیان بہت پیچیدہ ہو جائیگا۔ کیونکہ مفسرین عموماً اپنے زمانہ کے حالات کو سامنے رکھ کر تفسیر کیا کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ شے جس کا بیان مرقوم ہے ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ اسلئے وہ لوگ اسکے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے +

لیکن اگر وہ کتاب خدا کی طرف سے ہو تو یقیناً ابہام اور اشتباہ سے پاک و صاف ہوگی۔ اور نہ اسمیں شاعرانہ انداز پایا جائیگا۔ اس کتاب کے الفاظ کے وہی سیدھے سادے معانی قبول کئے جائینگے۔ جو ہر لغت کی کتاب میں مل سکتے ہیں۔ کسی قسم کی تاویل یا کھینچ تان کی ضرورت نہیں۔ جملہ قرآنی پیشگوئیوں میں یہی اصول کارفرما ہے۔ اس کتاب میں موجودہ زمانہ کی چیزوں کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے گویا کسی نے اُن چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بیان کیا ہے۔ لیکن یہ بات موجب حیرت نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید عالم الغیب خدا کا کلام ہے۔ جس کی نظر میں ماضی حال اور آیندہ تینوں زمانے یکساں ہیں۔ قدماء کی تفاسیر قرآنی پیشگوئیوں کی حقیقت سے آشنا نہیں کرسکتیں۔ ان پیشگوئیوں میں ایک خوبی یہ ہے۔ کہ ان میں تاویل کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر ہم متن کے لفظی معانی بیان کردیں، وہ بھی حقیقت کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں۔ اور موجودہ حالات کا نقشہ ہمارے سامنے آسکتا ہے۔ مثال کے طور پر آیات مذکورہ بالا کو لے لیجئے پہلی آیت میں جو لفظ "ذرواً" آیا ہے۔ اسکے لفظی معنے بکھیرنے پھیلانے یا منتشر کرنے کے ہیں لاسلکی پیغامات کے موجد نے "براڈ کاسٹنگ" یا نشر و انتشار کا لفظ استعمال کیا ہے اور "ذرواً" کے لغوی معنی یہی ہیں۔ یہی حال دوسری آیات کا ہے۔ لیکن چوتھی آیت اور بھی حیرت انگیز ہے یعنی قسم ہے اُن لوگوں کی جو حکومت یا احکام تقسیم کرتے ہیں"۔ لفظ "امر" کا ترجمہ مینڈیٹ کیا گیا ہے۔ اس کے معنے حکمرانی، حکومت یا حکم کے بھی ہیں۔ اور یہ الفاظ انجمن بین الاقوام پر پورے طور سے صادق آتے ہیں، جس کا وجود ہمارے زمانہ میں ظہور پزیر ہوا ہے۔ اور یہ جماعت ہے، جس کا کام حکومت تقسیم کرنا ہے۔ اور قرآنی عبارت کا لفظی ترجمہ بھی یہی ہے +

لیکن سید مقبول احمد صاحب کے مضمون کو پڑھ کر مجھے اور حیرت انگیز بات یاد آگئی یعنی وہ سواری جس کا ذکر آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ وہ آئندہ زمانہ (یعنی ہمارے زمانہ) میں ظہور پذیر ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم نے کشفی طور پر اس سواری کو مشاہدہ کیا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں کوئی شے آپ کے قرب وجوار میں ایسی نہ تھی جو اس کشفی نظارہ کا مصداق ہو سکتی اس لئے آپ نے اس کا نام بیان نہیں فرمایا۔ لیکن آپ نے مفصلہ ذیل تشریح ہمارے لئے چھوڑی ہے "ایک سواری نکلیگی۔ جو شاید ستر اسی گز لمبی ہوگی۔ شام کو مغرب کی طرف سے آئیگی اور صبح کو مشرق کی طرف روانہ ہو جائیگی۔ مختلف ممالک کا اسباب اور سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجائیگی آگ اور پانی سے ملکر چلیگی۔ مختلف مقامات پر مسافروں کو بلانے کے لئے آوازیں نکالیگی۔ اور جہاں جائیگی ایک بادل (دھواں) اُسکے ساتھ ساتھ ہوگا"۔ اس تصریح پر غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ آنحضرت صلعم کی قوت کشف کس قدر زبردست تھی۔ آپ نے صدیوں پہلے اس سواری کو بغور دیکھ لیا تھا۔ اگرچہ آپ نے نام نہیں بتایا۔ لیکن ریل گاڑی کی تصویر اس سے بہتر نہیں کھینچی جاسکتی +

آنحضرت صلعم یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ **دجال** اس سواری کو استعمال کرے گا۔ بائبل میں جس شخصیت کو "انٹی کرائسٹ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ اُسے "دجال" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اگر مروجہ کلیسیاء کی تعلیمات حضرت مسیح کی تلقین کردہ نہیں ہیں۔ بلکہ مشرکین کے خیالات کا آئینہ ہیں۔ تو پھر وہ سراسر مسیحیت کے منافی ہیں +

ضروری عرضداشت

ہم اپنے قارئین کرام سے متوقع ہیں۔ کہ وہ اس رسالہ کی نشر و اشاعت کیلئے پوری کوشش فرمائینگے تمام اردو رسالوں میں یہی رسالہ ہے جس کا مقصد صرف **خدمت اسلام** ہے۔ اور حضرت **محمد رسول اللہ** صلعم کی عزت کو مادہ پرست دلوں میں پیدا کرنا ہے۔ اگر ہر مہینہ میں اپنے معاونین کم از کم ایک خریدار دیدیں۔ تو اس رسالہ کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہو۔ اور وہ عند اللہ ماجور ہونگے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

یورپین اصحاب کے ساتھ چند مذہبی مکالمات

بقلم ایم۔ ایس۔ فاروقی

نوٹ منجانب اڈیٹر اسلامک ریویو:۔ اس مضمون کو جسے ہمارے دوست شیخ محمد صدیق فاروقی نے لکھا ہے بڑی خوشی کے ساتھ رسالہ میں درج کرتے ہیں۔ اسکی وجہ صرف یہی نہیں کہ اس مضمون میں انہوں نے اپنے پنجسالہ تجارب جو ان کو سر سالار جنگ میموریل ہوس ووکنگ میں رہ کر حاصل ہوئے، بیان کیئے ہیں۔ بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر مسلمان نوجوان تھوڑی سی توجہ کریں تو اپنے اوقات کو تبلیغ و اشاعت اسلام میں متبدل کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص پر فرض ہے۔ کہ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائے اور آنحضرت صلعم کی عزت کو بہمہ وجوہ قائم رکھے +

پہلا مکالمہ تو میرے اور میرے مخاطب دونوں کیلئے موجب حیرت ثابت ہوا۔ یہ مکالمہ چند سال ہوئے ووکنگ میں واقع ہوا تھا۔ جبکہ میرے ذمہ یہ کام سپرد تھا۔ کہ نو واردوں کو "مسجد" کی سیر کراؤں ایکدن ایک معمر رومن کیتھولک خاتون مسجد دیکھنے آئی۔ وہ بیوہ تھی۔ اور چونکہ اس کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ مجھے عیسائی بنالیگی تو اسکی روح کو فائدہ پہنچیگا۔ اسلیئے اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ اگرچہ مجھے اسکے اس سوال سے حیرت تو ضرور ہوئی۔ لیکن چونکہ میں دوران قیام انگلستان میں بائبل کا مطالعہ کافی کر چکا تھا۔ اس لیئے میں نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ کہ حضرت مسیح خدا کے برگزیدہ رسول تھے۔ اور انھوں نے وہی تعلیم دی ہے۔ جو انبیائے ماسبق نے دی تھی۔ اور آنحضرت صلعم نے بھی وہی تعلیم دی۔ مجملاً انبیاء کی تعلیمات میں رنگ وحدت پایا جاتا ہے اور ان سبھوں نے خدا کے متعلق بھی یکساں تعلیم دی ہے حضرت مسیح نے وہی تعلیم دی۔ جو حضرت موسیٰ نے دی تھی۔ اور آگے آنحضرت صلعم نے۔ جب اس خاتون نے یہ گفتگو سنی تو ششدر رہ گئی۔ اور کچھ توقف کے بعد یوں گویا ہوئی۔ "لیکن کیا آپ یہ یقین نہیں رکھتے۔ کہ یسوع خدا کا بیٹا تھا؟ میں نے جواب دیا۔ کہ جو شخص بائبل پڑھ چکا ہو۔ وہ کس طرح یسوع کو خدا کا بیٹا تسلیم کر سکتا ہے انہوں نے پوچھا کیوں؟ میں نے جوابدیا۔ کہ اگر یسوع خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔ تو جب اُسے صلیب دی گئی۔ تو اس نے

یہ کیوں کہا "ایلی ایلی لما سبقتنی" یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ کیا یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ جو شخص خود خدا ہو یا خدا کا بیٹا ہو۔ وہ دوسرے خدا کو پکارے؟ اور کیا یہ بات ممکن ہے۔ کہ خدا اپنے آپ کو یا اپنے اکلوتے بیٹے کو فراموش کر دے؟ کوئی سمجھدار آدمی اجتماع ضدین کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ خدا اپنے آپ کو فراموش کر چکا تھا۔ اور مدد کے لئے چیخ پکار مچا رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس خاتون سے کہا۔ آپ کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے۔ اُس نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ میرے پاس تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں؟ اس کے بعد وہ رخصت ہو گئی۔ چند روز کے بعد مجھے ایک کتاب موصول ہوئی۔ جس کا نام تھا "ہم رومن کیتھولک کس طرح ہو سکتے ہیں" +

اس مکالمہ کے مقابلہ میں اب میں دوسرا مکالمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جو "کشمیر" نامی جہاز پر میرے اور ایک رومن کیتھولک خاتون کے مابین واقع ہوا۔ جبکہ میں لندن سے بمبئی آ رہا تھا حسن اتفاق سے میری اسکی گفتگو ہو گئی۔ اور چونکہ میں نے اُسے مذہب کا دلدادہ پایا۔ اس لئے یہ سوال کیا۔ کہ آپ کے معتقدات کیا ہیں؟ اُس نے جواب دیا۔ میں تین اسرار پر ایمان رکھتی ہوں۔ پہلی بات مسیح کا کنواری مریم سے پیدا ہونا دوسری بات مصلوب ہو کر دوبارہ زندہ ہو جانا تیسری بات تثلیث فے التوحید یعنی تین خدا مل کر ایک خدا ہوتے ہیں +

میں نے اُس خاتون کی خدمت میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا۔ کہ بھلا ان اسرار پر ایمان لانے سے آپ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ جن کو نہ کوئی سمجھا سکتا ہے۔ اور نہ وہ سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اس سے تو آپ اُس مذہب پر ایمان لائیں۔ جس کے اصول موافق عقل ہوں یسوع کا دوبارہ زندہ ہو جانا۔ دراصل کوئی راز نہیں۔ کیونکہ انجیل ہی کے مطالعہ سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ جناب یسوع صلیب پر مرے نہیں تھے۔ راویوں کے بیان کے موافق یسوع کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب دی گئی تھی۔ اور جب تینوں کو صلیب سے اُتارا گیا۔ تو اُن چوروں کی ٹانگیں تو توڑ دی گئی تھیں لیکن یسوع کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کو صرف چند زخم آ گئے تھے۔ اور جس عرصہ تک وہ صلیب پر لٹکا رہا۔ وہ وفات کیلئے کافی نہیں ہو سکتا یقیناً اُسے زندہ۔ لیکن بحالت غشی صلیب سے اُتارا گیا۔ اور چونکہ اس وقت کافی ہنگامہ ہو رہا تھا۔ اسلئے اسکی وفات پر کوئی قطعی شہادت بہم نہیں پہنچ سکتی۔ پس جبکہ ہمارا یہ

نہیں تو اسکے دوبارہ زندہ ہو جانے میں کوئی راز نہیں ہے۔ دراصل وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوا۔ نہ وہ مرا ہی نہ تھا۔ ہاں جہلاء کے طبقہ نے جو ہر بات کو راز قرار دینے کے عادی ہوتے ہیں، اس واقعہ کو بھی ایک راز بنا لیا +

اب بھی اگر کوئی شخص کسی خطرناک حادثہ یا مہلک بیماری سے جانبر ہوتا ہے۔ تو ہم استعارہ کے رنگ میں کہدیا کرتے ہیں۔ کہ وہ شخص از سر نو زندہ ہوا ہے۔ یا اس نے دوبارہ زندگی حاصل کی ہے غرضکہ اس طور سے میں نے اسکے ایک راز کی تو حقیقت بیان کر دی۔ اور اگر مجھے وقت ملتا تو میں دوسری باتوں کو بھی صاف کر دیتا۔ کیونکہ ناممکن ہے۔ کہ تین ایک ہو جائیں یا ایک تین ہو جائے! علاوہ بریں اقانیم ثلاثہ کی صفات باہدگر مختلف ہیں۔ اسلئے وہ تینوں کبھی ہرگز ایک نہیں ہو سکتے رہا یسوع کی پیدائش کا معاملہ، تو اگر اس کے متعلق یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ یسوع کی پیدائش کے وقت تک مریم کنواری تھیں، تو اسمیں کوئی راز کی بات نہیں۔ کیونکہ سائنس کی بدولت معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بہت سے حیوانات صرف ایک زوج یعنی فرد واحد سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ابتداءً تمام حیوانات جنسیت سے مُعرّا تھے +

جب میں دوبارہ اس خاتون سے ملا تو میں نے دریافت کیا کہ بائبل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بائبل تو محض ایک ادبی حیثیت رکھتی ہے +

تیسرا مکالمہ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن میرے لئے نہایت حیرت انگیز ثابت ہوا۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ میرے مخاطب کے لئے بھی ایسا ہی ہو گا۔ ایکدن ایک نوجوان خاتون مسجد دیکھنے آئی۔ وہ دراصل ہمارے رازوں کی تلاش میں تھی۔ کیونکہ اس نے مسجد کی ہر چیز یعنی منبر، محراب، کھڑکیوں اور گنبد غرضکہ جملہ باتوں کو خوب دیکھا بھالا۔ اس مسجد کے گنبد میں سے آفتاب کی روشنی چھن کر آتی ہے۔ اور اندرون مسجد کو منور کرتی ہے لیکن اُسے وہ چیز نہ مل سکی۔ جس کی وہ تلاش کر رہی تھی۔ چنانچہ اس نے دریافت کیا۔ کہ آپ لوگوں کا بت کہاں رکھا ہوا ہے؟ اس سوال کو سن کر ایسا معلوم ہوا۔ کہ بجلی آسمان سے گر پڑی۔ میں ششدر رہ گیا۔ کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ میرا چہرہ غصہ کے مارے سرخ ہو گیا۔ اور آنکھوں میں سے شعلے نکلنے لگے۔ لیکن میں نے ضبط سے کام لیا۔ اور کہا کہ ہم مسلمان بت پرست نہیں ہیں۔ ہمارا مذہب صرف خدائے واحد کی پرستش کا

حکم دیتا ہے۔ اور سوائے ایک خدا کے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خاندان فوراً مرخصت ہو گئی +

اس واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ مغرب میں اسلام کے متعلق کس قدر غلط فہمیاں اور اور بدگمانیاں پائی جاتی ہیں مغرب میں لاکھوں عیسائی ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم مسلمان یا تو آنحضرت صلعم کی پرستش کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ تو بھی کسی دیوی دیوتا کا نام ہے۔ لیکن یہ امر باعث طمانیت بخش ہے کہ اب حقیقت آشکارا ہوتی جاتی ہے۔ اور مسیحی لوگ رفتہ رفتہ اس صداقت کے معترف ہوتے جاتے ہیں۔ کہ تین خدا ملکر ایک خدا نہیں ہو سکتے۔

جبکہ میں انگلستان سے رخصت ہونیوالا تھا۔ تو میرے ایک اسکولی دوست نے جو ووکنگ سے پانچ میل کے فاصلہ پر رہتا تھا۔ مجھے اپنے یہاں مدعو کیا۔ اور لکھا کہ میرے والدین مذہب سے بہت وابستگی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت مسیحی تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ ان سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا۔ یہ خاندان پانچ افراد پر مشتمل تھا۔ ماں باپ اور تین بچے۔ انہیں ماں باپ مذہب سے زیادہ وابستگی رکھتا تھا۔ بہر کیف انھوں نے دوران ملاقات میں کہا کہ کچھ عرصہ ہوا ہم نے یروک ووڈ میں ایک پادری کا وعظ سنا تھا۔ اس نے بہ سبیل تذکرہ اسلام کا ذکر بھی کیا تھا اور اسلئے ہمیں خواہش ہے کہ آپ اسلام کے متعلق مزید واقفیت بہم پہنچائیں۔ لہذا مجھ سے جسقدر ہو سکا اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق انکو اطلاعات بہم پہنچائیں۔ اور یہ بتایا۔ کہ قرآن خدائے واحد کی پرستش پر بہت زور دیتا ہے۔ اور آدم سے لے کر محمدؐ تک جملہ انبیاء کا مذہب اسلام کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ پھر میں نے قرآن مجید اور انگریزی بائیبل میں فرق بیان کیا اور کہا کہ بائبل اس لائق نہیں کہ اُسے خدا کا کلام کہا جائے۔ اور در اصل وہ اس مرتبہ کی مدعی بھی نہیں ہے۔ وہ تو ایک "ادبی" کتاب ہے۔ اور اسمیں یسوع کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ محض واقعات ہیں جو انجیل نویسوں کو مختلف ذرائع سے معلوم ہو سکے۔ اور ان کاتبوں یا راویوں کے اختلاف مزاج کی وجہ سے بائبل میں شدید تناقص پایا جاتا ہے۔ اس گفتگو سے تمام خاندان متاثر ہوا اور اُن کے باپ نے تو یہانتک کہا کہ اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جائے تو بہت مناسب ہے۔ میں نے اس فیملی کو اپنے والد ماجد کے ترجمہ قرآن کا ایک نسخہ نذر کیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں کچھ عرصہ تک اور وہاں رہتا تو یہ خاندان مسلمان ہو جاتا

نصف مسلمان تو یہ لوگ پہلی ہی ملاقات میں ہو گئے تھے +

اب میں اس قسم کے مکالمات کی ایک نظیر اور پیش کرونگا۔ جس سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ مجھے ان مکالمات میں کس قدر کامیابی ہوئی +

"کشمیر" نامی جہاز پر ایک نوجوان عموماً یا مسیح! یا مسیح!! کہا کرتا تھا۔ ایکدن جبکہ میں اسکی اس الحاح وزاری سے تنگ آچکا تھا۔ تو نرمی کے ساتھ سوال کیا۔ کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ وہ اس سوال کو سن کر چونک پڑا۔ کیونکہ اس سے پہلے کسی نے اس سے یہ سوال نہیں کیا تھا۔ بہر کیف اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا آپ یسوع پر ایمان نہیں رکھتے؟ میں نے کہا۔ بیشک میں حضرت مسیح کو خدا کا ایک برگزیدہ رسول مانتا ہوں۔ لیکن میں ان کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خدا ایکتا ہے۔ اسکے بیٹا بیٹی نہیں ہے۔ اس کے بعد گفتگو کا رخ بائبل اور قرآن کی اضافی خوبیوں کی طرف پلٹ گیا۔ میں نے کہا۔ کہ اگر یہ قرآن آنحضرت صلعم کے دماغ کی اختراع ہوتا۔ تو بائبل کی طرح آپ بھی بہت سے معجزات اپنی طرف منسوب فرما لیتے۔ لیکن تمام قرآن چھان ڈالئے آپ کو کہیں یہ بات نہ ملیگی۔ اس کے بالمقابل قرآن نے بائبل کے بہت سے معجزات کا غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ اور ان کو ہوا قدرتی میں رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے حضرت یونس کا قصہ بیان کیا۔ کہ بائبل کہتی ہے کہ انھیں مچھلی نگل گئی تھی لیکن سائنس تردید کرتا ہے۔ قرآن مجید صرف یہ کہتا ہے۔ کہ مچھلی نے ان کو منہ میں لیا۔ لیکن نگلا نہیں ان واقعات سے وہ اس درجہ متاثر ہوا۔ کہ اس نے اپنے زانو پر ہاتھ مار کر کہا۔ واقعی یسوع خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ کہ میں تمہارے نبی کو محبوب نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ انھوں نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ "تعدد ازدواج" کا حکم تو آنحضرت صلعم سے پہلے بھی موجود رہا ہے۔ حضرت ابراہیم۔ یعقوب۔ داؤد۔ سلیمان۔ یہ سب انبیاء جن کا بائبل میں مذکور ہوا ہے۔ اس مسئلہ پر عامل تھے۔ اور جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو یہ رسم اس قدر مروج تھی۔ کہ اس پر کسی قسم کی قید نہ تھی قرآن مجید نے اس رسم کو محدود ہی نہیں کیا۔ بلکہ یہ بھی صراحت کر دی۔ کہ اگر ایک شخص عدل قائم نہ رکھ سکے تو ایک بی بی پر اکتفا کرے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ قرآن کا منشاء وحدت ازدواج ہے نہ کہ تعدد ازدواج ہاں بعض حالات میں تعدد ازدواج موجب رحمت بھی ہو سکتا ہے۔ اور اخلاق اور نصفت شعاری سکھاتا ہے۔ اور برائیوں مثلاً عیاشی اور زناکاری سے بچاتا ہے۔ یہ حالات اگرچہ مستثنیات میں سے ہیں لیکن ان کا

وقوع ممکن ہے۔ اس لئے تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر حکم نہیں دیا گیا۔ اگر سوسائٹی کا نظام ہر نوع کامل ہو تو وہاں وحدت ازدواج کا قانون ہی نافذ ہوگا۔ وہ شخص ان باتوں سے بیحد متاثر ہوا اور کہنے لگا اب میرے دل میں تمہارے نبی کی قدرومنزلت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ اور کھانے کے وقت بھی اُس نے انہی الفاظ کا اعادہ کیا +

الوہیت کا قرآنی تخیل

آلہیت فطری اور آلہیت ادّعائی

بقلم جناب وزیر احمد صاحب

ایک مُلحد عموماً یہ نظریہ پیش کیا کرتا ہے۔ کہ خدا کا تخیل ارتقاء کا شرمندۂ احسان ہے۔ اور اس کے اس قول پر بظاہر دلائل بھی بہت معقول مل سکتے ہیں۔ انسان کی خواہش پرستش کا تقاضا تھا۔ کہ کوئی نہ کوئی شے ایسی ہو۔ جسے وہ معبود بنا سکے خوف اور اُمید کے جذبات کے ساتھ اپنی بیکسی اور کمزوری کے احساس نے انسان کو اس طرف راغب کیا کہ وہ کسی غیر مشہود قوت کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھوں سے بُت بنائے۔ اور ان کو پُوجنے لگا۔ اور تخاطب کے لئے نت نئے نام تراشنا شروع کر دیئے۔ اور رفتہ رفتہ جن باتوں کو وہ محترم اور مُکرم سمجھتا تھا۔ انھیں اس معبود سے منسوب کر دیا +

آگے چل کر اُسے اپنے عقاید میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی مثل اُس بُت پرست کے جو ہر روز بُت کے سامنے تازہ پھول لاکر رکھتا ہے۔ اور باسی پھول پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح انسان نے مجبوراً پُرانے خیالات پس پُشت ڈالدئے اور نئے نام اور نئی صفات اپنے معبود سے منسوب کیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ اگر الہامی مذہب بھی نظریہ کی اصلاح نکر سکیں۔ تو پھر ایک مُلحد اپنے خیالات یا فیصلہ میں حق بجانب ہے۔ لوگوں نے صفات آلہیہ کو انسانی خواص اور صفات پر قیاس کیا ہے دعویٰ کیا کیا جاتا ہے کہ مروجہ کلیسائی مذہب نے اس معاملہ میں ترقی کا قدم اُٹھایا ہے۔ اور یہ کہ خدا محبت ہے جو دنیا کو

خدا کی ایک نئی صفت سے روشناس کیا ہے نیز یہ بھی بتایا کہ خدا نے مصلوب ہو کر اپنی محبت کا ثبوت بھی بہم پہنچا دیا۔ کیونکہ اس طرح گنہگار نسل انسانی دائمی عذاب جہنم سے محفوظ اور موروثی گناہ کی آلائش سے پاک ہو گئی میں اس مسئلہ پر مناظرانہ حیثیت سے نظر نہیں ڈالتا لیکن یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ آمیت فطری یا ان لوگوں کے طرز عمل سے جو اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں اس ادعائی عقیدہ کی تائید نہیں ہوتی انہیں سے بہت سے لوگ سنجیدگی سے ایسے ہی بیگانہ ہیں جیسے وہ لوگ جو دائرہ مسیحیت سے باہر ہیں +

حضرت خواجہ کمال الدین نے اس رسالہ کے صفحات میں بوضاحت ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کا پیش کردہ خدا مشنریوں و صلیبیوں کے پیش کردہ خدا سے بالکل مختلف ہے حقیقت یہی ہے جیسا کہ خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ انسان نے اپنے اخلاق خدا کی طرف منسوب نہیں کئے بلکہ خدا ہی نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ اور ہمیں صلاحیت اور استعداد رکھدی ہے۔ کہ وہ اخلاق الٰہیہ کی پیروی کر سکے فطرت انسان کی پیدائش سے ہزار ہا سال پہلے سے موجود رہی ہے۔ اور وہ اپنی نشو و نما میں ان اخلاق کا اظہار کرتی رہی ہے جن کو آج ہم اپنی خصوصیت خیال کرتے ہیں۔ اور فطرت کیا ہے؟ خدا کی حکمت بالغہ کا آئینہ ہے پس ثابت ہوا کہ اخلاق متنازعہ ہمارے نہیں ہیں بلکہ خدا کے عطا کردہ ہیں +

علاوہ بریں قرآن شریف میں اُن اخلاق حسنہ کا بھی ذکر ہے۔ جو انسان سے مخصوص نہیں ہو سکتے خواہ وہ انکے اظہار کا آلہ بن جائے۔ یہ الگ بات ہے مثلاً

قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیء قدیر (۳: ۲۵) کہہ کہ اے اللہ مالک ملک کے دیتا ہے تو ملک جسکو چاہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہے اور عزت دیتا ہے جسکو چاہے اور ذلت دیتا ہے جسکو چاہے بیچ ہاتھ تیرے کے خیر ہے تحقیق تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے +

ان مقدس الفاظ کی صداقت جنگ عظیم کے دوران میں اور اسکے بعد بخوبی ثابت ہو گئی ہے بہت سے قیاصرہ اور بادشاہ معزول ہو گئے۔ اور انکی جگہ وہ لوگ تخت نشین ہوئے جن کا کوئی حق نہ تھا۔ بہت سے اشخاص بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے اور بہت سے ذلیل و خوار ہو گئے اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں؟ کیا گذشتہ بیس سال کے واقعات پر اسے دسترس حاصل ہے؟ قرآن شریف کے نزول سے آج تک ایسے واقعات اس سے پہلے کبھی رونما نہیں ہوئے گویا یہ مثال ہے خدا کے اس تصور کی جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ آپ اسکو رحمٰن رحیم صادق اور قادر کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ذات ازلی کی مختلف خصائص ہیں ممکن ہے کہ کلیسیائی دنیوی کا نظریہ اس معاملہ میں لائق اعتناء ہو لیکن یہ کلیسیاء اس آیت کے مقابلہ میں جو میں نے ابھی پیش کی ہے کونسی تعلیم پیش کر سکتی ہے؟

مقدمہ قرآن مجید

مسیحی دعا موجودہ عیسائیت کی تردید کرتی ہے

مترجمہ سید محمود حسن صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی (علیگ) وکیل ہڑانچ

از

اسلامک ریویو (لندن) بابت ماہ مارچ اپریل ۱۹۳۰ء

جناب خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام و متولی مسجد ووکنگ" (لندن) کی ذات گرامی اب کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں آپ جس قابلیت اور خلوص کے ساتھ بیس پچیس سال سے یورپ میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں اس کا اجر تو ان کو خدائے برتر کی بارگاہ سے ملیگا۔ مگر ہندوستانی مسلمانوں کو بھی آپ کی پوری طور سے قدر کرنی چاہئے مندرجہ ذیل مضمون بھی مولانا آنجناب ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے جس کو ہمارے عزیز اور مخلص دوست مولوی سید محمود حسن صاحب ایم اے (علیگ) وکیل ہڑانچ نے خاص "البلاغ" کے لئے "اسلامک ریویو" سے ترجمہ کرکے عنایت کیا ہے جسے ہم شکریہ کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور اپنے دوست سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ اسی طرح اپنے ذوق علمی اور ادبی کی وجہ سے برابر البلاغ کی اعانت فرماتے رہینگے۔ یہ مضمون بسیط اگرچہ کسی قدر طویل ہے مگر نہایت مفید اور کار آمد ہے اُمید کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں حضرات غور سے ملاحظہ فرما کر اس سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کرینگے (اڈیٹر) منقول از البلاغ

جناب مسیح علیہ السلام کی دُعا پر جتنا غور کیا جائے اُتنا ہی زیادہ دعا مانگنے والے کی اس سمت نظر کا معترف ہونا پڑتا ہے جس کا وجود خدا کے صرف ایک جلیل القدر پیغمبر ہی میں ممکن ہے دعا کے مذکور کے مطالعہ سے ثابت ہے کہ جناب مسیح کے نزدیک مخلوق میں ایسے مواد موجود ہیں۔ جن کے ذریعہ سے وہ خالق کے بعض اوصاف کا مظہر ہو سکتے عالم کائنات کے ہر شعبہ میں خوبصورتی شوکت و جلال نہایت سنجیدہ اور بلند انداز میں نمایاں ہے۔ جس میں کسی طرح حکمت یا کم مائیگی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ اور وہ قوت جو کل کائنات پر کارفرما ہے تمام اشیاء پر محیط اور اپنی قدرت کاملہ کا بھی اظہار کرتی رہتی ہے۔ اسی قوت کے ماتحت دنیا کی تمام چیزیں اپنے وصف کو آہستہ آہستہ ظاہر کرکے مقصد

تخلیق کو نُما کرتی ہیں، قدرت کے ہر مظاہرہ میں ایک نظم و نسق اور پابندی اصُول بھی موجود ہے، جس کی نگرانی کسی خاص قوت کے ذریعہ ہوتی ہے غور کرنے پر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس قوت کے کارفرمانے اِن حوادث سے احتیاط بھی کر رکھی ہے جو تکمیل میں سدِّراہ ہوں، اس مقام پر میں نے کارخانۂ قدرت کے صرف ان چند خصوصیت کا ذکر کیا ہے جن کا لحاظ انسان کیلئے بھی ضروری ہے چنانچہ قرآن کریم جب انسان کے سامنے خدا کو بطور نمونہ پیش کرتا ہے، تو ساتھ ہی ساتھ چند صفت الٰہیہ کو بھی ہمارے نقل کیلئے منتخب کر لیتا ہے۔ اور علوم حاضرہ نے محدود درجہ تک اُنکے حصول کے ذرائع بھی بتا دئیے ہیں +

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا متذکرہ بالا قابلِ قدر اصُول اس دینیات کے تحت میں پرورش پا سکتے تھے جو نسل انسانی میں کسی قسم کی ترقی کے بھی قائل نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ بعید مشکوک ہے۔ کہ دینیات مذکورہ کی معلم وہ عظیم الشان ہستیاں ہوں جن کی طرف انھیں منسوب کیا جاتا ہے، تاہم آج اُن کے اسماء گرامی ان تعلیمات کے ساتھ ملوث کئے جاتے ہیں، لیکن ہم ان بزرگوں کو مُصلحان صادق سمجھتے ہوئے ہرگز ایسے تباہ کن اصول کے مروّجان کو نہیں قرار دے سکتے۔ مشہور ہے کہ گوتم بدھ ہر شے میں تکلیف اور تباہی کے آثار اور ان سب کو انسان کے گناہوں کا نتیجہ خیال کرتے تھے۔ حسبِ روایات ان کے نزدیک نجات انسانی کی صرف ایک صورت تھی! اور وہ یہ کہ انسان جملہ نعمتِ خداوندی کو اپنی ذات پر حرام کر کے اپنے کو فنا کر دے، ممکن ہے۔ کہ اس اصول کو جو آج گوتم بدھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کوئی کاسہ لیس نفس کشی سے تعبیر کرنے کی کوشش کرے لیکن اس مذہب کے بڑے بڑے پیروں کا عمل گوتم بدھ کے اس اصول کو امُور دنیاوی سے کامل قطع تعلق کا مترادف بتاتا ہے۔ اسی طرح قدیم برہمن کسی شے میں "حقیقت" نہیں پاتے تھے ان کو ہر چیز ایک دھوکہ (مایا) نظر آتی تھی۔ حتّےٰ کہ انسان کو دُنیا میں ایک خود غلط شخصیت سمجھتے تھے اسی لئے وہ تیاگ (ترک دُنیا) کی تعلیم دیتے تھے، اور اسی کو حقیقت تک پہنچنے اور دوامی راحت حاصل کرنے کا ذریعہ خیال کرتے تھے . . . . ایک فقیر جو فرائض مذہبیت کے بارگراں سے سبکدوش ہو کر دنیا سے کنارہ کش ہو جاتا، اور تیاگ کر کے جنگل چلا جاتا وہی ہندو اصُول مذہب کے اعتبار سے انسانیت کا بہترین نمونہ ہوتا تھا۔ مجھے اس مقام پر ان بلند پرواز فلسفوں کے حُسن و قبح پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے لیکن ہمیں شبہ نہیں کہ ایسی تعلیمات انسان کے ان تمام قوٰی پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ جن سے وہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکے، ممکن ہے کہ تعلیمات مذکورہ سے تخیل کیلئے کافی سامان بہم ہوتا ہو، لیکن سچ پوچھئے تو سوا اس کے کہ دماغ ایک لاحاصل اور مضرت خیز مشغلہ میں مصروف ہو اُن سے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ ایسی تعلیمات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ ان کے معتقدین اپنے تمام

کار آمد قویٰ کو معطل کر کے مجبور محض بن بیٹھتے ہیں' قدیم ہندوستان میں یہ فلسفے رائج تھے' ان سے وہ ادب پیدا ہوا جو ممکن ہے کہ من حیث الادب دلفریب ہو' لیکن بلحاظ اس امر کے کہ اس نے اپنے معتقدین کو مادی ترقی سے بالکل بے بہرہ کر دیا' اور اس کے مضر نتائج سے انکار بھی نہیں ہو سکتا +

مغربی عیسائیت نے اس راہ میں ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس سے بھی بدتر مذہبی تعلیم دی' اور کر دیا کہ انسان کی پیدائش معصیت سے ہے' انسان مصائب کا ایک مجسمہ ہے' اور فطرتاً محاسن و مکارم اخلاق کی قابلیت ہی نہیں رکھتا انہی عقائد کا اثر تھا کہ قرون وسطیٰ کے عیسائی ممالک مادی ترقی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے' گیلوں اور اس کے ہمخیال عیسائی علماء اسی عیسائی تعلیم کے اثر سے کہتے تھے کہ انسان اس زمین کا اہل نہیں ہے' اور خدا کی مقدس نشستگاہ کو ناپاک کرتا ہے' ان کی آرزو تھی کہ اس وجود انسانی کو جو خدا کے نزدیک تمام قابل نفرت اشیاء کا مجموعہ ہے کوئی زبردست زلزلہ آکر فنا کر دے +

میں پھر وہی سوال کرتا ہوں کہ کیا عقاید بالا کا ایک معتقد کوئی روحانی یا مادی ترقی کر سکتا ہے' اگر گناہ قانون فطرت کی عدول حکمی کو کہتے ہیں' اور گناہ فطرت انسانی کا ایک جزو ہے' تو بلاشبہ ہم کسی قانون کے تعمیل کی قابلیت نہیں رکھتے' اور اس قسم کی ذہنیت کسی تہذیب و تمدن کی موجد نہیں ہو سکتی' پس جو شے زندگی میں ہمیں کامیاب بنا سکتی ہے' اور جس طریقہ عمل سے ہم مہذب و متمدن کیے جا سکتے ہیں۔ وہ صرف قانون فطرت کی اطاعت ہے' اور

اسلام

لغوی معنی میں قانون فطرت کی اطاعت کو کہتے ہیں' اس بنا پر جناب مسیح موجودہ عیسائی عقاید کے ہرگز ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ میرا یہ دعویٰ ذیل کی بحث سے بخوبی ثابت ہو گا' زمانہ حاضرہ عیسائیت کے بموجب خالق کائنات سرچشمہ محاسن بھی ہے' اور بندہ کا آسمانی باپ بھی' عربی مثل ہے الولد سر لابیہ بیٹے میں باپ کی خاصیتیں اچھی ہوں یا بری طبعاً موجود رہتی ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ماحول کے اثرات سے موروثی خاصیتیں بتمام و کمال بیٹے میں ظاہر نہ ہوں' تاہم ایک شریر آدمی کی اولاد میں خلقتاً باپ کی بدنفسی ضرور موجود ہو گی' خواہ وہ خوف عوام سے اس کو ظاہر نہ کرے' یا صحبت صالح اس کے دماغ کی اصلاح کر دے' لیکن اس کی فطرت وہی ہے' جو اسے اپنے باپ سے وراثتاً حاصل ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں انسان جس کی خلقت میں عیسائی تعلیم کے مطابق معصیت کا وجود پایا جاتا ہے' کیونکر آسمانی باپ سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لہذا انسان کے مجسمہ معصیت ہونے کا اعتقاد ایک طرف تو رکھ کر خداوند میں انتہائی بے ادبی ہے' اور دوسری جانب جناب مسیح کی ذات گرامی پر صریح افترا ہے' جنہوں نے

خدا تک رسائی کیلئے اپنے شاگردوں کو اس بلند مرتبہ دعا کی تعلیم دیکر ایک بے نظیر اصول پیش کیا۔ موجودہ عیسائی تعلیم کا پیدا کردہ گربیہ اور پست ہمت انسان خالق عالم سے دعا نہیں کر سکتا، کہ وہ اپنی حسن و شوکت والی مقدس اقلیم ایسے گنہگار انسان کے سپرد کر دے +

ممکن تھا کہ ہم ان عیسائی عقاید کو ہادی برحق جناب مسیح کی اصلی تعلیمات پر حاشیہ آرائی قرار دیکر نظر انداز کر دیتے لیکن نہایت افسوس ہے کہ تعلیمات مذکورہ کو حشو و زوائد کہنے کے بعد موجودہ انجیل کے بقیہ اوراق بھی مذہبی اور مفید تعلیم سے خالی نظر آتے ہیں۔ اگر الہام آلہی ان ضروری تعلیمات پر خاموش ہے اور عالم کائنات کے بے شمار و بے بہا خزائن سے بیخبر اور مستغنی اور انسان کو بھی ان خزائن قدرت کو بیکار محض سمجھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تو وہ الہام الہام نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی چیز بیکار نہیں ہے ہر چیز کا ایک[سلہ] مقصد ہے اور وہ مقصد ہمارے استعمال میں پنہاں ہے۔ عیسائی بیاض میں ان اوراق کو سادہ دیکھ کر ہمیں کہنا پڑتا ہے، کہ اگر خدا کے بھیجے ہوئے مذہب کے ذریعہ سے خالق کے فیض بخش مخلوقات کو ہم پہچان نہیں سکتے، تو ہم خیال کرنے پر مجبور ہیں کہ خالق کا یہ کل کارخانہ بے کار و بے سود ہے لیکن ایسا خیال کرنا اسکی قدرت و صنعت میں عیب جوئی کا مرادف ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ اور مخلوقات میں کوئی شے بھی بیکار نہیں ہے الہامات خداوندی کا خاص مقصد ہونا چاہیئے کہ اس کے نعمت سے انسان کو باخبر کر کے ان کو انسانی تصرف میں لانے کی تعلیم دیں۔ قرآن کریم کی حکمت آمیز زبان آیہ کریمہ اِنَّ[عہ] فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ الخ میں انسان کو لفظ بہ لفظ یہی تعلیم دیتی ہے +

بعض کا خیال ہے کہ مذہب کو امور دنیاوی سے کوئی سروکار نہیں ہے چنانچہ ان کا مقولہ ہے کہ مسیح کی حکومت اس دنیا کی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک مذہب کا مقصد صرف اس قدر ہے۔ کہ خالق کی سادہ طور پر عبادت کی جائے۔ اسکی تحمید و تمجید ہو۔ اس کے احسانات پر ہم شکر بھیجیں۔ اور اپنی نجات کے ذرائع دریافت کریں لیکن جب ہم مسیحی دعا پر غور کرتے ہیں اور مضمون دعا پر نظر ڈالتے ہیں تو ان تمام اقوال کی قطعی تردید ہوتی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ عبادت گذاری ہمارا فرض ہے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ خزائن قدرت اور نعمائے الہیہ کو معطل رکھ دینے سے ہمارے طریق پرستش پر عبادت کا صرف لفظی اطلاق باقی رہ جاتا ہے جو حقیقی معنوں میں عبادت نہیں ہے۔ چونکہ عبادت فرض ہے۔ اس لئے انسان میں عبادت کا مادہ

سلہ سورہ ص آیہ ۲۷ وخلقنا السماء.... باطلا عہ سورۂ آل عمران آیہ ۱۸۹ +

بھی فطرتاً موجود ہے لیکن یہ مادہ اکثر اُن اشیاء کی طرف بھی رجوع ہوا ہے جس میں معبودیت کی مطلق کوئی علامت نہیں، اولاد آدم سے لے کر پتھر تک مختلف مظاہر قدرت کو انسان نے وقتاً فوقتاً اپنا معبود قرار دیا ہے۔ خدا کے بندوں عبادت گزاروں کی طرح بت پرستی نے بھی انسان میں عبادت کے نہایت بلند خیالات کبھی کبھی پیدا کئے ہیں۔ اور بسا اوقات اُن دعاؤں نے جن کا مخاطب خود ساختہ اصنام کی طرف تھا معبود حقیقی کی پرستش کی طرح خلوص نیت اور آداب بندگی کا بھی بیحد لحاظ رکھا ہے۔ اب اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں کہ اسی مادہ عبادت نے جو معبود حقیقی کی بارگاہ میں کام آنے کے لئے ہم کو ودیعت ہوا تھا، انسان کو کس طور پر گمراہ کر دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض مادہ عبادت کا وجود اور اس کا کسی نوع پر استعمال کافی نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ انسان اس فطری مادہ کو صحیح رستہ پر قائم کر کے اس کا مقصد پورا کرے جو صرف احکم الحاکمین کی ہی عبادت گزاری میں ممکن ہے" +

اب میں اپنے اس قول کو بدلائل ثابت کروں گا، کہ نعمائے الٰہیہ سے بے خبر رہکر انسان صحیح معنوں میں عبادت نہیں کر سکتا۔ احسانات الٰہی سے بندہ جس قدر واقف ہو گا۔ اسی قدر انسان کا درجہ شکر گزاری بھی بڑھتا جائیگا لیکن عیسائی تعلیم انسان کو مجسمہ معصیت قرار دیکر ادائے شکر گزاری سے روکتی ہے، ہم خدا کا شکر اس بنا پر ادا نہیں کر سکتے ہیں، کہ اس نے ہمیں محض معصیت کے مشق کا آلہ کار بنایا ہے۔ اور ہمیں اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہم بدی کے ساتھ ایک مستقل جنگ میں مصروف رہیں، جو ہم کو آہستہ آہستہ ہلاک کر دے لیکن ہمارے سامنے جب لاکھوں چیزیں ایسی آتی ہیں جن میں سے ہر ایک ہمارے لئے بیحد مفید و کار آمد ہے، تو ہمارا دل بھی شکر سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اور کائنات کے بیش بہا اور غیر محدود خزائن کا علم جن کا ہر جزو ہماری بہبود و آسائش کے لئے وجود میں آیا، ہمارے درجہ تشکر کو اور بھی زیادہ بلند کر دیتا ہے" +

پس اگر الہامات خداوندی کا مقصد یہ تھا کہ بندہ خدائے تعالیٰ کی شکر گزاری کرے، جس کو اصطلاح میں عبادت کہتے ہیں تو وہ الہامات بالکل ناقص ہیں۔ اور قطعاً اپنا مقصد ادا نہیں کرتے، جو انسان کو ان مفید خزائن کے دریافت کرنے اور مصرف میں لانے کا حکم نہیں دیتے ہیں، روزانہ ہم کو مختلف حاجتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ جن کی تعداد امتداد زمانہ کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ اور ہم ان روز افزوں ضروریات کو رفع کرنے کرنے کیلئے نئے نئے ذرائع بھی تلاش کرتے ہیں، مگر جب ہم کو یہ معلوم ہو گا۔ کہ ضروریات مذکورہ کے رفع کرنے کا سامان پہلے ہی سے مہیا ہے۔ اور اس کو کارساز ازل نے محض اپنے رحم سے ہمارے دنیا میں آنے سے

ہزار ہا سال قبل پیدا کر دیا تھا، تو اس قادر مطلق کی جناب میں ہماری شکر گزاری کی کوئی انتہا نہ رہیگی +
علیٰ ہذا جب جسم کو غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ وہ دست قدرت ہر طرف اپنے کرشمات دکھا رہا ہے تو ہم اسکی تعظیم
اور زیادہ کرینگے" دنیا کی ہر چیز صدہا پوشیدہ خوبیوں کا ایک حیرت انگیز خزانہ ہے جن میں سے ہر ایک فلاح انسانی کی
تکمیل کیلئے وجود میں آیا ہے انسان کے مفید و کارآمد ہونے کا علم یقیناً احساس تشکر کو اور بھی لطیف کردیگا لیکن
اگر عبادت میں خدا کی عظمت و بزرگی کا احساس و اظہار بھی شامل ہے تب بھی۔ ایک جاہل انسان نعمت آلہیہ
سے بےخبر ہونے کے باعث کافی طور پر عبادت نہیں کر سکتا۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچتے
ہیں۔ کہ وہ الہام جو اس بارے میں خاموش رہ کر انسان کو نعمت آلہیکے دریافت کرنے کی تعلیم
نہیں دیتا اپنا حقیقی مقصد بھی پورا نہیں کر رہا ہے الہام کا مقصد صرف اسی طور پر پورا ہوتا ہے کہ
وہ انسان کو حصول علوم کی تعلیم دے" +

انسان کے لئے ایک اخلاقی قانون بھی نہایت ضروری شئے ہے اور ہر مذہب کچھ نہ کچھ اصول اخلاقیات
سکھاتا ہے لیکن ہم ثابت کرینگے۔ کہ وہ سب ناقص ہیں اگر ہمارے پاس چند محدود اشیاء بھی ہیں تب بھی
ان کے تحفظ اور اغیار کے حرص و آز سے بچنے اور اپنے طمع نفس کو روکنے کیلئے ایک اخلاقی قانون درکار
ہے۔ طمع نفس کے روکنے کی ضرورت اس حالت میں پڑتی ہے۔ جبکہ دوسروں کے پاس وہ چیزیں ہوتی ہیں جن کے
ہم بھی خواہشمند ہیں لیکن کسی سبب سے اُن کو ہم خود حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا کسی اخلاقی قانون کے تدوین
کیلئے لازمی ہے۔ کہ کچھ کارآمد اور مفید اشیاء پہلے سے موجود ہوں، لیکن اگر ہماری مملوکات بہت محدود ہیں۔ تو
کسی منظم قانون کی ضرورت نہیں، صرف چند عام قواعد جیسے انجیل کے احکام عشرہ (Ten Comm-
mandments) میں درج ہیں سوسائٹی میں قیام امن و نظم کیلئے کافی ہونگے جس کا لازمی نتیجہ یہ
ہوگا۔ کہ ہمارے تمام اخلاقی اور روحانی قوی معطل رہینگے، لیکن بلاشبہ قادر مطلق کا ہرگز یہ مقصد نہیں۔ اگر
ہمارے قوی معطل اور ہم قدرت کے بیشمار خزائن سے بےبہرہ ہیں تو تخلیق انسانی کا مقصد نہیں حاصل ہوتا
لہٰذا وہ مذہب | جو اپنے پیروؤں کو خزائن قدرت کے استعمال کا طریقہ نہیں بتاتا مکمل مذہب ہونے کا
دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس جگہ یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ قدرت نے ہماری ضروریات کی تمام چیزوں کو
پیدا کر دیا ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ان کے برتنے کا طریقہ دریافت کریں، قدرت کی ذمہ داری اشیائے
مذکورہ کو پیدا کر دینے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے اور علوم موجودہ کی تاریخ اس خیال

کی تردید کرتی ہے۔ خدا کی نعمات ہزار ہا سال تک بیکار اور ان کے فوائد معطل پڑے رہے حتیٰ کہ خدا کے آخری کلام قرآن کریم نے خزائن قدرت کو اپنے مصرف میں لانے کی ہم کو تعلیم دی[1]، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس تعلیم ربانی کے نازل ہونے سے قبل انسان اپنی جہالت کی وجہ سے بالکل اُلٹے راستہ پر جا رہا تھا اور بجائے اس کے کہ مظاہر قدرت کو اپنا مطیع کر کے مصرف میں لائے اور اُن سے فائدہ اُٹھائے انسان نے ان میں سے بعض کو مرتبہ عبودیت دے کر خود کو ان کا فرمانبردار بنا رکھا تھا اور باوجودیکہ مظاہر قدرت کے خادم ہونے کی حیثیت بدستور قائم تھی لیکن ہم ان کے خدمات کو محض احسان بزرگانہ سمجھ کر اُن کی پرستش اور بھی زیادہ کرتے تھے، نوکر گھر کا مالک بن بیٹھا تھا، اور آقا نے اپنے کو غلام بنا رکھا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض نعمت الٰہیہ کی تخلیق مقصد عبادت کے لئے کافی نہیں بلکہ بسا اوقات برعکس نتائج بھی پیدا کرتی ہے۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ الہام الٰہی خزائن قدرت کے دریافت کرنے کی بھی تعلیم دے۔ تاریخ بتاتی ہے، کہ باوجودیکہ خزائن قدرت ازل سے موجود ہیں اور انسان کو اُن کے استعمال کے علوم حاصل کرنے کا موقعہ بھی تھا۔ تاہم انسان اپنے کو مخلوقات کا خادم سمجھ کر ایک خلاف فطرت صورت میں مدت دراز تک مبتلا رہا اور کسی طرح اپنی اصلاح نہ کر سکا، بالآخر **قرآن کریم** نے نازل ہو کر انسان کی آنکھیں کھول دیں اور اعلان کر دیا کہ یہ مخلوقات جن کو تم اپنی جہالت کی وجہ سے اپنا آقا اور معبود سمجھتے ہو در اصل تمہارے ماتحت اور غلام ہیں، اور تم اُن کے مالک اور آقا، صرف یہی نہیں بلکہ **کتاب مبین** نے ایک قدم آگے بڑھ کر ارشاد فرمایا کہ مخلوقات[2] میں کوئی شے بیہود نہیں اور ہر ایک کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ انسان کیلئے مفید و کارآمد ہو، اس اعلان ربانی نے ہمارے تمام سوئے ہوئے قویٰ کو بیدار کر کے بہت تھوڑے عرصہ میں تہذیب و تمدن کی تاریخ میں وہ زبردست انقلاب پیدا کر دیا جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی، **الہامات قرآنیہ** کے ماتحت مسلمانوں نے موجودہ علوم و فنون کی بنیاد ڈالی، جس کی عمارت روز بروز مستحکم اور شاندار ہو رہی ہے۔

لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو کہ یہی علوم و فنون انسانی امن و بہبود کے لئے خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں، اگر مادی ترقی کی ضروریات کے لحاظ سے ایک ایسا اخلاقی اور روحانی قانون نافذ نہ کیا جائے جو نشیب و فراز پر نظر رکھتے ہوئے علوم و فنون کے استعمال میں ایک اعتدال قائم رکھے، مغربی تہذیب کی موجودہ شرمناک صورت سے اس مقولہ کی صحت بخوبی واضح ہو جاتی ہے، آج خدا کی نعمتوں کا ایک مصرف یہ بھی ہے،

---

[1] ملاحظہ ہو سورہ جاثیہ آیہ ۱۲-۱۳، اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک بامرہ [2] سورہ ص آیہ ۲۷ وما خلقنا السماء و ... باطلا

کہ اُن کے ذریعہ سے دوسری نعمتیں ہلاک کر دی جاتی ہیں، تمول نے قوائے اخلاقیہ کو کمزور کر رکھا ہے۔ اور آج انسان چمنستان عالم میں سیر کرتے وقت ایک درندے کی طرح اخلاقی روشوں کو پامال کرتا جاتا ہے۔ الہام ربانی کی وسیع اور جامع نظر نے اس اندیشہ ناک مرض پر غور کر کے پہلے ہی سے اس کا علاج بھی تجویز کر دیا اور وہ علاج یہ تھا۔ کہ ہماری مادی ترقیاں ایک سخت اخلاقی قانون کے ماتحت فروغ پائیں، تاکہ ہم اعتدال سے تجاوز نہ کر سکیں، یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں بھی قرآن مجید خزائن قدرت کو اپنے مصرف میں لانے کی ہم کو تعلیم دیتا ہے۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ مکارم اخلاق اور اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دلاتا رہتا ہے، قرآن مجید نے اپنی مختصر عبارت (ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنھار الخ) کے کوزہ میں مادی ترقی کا دریا بند کر دیا ہے، اور بلاشبہ الہام خداوندی کا یہ حکمت آفرین جزو اقلیم علوم و فنون کی ہدایت کے لئے قیامت تک آفتاب کا کام دیگا، آیہ کریمہ کی صداقت بھری تعلیم پر ادنےٰ عمل بھی انسان کو ارتقائے مادی کے اعلےٰ منازل تک پہنچا دیگا، سہولت کے لئے ہم آیہ کریمہ کا ترجمہ پیش کرتے ہیں "یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہمارے رب تو نے اسے بیفائدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کرے یقیناً اس کو تو نے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے"۔

قرآن کریم کے اس حکمت آمیز اصول کے مطابق اگر انسان تعلیم قرآنی کے دوش بدوش دُنیائے علم و فن میں قدم رکھے تو یقیناً صحیح اور حقیقی معنوں میں وہ حکومت خداوندی جس کی جناب مسیح نے دعا مانگی تھی، اس دُنیا کی سرزمین پر پھر قائم ہو سکتی ہے، +

(باقی دارد)

تہذیب بوسیدہ

از قلم الحاج خواجہ کمال الدین صاحب

تہذیب جدید اگرچہ منزل مقصود سے ہنوز بہت پیچھے ہے لیکن برابر ترقی کر رہی ہے۔ بعض عناصر فطرت بھی انسان کے حیطۂ اقتدار میں آ گئے ہیں۔ اور کسی حد تک عناصر اربعہ پر اسکی حکومت قائم ہو گئی ہے۔ برق بھی اسکی خادم بن گئی ہے۔ اور وہ دن نزدیک ہے جبکہ سیارے بھی اس کے خادم بن جائینگے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے :-

"وسخر لكم الّيل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره"

یعنی اس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے۔ اور ستارے بھی اسی کے حکم سے تمہارے محکوم بنائے گئے ہیں۔ سورۃ النحل آیت ۱۲ +

لیکن یہ ترقی ہی خطرہ میں ہے کیونکہ اس کی بانی سیاسی مغربی دنیا ہے جو مختلف امراض کا شکار ہے۔ اور اسکی تہذیب بھی بوسیدہ اور ناقص ہے۔ اور یہ وہ حالت ہے جسکی بدولت اجسام انسانی کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اور بہت جلد ایسی طبعی کمزوری لاحق حال ہو جائیگی کہ آئندہ ترقی کی استعداد بنی نوع آدم میں مطلق باقی نہ رہیگی۔ اگر تندرست جسم کی وجہ سے تندرست دماغ کا وجود ممکن ہے تو تندرست جسم محض اخلاقی درستی پر منحصر ہے صورت حال یہ ہے۔ آجکل مغرب میں تہذیب کے علمبردار اخلاقی برائیوں کے مرتکب بنے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے دو یا تین نسلوں کے بعد جسمانی طور پر نسل انسانی بالکل تباہ اور برباد ہو جائیگی۔ اور ترقی بند ہو جائیگی مثال کے طور تناسلی امراض ہی کو لے لیجئے جنہوں نے ہماری نسل پر آفت ڈھا رکھی ہے۔*

* نیویارک کے متعلق مسٹر فلڈ دائی رقمطراز ہیں "خود پادری ڈاکٹر ہومز کے وطن میں جذبۂ جنسی کو ضبط کرنے یا مؤثر مذہبی قیود نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ملک میں ہر روز پچاس لاکھ مرتبہ فعل زنا وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور ۹۰ فیصدی طوائفیں امراض تناسلی میں گرفتار ہیں۔ حالانکہ امریکہ کا قانون ملکی ان معاملات میں نہایت سخت ہے۔ اور زناکاری کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ صرف نیویارک میں ہر سال دو لاکھ پچیس ہزار حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور پچیس لاکھ مریض صرف آتشک میں مبتلا ہو کر علاج کرانے جاتے ہیں۔ اور پندرہ لاکھ سالانہ حمل ساقط کئے جاتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار اگرچہ نہایت حیرت انگیز ہیں۔ لیکن ہیں صحیح کیونکہ جنسی ذرائع کی حالت ایسی ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے عورت اور مرد کو آزادی دے دینے کا اور ان قیود کے اٹھا لینے کا جو انسانوں کو ان عیوب سے باز رکھ سکتی ہیں۔ جون ۱۹۲۹ء میں مسٹر ویلن پولیس کمشنر نیویارک نے اپنی سالانہ رپورٹ میں

مغربی ممالک میں تو پہلے ہی سے شرح پیدائش میں معتدبہ کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور جو لوگ آئندہ پیدا ہونگے۔ وہ ناقص الخلقت اور کمزور ہونگے۔ لہٰذا جلد صفحۂ ہستی سے مٹ جائینگے۔

اطبا نے اس مصیبت کا علاج پچکاری لگانا تجویز کیا ہے۔ ممکن ہے۔ اس فعل سے کامیابی حاصل ہو جائے اور سائنس انسانی امراض پر غالب آ جائے لیکن اس فعل سے آئندہ چل کر نئی خرابیوں کا احتمال ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا جسمانی کفارہ ہو جائیگا۔ اور اخلاقی امراض کیلئے بھی اسی قدر مضرت رساں ہوگا جسقدر روحانی کفارہ جو کلیسیائے مغرب نے تجویز کیا +

اس دنیا میں سزا کا خوف لوگوں کو برائیوں سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ قانون عدالت اور معاد کا اثر اسی بناء پر ہوتا ہے۔ اور یہ تینوں باتیں انسان کو برائی سے روکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مغربی تمدن نے بہت سی اخلاقی برائیوں کو جرائم کی فہرست سے خارج کر دیا ہے جس کی وجہ سے تمدن کی بنیادیں ہل جائینگی۔ کفارہ کے عقیدہ نے اہل مغرب کے دلوں سے آئندہ سزا کا خیال زائل کر دیا۔ اگر مغربی ممالک مشرقی ممالک سے عیاشی اور بدکاری میں بڑھ گئے ہیں۔ تو اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ کفارہ کے عقیدہ نے لوگوں کو گناہ مصر کر دیا ہے۔ فطرت کیطرف سے بیماری کی شکل میں سزا کے نزول کے خوف نے لوگوں کو علاج معالجہ کی طرف مائل کیا تاکہ مجرمین امراض کا شکار ہونے سے بچے رہیں کہ امراض کا علاج ہو جانے سے لوگ بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر خوب دل کھول کر عیاشی میں مصروف ہوتے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ انسانی خون تباہ ہونے سے بچایا جائے لیکن پچکاری کے ذریعہ سے دوا پہنچانے کا انتظام ہے۔ تو لوگ خواہ مخواہ عیاشی کی طرف مائل ہونگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جسمانی حالت خراب ہوتی چلی جائیگی۔ اور اسکی بدولت بہت سے امراض پیدا ہونگے اور انہیں سے ایک مرض قبل از وقت ضعیفی بھی ہے۔ لہٰذا ہم اخلاقی "انجکشن" کی فکر کیوں نہ کریں؟ تاکہ جسمانی انجکشن لگانے کی ضرورت ہی لاحق نہ ہو؟

لیکن تناسلی بدکاری کے علاوہ اور بہت سی برائیاں بھی ہیں جو سوسائٹی کے نظام کو برباد کئے ڈالتی ہیں اور مہذب اقوام کو گھن کی طرح کھائے جاتی ہیں۔ ان اقوام نے زہریلی گیسیں ایجاد کی ہیں۔ اور نار رستیق۔ تاکہ اپنے دشمنوں کو تباہ کریں۔ اور انکے علاوہ آتشک سل اور دق بھی یہی نتائج پیدا کر رہی ہیں۔ زناکاری کا بازار گرم ہے۔ اسکے علاوہ شراب خوری قمار بازی فریب دہی شریفانہ قزاقی ان میں جنس لطیف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۱ - میں بیان کیا کہ امریکہ میں ہر سال جرائم کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ پرانے چکلوں اور عیاشی کے اڈوں کا صفایا کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ وہ سب پولیس کے علم میں ہیں لیکن دقت تو یہ ہے کہ آج صرف نیویارک میں ...۲۰ تماشا گاہیں ہیں۔ جو در اصل حرامکاری اور سٹہ بازی کا مرکز ہیں۔ اور ان کی شعبدہ گاہیں برساتی کیڑوں کی طرح زمین میں سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور صبح ہوتے ہی پھر غائب۔ پولیس اس جرم کے انسداد سے قاصر ہے +

کے افراد بھی شامل ہیں۔ حبشیوں پر تشدّد، قتل و غارت، لوٹ مار، نسلی تعصبات، سُود خوری، سرمایہ داری جس کا
مقصد یہ ہے کہ بیچارے مزدوروں کو اُن کے حقوق سے محروم کیا جائے، اور سب سے بڑھ کر غیر اقوام پر دست تعدی دراز کرنا وغیرہ
وغیرہ۔ بچوں کا بزرگوں کے ساتھ گستاخی کرنا اور جملہ اخلاقی اور تمدّنی قیود کا بالائے طاق رکھ دینا ہمارے
زمانہ کا طغرائے امتیازی ہے۔ لوگوں نے آجکل آوارگی کو آزادی سمجھ رکھا ہے۔ یہ حالات بیحد خوفناک ہیں اور
اُن کو دیکھ کر آئندہ کے متعلق کوئی خوشگوار رائے نہیں کی جا سکتی۔ مغربی دُنیا کے بہت شہروں کا وہی حال ہونے والا ہے
جو پمپی آئی کا ہُوا۔ چنانچہ امریکہ کا مشہور اخبار "نشانات وقت" لکھتا ہے۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارا حشر وہی ہوگا
جو رُومی اور دیگر اقوام کا ہُوا۔ جن کی شہوت پرستی اور عیاشی اس درجہ بڑھ گئی تھی۔ کہ آخر کار اسی کی بدولت وہ
لوگ شراب، عورتوں اور موسیقی سمیت، دوزخ میں جا گرے اور آج اُن کا نام و نشان بھی نہیں ملتا" +

سوال یہ ہے کہ کیا ایسی حالت قابل قدر ہے؟ افسوس تو اس بات کا ہے کہ جو لوگ موجودہ حالات پر غور کر رہے ہیں
وہی اپنے افعال سے صورت حال کو بد سے بدتر بنا رہے ہیں۔ جب اس دُنیا ہی میں عذاب الٰہی ہم پر مسلط ہو رہا ہے
تو ہمیں مرنے کے بعد عذاب کی کیا فکر ہو سکتی ہے؟ بداخلاقی تو بمنزلہ ایک پھوڑے کے ہے۔ جس کی وجہ سے
سارا جسم سڑ کر برباد ہو جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس بیماری کا علاج کہاں ہے؟ مادی تہذیب تو اس مرض کا
ازالہ کرنے سے بالکل قاصر ہے۔ اور یہی حال مسیحیت کا ہے۔ تہذیب اور مسیحیت کے ممالک تو ان امراض کو پیدا کرتے ہیں۔ اور ان
جرائم کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ ہر سال اپنے فارن مشن پر کروڑوں روپیہ خرچ کرتا ہے۔ اور یہ مشن ہر سال
سینکڑوں پادری مختلف ممالک میں بھیجتا ہے۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ
یہ لوگ خود اخلاق سے کورے ہوتے ہیں۔ مسیحیت امتحان کی کسوٹی پر آزمائی گئی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ناکام ہے۔ جہاں کہیں اس
مذہب کا گذر ہُوا۔ شراب خوری اور قمار بازی، عیاشی اور زناکاری یہ چاروں اُس کے ساتھ ساتھ پہنچی ہیں +

اس معاملہ میں مختلف مذاہب نے جو تعلیم دی ہے اس کا باہمی موازنہ چنداں سُود مند نہیں۔ کیونکہ درخت اپنے
پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ مشرق مغرب سے پاکیزہ تر ہے اور مشرقی اقوام میں سے مسلمان پاکیزہ تر ہیں اور پاکیزہ تر زندگی
بسر کرتے ہیں۔ اور یہ محض زبانی دعویٰ نہیں ہے۔ اعداد و شمار سے اس کی تائید ہو سکتی ہے۔ بلاشک بیرونی اقتصادی دباؤ
کی وجہ سے ہم لوگ مالی طور پر کمزور ہو گئے ہیں لیکن اخلاقی طور پر ہنوز کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اور اسی کی بدولت
ہمیں یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن کامیابی حاصل ہو کر رہے گی صرف بیداری کی ضرورت ہے۔ اگرچہ مسلمان زیادہ تر
گرم ممالک میں آباد ہیں لیکن تناسلی امراض میں گرفتار نہیں ہیں۔ اور اگرچہ مالدار نہیں ہیں تاہم اسلامی ممالک

میں اس قدر بیکاری نہیں ہے جس قدر مغربی ممالک میں۔ اور یہ بات کہ باپ روٹیوں کو محتاج ہو اور بیٹا موٹر میں سوار ہو اسلامی ممالک میں ڈھونڈے نہیں مل سکتی۔ اسلام ہر آدمی کو انسان بنا دیتا ہے +

اس کا حقیقی سبب معلوم کرنا چنداں دشوار نہیں ہے۔ اسلام ایک قابل عمل مذہب ہے۔ اور اسکے عملی اصولوں کی بدولت یہ خوشگوار نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن مجید ناقابل عمل اخلاقی اصولوں کی کتاب نہیں ہے جس میں محض خیال آرائی کی گئی ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ دوسرے مذاہب نے بھی اخلاقی تعلیمات دی ہیں لیکن اسلامی کتب اور تعلیمات نبوی میں ایک شان امتیازی پائی جاتی ہے۔ قرآن و حدیث میں فلسفۂ اخلاق کے محض اصول ہی بیان نہیں کیے گئے ہیں۔ اور نہ غیر مربوط طریق پر اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ بلکہ علم تشریح الاعضا کے لیکچرار کی طرح اسلام نے ہر برائی کا پتہ لگا کر اس کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ معاملہ میں غور و فکر کی ہے۔ اور ہر برائی کی تشخیص کی ہے۔ اور اس کے دفعیہ کی صورتیں بتائی ہیں۔ ایک معترض ممکن ہے اس بیان میں کچھ شک کرے۔ لیکن اُسے چاہیئے کہ صورت حالات کا موازنہ کر کے اُن کے اسباب کا پتہ لگائے۔ تہذیب بھی ناکام رہی ہے اور مسیحیت اور دیگر مذاہب کا بھی یہی حشر ہوا ہے۔ اسلام بھی ایک مذہب ہے لیکن کامیاب ہے اس کے مالہٗ و ماعلیہ کو جاننے کیلئے اس کی تعلیمات پر غور کرنا چاہیئے جو قابل عمل بھی اور لائق قبول بھی۔ میں اس جگہ چند قرآنی آیات نقل کئے دیتا ہوں جن کو امور مندرجہ بالا پر روشنی پڑتی ہے۔ دوسرے مذاہب نے بھی ان برائیوں کا ذکر کیا ہے لیکن اسلام نے انہیں ہر ایک پر کافی توجہ دی ہے۔ الکتاب نے کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی۔ جو انسانی اخلاق کیلئے کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہو۔ کیونکہ سوال یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں عربوں کی اخلاقی حالت اس درجہ خراب تھی۔ کہ دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ کس قوت نے انھیں از سر نو زندگی عطا کی؟ کس تعلیم کی بدولت وہ تمام برائیوں سے تائب ہو گئے؟

اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ میں اقتصادی طور پر کمزور ہو گیا ہے لیکن اس کامیابی پر ہنوز نازاں ہے +

قتل :- یا یھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ....

ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون (۲ : ۱۷۸ و ۱۷۹) اے ایمان والو! قتل کے معاملہ میں قصاص لینا فرض قرار دیا گیا ہے ... اور قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اے سمجھ رکھنے والو! تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو +

عیوبِ جنسی :- ناپاکی کے لحاظ سے قتل کے بعد دوسری برائی زناکاری ہے۔ کیونکہ اسکی جا بجا پر خانگی

خوشیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اگرچہ موجودہ زمانہ میں عیاشی نے مغربی لوگوں کے اندر حاسۂ اخلاق کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ لیکن جلد یا بدیر یہ خیالات ختم ہونے ضرور ہیں۔ جب میں مہذب دنیا میں زنا کاری کی کثرت کے حالات پڑھتا ہوں تو مجھے خیال ہوتا ہے اس کا دفعیہ صرف اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے ممکن ہے۔ قرآن فرماتا ہے:۔ ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (۱۷: ۳۲) اور زنا کے پاس بھی مت جاؤ کیونکہ وہ ایک کھلی ہوئی بےحیائی ہے اور بُرا طریق ہے +

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ۚ ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین ۝ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المومنین ۝ ترجمہ زانیہ اور زانی دونوں کے سو سو کوڑے لگاؤ۔ اور اللہ کے دین میں کسی قسم کی مہربانی کو حائل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہئے کہ مومنین کی ایک جماعت ان کی سزا کا مشاہدہ کرے زانی سوائے زانیہ یا مشرکہ کے اور کسی کے ساتھ شادی نہیں کریگا۔ اور زانیہ سوائے زانی یا مشرک کے اور کسی کے ساتھ شادی نہیں کریگی، کیونکہ یہ بات مومنوں کے لئے حرام ہے + ($\frac{۲۴}{۲-۳}$) قرآنی تعلیمات کے ماتحت ہر عورت پر یہ اقرار فرض ہے، جیسا کہ نبی کریمؐ کے زمانہ میں دستور تھا کہ میں نہ چوری کرونگی نہ زنا کاری نہ اپنے بچوں کو قتل کرونگی اور نہ طوفان لاؤنگی باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں ($\frac{۶۰}{۱۲}$)

تیرہ سو سال کا زیادہ ہوئے جبکہ قرآن مجید نے عورتوں کے لئے یہ اقرار تجویز کیا تھا۔ اور آج بھی یہ اقرار بجنسہٖ برقرار ہے۔ اور خصوصاً مغربی عورتوں کے لئے اس کا وجود نہایت نافع ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ کی عرب عورتوں کے بچے کیونکہ آج مہذب مغربی ممالک میں یہ رواج ہے کہ ناجائز تعلقات سے جو حمل قرار پاتے ہیں تو بچے شکم مادری میں ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ضبط ولادت کے رنگ میں جو اطفال کشی عمل میں آتی ہے۔ وہ تو آجکل کا فیشن سمجھا جاتا ہے، اسی جرم کی طرف اور اسی کے روکنے کیلئے قرآن مجید نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا $\frac{۱۷}{۳۱}$ اور مفلسی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم روزی دیتے ہیں۔ اُن کو اور تم کو بیشک اُن کا مارنا بڑی غلطی ہے کتاب مقدس میں بغیر نکاح کئے عورتوں کو رکھنے کے اصول کی بھی بڑی مذمت کی گئی ہے۔

اور عارضی یا امتحانی شادیوں کی سخت ممانعت کی گئی ہے (۵/۲۴)

قماربازی اور شراب خوری :۔ اے ایمان والو مسکرات اور قمار بازی (پتھروں پر قربانی چڑھانا اور تیروں کے ذریعہ سے تقسیم کرنا یہ سب ناپاکی کی باتیں ہیں اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان چاہتا ہے کہ مسکرات اور قمار بازی کی بدولت تمہارے اندر نفاق پیدا کرے اور ذکر الٰہی سے باز رکھے پس کیا تم محتاط رہو گے؟

فریب دہی :۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (۲/۱۸۸) اور دغا بازی سے اپنی جائدادوں کو آپس میں مت ہڑپ کر جاؤ +

جنگ و جدال :۔ اگر حفاظت خود اختیاری کا موقعہ آجائے تاکہ اغیار کے ظلم سے حفاظت ہو سکے تو موقع کے مطابق جنگ کرنا صرف حفاظت خود اختیاری کی حد تک ایک یقینی اور لابدی امر ہے جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مسیح کا شاہزادہ انسانیت کا معلم ہو کر آیا تھا لیکن وہ صلح لے کر نہیں آیا بلکہ آگ اور تلوار بھیجنے کیلئے آیا تھا اگر اسکے بس کی بات ہوتی تو وہ ایسا ہی کر دکھاتا تھا۔ اس نے اپنے شاگردوں سے ہتھیار خریدنے کیلئے ضرور کہا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اسے کوئی مناسب موقعہ ہتھیار چلانے کا نہ ملا۔ اس نے جنگی قانون کی تدوین آئندہ نسلوں کیلئے چھوڑ دی اور اسکے متبعین نے اس معاملہ میں بدترین مثالیں قائم کر دیں +

دنیادار اور مذہبی دونوں طبقوں نے خون کی ہولیاں کھیلی ہیں اور آج بھی اسی کھیل میں مصروف ہیں مختصر یہ کہ انسان کو جنگی دستور العمل کی سخت ضرورت تھی۔ ایک جنگجو نبی کی ضرورت تھی۔ جو جنگ و جدل کے داؤ سکھائے یسوع صاحب کے مبہم الفاظ مذکورہ بالا نے دنیا میں بڑا تصادم برپا کیا ہے۔ نبی اسرائیل رامچندر اور کرشن ان سبھوں نے اپنے دشمنوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ اور مخالف کے کیمپ میں انھوں نے شہری اور جنگی میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی +

ہمارے زمانہ میں ہیگ ٹریبونل نے صورت حال میں اصلاح کی کوشش کی تھی لیکن جنگ عظیم نے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ کیونکہ اس ٹریبونل کے فیصلہ کا لوگوں پر کسی الہامی نوشتہ کی طرح اثر نہیں تھا۔ جو وہ اسکے آگے سر تسلیم خم کرتے +

آنحضرت صلعم دنیائے مذہب میں آخری نبی ہیں آپ خدا کی طرف سے آخری پیغام لے کر آئے۔ اور اگر آپکے زمانہ میں شمشیر کو بے نیام کرنے کا موقعہ پیدا نہ ہوتا تو جو دستور العمل آپ خدا کی طرف سے لائے تھے وہ ناقص رہ جاتا۔ وہ موقع آیا۔

اور یہی وجہ ہے دستور العمل کمل ہوگیا۔ یہ مضمون ایک مستقل باب کا محتاج ہے میں آئندہ اس پر تفصیلی تبصرہ پر قلم کرونگا۔ اس جگہ میں آیات قرآنی اور سنتِ نبوی سے جو اصول مرتب ہو سکتے ہیں ان کو درج کئے دیتا ہوں:۔

(۱) مسلمانوں کو صرف اُن سے لڑنا چاہئے۔ جو ان کے خلاف جنگ آزما ہوں۔ اور کسی حال میں جنگ کی حدود سے تجاوز نہ کریں یعنی بدرجہ مجبوری ہتھیار اُٹھائیں +

جنگ وجدل اسلام میں جائز ہے مگر محض مدافعانہ رنگ میں۔ جارحانہ پیشقدمی کی اجازت نہیں۔ یورپ کی بعض مسیحی اقوام کی جنگیں اپنی نوعیت کے لحاظ سے اسلامی نہیں ہیں۔ بلکہ یہودی ہیں۔ دونوں میں حسب ذیل موازنہ ہو سکتا ہے، یہودی جنگیں قلع قمع کرنے کیلئے کی جاتی تھیں۔ اور رامچندر کرشن وغیرہ بھی اسی نیت سے لڑتے لیکن اسلامی جنگوں کا مقصد انسانوں کو تباہ کرنا نہ تھا بلکہ صرف اغیار کے مقابلہ میں اپنی جانوں کی حفاظت کرنا +

ذیل میں چند آیات نقل کرتا ہوں جن سے اس بنیادی اصول پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین و اقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذلک جزآء الکافرین ٭ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ٭ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین (۲: ۱۹۰ تا ۱۹۳) ترجمہ۔ یعنی مارو اُن کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو اُن کو جہاں سے انھوں نے تمہیں نکالا۔ اور دین سے بہکانا قتل کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ اور نہ لڑو اُن سے مسجد الحرام کے پاس جب تک وہ تم سے نہ لڑیں اس جگہ، پھر اگر وہ لڑیں تو اُن کو مارو یہی سزا ہے منکروں کی۔ پھر اگر وہ باز آئیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور لڑو اُن سے جب تک نہ باقی رہے فساد اور حکم ہو جائے محض اللہ کا۔ پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر (سورہ بقر آیات ۱۹۰ تا ۱۹۳)

تعصبت نسلی:۔ جمہوریت کے بانی مبانی یعنی آنحضرت صلعم نے آخری حج کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا جسکے کچھ عرصہ بعد آپ نے اس دُنیا سے رحلت فرمائی۔ اسمیں تعصبت نسلی کو پورے طور سے مٹادیا۔ فرماتے ہیں۔ میں نے زمانۂ قدیم کی امارت کو پامال کردیا۔ عربوں کو غیر عربوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اور غیر عربوں کو عربوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ سب انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ واضح ہو کہ اس زمانہ میں عرب لوگ اپنی ذات پر موجودہ مغربی اقوام سے کہیں زیادہ فخر کرتے تھے لیکن مساوات بین الناس کے اس زبردست وکیل نے تمام

تعصبِ قومی اور امتیازاتِ نسلی کا قلع قمع کر دیا۔ اور مساوات کا اصول دنیا میں قائم کر دیا۔ اب دنیا میں عالمگیریت رو بہ ترقی ہے۔ اور جلد وہ زمانہ آ جائیگا۔ جب کہ آنحضرت صلعم کا مشن اس معاملہ میں درجۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ قرآن مجید نے اس مساوات کا مختلف موقعوں پر تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کان الناس اُمّۃً واحدۃً (۲: ۲۱۳) تمام لوگ ایک ہی گروہ ہیں +

اِنَّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتآیٔ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (۱۶: ۹۰)۔ اللہ انصاف کرنے اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور فحش اور بری باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ تاکہ تم دھیان دو +

لیکن اس موضوع پر قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ سب لوگ خدا کے گھرانے کے افراد ہیں۔ خواہ وہ کالے ہوں یا گورے +

بیکاری:۔ یہ تو تہذیب جدید کی مخصوص لعنتوں میں سے ہے۔ اور سرمایہ اور مزدوری کے مابین جنگ کا لازمی نتیجہ ہے یہ دونوں افراط پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اس مسئلہ کا حل نہ تو اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انفرادی آمدنی کو قومیت کا رنگ دیا جائے۔ اور نہ اس طرح کہ سرمایہ دار مزدور کا خون چوسے۔ در اصل دولت کی غیر مساویانہ تقسیم ہی اس تمام خرابی کی ذمہ دار ہے۔ اور دولت کی مساویانہ تقسیم ممکن العمل نہیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے قوتِ عمل مردہ ہو جائیگی۔ ہر شخص کو زندگی بسر کرنے کیلئے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اور دنیا میں ایسے بد قسمت لوگ بھی ہمیشہ پائے جائینگے۔ جو ایسے حالات کی بدولت مفلس ہو جاتے ہیں۔ جن پر انھیں مطلق قابو نہیں ہوتا۔ بعض اوقات وہ معذور ہو جاتے ہیں۔ اور صرف زکوٰۃ ہی اُن کی امداد کر سکتی ہے۔ اسلام ہمیشہ بیکاری کی لعنت سے پاک رہا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے اس معاملہ میں زرین اصول بیان فرما دیا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے۔ کہ دوسروں کے واجبات پورے پورے ادا کرو۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو مزدور کو اس کی اجرت سے کچھ زیادہ دو۔ اور اجنبی لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرو۔ جیسا تم اپنوں کے ساتھ کرتے ہو۔ اس موضوع پر آئندہ تفصیل کے ساتھ لکھوں گا +

سود خوری:۔ الذین یاکلون الربوٰا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس، ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوٰا واحل اللہ البیع وحرم الربوٰا فمن جآءہ موعظۃ من ربہ فانتھیٰ فلہٗ ما سلف وامرہٗ الی اللہ ومن عاد فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون ۰ یمحق اللہ الربوٰا ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم ۰ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ

لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (۲: ۲۷۵ تا ۲۷۹) یعنی جو لوگ کھاتے ہیں سود نہ اٹھینگے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے۔ وہ شخص جس کے حواس کھو دئیے ہوں شیطان نے لپٹ کر۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ویسا ہی ہے جیسا کہ سود لینا، حالانکہ اللہ نے حلال کیا سوداگری اور حرام کیا سود کو پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور باز آیا۔ تو اس کا ہے جو آگے ہو چکا۔ اور اس کا حکم اللہ کے اختیار رہے۔ اور جو کوئی پھر کرے وہی ہیں دوزخ کے لوگ وہ اسی میں رہینگے۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ ان کو ہے بدلا ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو ڈر ہوگا نہ خوف اور نہ وہ غم کھائینگے۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر تم کو یقین ہے پھر اگر نہیں کرتے۔ تو خبردار ہو جاؤ۔ لڑنے کو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تم کو پہنچتے ہیں اصل مال تمہارے نہ تم کسی پر ظلم کرو۔ اور نہ کوئی تمہارے اوپر ظلم کرے +

یا یھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون واتقوا النار التی اعدت للکفرین۔ اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا۔ اور ڈرو اللہ سے شاید تمہارا بھلا ہو۔ اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے واسطے۔ (آل عمران ۱۲۹ و ۱۳۰) +

خدمت والدین وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ○ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ○ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا (بنی اسرائیل آیت ۲۳ و ۲۴) اور حکم دیا تیرے رب نے کہ نہ پوجو اس کے سوائے کسی کو اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک یا دونوں تو نہ کہ ان کو ہوں" اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان کو بات ادب کی۔ اور جھکا ان کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیاز سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا کہ پالا انھوں نے مجھ کو چھوٹا سا +

میں دوسری کتابوں میں ان قوانین کی موجودگی سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن ان کو انسانی قوانین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اگر شخص ان کی خلاف ورزی اس طرح کر سکے۔ کہ دوسروں کو معلوم نہ ہو تو بہ آسانی اُن سے قطع نظر کی جا سکتی ہے۔ لوگوں کو گناہ سے جو بات روکتی ہے وہ بُرائی نہیں۔ بلکہ اُس بُرائی کا ظاہر ہو جانا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص حاضر و ناظر خدا پر اعتقاد رکھتا ہے۔ جو عالم الغیب بھی ہے اور جو ہمارے اعمال کا محاسبہ کرے گا۔ اور ہمارے دلوں کا حال جانتا ہے۔ تو پھر ہم یقیناً بُرائی سے احتراز کرینگے مسلمانوں اور دیگر اقوام میں جو فرق پایا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ اور اسی لئے مسلمان دیگر اقوام کی نسبت بُرائیوں سے زیادہ محترز رہتے ہیں +

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور و انگلستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن و ریویو و کتب	۱	-	۳	۱۲۹۰۴	اخراجات ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۱	۹	۱۱	۱۵۸۹
آمد زر و فنڈ (سر مایہ محفوظ)	۲	-	۸	۶۵۳					
میزان	-	-	۱۱	۱۳۵۵۷	میزان - -		۹	۱۱	۱۱۵۸۹

دستخط۔ فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ 9/30	۱۱۳۶	دیسی ترجمہ پارہ و تیرہ ندھا فنڈ منشی امانت محمد صاحب	-	-	۵
	۱۱۴۲	جناب منشی امانت محمد صاحب ممبر مشن	-	۴	-
	۱۱۳۳	عبدالحق صاحب گجرات ممبر مشن	-	-	۵
	۱۱۳۴	ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	-	-	۱۵
	۱۱۳۹	شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد ممبر مشن	-	-	۱۰
۵ 9/30	۱۱۴۰	جناب سید امیر شاہ صاحب [illegible] ممبر مشن	-	-	۵
۶ 9/30	۱۱۴۴	عالیجناب حضور نواب صاحب [illegible] قیمت تفسیر اسلامک ریویو	-	۸	۴۹

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۶ 9/30	۱۱۴۶	جناب شیخ منہاج الدین صاحب [illegible] ممبر مشن	-	-	۱۰
	۱۱۴۷	جناب طاہر علی بی صاحب [illegible]	-	-	۲
	۱۱۵۱	عالیجناب حضور ہز ہائینس صاحب [illegible]	-	۱۴	۷
	۱۱۵۲	جناب شیخ محمد یوسف صاحب سکندرآباد	-	-	۲
۸ 9/30	۱۱۵۳	صبیح الدین صاحب رہتک ممبر مشن	-	-	۱
	۱۱۵۴	عبدالحمید صاحب ناگپور			۱
	۱۱۶۲	ڈاکٹر ایم اے حق صاحب کلکتہ ممبر مشن ۱۰ و ممبر ریویو ۱۰	-	-	۲۰
۹ 9/30	۱۱۶۳	ڈاکٹر [illegible] صاحب فیروزپور [illegible] قیمت تفسیر ریویو	-	۸	۵

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲ ۳۰/۹	۱۱۸۵	جناب محبوب خان صاحب ہیلی بیمہ مشن			۱
	۱۱۸۹	ر فضل الدین صاحب اوجین ر			۵
۱۵ ۳۰/۹	۱۱۹۹	ر خان بہادر رجب علیخان صاحب بہاولپور برائے اسلامک ریویو ۱۰ روپے بیمہ مشن	۰	۰	۲۰
۱۶ ۳۰/۹	۱۲۰۰	(۱) واپسی پیشگی بابت صد پونڈ از مولوی عبد المجید صاحب قائممقام امام مسجد ووکنگ جو کہ انہیں بطور پیشگی مطابق رزولیوشن نمبر ۳۱۰ بتاریخ ۱۱/۳/۲۹ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے بذریعہ بل نمبر ۲۴ بتاریخ ۱۷/۸/۲۹ بھیجے تھے — پونڈ شلنگ پنس (۱) ۳۰۰-۰-۰ · (۲) واپسی پیشگی یکصد پونڈ از مولوی عبد المجید صاحب قائممقام امام مسجد ووکنگ جو کہ انہیں منظوری پریزیڈنٹ مینجنگ کمیٹی بتاریخ ۹/۵/۳۰ بھیجے گئے تھے - ۱۰۰ پونڈ میں سے ۵۳ پونڈ ۱۰ [illegible] بحوالہ نمبر شمار ۱۱ بتاریخ ۱۸/۸/۳۰ [illegible] الحاقی رقم ۴۶ پونڈ کی [illegible] ہے جو ۱۰-۴-۶۱ [illegible] رہے — (۲) ۴۶-۲-۰ · (۳) آمد ووکنگ مشن انگلستان بابت جون ۱۹۳۰ [illegible] ۱-۹-۱۵-۴۸ [illegible] — (۳) ۴۸-۱۵-۹ · (۴) آمد ووکنگ مشن انگلستان بابت جولائی ۱۹۳۰ [illegible] ۱۱-۱۶-۲۵ [illegible] ۶۱۱ روپیہ — (۴) ۲۵-۱۶-۱۱ · میزان کل ۸-۱۴-۴۲۰ [illegible] ۵۸۷۶-۸-۰	۰	۸	۵۸۷۶

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
	۱۲۰۱	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب [illegible] بیمہ مشن	۰	۰	۱۰
	۱۲۰۲	جناب منشی غلام محمود صاحب بنگلور	۰	۰	۲
۱۷ ۳۰/۹	۱۲۰۴	ر قاضی شمس الدین صاحب [illegible]	۰	۰	۲
	۱۲۰۵	ر سید محمود صاحب ہیلی بیمہ مشن ر	۰	۰	۱
۱۹ ۳۰/۹	۱۲۱۶	ر محمد ابراہیم صاحب بھوپال	۰	۰	۲
۲۲ ۳۰/۹	۱۲۲۳	امداد از ریاست بہاولپور			۶۰۰۰
	۱۲۲۴	جناب محمد امیر حسن صاحب کاکوری بیمہ مشن	۰	۰	۱
۲۹ ۳۰/۹	۱۲۲۵	جناب [illegible] شیخ محمد علی صاحب [illegible] برائے بیمہ مشن ۱۸ روپے بیمہ ریویو	۰	۰	۳۰
۲۹ ۳۰/۹	۱۲۳۳	جناب [illegible] خان صاحب پونہ [illegible] بیمہ مشن	۰	۰	۱۲
۳۰/۹	۱۲۳۴	قیمت قرآن [illegible]			
		شاہ رفیع الدین صاحب معرفت مسلم بک سوسائٹی [illegible] بابت اسلامک ریویو	۰	۰	۳۲۵
		قیمت اسلامک ریویو	۰	۳	۵۷۰
		میزان	۰	۳	۱۲۹۰۴

نقشہ ۲ تفصیل آمد زر زکوٰۃ فنڈ بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	رسید نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲-۹-۳۰	۴۶	جناب خواجہ کمال الدین صاحب بذریعہ چیک ۱۲۷۸۰۲	۱۱	۷	۴۳۱
	۴۷	ر ر ر ۱۲۷۸۰۳	۱	۴	۳۶۸
۱۵ ۳۰/۹	۴۸	جناب خان بہادر رجب علیخان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۶
	۴۹	ر ایچ - اے خان صاحب رتنا گری	۰	۰	۱۰
۲۰ ۳۰/۹	۵۰	ر ایم - اے کریم صاحب اوراویالی	۰	۸	۷
	۵۱	ر احمد حسین صاحب لکھنؤ	۰	۰	۲۰
		میزان	۰	۸	۶۵۳

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب در ہندستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۹/۲	۱۵۹	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء	۰	۲	۳۶۸
	۱۶۰	بل مبلغ ۱۵۰ پونڈ یا ۲۰۳۵/۵/۲ روپیہ امپرسٹ جناب مولوی عبدالمجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ کو بھیجے گئے معرفت لائڈز بنک لمیٹڈ لاہور برانچ۔	۰	۵	۲۰۳۵
	۱۶۱	بل پراویڈنٹ فنڈ و بونس عملہ دفتر لاہور ۲۸/۲/۲۹ تا ۳۰/۲/۲۸ بمنظوری جناب پریزیڈنٹ صاحب مینیجنگ کمیٹی مورخہ ۲۵/۶/۳۰ (علیحدہ حساب بعنوان دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ پراویڈنٹ اینڈ بونس اکونٹ لائیڈز بنک لاہور میں جمع کرائے گئے (یہ بونس و پراویڈنٹ جو ملازمین ٹرسٹ کی امانت ہے علیحدہ کردی گئی ہے۔	۶	۷	۵۰۵
	۱۶۲	بل ملک پریس لاہور چھپائی ورجسٹر روزانہ رپورٹ آمد و ۱۶۵۰ لفافے اور ۱۰۰۰ انگریزی و ۱۰۰۰ اردو لیٹر ہیڈ کارڈز	۰	۰	۲۹
	۱۶۳	بل کمرشل پریس لاہور۔ بابت چھپائی فارم ہمارے دفتر۔ بل فارم تنخواہ ۱۰۰۰ بل فارم امپرسٹ ۱۰۰۰ بل فارم تنخواہ ۱۰۰۰ فارم نقشہ آمد و کتب	۰	۴	۵۴
۹/۱۹	۱۶۴	بل میسرز متھرا داس تاجران کاغذ لاہور بابت کاغذ برائے اردو ترجمہ اپیل ارجنٹ کال (ضروری عرضداشت)	۶	۱	۸۹
۹/۲۳	۱۶۵	بل امپرسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل ہے محصول ڈاک دفتر لاہور ۔ قیمت سول لسٹیں ۔ سٹیشنری کاربن وغیرہ ۔ ریلوے کرایہ کلرک ۔ کرایہ دفتر و بجلی بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء ۔ محمل برائے جلد ۔ ٹائپنگ ربن ۔ لفافہ ۔ تار ووکنگ ۔ مختلف خطوط ۔ ملٹی گراف و پلیٹ فارم ۔ بیرنگ لفافہ ۔ کاتب اشتہار ریویو وغیرہ	۰	۰	۱۰۰
۹/۲۶	۱۶۶	۱۔ بل سائر اخراجات مسجد ووکنگ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۱۶۹ پونڈ ۔ ۱۷ شلنگ ۔ ۸½ پنس ۲۔ بل سفر خرچ امام مسجد ووکنگ ۔۔۔ ۲ ۔ ۷ ۔ ۹ ۳۔ عملہ ادنےٰ ۔۔۔ ۹ ۔ ۱۱ ۔ ۲ ۴۔ سائر اخراجات بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۹۰ ۔ ۸ ۔ ۳ ۵۔ چھپائی اسلامک ریویو بابت ماہ مئی جون سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۷۵ ۔ ۴ ۔ ۰ میزان کل ۔۔۔ ۳۴۷ ۔ ۱۸ ۔ ۱۰½ مبلغ ۳۰۰ پونڈ جو پیشگی مولوی عبدالمجید صاحب کو بحوالہ آئٹم نمبر ۲۰۰ نقشہ آمد رجسٹر آمد بھیجے گئے تھے بحوالہ بالا ½۱۰/۱۸/۳۴۷ پونڈ میں سے وضع کر لئے گئے باقی کی رقم مبلغ ½۱۰/۱۸/۴۷ پونڈ یا ۹ ۔ ۳ ۔ ۶۲۵ روپیہ ادا کئے گئے			
۹/۲۶	۱۶۷	۱۔ بل تنخواہ عملہ ادنےٰ مسجد ووکنگ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۱۰ پونڈ ۔ ۰ ۔ ۰ ۲۔ بل سفر خرچ امام مسجد ووکنگ ۔۔۔ ۳ ۔ ۱۳ ۔ ۰ ۳۔ بل سائر اخراجات ۔۔۔ ۸۹ ۔ ۱۲ ۔ ۱۱ ۴۔ بل تنخواہ عملہ اعلےٰ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۳۱ ۔ ۰ ۔ ۰ ۵۔ بل ۔۔۔ جون سنہ ۱۹۳۰ء ۔۔۔ ۳۱ ۔ ۰ ۔ ۰ میزان ۔۔۔ ۱۶۵ ۔ ۶ ۔ ۵ مبلغ ۸ ۔ ۱۴ ۔ ۱۴۰ پونڈ آمد ماہ جون و جولائی سنہ ۱۹۳۰ء ہے ۔ جو آئٹم نمبر ۱۲ نقشہ آمد نمبر ۱ میں درج ہے۔ یہ رقم آمد خرچ بالا مبلغ ۵ ۔ ۶ ۔ ۱۶۵ پونڈ میں سے وضع کئے گئے ہیں۔ اور باقی رقم ۹ ۔ ۱۱ ۔ ۲۴ پونڈ یا ۶ ۔ ۷ ۔ ۳۳۴ روپیہ ادا کئے گئے کل منہائیوں کے بعد بقیہ رقم ادائیگی جس کا ذکر بل نمبر ۱۶۶ و ۱۶۷ میں آچکا ہے ½۱۰ پنس ۔ ۱۸ شلنگ ۔ ۷۴ پونڈ و ۹ ۔ ۱۱ ۔ ۲۴ پونڈ ملا کر ½۷ ۔ ۱۰ ۔ ۷۲ پونڈ ہندی سکہ میں ۳ ۔ ۱۱ ۔ ۹۸۳ روپیہ ہوتا ہے مولوی عبدالمجید صاحب کو بذریعہ تار مورخہ ۹/۱۲ کے بعد لائیڈز بنک لمیٹڈ لاہور کی معرفت بھیجے گئے۔ کل میزان بل ہائے خرچ نمبر ۱۶۶ و ۱۶۷ ½۳ ۔ ۵ ۔ ۵۱۳ پونڈ جو کہ ہندی سکہ میں ۳ ۔ ۳ ۔ ۶۸۶۰ روپیہ بنتے ہیں کل خرچ ہیں جس میں سے پیشگی و آمد ووکنگ بحوالہ آئٹم نمبر ۲۰۰ و ۱۲ نقشہ جات آمد مبلغ ۸ ۔ ۱۴ ۔ ۴۴۰ پونڈ جو ہندی سکہ میں ۸ ۔ ۵۸۷۶ روپیہ منہا کئے گئے بعد وضعات ½۷ ۔ ۱۰ ۔ ۷۲ پونڈ یا سکہ ہندی ۳ ۔ ۱۱ ۔ ۹۸۳ روپیہ قابل ادائیگی ہوئے جو مولوی عبدالمجید صاحب کو لائیڈز بنک لاہور کی معرفت ۹/۱۲ کو بذریعہ تار بھیجے گئے	۳	۳	۶۸۶۰

نقشہ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۳ ۹/۳۴	۱۶۸	۱- بل تنخواہ عملہ اعلےٰ دفتر مسجد ووکنگ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۴ء * ـ ـ ـ ـ ۱۳۱ پونڈ ۲- ” عملہ ادنےٰ ” ” ” ” ۰ ـ ۱۰ ـ ۱۲ پونڈ ۳- سائر اخراجات ” ” ” ۶½ ـ ۸ ـ ۷۰ ” ۴- سفر خرچ امام مسجد ووکنگ ” ” ” ۱۰ ـ ۳ ـ ۲ پونڈ میزان ۴½ ـ ۲ ـ ۱۱۶ ” میزان بل نمبر ۱۶۸ - ½ ۴ ـ ۱۰ ـ ۱۱۴ پونڈ یا سکہ ہندی ۶ ـ ۴ ـ ۱۵۴۸ روپیہ بنتے ہیں۔ جو مولوی عبدالمجید صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ کو بذریعہ تار تاریخ ۲۳ ۹/۳۴ کو بھیجدیئے گئے۔	۶	۴	۱۵۴۸
		میزان	۹	۱۱	۱۱۵۸۹

ایام حج میں مسجد ووکنگ

ایک چھوٹے پیمانہ پر مکہ معظمہ کا منظر پیش کرتی ہے

از قلم جناب قاضی عبدالحق صاحب

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا وھدی للعٰلمین ✦

ترجمہ ـ پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا یقیناً وہی ہے۔ جو مکہ میں ہے برکت دیا گیا اور جہانوں کے لئے ہدایت ہے۔ آل عمران ۹۵ آیت

سنہ ۱۹۱۶ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) نے ـ مسجد ووکنگ کے متعلق ایک نہایت ہی دلچسپ قصہ ہمیں سنایا۔ اور قصہ حضرت خواجہ صاحب نے .... ان چند احباب سے کیا۔ جو قیام لکھنؤ میں آپ کی شرف ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب میں نے اُس خانۂ خدا کو جو مدتوں سے مقفل پڑا تھا نومبر سنہ ۱۹۱۲ء میں کھولا تو مسجد کا تمام فرش خس و خاشاک و دیگر متعفن اشیاء سے ملوث تھا۔ جو مسجد مذکورہ کے مدتوں بند رہنے کی وجہ سے جمع ہو گئی تھیں۔ پھر میری نگاہ ایک چوبی منقش رحل پر پڑی۔ جو ایک گوشہ میں پڑی تھی۔ اور جس پر قرآن کریم کی ایک دیرینہ کاپی رکھی تھی۔ جسے میں نے بطور تفاؤل کھولا۔ تو اسمیں ذیل کے مقدس الفاظ صفحہ کے شروع میں ہی پہلی سطر میں مجھے نظر آئے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا و ھدًی للعٰلمین ✦

* عملہ اعلےٰ مسجد ووکنگ جولائی سنہ ۱۹۳۴ء کا بل تصحیح کے لئے ووکنگ گیا ہوا ہے۔ سکریٹری

لفظ بکہ۔ مکہ کا دوسرا نام ہے۔ زمانۂ گذشتہ میں اس کے لغوی معنے ایک ایسا مقام تھا۔ جہاں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف نے ان کلمات طیبہ کو بطور پیشگوئی سمجھا۔ اور آخر کار یہ پیشگوئی عملاً پوری ہوئی۔ ان پاک الفاظ سے حضرت خواجہ صاحب بہت ہی متاثر ہوئے آپ اسی جگہ مسجد کے سردر برہنہ فرش پر ڈبڈباتی آنکھوں سے خالق اکبر کے حضور سربسجود ہو گئے۔ اور ایک ننھے بچے کی طرح زار وقطار روئے۔ اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا۔ تو میں وثوق سے کہ سکتا ہوں کہ ذیل کی دُعا اس حالتِ بیچارگی و بیخودی میں آپ کی زبانِ مبارک پر جاری تھی +

"اے خالق اقوام! اے قادر مطلق خدا! تو نے ہی مشرق میں مکہ معظمہ کو سب سے پاک مقام بنایا۔ اور تیری ہی وجہ سے مسلم قوم ہر سال اس مقدس شہر کی طرف کھینچی چلی جاتی ہے۔ بارِ الٰہا! میں بصد عجز و نیاز ملتجی ہوں۔ کہ اس مسجد کو مغرب میں مثیل مکہ بنا۔" چونکہ یہ دُعا ایک مخلص و مضطر قلب سے نکلی تھی! اسلئے اس سمیع الدُعا نے اسے شرفِ قبولیت بخش دیا +

حضرت خواجہ صاحب موصوف تبلیغی زندگی سے پیشتر ایک کہنہ مشق و کامیاب وکیل تھے۔ چونکہ آپ کو تبلیغ دین کا شروع سے ہی ولولہ تھا۔ اسلئے اس جذبۂ تبلیغ نے آپ کو مجبور کر دیا۔ کہ آپ اپنی چلتی وکالت چھوڑ کر انگلستان چلے جائیں اشاعتِ اسلام کی مقدس فریضہ کی انجام دہی میں شبانہ روز آپ نے ان تھک خدمات انجام دیں۔ اس فریضہ کی ادائیگی میں ایکقسم کے آرام و آسائش کو اپنے پر حرام کر دیا۔ اور آغاز کار میں ہی آپ سخت علیل ہو گئے۔ شروع شروع میں طبی مشورہ کو تو آپ نے نظر انداز کیا۔ جس کا خمیازہ بعد ازاں بھگتنا پڑا۔ کیونکہ آپ کے طبی مشیروں نے چند ماہ کے آرام کیلئے آپ کو تاکید کی تھی +

اسمیں شک نہیں کہ تبلیغی کارزار میں آپ کو عدیم النظیر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے یکہ و تنہا اس مقدس فریضہ کو انجام دیا، اور اسی انہماک نے آخر کار بستر مرگ پر آپ کو آن لٹایا ہے۔ گذشتہ تین سالوں میں مختلف آلام و عوارض کا آپ تختۂ مشق بنے رہے ہیں ان میں سل دیرینہ ذیابیطس و اختلاج قلب۔ مہلک امراض تھیں۔ آپ ایک متمنی شہید کی طرح راہ حق میں کام کرتے کرتے مرنے کے لئے ہر وقت ہی تیار رہے ہیں کیونکہ آپ نے توحید کے اس بیج کو جو بنجر و سنگلاخ سرزمین یورپ میں آپ نے بویا تھا۔ ایک مثمر شجر کی شکل میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قادر مطلق خدا نے آپ کی اس دُعا کو کہ مغرب میں مسجد ووکنگ مثیل مکہ بن جاوے۔ شرف قبولیت بخش دیا۔ آپ کی طویل علالت طبع نے کل مسلم دُنیا میں ایک انتشار و ہیجان برپا کر دیا ہوا ہے لیکن رحیم و کریم مولا نے اس بیش قیمت زندگی کو مسلمانوں کیلئے اور مہلت دے دی ہے +

مکہ معظمہ کے اجتماع عظیم کا دلفریب و دلکش منظر اگر کسی نے یورپ میں دیکھنا ہو۔ تو وہ مسجد ووکنگ کی عید الاضحے

کے اجتماع کو دیکھ لے ہر سال دنیا بھر کے مسلمان مسجد کے باغ میں اپنی اپنی قوم کی نمایندگی کرتے اور سبھی کے سبھی مل کر خدائے واحد کے حضور سر بسجود ہوتے۔ اور خالق اکبر کی اسی طرح مل کر حمد و ثنا کرتے ہیں جس طرح کہ مکہ مکرمہ کے مقدس مقام پر کی جاتی ہے۔ تمام دنیا بھر مسجد ووکنگ ہی ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں ملک عرب کے بیت عتیق کا چھوٹے سے پیمانہ پر منظر نظر آتا ہے +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جب پہلے ہی دن مسجد ووکنگ میں تشریف لے گئے۔ تو اس دن کا آپ ایک اور عجیب واقعہ سناتے ہیں۔ ۱۹۱۳ء میں جب آپ مسجد ووکنگ و سر سالار جنگ میموریل ہوس اور اور اس کے متعلقہ اشیاء کا جائزہ لینے کیلئے ووکنگ گئے۔ تو مسجد میں قبل از دو بجے پہنچے۔ نماز ظہر کا وقت آگیا۔ شیخ نور احمد بلال آپ کے رفیق سفر تھے۔ جو نہایت ہی متقی و پرہیز گار تھے۔ اور جن کی قسمت میں مسجد ووکنگ کا مؤذن اول ہونا مقدر تھا۔ شیخ صاحب مرحوم احاطہ مسجد کی طرف بڑھے مروی ہے۔ کہ پہلی اذان جو سرکار دو عالم حضرت نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں دی گئی۔ اس کا وقت بھی ظہر ہی تھا۔ مسجد ووکنگ میں اس پہلی اذان کے وقت ایک دلگداز و مؤثر منظر دیکھنے میں آیا حضرت بلال ووکنگ جب حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کے موقع پر پہنچے۔ تو جذبہ عشق و محبت کے ہیجان سے آپ کی آواز بھرا گئی۔ اور آپ زار و قطار رونے لگ گئے۔ اس رقت آمیز و دل کو ہلا دینے والے منظر کو دیکھنے والے صرف حضرت خواجہ صاحب ہی تھے۔ اور وہی اس وقت واحد پرستار تھے۔ جنہوں نے اس دعوت اول پر لبیک کہا۔ اختتام اذان پر حضرت شیخ نور احمد صاحب بلال مرحوم سے اس احساس قلبی کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اذان بلال (جو کہ حضرت نبی کریم صلعم کے عہد مبارک میں مؤذن تھے) تو اقوام عالم کو اپنی طرف کھینچ لائی۔ لیکن حضرت بلال رضؓ کے قائمقام ہونے کی میں اپنے میں اہلیت نہیں دیکھتا یہی ایک خیال تھا جو میرے دل میں گذرا۔ اور جس کی میں زار زار رونے لگ گیا +

لیکن اے شیخ (مرحوم) کی مبارک روح! تو جنت میں مسرور و شاداں ہو۔ کہ تیری دعا مقبول ہو گئی آج مسجد ووکنگ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمایندگی کرتی ہے۔ ربع مسکون سے مسلم احباب جوق در جوق عیدین کے روز اس مقام مقدس کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں"+ میں آج شیخ صاحب مرحوم کو الفاظ بالا میں مخاطب کرتا ہوں جو آج ہم میں نہیں ہے" +

میرا مضمون نامکمل رہیگا۔ اگر میں مسلمانوں کی طرف سے شاہی خاندان بھوپال

کی خدمت میں ہدیہ تشکر و امتنان پیش نہ کروں۔ کیونکہ مسجد ووکنگ اس ممتاز شاہی گھرانہ کا ہی مسلم دنیا کو ایک عطیۂ خاص ہے۔ ڈاکٹر لیٹنر آنجہانی نے بھوپال کے زر کثیر سے مسجد ووکنگ کی تعمیر سنہ ۱۹ء کے اوائل میں کیا ڈاکٹر موصوف نے لندنی مطابع میں ایک چٹھی شائع کی۔ جس میں انھوں نے مسجد ووکنگ کے متعلق چند شرائط کا اعلان کیا۔ اس اعلان کا ملخص یہ تھا۔ کہ مسجد مذکورہ چند منتخب احباب کے لئے مختص ہے۔ اور کسی صورت میں بھی اسے انگلستان میں اسلامی تبلیغی جدوجہد کا مرکز خیال نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی یہ مسجد انگریزوں کو مسلمان بنانے کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے مرکز بن سکتی ہے لیکن آنے والے واقعات نے ڈاکٹر موصوف کے الفاظ کی تکذیب کر دی۔ مسجد ووکنگ بفضلہٖ اس وقت نہ صرف برطانوی جزائر میں مذہبی۔ اسلامی تبلیغی تگ و دو کا مرکز ہی ہے۔ بلکہ ایک مستقل اسلامی مشن کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ جس کے ذریعہ ہزاروں حب وطن خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ مسلم مشن ووکنگ کی موجودہ تبلیغی کامرانی کو دیکھ دیکھ کر علیا حضرت مرحومہ بیگم صاحبہ بھوپال کی روح مبارک کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ کیونکہ یہ پودا انہی کا لگایا ہوا ہے۔ اور یہ امر موجب طمانیت ہے۔ کہ موجودہ سرکار بھوپال کی مرحومہ والدہ محترمہ نے توسیع مسجد کے لئے ایک گرانقدر رقم مرحمت فرمانے کا اس وقت وعدہ فرمایا۔ جبکہ آپ آخری بار مسجد ووکنگ تشریف لے گئیں۔ اور آپ نے مجوزہ توسیع مسجد کا سنگ بنیاد بھی اس وقت رکھا۔ امید واثق ہے کہ آئندہ عید انشاء اللہ تعالیٰ عمارت جدید کی چاردیواری میں ہی منائی جائیگی۔ کیونکہ شدت زمستان کی وجہ سے فریضۂ نماز ان ایام میں میدان میں ادا کرنی سخت مشکل ہو گی۔

کفریات میں ہو بہو موجود نہ تھے۔ حتٰی کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہی ہے۔ کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس ابتدائی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا۔ کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمد عربیؐ کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے انگریزی میں ایک کتاب آئی۔ ڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے۔ وہ شاذ ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ در اصل ان ہی دو کتابوں نے فاضل مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھر اُن سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی ملونتان ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اُردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری الفاظ نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب **تمدن اسلام** سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی۔ طباعت تقطیع۔ کاغذ۔ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

ینابیع المسیحیت عہ

نبوت کا ظہور اتم عمہ

تمدن اسلام حصہ اول لہ

ایضاً حصہ دوم قیمت عمر

ذیل کے پتہ سے یہ کتابیں مل سکتی ہیں:-

مسلم بُک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں میاں عبدالواحد کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام نے برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

تمدّنِ اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرما دی ہے جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لئے ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گزشتہ ستر سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے۔ کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک روادارانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور انکے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائینگے۔ یہ کتاب اُن کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی۔ جس سے انشاءاللہ حسب دلخواہ وشاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط نے السمال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور جس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے۔ کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو +

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا

یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوّت کا ظہورِ اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانیٔ مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت۔ الوہیت و کفارہ مسیح ان کی ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشائے ربانی دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی ان کا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر۔ گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب

بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء
و دسمبر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

(رجسٹرڈ)

الف۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار بلکہ جملہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن (۲) اسلامک ریویو انگریزی (۳) کتب خانہ مسلم لائبریری (۳) مسلم لٹریری ٹرسٹ (۴) ریزرو فنڈ شامل ہیں۔

اغراض و مقاصد

ب۔ ۱۔ ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ و قائم رکھنا۔

۲۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و دیگر اسلامی ادبیات کو شائع کرنا، چھپوانا اور مفت تقسیم کرنا۔

۳۔ انگلستان اور دیگر ممالک میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

۴۔ سستا سے سستا قرآن کریم چھپوا کر مفت تقسیم کرنا اور فروخت کرنا۔

۵۔ اس کے علاوہ وہ امور انگلستان اور دیگر ممالک میں سرانجام دینے جن کی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔

ضروری ہدایات

ہ) ۱۔ ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے

۲۔ جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب) ہو۔

۳۔ ہیڈ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ (پنجاب)

۴۔ دفتر انگلستان۔ دی ماسک۔ ووکنگ۔ سرے۔ انگلینڈ
The Mosque, Woking, Surrey England

۵۔ بنکرس۔ لائیڈز بنک لمیٹڈ۔ لاہور (پنجاب)

۶۔ تار کا پتہ: "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب)

(۷) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ [illegible] مع محصول ڈاک

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ لائبریریوں۔ طلبا و مفت تقسیم کے لئے [illegible] مع محصول ڈاک

خواجہ عبد الغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

THE MUSLIM SOCIETY OF GREAT BRITAIN CELEBRATING THE BIRTHDAY OF THE HOLY PROPHET MUHAMMAD AT THE HOTEL METROPOLE, NORTHUMBERLAND AVENUE, LONDON, W.C. 2, ON TUESDAY, SEPTEMBER 30, 1930 AT 8. P.M.



At the farthest end of the picture on the dais are seen, from right to left: Maulvi 'Abdu-l-Majid, M.A., Imām, The Mosque, Woking; Brigadier-General Blakeney, C.M.G., D.S.O., Lord Headley, the Chairman of the Society, and Mr. Habeebu-'llah Lovegrove, the Secretary.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۶ | بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۰ء مطابق ماہ جمادی الثانی و رجب ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۱ و ۱۲

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	شذرات	از مترجم	۴۵۰
	تشریح تعمیر	〃	〃
	برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی نے حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت نہایت تزک و احتشام سے منایا	〃	۴۵۰
	کیا جمہوریت ایک مغربی اصول ہے	〃	۴۵۳
	دنیا کے حق میں رحمانیت کا ایک لغاوی پہلو	〃	۴۵۴
	کلیسائی نظریات اور عام لوگوں کے خیالات میں اختلافات	〃	۴۵۶
	آنحضرت صلعم کی تشیر مبارک پر ایک ہندو فاضل کا تبصرہ	بقلم پروفیسر سری پرشاد شاستری بی۔ ایچ۔ ڈی۔	۴۵۷
۲	سوال و جواب	بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۴۶۱
	عید قربان	〃	〃
۳	شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت مقدسہ کے پہلو	جناب الحاج محمد علی صاحب بمبئی	۴۷۳
۴	استغفار	جناب خواجہ جلال الدین صاحب مدیر رسالہ اشاعت اسلام	۴۷۴
۵	ڈاکٹر ایس ایم ڈوبیر مدیر رسالہ دی مسلم ورلڈ نیو یارک کے نام کھلی چٹھی		۴۷۷
	سنجیدہ اور اہم مسئلہ	جناب حافظ غلام سرور صاحب	۴۸۴
	آرچ بشپ آف کنٹربری کا نوجوانوں کو انتباہ	مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی	〃
۶	گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ ماہ اکتوبر ۱۹۳۰ء	فنانشل سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ	۴۸۶
۷	موضوع قرآن	از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۴۸۹
	تمدن انسانی	〃	〃
	اسماء الحمیدہ	〃	〃
۸	قصص قرآنیہ	از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۵۱۳
	قرآن کریم نے اسرائیلی قصص کو کیوں نشتر کا قرار دیا	〃	۵۱۸
۹	اقتباس از احادیث نبوی	〃	۵۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۰ء

جلد ۶ نمبر ۱۱و۱۲

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ایک نہایت ہی خوبصورت اور پُر شکوہ فوٹو سے زینت دیجاتی ہے۔ اسمیں برطانیۂ عظمےٰ کی مُسلم سوسائٹی حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت مغربی لندن کے مٹرو پول ہوٹل واقعہ نارتھمبرلینڈ ایونیو میں بروز منگل مؤرخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۰ء بوقت ۸ بجے شام منا رہی ہے۔ تصویر میں سب سے دور تیچھے ایک شاندار کمرہ میں مُرتفع پلیٹ فارم پر چار نمایاں ہستیاں کرسیوں پر بیٹھی نظر آرہی ہیں۔ اُن کے داہنے طرف سے سب سے اوّل تو جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے امام مسجد ووکنگ ہیں۔ دوسرے جناب بریگیڈیئر جنرل بلیکینی۔ سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی۔ ایس۔ او اور تیسرے عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر سوسائٹی مذکور اور چوتھے جناب مسٹر حبیب اللہ لوگرو دبیر سوسائٹی ہیں +

ذیل میں اُس یوم ولادت کی سعید تقریب کی مُفصّل روئداد پیش کی جاتی ہے :۔

برطانیۂ عظمےٰ کی مُسلم سوسائٹی نے حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت لندن میں نہایت تزک و احتشام سے منایا

۳۰ ستمبر ۱۹۳۰ء کو برطانیۂ عظمیٰ کی مُسلم سوسائٹی نے دی رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی زیر صدارت حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت مٹرو پول ہوٹل لندن میں منایا۔ ہوٹل مذکور کی جگہ اس عظیم الشان تقریب کے بالکل شایان شان تھی۔ اس اجتماع کثیر کا اس وقت فوٹو بھی لیا گیا۔ جو رسالہ حاضرہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے +

وقت مقررہ سے پیشتر ہی مختلف مذاہب و ملت کے اخوان و خواتین ہوٹل مذکورہ میں جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ تاکہ اُن چند عظیم الشان انسانوں میں سے جن کی یاد نسل انسانی کے ذمہ ہمیشہ کیلئے ڈالی جا چکی ہے۔ اپنی عقیدت کے پھول پیش کریں۔ یہ اجتماع ہندوستانیوں۔ افغانوں مصریوں۔ شامیوں سکھوں۔ ہندوؤں۔ انگریزوں (مسلمین و نومسلمین) ترکوں۔ ایرانیوں۔ عربیوں۔ فلسطینیوں اور مراکشیوں پر مشتمل تھا +

ایک نمایاں خصوصیت جس نے اس تقریب کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے۔ وہ اسلامی ممالک اور غیر مسلم دوستوں کے تمام سفارتی نمایندوں کا اس اجتماع کثیر میں موجود ہونا تھا۔ ہز ایکسیلنسی مصری منسٹر۔ منسٹر حجاز و نجد۔ افغانی سفارتخانہ کے سفیر جلسہ میں رونق افروز تھے۔ افغان منسٹر ہز ہائنس جناب سردار شاہ ولی خان صاحب نے ازراہ لطف سوسائٹی کی دعوت کو شرف قبولیت بخشا۔ لیکن علالت طبع کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے +

ٹھیک ۸ بجے شام کے عالیجناب لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ نے کرسی صدارت کو زینت بخشی ۔ اور اسی وقت سامعین کی عکسی تصویر لی گئی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد جس کا ترجمہ مسٹر حبیب اللہ صاحب وہیر سوسائٹی نے کیا۔ اُس شب کی کارروائی شروع ہوئی +

صاحب صدر نے اپنے ابتدائی ریمارکس میں لندن نظامیہ مسجد کے کام کی ترقی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسجد مذکورہ کے حساب آمد و خرچ کے متعلق چند تشریحی کلمات فرمائے۔ اس کے بعد مسجد نظامیہ کے حساب کے بیلنس شیٹ (ابھتا یا) کی مطبوعہ کاپیاں حاضرین جلسہ میں تقسیم کی گئیں ۔ اس کے بعد جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔اے۔بی۔ٹی امام مسجد ووکنگ کو جناب صدر نے حضرت نبی کریم صلعم کے سوانح حیات پر ایک مختصر تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا۔ مولوی صاحب موصوف کے بعد بریگیڈیر جرنل آر ڈی۔ بی بلیکینی۔ سی۔ ایم۔ جی۔ ڈی۔ ایس۔ او نے حضرت نبی کریم صلعم پر لیکچر دیا۔ جرنل موصوف گو مسلمان نہیں۔ لیکن حضرت نبی کریم صلعم کے دل سے مداح۔ والہ و شیدا ہو گئے ہیں +

ہمارے ناظرین کرام یہ سُنکر مسرور ہونگے۔ جرنل مذکورہ کے دل میں عشق نبوی کی چنگاری کو سُلگانے والی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے ووکنگ مسلم مشن کی شہرہ آفاق کتاب دی آئیڈیل پرافٹ ہے۔ جس کی ایک کاپی فلسطین وفد کے سکرٹری جناب جمال حسینی کی وساطت سے جرنل موصوف تک پہنچی کتاب مذکور کے مطالعہ سے جرنل مذکور کے دل میں محبتِ رسُول اکرم صلعم گھر کر گئی آپ نے کئی ایک مجمعوں میں حضرت نبی کریم صلعم پر لیکچر دے چکے ہیں۔ ایسے ایسے رنگوں میں ذات اطہر صلعم کو سامعین کے سامنے پیش فرماتے رہے ہیں کہ اس مدحت سرائی میں ایک پیدائشی مسلم بھی اُن سے گوئے سبقت نہیں لے جاسکتا۔ آپ نے اپنی تقریروں کے ایک سلسلہ میں ایک شاندار تقریر کیا اسلام دُنیا کے امن کا کلید بردار ہے کے موضوع سے ۵ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو سنٹیچوری۔ سیل سٹریٹ لندن ایس۔ ڈبلیو میں فرمائی۔ جرنل موصوف نے دوران تقریر میں حاضرین جلسہ سے حضرت نبی کریم صلعم کی سوانح حیات کے مطالعہ کی استدعا کی۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب دی آئیڈیل پرافٹ[1] کے مطالعہ کے لئے خصوصیت سے زور دیا۔ پھر کتاب مذکورہ کی ایک کاپی سنگچوری مذکور کی لائبریری کے ممبروں کے مطالعہ کیلئے اپنی طرف سے مفت پیش کی +

جرنل موصوف نے اپنی تقریر کے پہلے حصہ میں۔ جو آیندہ کی صحبت میں انشاءاللہ پیش ناظرین کرام ہوگی۔ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی پر ایک انوکھے اور اچھوتے انداز سے روشنی ڈالی۔ اس تقریر کو ہمارے ان دوستوں نے جو حلقہ روحانیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ از حد پسند کیا۔ لیکچر مذکورہ کے نکات کی بلیک بورڈ اور چاک کی مدد سے تشریح کی گئی +

اس کے بعد جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے جناب عبداللہ یوسف علی آئی۔ سی۔ ایس کو مدعو کیا۔ تاکہ وہ بھی اسی موضوع پر چند ایک خیالات کا اظہار

[1] اس کتاب کا اردو ترجمہ نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل ہے جو مسلم بک سوسائٹی لاہور سے مل سکتا ہے قیمت ۱۲ آنے

فرمائیں۔ اور سامعین کے شکریہ کا ووٹ جسے کہ دبیر سوسائٹی نے تجویز کیا پاس کرنے کے بعد جلسہ مذکور ختم ہوئی۔ جسکے بعد مختصر طور پر سامعین جلسہ کی چاء سے خاطر کی گئی +

یہ تقریب سعید ہر رنگ میں کامیاب ہوئی۔ اس تقریب کے منتظمین و مجوزین ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اسے کامیاب بنانے میں اَن تھک کوششیں کیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کی ذات کے متعلق مغربی دنیا شدید غلط فہمی میں مبتلا ہے اس دروغ باقی کے قلع قمع کرنے کیلئے اس قسم کے جلسہ ہر ایک توجہ و امداد کے مستحق ہیں +

حاضرین جلسہ میں پروفیسر لیون اُن کی اہلیہ سر عمر حیات خاں ٹوانہ اہلیہ کپتان ملٹن لیڈی ہیڈلے ملقب بہ سردار اور اہلیہ صاحبہ اقبال علی شاہ اور مسٹر مارمیڈوک پکتھال موجود تھے +

کیا جمہوریت ایک مغربی اصول ہے؟

برطانیہ کی عربی بولنے والی جماعت نے ۲۹ اگست ۱۹۳۰ء کو ہوٹل میٹرا پول میں جمعہ کے روز ہز ایکسیلنسی پروفیسر مکرم عابد کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت دی۔ صاحب موصوف نحاس پاشا کے عہد وزارت میں وزیر مالیات تھے۔ اور آجکل وفد پارٹی کے جو اس وقت مصر میں برسر اقتدار ہے سکرٹری جنرل ہیں۔ آپ اس وفد کے بھی ایک رکن رہ چکے ہیں جو کچھ عرصہ ہوا انگلستان میں برطانوی حکومت کے وزرا سے مصر و انگلستان کے تعلقات پر گفت و شنید کرنے آیا تھا۔ اور جب زغلول پاشا کی پارٹی کو حکومت برطانیہ سے مخالفت کے جرم میں جلاوطن کیا گیا تھا۔ تو صاحب موصوف بھی اُن کے ہمراہ تھے +

مختلف اقوام کے اصحاب مثلاً مصری۔ ہندی۔ عراقی۔ شامی عرب افغان اور انگریز ایسٹ ہوم میں شریک تھے۔ تاکہ وہ اس مقصد سے ہمدردی کا اظہار کر سکیں جسکے حصول کیلئے وفد پارٹی کوشاں ہے +

چاء اور خوراک سے فراغ حاصل کرنے کے بعد پروفیسر موصوف زبردست تالیوں کی گونج میں تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ مولوی عبد المجید ایم۔ اے امام مسجد ووکنگ نے بحیثیت صدر جلسہ لیکچرار کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ کہ ہم لوگ یہاں صرف پروفیسر موصوف کی شخصیت کا احترام

کرنے کیلئے جمع نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم ان کو بجا طور پر حب الوطنی کا مجسمہ سمجھتے ہیں اور اس لئے بھی انکی عزت کرتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ صاحبان مفید معلومات ساتھ لیکر یہاں سے رخصت ہونگے +

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے حسب معمول نہایت دلکش انداز میں تقریر شروع کی۔ جسکے دوران میں انھوں نے کہا۔ کہ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جمہوریت مغربی دماغ کی شرمندۂ احسان ہے اور اسلئے مشرق کیلئے موزوں نہیں ہے۔ جمہوریت تو مشرقی لوگوں کی روزمرہ زندگی میں کارفرما نظر آتی ہے۔ اور جو یوروپین اصحاب مشرقی ممالک کا سفر کر چکے ہیں وہ اسباب کو اچھی طرح جانتے ہیں اور لندن میں جس قدر عربی بولنے والے اصحاب بود و باش رکھتے ہیں۔ جنہوں نے مجھے اس جلسہ میں تقریر کرنے کی عزت بخشی ہے وہ بھی اس حقیقت سے خبردار ہیں۔ اُن کی زندگی جمہوریت پر بسر ہوتی ہے۔ اور اس لئے مناسب ہے کہ ان پر حکومت بھی اسی قسم کی ہو۔ حضرت مسیح اور آپکے حواری آنحضرت صلعم اور آپکے صحابہؓ سب کے سب جمہوریت پر عامل تھے +

صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ کہ ایک شخص نے ڈرتے ڈرتے آنحضرت صلعم کو سلام کیا آپ نے اس سے فرمایا اے بھائی تم خوفزدہ کیوں ہو؟ میں تو محض اس عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی +

خلفاء جیسا کہ سب جانتے ہیں، ہمیشہ رائے عامہ سے منتخب ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے کہا تھا۔ "اگرچہ میں افضل الناس نہیں ہوں لیکن تم نے مجھے امارت کے لئے منتخب کیا ہے۔ اگر میں بلحاظ حسن حکومت کروں تو میری مدد کرنا۔ اور اگر مجھ سے غلطی ہو تو مجھے معزول کر دینا"۔ اسی طرح مایکر تب حضرت فاروق اعظمؓ نے عمر ابن العاص کو سرزنش کی۔ کیونکہ اُنھوں نے ایک قبطی کے ساتھ ناانصافی کی تھی۔ اور کہا۔ تم انسانوں کو غلام بناتے ہو۔ حالانکہ انکی ماؤں نے تو اُن کو آزاد جنا تھا"۔ اس کے بعد صاحب صدر کی درخواست پر مسٹر کامل آف یوروشلم نے شکریہ کی تجویز پیش کی۔ اور علامہ سید عبداللہ یوسف علی ایم۔ اے، ایل ایل ایم، سی بی ای وغیرہ نے اسکی تائید کی +

دُنیا کے حق میں رُوحانیت کا افادی پہلو جنگ عظیم کے بعد سے یہ سوال بہت شد و مد کے ساتھ

معرضِ بحث میں آرہاہے۔ کہ رُوحانیت سے دُنیا کو فائدہ پہنچا یا نہیں؟ ڈیلی ہیرلڈ مورخہ ۲۸ و ۲۹ جون ۱۹۳۰ء میں دو مضامین اسی بحث پر شائع ہوئے تھے +

بہرکیف ہم مسلمان تو برخلاف مسیحی احباب کے رُوحانیت کو اس لئے بہت مفید یقین کرتے ہیں۔ کہ یہ طریق دُنیا کو پستی کی طرف مائل ہونے سے روکتا ہے۔ کیونکہ رُوحانیت کی تعلیم یہ ہے کہ خدا ہمارا سب کا خالق اور رازق ہے۔ اور سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ موت کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ وار ہے۔ جزا و سزا برحق ہے۔ رُوحانی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور ارواح میں مکالمہ و رابطہ باہمی ممکن ہے +

رابطہ ارواح کے مسئلہ پر بہت کچھ لعن طعن ہوئی ہے۔ لیکن بایں ہمہ رُوحانیت روزافزوں ترقی کررہی ہے۔ اور اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ کلیسیاء کی تعلیم میں ضرور کوئی نقص ہے۔ جو یہ طریق لوگوں میں قبولِ عام حاصل کررہاہے۔ ہماری نظر میں وہ نقص یہ ہے۔ کہ کلیسیائی تعلیمات حیات بعدالموت کے متعلق نہایت مُبہم ہیں۔ اور آیندہ زندگی کو اس رنگ میں پیش کیا گیا ہے کہ جو لوگ ادائے فرض میں قاصر رہینگے۔ انھیں سخت عذاب ہوگا۔ اور یہ بات لوگوں کو آیندہ زندگی پر عقیدہ رکھنے سے باز رکھتی ہے۔ رُوحانیئیں کی تحریرات دیکھ کر ہم یہ اندازہ کرسکتے ہیں۔ کہ انھوں نے ابھی تک امام غزالی اور علامہ ابن عربی کی تصانیف کا مُطالعہ نہیں کیا۔ اور وہ ہنوز اسلام کے باطنی پہلو سے ناواقف ہیں۔ جب وہ قرآن و اسلام کا مُطالعہ کرینگے۔ تو انھیں معلوم ہوجائیگا۔ کہ اسلام اُن کا حقیقی دوست اور مُعاون ہے اور یہ بات مسیحیت سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ کس قدر افسوس ہے۔ کہ یہ لوگ بائیبل ہی اپنی تعلیمات کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ناکافی اور مُبہم ہونے کے باعث تو خود "رُوحانیت" عالمِ وجود میں آئی ہے۔ لازم ہے۔ کہ یہ لوگ اب اپنی توجہ اسلامی تعلیمات کی طرف منعطف کریں کہ یہاں اُن کو نعمتِ عظمےٰ نصیب ہوسکتی ہے +

حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جو مذہب یا طریق انسان کو ابدیت رُوح کا درس دیتا ہے۔ وہ بنی نوع آدم کی بہت بڑی خدمت انجام دیتا ہے۔ اور بلا شک رُوحانیت نے انسانوں کو لاادریت اور الحاد کے کنوئیں میں گرنے سے بچایا ہے۔ اور خدا اور آخرت پر اُن کا ایمان قائم کیا ہے۔

اسلئے ہماری نظر میں یہ مذہب لائق تحسین ہے۔ پروفیسر میکڈوگل اپنی تصنیف "روح اور جسم" مطبوعہ نیویارک ۱۹۱۱ء میں یُوں رقمطراز ہیں :۔

"جزاء کی اُمید اور سزا کے خوف سے قطع نظر کر کے اس اعتقاد کا عام انسانوں کی طبائع پر نہایت مفید اخلاقی اثر مرتب ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اس کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ یہ بالکل ایک استثنائی امر ہے کہ مارکس اریلیئس یا ہکسلے جیسے بعض افراد محض ذاتی کوشش سے اخلاقی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن بنی نوع آدم بحیثیت مجموعی روحانی اعتقاد سے محروم ہو کر اخلاقی زندگی نہیں بسر کر سکتے۔ بلکہ انکی روزمرہ زندگی بھی معرض شبہات میں آجائیگی۔ یہ عقیدہ کہ موت کے بعد بھی زندگی ہوگی۔ اگرچہ ہمیں اس زندگی کا مطلق علم نہو۔ ہمارے اندر یہ یقین پیدا کر سکتا ہے۔ کہ ہم عالم رنگ و بو سے فزوں تر عالم کا جزو ہیں۔ اور اسکی بدولت اُن عوارض کا سدباب ہو سکتا ہے۔ جو تمدن اور تہذیب کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں" +

کلیسیائی نظریات اور عام لوگوں کے خیالات میں اختلاف

لیمبتھ کانفرنس اور ماڈرن چرچ مین کانگریس کی قراردادوں، تجویزوں اور فیصلوں کو پڑھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ آج کے دن کلیسیاء اور عوام کے خیالات میں بعد المشرقین موجود ہے۔ اور آخرالذکر طبقہ اسلامی طریق حیات کیلئے بیتاب نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر زندگی کے تمدنی پہلو یعنی نکاح اور تعلقات مابین زن و مرد کو لے لیجیے۔ آجکل تمام یورپین مرکزوں میں طلاقوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ شادی کے متعلق پست خیالات اور عقد نکاح کو حقیر گرداننے کی وجہ سے مسیحی ممالک کا اخلاقی معیار روز بروز پست ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اہلی زندگی میں نقائص اور خرابیاں رُونما ہو رہی ہیں۔ حالانکہ فیملی لائف تو موجودہ تمدن کی بُنیاد ہے +

کلیسیاء کے عمائدین اب خواب غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں۔ اور اس خیال سے کہ مبادا نوجوان طبقہ مذہب سے بالکل دستبردار ہو جائے۔ میدان عمل میں آرہے ہیں +

ہم نے گزشتہ پرچہ میں لیمبتھ کانفرنس کا ذکر کیا تھا لیکن ربط کلام کی وجہ سے ہم اس کی اس کونسل کا ذکر دوبارہ کرتے ہیں۔ جو جنسی اخلاق کے مسئلہ سے متعلق ہم کی طرف سے ظاہر ہوئی ہے۔ کانفرنس مذکور نے قرار دیا۔ کہ ہمارے خداوند نے جو نظریہ نکاح کا پیش کیا ہے۔ اسمیں جملہ اخلاقی مسائل کا حل موجود ہے۔ جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کسطرح ہمارے خیال میں اس قسم کے ریزولیوشن پاس کرنے سے دشواری کا حل نہیں ہوسکتا +

کیونکہ لوگ کانفرنس کی نظر میں محترم نظریہ نکاح کو قبول کرنے کیلئے طیار نہیں ہیں۔ جب تک ان کے سامنے مادی مثالیں موجود نہ ہوں۔ اور اس کے علاوہ وہ کس طرح طیار ہوسکتے ہیں۔ جبکہ ان کے خداوند نے ان لوگوں کو ذہن میں مطلق نہیں رکھا۔ جو عادی شرابخوار ہیں، یا کسی دماغی یا جسمانی عارضہ کی وجہ سے ناقابل ہیں۔ جن کے اطوار حیوانوں کے سے ہیں ؟ ڈین آف سینٹ پال نے ایک اور دلچسپ تجویز پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ جو لوگ دائمی معاہدہ نہ کرسکیں، ان کو اجازت ہونا چاہئیے۔ کہ کلیسیاء کی بجائے کسی رجسٹریشن آفس میں جاکر نکاح پڑھالیں (یہ نکاح فریقین کی مرضی سے ٹوٹ سکتا ہے) اور یہ معاہدہ ایک پرائیویٹ حیثیت رکھیگا، کلیسیا کی نظر میں مستند نہ ہوگا۔ کیونکہ کلیسیاء صرف انہی شادی کو جائز قرار دے سکتا ہے جسمیں فریقین دائمی رفاقت کا عہد کرینگے" لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیندہ حالات سے کون خبردار ہوسکتا ہے ؟ لہٰذا کسے پڑی ہے۔ کہ کلیسیاء میں جاکر دائمی رفاقت کا عہد کرے +

آنحضرت صلعم کی سیرت مبارکہ پر ایک برہمن فاضل کا تبصرہ

بقلم پروفیسر ہری پرشاد شاستری پی۔ ایچ ڈی

ہم لوگ فطرت کی حسین چیزوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور موسیقی اور شاعری سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ جب ہم افلاطون یا شیکسپیئر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمارے خیالات میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم شنکراچاریہ کے فلسفہ اور شاکیا منی کے اعلیٰ اخلاقی تعلیم پر غور کرتے ہیں تو روحانی طور پر اعلیٰ مدارج طے کرتے ہیں لیکن جب ہم کسی عظیم الشان شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور اس کے کارناموں کو سامنے رکھتے ہیں۔ تو ایک ایسی قلبی راحت حاصل ہوتی ہے جیسے

بذریعۂ الفاظ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں صرف اس شخصیت کو عظیم الشان کہتا ہوں جو صداقت کے حصول اور تمدن کے فروغ میں بنی نوع آدم کی معاون ثابت ہو۔ کیونکہ صداقت مطلوبہ خود ایسی شخصیت میں مضمر ہوتی ہے۔ اور ایسی شخصیت کا اثر ہمارے قلوب پر اس درجہ ہوتا ہے جس کا جواب کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس شخصیت کی بدولت ہم صرف اخلاقی اور روحانی طور پر ہی ترقی نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارے شعور ذاتی میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہم اس حیرت انگیز میدان کی جھلک حاصل کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے لئے باعثِ تقویت اور راحت ثابت ہوتا ہے ظاہر ہے۔ کہ ہم عقل یا حواس کے ذریعہ سے خدا کو معلوم نہیں کر سکتے۔ لیکن اس شخص کی زندگی کو دیکھ کر ہمارے اندر خدا کی ہستی کا وجدانی علم پیدا ہو سکتا ہے۔ جس نے خود تجربۂ ذاتی کی بناء پر خدا کی ہستی کا علم حاصل کر لیا ہو۔ ایسے شخص کی صحبت میں رہکر ہمارے اندر حریت اور ہمدردی اور روحانیت پیدا ہو سکتی ہے۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ محمد الرسول اللہ ایسی اعلےٰ اور عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے۔ اور غالباً آپ ان لوگوں کے خاتم تھے جو وقتاً فوقتاً بنی نوع آدم کی ہدایت کے لئے خدا کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے ہیں +

آپ عرب کے ایک نہایت شریف اور مشہور خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اور بچپن ہی سے صداقت شعاری اور معدلت گستری آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ بچپن ہی سے غور و فکر کے عادی تھے۔ اور اخلاقی زندگی بسر کرنے کیلئے آپ کو دنیاوی علوم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ دنیاوی طور پر دانشمند انسان صرف وہی جزوی صداقت کسی دوسرے کو سکھا سکتا ہے، جو آپ ماں کے پیٹ ہی سے لے کر پیدا ہوئے تھے۔ جوانی میں آپ نے تجارت شروع کی اور دنیا کو دکھا دیا کہ ایک شخص ایماندار رہکر بھی کامیاب تاجر ہو سکتا ہے۔ اگر حکیم کنفوشش کو آپ کے تجارتی اصولوں کا علم ہوتا تو وہ تجارتی معاملات کو مذموم قرار نہ دیتے۔

آپ نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ شادی کر کے یہ بات دنیا کو دکھا دی کہ جسمانی خوبصورتی ایک عارضی شے ہے۔ اور شادی کا رشتہ اخلاقی خوبصورتی پر مبنی ہونا چاہئے۔ واضح ہو کہ حضرت خدیجہ ظاہری دولت کے علاوہ روحانی دولت سے بھی مالامال تھیں۔ اور صداقت کے حصول کی خواہش ان کے قلب میں ہر دم موجزن تھی +

آنحضرتؐ کی حقیقی عظمت و شان عمر کے چالیسویں سال میں ظاہر ہوئی۔ جبکہ آپ نے محض اپنے

بلند اخلاقی اصولوں کی طاقت اور روحانی اور باطنی قوتوں کی بناء پر خدا کی ہستی کا اپنے نفس میں مشاہدہ کیا۔ اور محسوس کیا۔ کہ دنیا کو توحید ذات باری تعالیٰ کی عظیم الشان صداقت سے روشناس کرانا اور ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاقی دستور العمل اُن کی رہنمائی کیلئے پیش کرنا چاہیئے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ کی قوم کو جو مادیت کے قعر میں پڑی ہوئی تھی۔ اور صرف جسمانی لذتوں کو مقصود حیات قرار دیتی تھی۔ ایمان کی خوبیوں سے نا آشنا تھی۔ اور توحید باریؔ کے فائدوں سے بیگانہ تھی۔ ایک ملہم ربانی کی اشد ضرورت تھی۔ اور بلا شک عربوں کی یہ ضرورت پوری ہوئی۔ یہ دنیا کی تاریخ میں ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہے جبکہ آپ نے غار حرا میں اس صداقت کو دریافت کیا۔ کہ سوائے خدا کے اور کوئی ہستی لائق پرستش نہیں۔ یہ حقیقت ایک ایسی قوت ثابت ہوئی۔ جس نے روم الکبرےٰ کو جو غلامی اور انفرادی فضول خرچی پر مبنی تھی۔ فنا کا راستہ دکھا دیا۔ اور یورپ میں ایک نئے تمدن کا افتتاح کر دیا۔ آپ نے اپنے مذہب کا نام "اسلام" رکھا جسکے معنی ہیں صلح اور امن"۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ آپ کا مذہب واقعی صلح اور امن کا علمبردار ہے۔ جس کی بدولت انسان کی مضطرب روح کو سکون، اور جہالت میں غرق شدہ انسانیت کو خدا کا حقیقی علم حاصل ہو گیا +

اگر آنحضرت صلعم خدا کی طرف سے نہیں تھے۔ تو پھر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ خدا نے کبھی کسی شخص کو نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہی نہیں۔ اور نبوّت کا تخیل کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا +

اس پاک نبیؐ نے جو تعلیم دوسروں کو دی پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ آپ کی شخصیّت جمہوریت، رواداری، اخلاق حسنہ، محبت، سخاوت اور سادگی کا مجسّمہ تھی۔ آپ دنیاوی نمود، عزّت اور سطوت سے نہایت نفور تھے۔ آپ خدا اور سچّائی ان دو چیزوں کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور حتے الوسع ان دونوں کی پیروی آپ کا مشغلۂ حیات رہا۔ آپ نے کبھی باطل کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ آپ کبھی کسی شخص سے مرعوب نہیں ہوئے۔ آپ کی شجاعت فوق العادت تھی +

آپ نے ان باتوں کی تعلیم نہیں دی۔ جن پر عملدر آمد نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اُن امور کی تعلیم دی جن پر ہر شخص عامل ہو سکتا ہے۔ اور اس عمل کی بدولت اُس کے اندر روحانی ترقی پیدا ہو تا یقینی ہے آپ غریبوں سے محبّت ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ نے دنیا کو زکوٰۃ کا اصول بھی سکھایا۔ جس پر اگر سب لوگ عمل کریں تو دنیا سے مفلسی یکدم کافور ہو جائے۔ آپ نے مسکرات کے استعمال کی ممانعت

فرمائی۔ اور یہ حکم آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے نافذ فرمایا جس پر امریکہ آج عمل کر رہا ہے اور جاپان عمل کرنے کی فکر میں ہے۔ کیونکہ جاپانی لوگ شراب کے کثرت استعمال کی وجہ سے اخلاقی پستی کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ کا ایک مشہور مقولہ ہے "علم حاصل کرنے کے لئے چین جانے سے بھی گریز مت کرو"۔ آنحضرت کے زمانہ میں چین پر خاندان ٹینگ حکومت کر رہا تھا۔ اور اس زمانہ میں وہاں علم و فضل کا بڑا چرچا تھا۔ جب یورپ جہالت میں مبتلا تھا۔ اور جبکہ یورپ کے دارالحکومتوں میں جادوگرنیوں کو زندہ جلایا جاتا تھا۔ اور جبکہ یورپ کے لوگ علم و حکمت سے اس طرح بچتے تھے۔ جیسے کوئی سانپ بچھو سے۔ اس وقت اسلام کے متبعین اسپین کے گاؤں میں مدارس جاری کر رہے تھے۔ اور لوگوں کو سائنس اور حکمت کی طرف مبلا رہے تھے۔ اور (آرٹ) فنون لطیفہ، فلسفہ اور لٹریچر کا درس دے رہے تھے یورپین فلسفہ میں ابونصر فارابی اور ابوبکر رازی کا نام سونے کے حرفوں سے لکھا ہوا ہے +

بدھ مذہب کی طرح اسلام صرف ایک مذہبی تحریک ہی نہیں ہے۔ بلکہ تمدن اور تہذیب کا زبردست ممد و معاون ہے جس طرح بدھ مذہب نے شمالی ایشیا میں تہذیب پھیلائی۔ اسی طرح اسلام نے شمالی افریقہ اور یورپ کے لوگوں کو متمدن بنایا۔ ارسطو کا فلسفہ مسلمانوں ہی کی بدولت یورپ میں پہنچا ہے۔ کیونکہ مسلمان اپین میں ارسطو کے فلسفہ پر درس دیتے تھے۔ کاغذ بھی مسلمانوں ہی کی بدولت یورپ میں پہنچا۔ قصر الحمرا جس کا نقشہ لندن کے قصر بلور میں نظر آتا ہے مسلمانوں کے فن تعمیر کا ایک ادنےٰ سا نمونہ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی آرٹ پاکیزگی کا مجسمہ ہے +

آنحضرت صلعم کو استعلائے ذاتی سے مطلق سروکار نہ تھا۔ آپ کی نظر میں صرف خدا ہی تمام تعظیم اور توصیف کا سزاوار ہے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ لوگو! میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں مسلم اور غیر مسلم دونوں آپ کی نگاہوں میں یکساں تھے جس طرح خدا کی نگاہوں میں آپ مسلم اور غیر مسلم دونوں سے یکساں سلوک فرماتے تھے +

زمان و مکان رنج والم اور روایات پارینہ سے آزادی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے شعور ذاتی کو لامحدودیت کی فضاؤں میں منتقل کر دے + اسی لئے آنحضرت صلعم

نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ ہر روز پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچ کر اپنے آپ کو نجات اور نروان کا مستحق بنائیں۔ ظاہر ہے۔ کہ کوئی مذہب اس سے بلند تر تعلیم نہیں دے سکتا +

سوال و جواب

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

علاقہ بنگال (ہندوستان) سے ایک دوست نے دو سوالات میرے پاس روانہ کئے ہیں:۔

(۱) اگر اسلامی قربانی کا مقصد گناہوں کا کفارہ ادا کرتا ہو تو کیا پھر یہ اسلامی رسم یہودی مذہب سے رسمی طور کے لحاظ سے مشابہ نہیں ہوگی؟

(۲) اگر ملائکہ کے معنے قوائے فطرتیہ ہیں تو پھر ملائکہ کے انسانوں کے پاس آنے کا کیا مطلب ہے؟

میں نے مفصلہ ذیل جواب اُن کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ جسے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

عید قربان قرآن شریف کی تعلیمات کے موافق قربانی سے گناہ معاف نہیں ہو سکتے۔ اسلام تو عمل اور ذمہ داری کی تعلیم دیتا ہے۔ لہذا وہ کسی ایسے عقیدہ کو پسندیدہ قرار نہیں دے سکتا جس سے قوت عمل مردہ ہو جائے یا ذمہ داری کا احساس مفقود ہو جائے +

قربانی کی رسم ابتدائے آفرینش سے جاری ہے۔ اور اس کا مقصد صرف غربا پروری تھا۔ جیسا کہ لفظ "عید" سے ظاہر ہوتا ہے۔ لحم حیوانی ایک مقوی اور خوش ذائقہ غذا ہے۔ جو غرباء کو میسر نہیں آسکتی اسی لئے قربانی اور دیگر صدقات کا مقصد اصلی یہ ہے کہ غریبوں کو بھی اس لذت سے بہرہ اندوزی کا موقعہ دیا جائے۔ اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہیں +

اس میں شک نہیں۔ کہ افعال حسنہ رفتہ رفتہ انسان کے اندر میلانات گناہ کو کمزور کرتے اور بالکل دور کر دیتے ہیں۔ نیز گنہگار کو خدا کی نظر میں مقبول بھی بنا دیتے ہیں۔ نکوکاری کیلئے یقیناً کسی نہ کسی قسم کی قربانی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمیں یقیناً اُن چیزوں سے جن کو ہم محبوب رکھتے ہیں۔ مفارقت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ گناہ کے معنی حقیقتاً یہ ہیں کہ دوسروں کو اُن کے جائز مقبوضات سے محروم کر دیا جائے۔ لیکن اگر ہم نکوکاری کی خاطر اپنی محبوب اشیاء

کو قربان کردیں، تو لامحالہ ہمارے اندر یہ خواہش کبھی پیدا نہ ہوگی۔ کہ ہم دوسروں کے اعمال پر قابض ہو جائیں یعنی اعمال حسنہ بدکاری اور برائیوں سے باز رکھتے ہیں۔ اور خدا کو خوش آتے ہیں۔ قربانی کا یہی مطلب ہے، لیکن اس کے معنے کفارۂ گناہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں اس کی بدولت گناہ کرنے کی قوت رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے +

افسوس یہ بات کا ہے۔ کہ قربانی کی رسم کو کفارہ کا رنگ دیدیا گیا۔ نکوکاری سہل الحصول نہیں ہے اور طبیعت انسانی ابتداہی سے یہ چاہتی ہے۔ کہ اپنا بوجھ دوسروں پر ڈال دے۔ اور یہ وہ رجحان ہے جس کو شتے الوسع زائل کرنا چاہئے۔ ورنہ ہمارے اندر ذمہ داری کا احساس کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اس فطری کمزوری کے باعث انسان ہمیشہ کسی ایسی شئے کا آرزومند رہتا ہے۔ جو اُسکے برائیوں کا کفارہ ہو جائے یسوع ہی تن تنہا ایسا "مسیح" نہیں، جسے انسان نے اپنے بہبود کیلئے تراشا ہو وہ تو اس سلسلہ کا خاتم ہے۔ جو وقتاً فوقتاً کفارۂ گناہ ہوتے رہے ہیں یسوع سے پہلے بھی بہت سے مسیح اس دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں۔ جن کو خدائی صفات سے متصف کیا گیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی جان بنی نوع آدم کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے قربان کر دی ہے۔ سب نے بخوشی موت گوارا کی سوائے حضرت یسوع کے، جنہوں نے خدا سے یہ دعا کی تھی۔ کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ مسیحیت میں یہ تجویز نجات درحقیقت بت پرستوں کے عقاید سے اخذ کی گئی ہے۔ اوائل کلیسیاء کے بزرگوں نے، اسکے عوض اپنے عقاید پیش کرنے کی کوشش کی۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے مشرکانہ عقاید کلیسیا میں داخل ہو گئے۔ تاکہ اُسے عوام کی نظروں میں قبول حاصل ہو سکے +

حقیقت یہ ہے، کہ قربانی کے جانوروں کا خون اور گوشت خدا کو نہیں پہنچتا۔ اس رسم کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کے اندر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی روح پیدا ہو جائے۔ اور اسکی صورت یہی ہے۔ کہ انسان اس بات کو مدنظر رکھے کہ خدا کی نظر میں خون اور گوشت کی وقعت نہیں بلکہ دلی پاکیزگی کی وقعت ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے۔ اللہ کو ان (قربانی کے جانوروں) کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ صرف تمہارا تقوی۔ پس اس نے اُن کو تمہارا خادم بنا دیا ہے۔ تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کر سکو۔ کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے! اور جو لوگ نکوکار ہیں۔ انھیں خوشخبری سُنا دو" +

اس آیت سے پہلی آیت بھی خاص طور پر لائق توجہ ہے! ارشاد ہوتا ہے :-

"اور اونٹوں کو ہم نے اللہ کے مذہب کا تمہارے لئے ایک نشان بنایا ہے۔ ان میں تمہارے لئے بہت کچھ بھلائی ہے۔ پس جب وہ ایک قطار میں کھڑے ہوں تو اُن پر خدا کا نام پڑھو۔ اور جب وہ ذبح ہو چکیں تو ان کا گوشت کھاؤ۔ اور غریبوں کو کھلاؤ جو قانع ہوں اور فقرا میں تقسیم کرو۔ پس ہم نے اُن کو تمہارا خادم بنایا۔ تا کہ تم شکرگزار بندے بن سکو"۔

اس آیت کا آخری فقرہ یعنی ہم نے اُن کو تمہارا خادم بنایا ہے۔ تا کہ تم شکرگزار بندے بن سکو۔ خاص طور پر لائق توجہ ہے۔ انسان کے اندر جو بہیمیت پائی جاتی ہے۔ وہ اسے سرکشی کی طرف راغب کرتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم نیکی کی راہ پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ تو لازم ہے کہ اس بہیمیت کا قلع قمع کر دیں۔ اور یہ بات تمدن کیلئے ازبس ضروری ہے۔ قربانی اس اصول کو ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتی ہے۔ اور یہ رسم ہمیں حقیقت سے خبردار بناتی ہے جانور کو ذبح کرنے سے ہمیں درپردہ یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے۔ کہ جس طرح یہ حیوان ذبح ہوا۔ اسی طرح ہم بھی اپنی حیوانیت کو ذبح کر دیں۔ اور جو شخص اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ محض ایک جیتی جاگتی جان کا خون کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اُسے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ملائکہ

ملک بمعنی فرشتہ مستعمل ہوتا ہے۔ اس لفظ کے دو معنی ہیں۔ ایک تو قوائے انسانیہ اور قوائے فطریہ جو کائنات میں جلوہ گر ہیں۔ دوسرے وہ ذی حس مخلوقات جو ان قواء کو بروئے کار لاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ملائکہ کو اس جماعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو حکم ایزدی کے مطابق کام کرتی ہے اور مشیت الٰہی کی تکمیل کرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۰ ۶۶/۶ ترجمہ۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے یعنے بچاؤ اپنی جانوں کو اپنے لوگوں کو آگ سے کہ ایندھن اس کا آدمی اور پتھر ہیں۔ اور اُوپر اسکے مقرر ہیں فرشتے سخت دل (اور) زور آور نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی جو حکم کرے اُن کو، اور جس کام کا حکم دیا جاتا ہے اُسے بجا لاتے ہیں۔ الغرض کائنات میں ہر شئے اپنا فرض منصبی نہایت استواری کے ساتھ پورا کرتی ہے

یعنی کسی مدبر الامور کے ماتحت کام کرتی ہے۔ اسکی حرکات سے یا منحی اکی سی صحت کا اور اس کے افعال سے عقل کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی بات نے علاوہ دوسری باتوں کے موجودہ تمدن کے حامیوں کو خدا کی ہستی کا یقین دلایا۔ فطرت نے جن اشیاء کو جس جگہ رکھ دیا ہے اگر ان کو اس جگہ سے ہٹا لیا جائے تو وہ اپنا مقررہ فرض ادا کرنے سے قاصر رہ جاتی ہیں لیکن جب انسان ان اشیاء کو صحیح طریق پر استعمال کرتا ہے۔ تو وہ بدستور کام دیتی رہتی ہیں + گویا فاعل کل نے تھوڑا سا کام انسان کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ اسکی سنت ہے۔ لہٰذا اگر خدا انسان کے علاوہ چند دیگر ہستیاں بھی پیدا کرے۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کریں اور کائنات میں عمل دخل کریں۔ تو کیا بیجا ہے؟ کائنات میں ادراک نہیں پایا جاتا لیکن تو بھی اس کے افعال میں ایک صحت اور استواری ضرور پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہے کہ فطرت خدا کی محکوم ہے۔ اور وہ یا تو خدا کی ماتحتی میں کام کر رہی ہے یا اس مخلوق کی جسے خدا نے اس کام کیلئے پیدا کیا ہے۔ اسی مخلوق کو قرآن نے ملائکہ کا نام دیا ہے۔ اگرچہ ملائکہ ہمیں نظر نہیں آتے لیکن خدا بھی تو غیر مرئی ہے۔ اور انسانی عقل خدا کی پیدا کردہ ہے۔ اور اسی طرح ہمارے اجسام بھی جن میں عقل کارفرما ہے پس کیا خدا ایسی مخلوق نہیں بنا سکتا۔ جو وقتاً فوقتاً انسان کے پاس آ سکیں۔ اور خدا کا پیغام اس کے پاس لا سکیں جیسا کہ ہم الہامی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ مجھے تو اس بات میں کوئی دشواری نظر نہیں آتی۔ اور نہ بات ناممکن ہے +

ناظرین رسالہ اشاعت اسلام کی خدمت میں

ضروری التماس

رسالہ ہذا کی فنا و بقا معزز خریداران رسالہ ہی پر منحصر ہے۔ آپکی ہی توجہ سے یہ پھل پھول سکتا ہے۔ اور آپ کی عدم توجہ سے بیدم ہو سکتا ہے اس وقت تک اس کا حلقہ اشاعت اس قدر قلیل ہے کہ سالانہ اخراجات بمشکل پورے ہوتے ہیں۔ اسلئے ہر ایک ناظر رسالہ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنے حلقہ اثر میں سے کم از کم دو جدید خریدار پیدا فرما کر رسالہ کی مالی اعانت فرمائیں۔ آپ کی ادنیٰ کوشش سے رسالہ کا قیام و ہستی وابستہ ہے اسلئے جملہ معزز خریداران دو جدید خریدار ضرور فراہم فرما کر داخل حسنات ہوں +

خادم۔ مینیجر رسالہ اشاعت اسلام برانڈرتھ روڈ عزیز منزل لاہور

تمدّنِ اسلام

اِنسانی مذہب کا موزوں نام اسلام ہے

بسلسلہ صفحہ ۳۸۴ - اشاعت اسلام جلد ۱۶ نمبر ۹

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

ہم نے ان اوراق میں بار بار دکھایا ہے۔ کہ از روئے تعلیم قرآن خدا کا الہام جس کی پیروی کا نام مذہب ہے۔ اسلئے دُنیا کو دیا گیا۔ کہ انسان اس پر چل کر ایک فلاح کی زندگی[۵۱] پالے۔ ایسا ہی خدا کی اطاعت یا عبادت بھی خدا کے اُن بتائے ہوئے قوانین کی پیروی کا نام ہے۔ جن پر مذکورہ بالا فلاح مبنی ہو۔ نہ یہ کہ چند رسمی باتیں ادا کی جائیں۔ اور ان کا نام مذہب رکھا جائے۔ لہذا قرآن نے اگر اس مذہب کا نام اسلام رکھا۔ اور اس کا نشان لا الٰہ الا اللہ پر عقیدہ رکھنا اور اس پر عمل کرنا ٹھیرایا تو یہ تو حقیقت امری ہے۔ اور ہماری بہتری کے لئے ہے۔ یہ تو وہ بات نہیں جس کے قبول کرنے سے ایک انسان سب سے اوّل اپنے کُنبہ اور قوم اور پھر اپنے وطن کی ہمدردی سے الگ ہو جائے۔ کیونکہ ہر کُنبہ کا ہر سیر اسی پر عامل ہو۔ بلکہ یہ تو وہ بات ہے۔ جس پر بہت سے امور میں کُل کی کُل دُنیا پہلے سے عمل کر رہی ہے۔ اسلام کے لفظی معنی بھی خدا کے قوانین پر ہی چلنے کے ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ پر عمل کرنے سے مُراد ان قوانین فطریہ کو اپنا معمول ٹھیرانا ہے۔ جو دُنیا کے ہر ایک کام سے وابستہ ہیں۔ اور جس کا وضع کرنے والا صانع قدرت ہے گویا ہر فرد بشر کا مذہب لا الٰہ الا اللہ یا اسلام ہے خواہ وہ زبان سے کہے نہ کہے اسی حقیقت کو قرآن نے ذیل کی آیات میں ظاہر فرمایا۔ وله اسلم من فی السّمٰوات والارض طوعًا وکرھًا (آل عمران ع ۹) دُنیا میں کوئی بھی چیز نہیں جو احکام آلٰہیہ پر نہ چلے یعنی ہر ایک

---

۵۱ وذالك امرت وانا اول المسلمين (انعام ع ۲۰) فاستقم كما امرت (ہود)

۵۲ اولٰئک علی ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون (بقرہ) وہی ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پاتے ہیں +

جینز مجبوراً احکام کی اطاعت پر مجبور ہے۔ اور اسی کا نام اسلام ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا۔
ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔ یعنی
اگر تم اپنی زندگی کیلئے کوئی طریق غیر اسلام طریق اختیار کرو گے۔ تو وہ قابل قبولیت نہ ہوگا
اور اس پر چلنے سے یقیناً نقصان ہوگا۔ تمہارے لئے صحیح راستہ اسلام ہی ہے یعنی جس
شعبہ زندگی سے تمہارا تعلق ہے۔ یا جن امور سے تمہاری روزی وغیرہ کا تعلق ہے۔ ان سب
کے لئے خدا تعالیٰ نے قانون بنا رکھے ہیں۔ انھیں قوانین پر چلو گے تو خدا کے نزدیک
بھی مقبول ہو گے دُنیا میں بھی تمہارے اعمال تسلیم کئے جائیں گے۔ اور تم مرفہ الحال ہو جاؤ گے
لیکن اگر ان قوانین کی اطاعت نہ کی تو یقیناً تم نقصان کا منہ دیکھو گے اس بصیرت
افروز حقیقت کو قرآن کریم نے ایک اور جگہ یوں فرمایا۔ بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ
اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ہر ایک شخص اسی کوشش میں ہے
کہ وہ اپنی محنت میں اجر یاب ہو۔ اور وہ غم و فکر سے آزاد ہو جائے سو اس امر کے متعلق قرآن
کہتا ہے کہ بیشک تم میں سے جو شخص اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو قبول کرلیگا۔ اور اپنے کل قویٰ نے
کو اس کے مطابق لگانے کا ارادہ کرلیگا۔ کیونکہ لفظ اسلام کے یہی معنی ہیں یعنی (ایک بات کو عقیدۃً
قبول کر لینا اور پھر اس پر چلنے کیلئے طیار ہو جانا) پھر اس کے مطابق صحیح اعمال کرے گا۔
(وھو محسن) تو ایسے انسان سے لئے اس آیت میں ارشاد ربّی یہ ہے۔ کہ اسکی محنتوں کا اجر تو اُسکے
رب یعنی اس کے پالنے والے کے پاس ہے یعنی اسکی ربوبیت کرنیوالا اس کو اس ارادہ اور عمل
کا اجر دے گا۔ اسی امر کا نام اسلام ہے۔ پھر دُنیا میں کن کامیاب انسان ہے۔ جیات معنوں میں
مسلم نہیں۔ لہذا مذہب کا نام عیسائی یا ہندو یا یہودی رکھنا تو محض مقامی یا انفرادی امور کیطرف
اشارہ کرتا ہے اگر انسانی مذہب کا کوئی موزوں سے موزوں نام ہو سکتا ہے۔ تو اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا
اگر کوئی انسان اپنے کسی تعلیم کردہ امر کا نام اصول زندگی رکھے۔ اور اُسے دوسرے انسانوں کے
سامنے اس طرح پیش کرے۔ کہ وہ اس پر عامل ہوں تو دیکھنا تو یہ ہوگا۔ کہ اس کی ایسی تعلیم انسانی
بہبودی و فلاح کے مناسب حال ہے یا نہیں۔ اور اگر صورت حال یہ ہے تو اُسے ہم کیوں
قبول نہ کریں +

ہم تو خدا کی سلطنت میں زندہ تک نہیں رہ سکتے جب تک اُس کے بنائے ہوئے قوانین کی پیروی نہ کریں۔ اور جہاں تک جسمانیات کا تعلق ہے۔ ہمارے تو اختیار میں بھی کچھ نہیں۔ ایک مُردہ شئیت کی طرح ہم مقررہ راستے یعنی قوانین فطریہ پر چلتے ہیں۔ دوسری مخلوق آلیہ کی طرح ہم بھی قوانین الٰہیہ کی پوری پوری پیروی کرتے ہیں اسی لئے تو ہمارا نام قرآن نے مسلم رکھا ہے[1] اس حقیقت کی طرف آیات بالا نے اشارہ کیا ہے کہ تم طوعاً و کرہاً مسلمان بننے یعنی قوانین پر چلنے کے لئے مجبور رہو +

ہاں جسمانیات کے علاوہ کچھ تھوڑی سی باتیں ہیں جن میں ہم اپنی اقتضاء رائے استعمال کر لیتے ہیں۔ ان امور کے متعلق فرمایا۔ کہ وہاں بھی ہمارے ہی اصول تجویز کردہ کام آئیں گے اور اگر تم اس کے برخلاف چلو گے تو نقصان میں رہو گے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن کریم نے زندگی کے جو اصول بتلائے ہیں یعنی وہ اصول جنہوں نے ہماری اقتضاء رائے پر حکومت کرنی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے تجویز کردہ ہیں یا انسان کے اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے بہترین شہادت صحیفۂ قدرت ہے میں نے ان میں سے چند اصول لکھ دیئے ہیں۔ اور باقی میں سے بعض کا بعد میں ذکر کیا جائے گا لیکن میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان میں ایک بھی اصول ایسا نہیں۔ جو نہ صرف ہماری انفرادی بلکہ قومی اور ملکی فلاح و کامیابی کا ذمہ دار ہو۔ اور قوانین قدرت کے مطابق ہو +

ضروری عرضداشت

میں نے گزشتہ اوراق میں یہ دکھلایا ہے۔ کہ انسانی تمدن و تہذیب کی بنیاد بموجب تعلیم قرآن دو امور سے وابستہ ہے۔ اور یہ حقیقت نفس الامری ہے (۱) انسان کا خواص الاشیاء اور قوانین فطرتیہ سے واقف ہونا اور ان کے مطابق عمل کرنا (۲) انسان کا متصف باخلاق حسنہ ہونا۔ یہ امر بھی میں بالوضاحت دکھلا چکا ہوں۔ کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے کائنات کے عناصر اور اس کے قوانین انسان کے خدا بنے ہوئے تھے۔ جس وجہ سے انسانی تمدن کسی قسم کی ترقی نا ممکن تھی۔ قرآن کریم نے نہ صرف انسان کو اس غلطی سے نکالا بلکہ وہ راہ بھی تجویز کی جس سے

[1] ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً (آل عمران ۹) اسی کے فرمانبردار ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں خوشی سے اور ناخوشی سے اسی کے فرمانبردار ہیں

وہ ان باتوں سے کما حقہٗ آگاہ ہو جائے۔ اگرچہ اوراق گزشتہ میں یہ باتیں اجمالاً لکھ دی گئی ہیں لیکن وہ محتاج تفصیل ہیں۔ مناسب تو یہ تھا۔ کہ اس باب کے بعد میں ان امور پر مفصل اسلامی روشنی ڈالتا لیکن ایک تو ان امور کا حصول اس کیرکٹر کو چاہتا ہے۔ جس کا فقدان ہم میں ہے دوسرا یہ جدید خیال کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں۔ اور بعد میں ہندو یا مسلمان یا عیسائی ہوں جلد تر محتاج تردید ہے۔ اسلئے میں نے تہذیب انسانی کے مادی حصہ کے متعلق اسلامی تعلیم پر کچھ لکھنا تو اس کتاب کی جلد دوم پر رکھا۔ اور یہاں سب سے اول میں نے یہ دکھلانا پسند کیا ہے۔ کہ اسلام نے اخلاق اور کیرکٹر کی تعمیر میں کس قدر عظیم الشان حصہ لیا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں۔ کہ مذہبی خیال سے الگ ہو کر انسان پر ان کی پیروی بغرض حصول تمدن از بس ضروری ہے۔ اور خصوصاً دور حاضرہ میں ہم ہندوستانی اس تعلیم کے سخت محتاج ہیں۔ اس جلد کے اخیر میں میں نے ایک باب بعنوان تمدن و وطنیت لکھ دیا ہے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ہمارے ملک کا سدھار ان چند اسلامی اصولوں کے اختیار کرنے پر ہی خواہ ہمارا کوئی مذہب ہو۔ نہ اس ناخوشگوار اور ناقابل عمل مقولے پر کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر ہندو یا مسلمان وغیرہ +

تمدن اور توحید

اسمائے الٰہیہ

سیرت یا کیرکٹر

اگر رفعت تمدن کیرکٹر سے وابستہ ہے۔ اور در اصل عمدگی سیرت ہی انسان کو حیوانات سے ممتیز کرتی ہے۔ تو اسلام نے اس سیرت یا کیرکٹر کے بنانے کیلئے علی الخصوص

---

[1] مناسب تھا۔ کہ سب سے پہلے یہاں ضرورت یا ثبوت الہام پر بحث کی جاتی۔ کیونکہ ایک معترض بعض ایسے امور سے انکار کر سکتا ہے جن کی بنیاد الہام الٰہی ہے مثلاً اسماء الٰہیہ و حساب کا موضوع ہے۔ لیکن ایک تو سلسلہ کلام میں فرق آتا تھا۔ اور دوسرا یعنی ان باتوں کو ایسے ڈھنگ میں لکھا ہے۔ کہ جس سے یہ اعتراض عاید نہیں ہوتا۔ ہاں الہام پر ایک باب موسومہ بہ تمدن اور ضرورت الہام ضرور لکھ دیا ہے +

توحید کی تعلیم دی ہے۔ والّا خدا تعالیٰ انسانی عبادت سے مستغنی ہے[۵۱]۔ انسان پیدائشی طور پر جنگجو واقع ہوا ہے کو یا وہ جبلاً متمدن ہونے کے قابل ہی نہیں۔ اس لئے اس جنگجو حیوان کو متمدن انسان بنانا مذہب یا قوانین سوسائٹی کا پہلا فرض ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے جب ربّانی سلطنت کے ورثہ کی خوشخبری انسان کو سنائی تو اسے اس کے نقص سے بھی مطلع کیا۔ فرمایا کہ وہ طبعاً خصیم مبین[۵۲] ہے اور اسی فطرت کی اصلاح کیلئے انسان کو توحید پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ اور توحید پرستی کا ایک بڑا نشان یہ قرار دیا۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے مخلوق کے اخلاق کو بطور نمونہ اپنے سامنے نہ رکھے انھیں اخلاق مختصہ سے متصف ہو کر انسان زمین پر خدا کا نائب بن سکتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر تمدن کی ۴ کر سکتا ہے ان اخلاق کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات سے منسوب کیا۔ اور ان ہی الہامات میں اطلاع دی پھر انسانی تعلیم کیلئے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام بھی بھیجے جنہوں نے اخلاق الٰہیہ سے پیراستہ ہو کر اپنی مقدس ذات کو انسان کے سامنے بطور اسوہ[۵۳] پیش کیا +

ابتدائے آفرینش سے آج تک بہت سی قومیں برسر عروج آئیں مصریوں سے چل کر اشوری، کالدی، بابلی، فنیقی، ہندی، ساسانی، عربی وغیرہ اقوام نے یکے بعد دیگرے دنیا میں تہذیب و تمدن کا ڈنکا بجایا لیکن ان سب کی تاریخ بآواز بلند یہ کہہ رہی ہے۔ کہ جب تک یہ لوگ عمدہ کیرکٹر کے حامل رہے، وہ طاقت کے مالک رہے۔ اور جس وقت وہ اس جوہر لطیف کو کھو بیٹھے اُن کی سر بفلک عمارتیں۔ زر و جواہر کے خزانے، فوج و سپاہ، الغرض کوئی چیز بھی انھیں تنزل و تباہی سے نہ بچا سکی۔ آج ہمارے زمانہ میں بعض یوروپین اقوام برسر اقتدار ہیں ان کے عروج کا باعث بھی ان کا کیرکٹر ہی ہے لیکن اب ان اقوام کے ارباب فکر اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کیرکٹر کی جو کمزوری بالآخر ایک دن کسی قوم کی تباہی کا موجب ہو جاتی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ان اقوام میں بھی پیدا ہو رہی ہے خصوصاً جب عیش پرستی نے گزشتہ دو ہزار سال میں روما بغداد اور مصر

---

[۵۱] ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید یعنی جو کچھ انسان حمد یا عبادت وغیرہ کر رہا ہے۔ اس سے تو اس کا اپنا فائدہ ہے۔ اور اگر انسان کفر کی راہ اختیار کرے یا خدا تعالیٰ سے بے پروا ہو تو یاد رہے کہ خدا تو مستغنی ہے۔ اُسے انسان کی حمد کی ضرورت نہیں اور بالذات حمید ہے (سورۂ لقمان)

[۵۲] خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین (النحل ع) انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر بھی وہ کھلا جھگڑالو ہے

[۵۳] لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب ع) [illegible]

اور مغلیہ دہلی کو برباد کر دیا۔ وہی عیش پرستی پہلے سے بھی زیادہ ان اقوام کے اندر بھی نظر آنے لگی ہے
واللہ اعلم بالصواب +

مغربی اقوام کی ترقی کو تو صرف دو ڈھائی سو برس گزرے ہیں لیکن ان سے پہلے بھی کوئی قوم چار پانچسو سال سے زیادہ قوت و شوکت کی مالک نہ رہی۔ ہاں مسلمان خلاف معمول کم و بیش ہزار سال تک برسر اقتدار رہے ہیں۔ اس کا باعث صرف ان کی وہ مخصوص سیرت تھی جو اُن سے پہلے کسی قوم کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ وہ کیرکٹر تھا جو اخلاق الٰہیہ کے قالب میں ڈھل چکا تھا +

بہرحال انسانی سیرت کی تکمیل کیلئے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کے سامنے اپنی صفات کو پیش کیا ہے۔ قرآن کو اگر تدبر سے دیکھا جائے۔ تو اس کتاب حکیم کی بھاری سے بھاری غرض یہی ہے۔ کہ انسان کو حیوانیت سے نکال کر اُن بہترین اخلاق سے متصف کر دے جنہیں قرآن کریم میں خدا تعالے نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس میں وہ زمین پر خدا کا نائب ہو کر حکومت کرے۔ اس نگاہ سے قرآن پاک کُل کا کُل سات عنوانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ اس کتاب مقدس میں بطور مرکز کے کام کرتی ہے دوسرے اس کی صفات ہیں تیسرے حسنات و سیئات یعنی ان امور کا ذکر جنہیں اعمال صالح کہا جاتا ہے۔ اور وہ باتیں جو رنگ معصیت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اگر قرآن کے بیان کردہ حسنات و سیئات کو غور سے دیکھا جائے تو قرآن کریم نے اُنہی چیزوں کا نام حسنات رکھا ہے۔ جو حضرت الٰہی کی صفات مختلفہ کی مقتضیات ہیں بالمقابل جو باتیں ان صفت الٰہیہ کے برخلاف چال چلن اختیار کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا نام سیئات یا گناہ رکھا ہے۔ اور حق الامر بھی یہی ہے۔ چوتھی بات جو قرآن میں آئی ہے وہ سُنن و شرائع ہیں یعنی وہ باتیں جن پر عمل کرنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ان شرائع کی حقیقت کو اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ وہی باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک انسان میں اخلاق الٰہیہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے حسنات کے مظاہر اور سیئات کے مظاہر کا ذکر بطور نمونہ کیا ہے جس سے مراد دو گروہ ہیں یعنی ایک گروہ انبیاء علیہم السلام کا اور دوسرا گروہ مخالفین کا۔ ان دونوں گروہوں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو بھی یہی بات نظر آتی ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام تو صفات الٰہیہ کا رنگ انسانوں میں پیدا کرنے کیلئے بطور اسوہ ہو کر آئے۔ اور جب اشرار کی اصلاح کے لئے یہ آئے یہ

وہی لوگ تھے جن کے اخلاق اخلاق الٰہیہ کے عین متضاد تھے چھٹی بات جس کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے وہ مظاہر قدرت ہیں جس کی طرف صفات الٰہیہ کی تشریح میں قرآن نے اشارہ کیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ کائنات میں پیدا ہوا ہے۔ وہ انھیں صفت الٰہیہ کا مظہر ہے۔ چنانچہ جہاں ان مظاہر کی طرف قرآن نے انسان کو سبق آموزی کے لئے متوجہ کیا۔ وہاں کسی نہ کسی صفت الٰہیہ کا بھی ذکر کر دیا۔ جس کا ذکر صحیفہ قدرت کے اس مظہر سے تھا مثلاً آیات مندرجہ البقرہ رکوع ۹ ا جو زمین و آسمان کی پیدائش اور اختلاف لیل و نہار جس کے باعث ہواؤں کا چلنا اور ان سے بادلوں کا پیدا ہو کر زمین کو سیراب کرنا اور ایسا ہی ان کے ذریعہ سمندروں میں جہازوں کا چلنا وغیرہ یہ سارا انتظام انسان کی پرورش کیلئے کیا گیا ہے۔ اور انسان کی یہ پرورش اسلئے ہوئی کہ خدا تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی رحمانیت تو یہ چاہتی تھی کہ انسان کی ربوبیت کے لئے وہ چیزیں پیدا کرے جن کا پیدا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور جب انسان خدا کی پیدا کردہ اشیاء سے فائدہ اٹھائے تو اس کی شان رحیمیت اس محنت کا عوض اسے کئی گنا دے۔ اسلئے اس آیت میں کل نظام شمسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کو صفت رحیمیت و رحمانیت سے وابستہ کر دیا گیا ہے بتقاضائے رحمانیت زمین اور آسمان اور اختلاف لیل و نہار نے تو بادل پیدا کئے اور سمندر میں کشتیاں چلائیں۔ لیکن جب ان دونوں امور سے انسان نے فائدہ اٹھایا مثلاً زمین میں کاشتکاری کی اور دوسری طرف جہازرانی کی تو اس کی محنت کا اجر کئی گنا رحیمیت کے باعث انسان کو عطا فرمایا۔ ساتویں بات جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہ بہشت دوزخ ہے بہشت میں وہی لوگ جائیں گے جو یہاں متصف باخلاق الٰہیہ ہو گئے۔ اور دوزخ ان لوگوں کی اصلاح کیلئے مقرر ہو گیا ہے جو یہاں اپنے آپ کو اس رنگ میں رنگین نہ کر سکے بہشت کیا ہے۔ انسان کے اعمال نیک اور اخلاق حسنہ کی محسوس سرور بخش اور آرام دینے کی تصویریں ہیں۔ اور دوزخ اعمال سیئہ اور اخلاق ذمیمہ کے معالجہ کیلئے ایک شفا خانہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ واما من خفت موازینہ فانہ هاویہ (قارعہ)

۵۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا نام "ام" یا ماں رکھا ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت یہ ہے واما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ الراضیہ۔ ان دونو آیات سے مراد یہ ہے۔ کہ میزان عدل میں جس کے اعمال حسنہ بھاری نکلے وہ تو ہمیشہ کی راحت میں ہو گیا لیکن جس کا وزن کم نکلا۔ اُسے اس کمی کے پورا کرنے کیلئے دوزخ میں بھیجا جائیگا۔ جو اس کی کمی کو پورا کرے گی ایک ماں جس طرح اپنے بچوں کے نقص کے دفعیہ میں کوشش کرتی ہے۔ اور اپنی کوشش ان نقصوں کو دور کر دیتی ہے یہی دوزخ کا حال ہوگا یعنی دوزخ پیدا ہی اس لئے ہوا ہے۔ کہ فردوس بریں داخل ہونے کے ناقابل انسانوں کو جنت کا اہل بنا دے۔ اس نسبت سے ان الفاظ مقدس میں دوزخ کا نام دوزخیوں کی ماں رکھا ہے۔ مترجم

الغرض کُل قرآن کریم صفات آلہیہ کی تشریح اور اُنھیں انسانی کیرکٹر کا زیور بنانے کے طریقوں پر مشتمل ہی۔ اور بات بھی صحیح ہے۔ کہ جب انسان مادی تمدن میں ترقی کر جائے اور حسب مُراد اشیائے راحت پیدا کرلے تو امن عامہ کا قیام اور صحیح تقسیم دولت یہی چاہتی ہے۔ کہ وہ اخلاق ستوُدہ سے مُزین ہو کر اپنے کمزور ہمجنسوں کے لئے نافع بخش بن جائے اور چونکہ برُوئے تعلیم قرآن ان اخلاق کو خدا تعالےٰ نے اپنی طرف اسلئے منسوب کیا ہے کہ انسان ان اخلاق کی عزت کرے۔ اسلئے لازم تھا۔ کہ اُس کی کتاب جہاں ایک طرف مادی ترقی کی راہوں کو بتائے۔ دوسری طرف وہ ان صفات کا بھی مفصل طور سے ذکر کرے بیشک آجکل مُتمدن سے مُتمدن دُنیا کو دیکھ لو روپیہ پیسہ تو سب کے ہاں ہے لیکن اُن کی کمی اخلاق نے ہی روپیہ پیسہ اُن کے لئے اسباب دوزخ کر رکھا ہے +

ان صفات آلہیہ میں سے جس کی طرف قرآن کریم نے اہمیت کے ساتھ اشارہ کیا اور جس پر کائنات کا ذرہ ذرہ شاہد ہی۔ وہ خُدا تعالیٰ کی صفت وحدت ہے۔ قرآن کریم کی اس تعلیم سے یہی نظر آتا ہے۔ کہ جس طرح خدا تعالےٰ وحدہ لا شریک ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اپنی صفات میں مجازی طور پر اپنے اندر یکتائی کا رنگ پیدا کرلے۔ اسی یکتائی سے وہ اپنے ہمجنسوں میں ممتاز و مُحترم ہو سکتا ہے۔ اور اسی صفت سے انسان میں اعتماد علے النفس جیسی اعلیٰ صفت بھی پیدا ہو سکتی ہے +

باقی آیندہ

شیر خدا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی سرکار میں عقیدت کے پھول

از قلم جناب محمد علی صاحب الحاج سلمن (بمبئی)

جب اصنام پرستی ربع مسکون پر مسلط تھی ۔ اور تمام دنیا بھر کا مذہبی و ذہنی نصب العین تاریکی کے اتھاہ گڑھے میں محجوب تھا۔ بت پرستی و توہم پرستی نے ضمیر انسانی کا گلا گھونٹا ہوا تھا۔ عصیان و جہالت ہر جگہ دائر و سائر تھی ۔ اُس وقت اسلام نہایت ہی خاموشی کے ساتھ ایک قلب مطہر میں نشو و نما پا رہا تھا۔ اور وہ قلب مبارک ایک دُرِ یتیم بچہ عربی کا تھا +

آفتاب اسلام ۔ ایک قلب مطہر میں مخفی نقاب کے اندر مستور تھا۔ جو طلوع ہو کر دنیا کو اجالا کرنے والا تھا۔ اور گھنے بادلوں کے درمیان جنہوں نے اُفق دُنیا کو تاریک کیا ہوا تھا آفتاب عالمتاب کی طرح طلوع ہونے کا متمنی تھا۔ طلوع اسلام کی اصلی غرض تاریکی الحاد پر یورش کرنی اور اُسے اُس ربانی نور سے منور کرنا تھا۔ جو بدا ہتہ اسلام میں فطرتاً مرکوز ہے ۔ اسلام کی ہمیشہ سے ہی یہ دلی خواہش رہی ہے کہ نسل انسانی میں مساوات کے اعلےٰ ترین اصول ترویج پا جائیں ۔ اور بنی نوع انسانی عالمگیر اخوت کی برکات سے بام ترقی پر پہنچ جائے ۔ اور ان اُمور میں اسلام دنیا بھر کی رہنمونی کرے لیکن بعثت اسلام سے پیشتر اشارۂ ربی ایک شیر خدا کے آمد کی خبر دے رہا تھا۔ تاکہ وہ افق عالم پر نمودار ہو کر مہمات دینی میں سرکار دو عالم کا ہاتھ بٹائے ۔ اور آپ کے دوش بدوش کھڑا ہو کر سینہ سپر ہو ۔ اور شمع اسلام کو باد صرصر کے اُن تند جھونکوں سے محفوظ کرے ۔ جو اُسے بجھانے پر آمادہ تھے +

اسمیں کچھ شک نہیں ۔ کہ بعثت اسلام سے پیشتر ایک ایسے جری مرد خدا کی ضرورت تھی ۔ جو نہ صرف اسلام کو دشمنوں کی ان گنت حیلہ سازیوں و فریبوں سے محفوظ رکھے ۔ بلکہ انسانی تدریجی نشیب و فراز کا تجربہ حاصل کر کے نیکی و پرہیزگاری کے صوفیانہ اوج کمال پر اُنھیں پہنچا دے + اور کہ جو مذہب اسلام کی نشر و اشاعت میں حضرت نبی کریم (صلعم) کا ہاتھ بٹائے ۔ اور اپنی ذات سے شجاعت سخاوت شرافت و نجابت فضیلت و حلم و رفق صبر و تشکر کا بہترین نمونہ پیش کرے +

اللہ والوں کی وہ مخفی و راز دان جماعت جو آغاز عالم سے اب تک کنج عزلت میں گوشہ نشین تھی۔ اب اپنے نور تاباں کی یکایک تجلی و چمک دمک سے نگاہ انسانی کو چکا چوند کرنے لگی۔ دنیا کو ایک ربانی نور تو حضرت محمد صلعم کی ذات اطہر سے منور کر چکا تھا۔ آپ کے بعد اب اس نور کا پرتو افق عالم پر ہویدا ہونے لگا +

۱۳ رجب المرجب کی تاریخ ایک زبردست ہستی کی یوم پیدائش کی وجہ سے قابل یادگار ہے صحن کعبہ کے اندر ایک دُر بے بہا اپنی نوری چمک دمک میں درخشاں و تاباں تھا یہ اُسی شکل ربانی کا ایک حصہ تھا۔ جو جامۂ انسانی میں نمودار ہوئی۔ اور کہ جو انسانی مکرمت و تعزز کی فلک الافلاک رفعت کو منور کرنے کیلئے آگے بڑھی۔ یہ وہ شیرِ خدا تھا جس نے زمین پر قدم رکھتے ہی مذہب حقہ اور قادر مطلق خدا کی وحدانیت کی اشاعت میں حضرتِ رسالت مآب صلعم کا ہاتھ بٹایا۔ یہ وہ اعلیٰ شخصیت تھی جس نے سب سے اول نبیٔ اسلام (صلعم) کے ربانی مشن کی توسیع و اشاعت کے بیڑا اٹھانے کی قسم کھائی۔ اور یہی وہ مردِ خدا تھے جنہوں نے اوائل زمانہ میں جبکہ اسلام کی تائید کے لئے ابھی کوئی بھی آگے نہ بڑھا تھا اسلام کی صیانت فرمائی +

مسلمانوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ یہ معزز شخصیت حضرت علی بن ابو طالب ہیں۔ جو مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ اور جنہوں نے اسلام کی خدمت میں کارہائے نمایاں انجام دئیے ہیں جن کی خدماتِ جلیلہ اگرچہ فوق العادت نہیں۔ لیکن بہت ہی کم لوگ اس قسم کے عطیاتِ الٰہی کے مورد ہوتے ہیں + سرکار علیؑ نے سن شعور پر پہنچتے ہی ایثار۔ وفاکیشی۔ استقلال سخاوت کا وہ بہترین نمونہ پیش کیا۔ جو تاریخ عالم میں عدیم النظیر ہے۔ ذیل کی روایت میں جس میں حضرت نبی کریم صلعم قریش عرب کو اپنی امداد کیلئے مدعو کرتے ہیں حضرت علیؑ کی زندگی کا عملی پہلو نظر آتا ہے۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم نے قریش کو مخاطب کیا۔ اور دریافت فرمایا۔ کہ تم میں سے حقانیت کی اشاعت میں میرا معاون و مددگار کون ہوگا۔ اس پر دیر تک سناٹا رہا۔ اور کسی نے بھی قریش میں سے لبیک نہ کہا۔ اسی امر کا آپ نے پھر اعادہ فرمایا۔ اس وقت حضرت علیؑ نے جن کی عمر اُس وقت فقط تیرہ سال کی تھی۔ نہایت ہی جوانمردی سے

جواب دینے کی جسارت کی۔ آپ ایک نامعلوم گوشہ سے استادہ کھڑے ہو گئے۔ اور ذرا آگے بڑھ کر آپ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری ناچیز خدمات حاضر ہیں۔ سرکار دو عالم نبی کریم صلعم نے آپ کو سینہ مبارک سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔ کہ اے علی تو میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے ہر ممکن طریق پر حضرت سرکار دو عالم صلعم کا ہر مہم میں ہاتھ بٹایا۔ اور یہ وہ حقیقت نفس الامری ہے۔ جس سے تمام مسلم دنیا آگاہ ہے۔ تاریخ اسلام کے صفحات حضرت علیؓ کی شجاعت۔ ایثار۔ نسل انسانی سے ہمدردی۔ پارسائی زہد و تورع۔ اور ذہنی استعدادوں کی امثال سے معمور ہیں۔ اگرچہ مناقب علیؓ محتاج بیان نہیں۔ لیکن تاہم ہر تعلیمیافتہ آدمی کا یہ فرض منصبی ہے۔ کہ جہانتک اسکے حیطۂ قدرت میں ہو۔ جناب علیؓ کی محبت و احترام کو دل میں جگہ دے۔ آپ کی شجاعت۔ نیکی۔ پارسائی اور نیک کارناموں کی تصدیق کرے۔ ہجرت کی رات حضرت علیؓ حضرت رسالت مآب کی جگہ پر اپنی زندگی کی ذرا بھر بھی پرواہ نہ کر کے سو گئے۔ جس شجاعت دلیری اور ایثار سے حضرت علیؓ نے حضرت نبی کریم صلعم کی جان کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھی۔ اور جسقدر اسلام کی شاندار خدمات آپ نے سرانجام دیں۔ یہ سبھی کارہائے عظیم حقیقتاً عدیم النظیر و نمایاں ہیں۔ آپ کی جانبازانہ خدمت اسلام اور اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر سرکار دو عالم صلعم کی بیش بہا زندگی کو بچانا۔ یہ سبھی امور اس سچی و مخلص محبت کا پتہ دیتے ہیں۔ جو جناب علیؓ کے قلب مطہر میں رسالت مآب کی جاگزین ہو چکی تھی۔ ہستی اسلام کے استحکام کے لئے جو سرفروشانہ خدمات آپ نے انجام دیں۔ وہ درحقیقت تاریخ عالم میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ جناب علیؓ ہی ہر اس معرکہ رزم میں کود پڑتے تھے۔ جو عدوان اسلام کی تعداد کثیر سے آن پڑتا تھا۔ یہ حضرت علیؓ کی ہی شجیع ذات تھی۔ جو شیر نیستان کی طرح صف دشمن کو چیرتی ہوئی۔ سرکش گردن دراز جنگجوؤں اور مشہور و معروف نبرد آزماؤں کا قلع قمع کرتی ہوئی ایک قلیل عرصہ میں عدوان اسلام کی تمام افواج کو تتر بتر کر کے فاتحانہ طور پر پھر اپنے کمپ میں واپس آتی تھی۔ میدان کارزار میں آپ ایسے محیر العقول جوہر دکھاتے۔ کہ جسے دوست و دشمن دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔

اور نعرۂ تحسین بلند کرتے۔ میدان رزم میں آپ بیباک۔ نڈر اور دلیر سپاہی تھے لیکن حجرہ مسجد کے اندر زہد و تورع۔ حلم ورفق۔ تقوےٰ و پارسائی کا مجسمہ تھے۔ آپ کے معصوم چہرہ پر خشیتہ اللہ کی وجہ سے آنسوؤں کی جھڑی بندھی رہتی تھی۔ تخت خلافت پر ایک با جبروت شہنشاہ کی طرح تھے۔ لیکن گھر میں ایک غریب و مفلس انسان تھے بعض اوقات تمام رات ایک بوسیدہ چٹائی پر بیٹھے بیٹھے لمحہ بھر آنکھیں بند کئے بغیر عبادتِ الٰہی میں گذار دیتے۔ جب کثرتِ اشغال سے لباس مبارک پھٹ جاتا۔ تو خود اپنے ہاتھوں اسکی مرمت فرماتے۔ بسا اوقات جب آپ مسجد کے منبر پر کھڑے ہوتے۔ تو ربانی علم و معارف کے دریا بہا دیتے۔ آپ فرمایا کرتے۔ کہ جو کچھ کسی نے پوچھنا ہے۔ وہ مجھ سے آج کل ہی پوچھ لے۔ لیکن بعد ازاں آپ کو کف افسوس ملتا ہوگا۔ جب میں آپ لوگوں میں نہ ہوگا۔ اور آپ پچھتائینگے کہ ہم نے فلاں فلاں امور دریافت نہیں کئے بعض اوقات آپ کو یہودیوں کے باغات میں بھی محنت و مشقت کرتے دیکھا گیا ہے۔ سیاسی امور کی بعض پیچیدہ گتھیوں کے سلجھانے میں آپ ایک مآل اندیش مدبر تھے۔ اسلامی قوانین اور فوجداری فیصلوں کے نفاذ میں آپ نہایت ہی اعلےٰ پایہ کے جج تھے +

استعذار

تبدیلیٔ مطبع کے باعث اکتوبر کا نمبر تو بروقت نہ نکل سکا۔ البتہ وہ جا کر نومبر میں نکلا اور ایسے ہی ہر ماہ میں ایک نمبر کی کمی واقعہ ہو جاتی رہی ہے۔ اسلئے یہی پسند کیا گیا۔ کہ کہ ماہ دسمبر کا ڈبل نمبر شائع کر کے اس کمی کی تلافی کر دی جائے۔ البتہ اس تلافی کیلئے ایک عظیم الشان فائدہ بھی ہؤا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کا مضمون اسمائے الٰہیہ ایسا نہ تھا۔ کہ اسے بالاقساط شائع کیا جائے۔ سو ڈبل نمبر نے اس مضمون کو یکجا شائع کرنے کا موقع دیا +

خواجہ جلال الدین منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

ڈاکٹر ایس۔ ایم زویمر مدیر رسالہ دی مسلم ورلڈ نیویارک کے نام کھلی چٹھی

غازی جاگیر۔ سنگاپور
۱۶-اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

محترم جناب ڈاکٹر زویمر صاحب۔ میں اور میرا بچہ جس نے آپ کو ووکنگ مسجد سے میرا مترجم قرآن شریف بھیجا۔ اور جس نے آپ سے مسلم ورلڈ کے جنوری نمبر کے لئے استدعا کی۔ آپ کی عنایات کے از حد ممنون ہیں +

ہم دونوں نے آپ کی تحریرات کا بنظر تعمق مطالعہ کیا ہے۔ مجھے امید واثق ہے کہ رسالۂ حاضرہ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کی دلچسپی کا موجب ہوگا +

محترم ڈاکٹر صاحب! آپ اور آپ کے ہمعصر عیسائی مُتّحد۔ میری ناقص رائے میں اسلام کیلئے وہ مفید کام انجام دے رہے ہیں۔ جو یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کے لئے کئے۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کا مکر وحیلہ۔ حضرت یوسف کے خواب پورا ہونے پر انکی عظمت و مکرمت کا موجب ہُوا۔ اسی طرح آپ اور آپ کے ہمنوا و شریک کار عیسائی مبلغین من وجہ اغراض و مفاد اسلام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ترجمہ۔ اور اللہ اپنے اُوپر غالب ہے۔ مگر اکثر لوگ (اس راز کو) نہیں جانتے۔ میں آپ کو بتلاؤنگا۔ کہ کس طرح آپ کی اپنی تحریرات تائید اسلام کر رہی۔ اور عیسائیت کا بطلان کرتی ہوئیں اسکی جڑوں کو کاٹ رہی ہیں +

شومئی قسمت سے آپ کی اپنی تصنیفات ہی آپ کے کذب و افترا کو بے نقاب کرنے میں میری ممد و معاون ہیں۔ اور اغراض اسلام کو تقویت پہنچا رہی ہیں۔ دُنیا کا نقشہ جس میں اسلامی ممالک۔ اُن کی آبادی اور دیگر اسلامی تفصیلات دکھائی دیتی ہیں۔ اور کہ جو آپ کے رسالہ کے پہلے صفحہ کو مُزین کئے ہُوئے ہے۔ یقیناً ہمارے لئے بہت ہی مفید و قابلِ قدر ہے۔ کیونکہ اس پر ایک سرسری نظر سے وہ ٹھوس و پیوست مسلم دُنیا نظر آجاتی ہے

جو مقدس شہر مکہ کے اردگرد شمال۔جنوب مشرق مغرب میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ در اصل نادانستہ خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ اور اس طرح سے گویا تمام نسل انسانی کو آپ دکھا رہے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلعم کا مشن کس قدر عالمگیر اور کامیاب تھا۔ اسلام کرۂ ارض کو دو حصوں میں منقسم کرتا ہے ایک تو ملحد و بے دین یورپ (یورپ کے متعلق یہ ذیل شان الفاظ آپ کے نامہ نگار کے ہی استعمال کئے ہوئے ہیں۔ جو آپ کے مرسلہ رسالہ کے صفحہ ۸۳ پر موجود ہیں) اور دوسرے ہمارے چینی پڑوسی۔ چین میں مسلمانوں کی آبادی آپ دو کروڑ بتلاتے ہیں۔ چونکہ میں ایک مدت مدید تک چین میں رہا ہوں۔ چینی علم و ادب کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور سینکڑوں مسلم چینیوں سے ملتا جلتا رہا ہوں۔ اسلئے میں وثوق سے اسکی تردید کرتا ہوں۔ کہ یہ اعداد و شمار غلط ہیں۔ چین میں کم از کم چار کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ بہر حال یہ تو ایک چھوٹی سی تفصیل ہے حقیقت الامر تو یہ ہے۔ کہ ہم مسلمان جبل الطارق سے لے کر پیکن تک ایک سد سکندری کی طرح ہیں۔ جو مغرب کی تثلیث کے بالمقابل مشرق کی بہتات و تکاثر اور توحید الٰہی کو پیش کر رہے ہیں۔ اور در حقیقت ہم ہی "اُمتہ وسطیٰ" ہیں۔ جیسا کہ ذیل کی آیات مبارکہ ہمیں قرار دیتی ہیں۔ وکذالك جعلنٰكم اُمّۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ ترجمہ۔ اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک اعلےٰ درجہ کا گروہ بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو۔ اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔ البقرہ آیت ۱۴۳ رسالہ مسلم دُنیا اس حقیقت نفس الامری کا شاہد ہے۔ آپ اور مسٹر کمیسے یومین اسلام کے نئے مُنزو مبلغ ہیں +

وکذالك اوحینا الیك قراٰنا عربیاً لتنذر ام القریٰ ومن حولھا۔

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف قرآن عربی وحی کیا ہے۔ تاکہ تو بستیوں کے مرکز کو ڈرائے۔ اور ان (سب کو) جو اسکے اردگرد ہیں۔ الشوریٰ آیت ۷۔ یہ ایک بوالعجبی ہے کہ آپ جیسے عدو اسلام اسلام کے خلاف زہر آلود عیسوی تحریرات مسلم ورلڈ کے نام سے شائع ہو رہی ہیں۔ اور شاید مقدر میں لکھا جاچکا ہو۔ کہ دُنیا کے آئندہ نقشے یورپ امریکہ کو بھی اسلامی ممالک دکھائیں جس طرح کہ وہ اب ایشیا و افریقہ کو دکھاتے ہیں۔ اور شاید

خداوند تعالٰی نے گو اسلام کے مسلّمہ دشمنوں کے ہاتھوں ہی علوم اسلامی کی ترویج و نشر منظور ہو۔ کیونکہ اس سے پیشتر ایسے واقعہ ہو چکے ہیں۔ اور اغلباً پھر ایسے واقعہ ہوں وہ جو اول ہی اول حضرت نبی کریم صلعم کو آزار دینے والے تھے۔ وہی آخرکار آپ کے ممد و معاون ہوئے۔ اور انہی کی اولاد بیرونی ممالک میں قرآن کریم کے مبلغ و علمبردار ہو کر نکلے۔ خصوصیت مذہب اور عیسائیت کی آڑ میں جو تبلیغ آپ کر رہے ہیں۔ جب اس طرز تبلیغ کا راز آپ کے بچوں اور پوتوں پر منکشف ہوگا۔ تو امید کامل ہے۔ کہ وہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام ہی کرینگے۔ عیسائی مبلغین صدیوں سے ترکوں کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر دنیا کو دھوکھ دے رہے ہیں۔ اور یہ امر واقعہ آپ کے اپنے ہی معنوں سے آشکارا ہوگیا ہے وہ رقمطراز ہیں۔

"کہ اس امر کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جو نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ تقریباً ایک صدی گذری۔ جبکہ اہل امریکہ نے مشرق قریب کے متعلق رائے قائم کی۔ اور وہ قائم کردہ رائے مشنریوں کی ہی تھی۔ لیکن اسمیں اہل امریکہ کا قصور نہیں۔ اہلِ امریکہ کو اول تو کوئی علم نہیں ہوا۔ اگر ہوا۔ تو غلط اور وہ بھی تعصب آمیز۔ اسلئے اہل امریکہ کا مشرق قریب کے متعلق غلط رائے قائم کرنے کی ساری ذمہ واری عیسوی مبلغین پر عاید ہوتی ہے" +

(یہ تحریر رسالہ زیر بحث کے صفحہ ۱۷ پر درج ہے۔ بحوالہ بالا حوالہ مسٹر ایڈورڈ میڈ ارل۔ ایسوسیٹ پروفیسر ہسٹری کولمبیا یونیورسٹی کے مضمون سے ہے) +

جناب ڈاکٹر آف یومین ہمعصر مبلغین کی طرح دنیا کو غلط خبر دے رہے ہیں۔ جب وہ یوں رقمطراز ہوتے ہیں۔ کہ

"اسلام سے مراد محض مذہب ہی نہیں۔ بلکہ مسلم اقتدار کی وسعت اور غیر مسلموں سے نبرد آزما ہونا۔ اسلام کے اساسی اور اہم اصولوں میں سے ہے" (بحوالہ صفحہ نمبر ۱ جنوری نمبر ۱۹۳۱ء)

ذیل میں ہم اسلام کے اساسی اصول بیان کرتے ہیں۔ اول۔ ایمان باللہ۔ ملائکہ۔ کتب و ایمان بالرسل بلا تفریق +

آمنت باللہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ

وقالوا سمعنا واطعنا۔ ترجمہ۔ اللہ پر اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفرقہ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی۔ سورہ ۲۔ آیت ۲۸۵ +
مندرجہ بالا سب سے پہلا اسلام کا اساسی اصول ہے۔ جس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے۔ اب ذیل میں ان چار اصولوں کو لکھا جاتا ہے۔ جن کا تعلق اعمال سے ہے:۔

(دویم) نماز پنجگانہ بمعہ نماز جمعہ۔

(سویم) زکوٰۃ کی ادائگی۔

(چہارم) ماہ رمضان میں دن کے وقت روزے۔

(پنجم) زندگی بھر میں ایک دفعہ مکہ معظمہ کا حسب استطاعت حج کرنا۔

مندرجہ بالا اصول خمسہ سے ہر وہ مصنف بخوبی آگاہ ہے۔ جو اسلام پر کچھ لکھنے کو قلم اٹھاتا ہے۔ اور یہی اصول ہائے خمسہ۔ پانچ ارکان اسلام کے نام سے مشہور ہیں! ان اساسی اصولوں میں معلوم نہیں۔ ڈاکٹر لومین کو غیر مسلموں سے برسر پیکار ہونا کہاں سے نظر آگیا۔ قوانین جنگ مشہور و معروف ہیں۔ اور بار بار ان کا قرآن کریم میں تکرار کیا گیا ہے۔ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقتلوکم فیہ فان قتلوکم فاقتلوھم کذلک جزاء الکفرین ۔ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ۔ وقتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ۔ ترجمہ۔ اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو۔ جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ زیادتی کرنیوالوں سے پیار نہیں کرتا۔ اور جہاں ان کو پاؤ مارو۔ اور انھیں نکالو۔ جہاں سے انھوں نے تمہیں نکالا ہے۔ اور فتنہ قتل سے بڑھ کر سخت ہے۔ اور مسجد حرام کے قریب

ان سے جنگ نہ کرو۔ جب تک کہ وہ اس کے اندر تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں۔ پھر اگر وہ تم سے جنگ کریں۔ تو تم اُن کو مارو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ رُک جائیں۔ تو اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے۔ اور اُن سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین صرف اللہ کے لئے ہو۔ پھر اگر وہ رُک جائیں۔ تو سزا ظالموں کے سوا اور کسی کے لئے نہیں۔

البقرہ آیت ۱۹۰ تا ۱۹۳ +

مندرجہ بالا قرآنی آیات آپ پر واضح کر دینگی۔ کہ آپ کے نامہ نگار اپنی تحریرات میں کہاں تک راستی پر ہیں۔ جس جنگ کا آیت بالا میں ذکر ہے۔ وہ محض اندفاعی اور عادلانہ جنگ ہے۔

اذن للذین یقتلون بانهم ظلموا۔ ترجمہ۔ ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اسلئے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ سورۃ الحج۔ آیت ۳۹۔ آپ کے نامہ نگار ان شاید مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے معدوم ہوتے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن جب تک مشیت ایزدی نہ ہوگی مسلم معدوم نہ ہونگے۔ اور آپ لوگوں کو کف تاسف ہی ملتے رہنا ہوگا۔ لیکن اسمیں شک بھی نہیں۔ کہ ایک مسلم راہِ خدا میں اپنی زندگی نذر کرنے کو اسے اللہ تعالےٰ کی ایک نعمتِ عظمےٰ سمجھتا ہے۔ اگر آپ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ برسرپیکار ہونگے تو وہ یقیناً راہِ حق میں لڑتے لڑتے شہید ہونا ہی پسند کریگا۔ لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔ لیکن براہِ کرم راستی کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ڈاکٹر یوہن۔ اور انکے معاصرہ ناد مسیحیت مسلمانوں کو یوروپین تیر و تفنگ کے زیرنگین ہی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ رسالہ زیر بحث کے صفحہ ۴ پر قمطراز ہیں :۔

"میں نے قبضہ جانے کی حکمت عملی کا ضمناً تذکرہ کیا ہے۔ اور اس قسم کا تسلط فقط ان ہی مقامات پر ہو سکتا ہے۔ جہاں ریلوے۔ جنگی جہازوں اور طاقتور کلوں کی مدد سے کام لیا جاتا ہے" +

یہ امر بجنسہٖ ایسا ہے۔ کیونکہ بھانڈا اب پھوٹ گیا ہے۔ راز سربستہ اب افشا ہو گیا ہے۔ یہ مسلمان نہیں جو عیسائیوں سے برسرپیکار ہو رہے ہیں۔ بلکہ عیسائی۔ ریلوے۔ جنگی جہازوں اور طاقتور

کلوں کے ذریعہ ان پر تسلط جما رہے ہیں“ +

اب میں مسٹر جی۔ڈبلیو۔ہنٹر کے مضمون ”وسط ایشیا میں اسلام“ کو لیتا ہوں وہ صفحہ ۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔کہ ان کے (مسلمانوں) اپنے قوانین ہیں۔کئی صدیوں کے دوران میں اسلام کو دنیا کو دکھانے کا یہ موقعہ ملا۔کہ اس نے وسط ایشیا کی اقوام کے لئے کیا کچھ کیا“۔ اسکے اپنے ہی سوال کا جواب نفی میں ہے اور بدترین ہے۔لیکن خوش قسمتی سے ہمارے لئے اور شومئی قسمت سے مسٹر جی۔ڈبلیو۔ہنٹر کیلئے دوسرے مضمون ”ابتدائی ترکوں کی کہانی“ مصنفہ لی وروتان صفحہ ۴۲-۴۳ میں مثبت جواب موجود ہے۔اس کتاب میں سے میں کم از کم صفحہ ۴۳ اور ۴۴ کا اقتباس ضرور درج کرونگا۔تاکہ آپ کو قائل کروں۔کہ کس طرح ترکوں کے صرف ایک ہی خاندان (سلجوق ترکوں) نے اپنے لئے اور دنیا کیلئے کیا کیا نیکی کے کام کئے۔آپ کا لیو۔ورومان۔نامہ نگار رقمطراز ہے۔کہ اس ترکی سلطنت کی وسعت کا مقابلہ سلطنت روما کے زمانہ اوج وکمال سے کیا جا سکتا ہے۔سلجوق مدت مدید تک ملک شاہ کے زیر نگین رہے جو الپ ارسلان کا جانشین تھا۔ملک شاہ اور اسکے مشہور وزیر اعظم الملک کے وقت میں سلجوقیوں کی دولت و ثروت میں نمایاں ترقی ہوئی۔اور وہ اسوقت ایک بڑی بھاری سلطنت بن گئی۔تاریخ اسلام میں اس کا عہد سلطنت نہایت ہی درخشاں گذرا ہے۔سکولز۔یونیورسٹیاں۔شفاخانے۔سرائے۔مساجد سڑکیں۔اور شہر تعمیر ہوئے۔وہ زمانہ ایک بڑی بھاری تعمیر کا زمانہ گذرا ہے۔علوم و فنون کے اہم مرکز صرف ایک جگہ بلکہ کئی ایک جگہ قائم ہو گئے۔علم و ادب۔علم طبعیات یا الٰہیات کے ماہرین بنظر استحسان دیکھے جانے لگے۔فارسی علم وادب کی زبان قرار دی گئی۔اور عربی۔مذہب و سائنس کی۔یہ زبانیں آج تک ترکی میں مروج چلی آتی ہیں۔اسی ترکی سلطنت کے زیر اہتمام عمر خیام نے فارسی میں رباعیات لکھیں۔اور الغزالی جو عموماً فضلاء مغرب میں سب سے بڑا انسان شمار کیا جاتا ہے۔اس نے بھی اسلام میں ہی جنم لیا۔اور اسی زمانہ میں اس نے عربی میں فلسفی و اخلاقی تصنیفات کیں۔اسلام کے سٹینٹ فرانسس۔جلال الدین رومی نے اناطولی سلجوقی عہد میں اپنی شہرہ آفاق رزمیہ نظم اخلاقیات لکھی۔بالآخر ابن سینا جو زمانہ وسطیٰ کا ادی سین اور بڑا فلسفی وطبیب تھا۔اس نے آزادانہ مذہبی خیالات کو

پیش کیا۔ جنہوں نے کٹر اور راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو چونکا دیا۔ بالآخر ابن سینا کی طبی تصانیف عیسائیت کا دستور قرار دی گئیں۔ اور تقریباً دو صدیوں تک ابن سینا کی ہی طبی تصنیفات یورپی اداروں میں کورس مقرر ہوتی رہی ہیں +

الغرض ترکی سلطنت ایک ہفت زبان سلطنت تھی۔ جس کے علمبردار ترک تھے جو کہ بہت سی اقوام و تہذیب کی نمایندگی کرتے تھے۔ ترکی فن تعمیر پر انہوں نے بہت سے شاہکار اپنے پیچھے چھوڑے۔ اور اسی طرح بہت سی فارسی نظمیں اس عہد ہمایونی کے جانفزا اور قوت بخش تاثرات ہیں جنکی وجہ سے اسلام کو از سر نو تقویت حاصل ہوئی۔ جس نے انہیں تاب مقاومت پیدا کر دی۔ اور دینی محاربین کو پسپا کرنے کی ہمت دلائی۔ تہذیب و تمدن نے ترکی اقتدار کے باعث گیارھویں صدی کے دوران میں مغربی دُنیا کے تمام حصص سے بڑھ کر ترقی حاصل کی۔ اس تہذیب سے یورپ کو دونوں طرح ایک تو اس اتحاد سے جو مجاہدین نے قائم کیا اور دوسرا جو ہسپانیہ کے ذریعہ ہوا۔ بڑی تقویت پہنچی۔ الغرض عہد سلجوقی۔ تاریخ عالم میں تعمیری عہد گذرا ہے +

حالات بالا فقط ایک مسلم خاندان کے متعلق ہیں جنہوں نے وسط ایشیاء اور دُنیا بھر کی سُود و بہبود کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ اور ان حقائق و شواہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ سوال پُوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ عیسائیت نے ابتدائی ایک ہزار سال میں یورپ میں کیا کیا۔ گذشتہ پانچ صدیوں میں جو ترقی ہوئی ہے۔ اس کا سہرا اسلامی تعلیمات کے سر پر ہے۔ کاغذ۔ بارُود۔ اور ہمارے قطب نما کی ایجاد کا شاید تہذیب یورپ ادعا کرے۔ لیکن پندرھویں صدی میں یہ کہاں تھیں۔ ان تمام اختراعات کو مسلمانوں نے یورپ میں رائج کیا (جس کے لئے انسائیکلوپیڈیا برطانیہ کی نویں طباعت میں تہذیب پر مضمون ملاحظہ ہو) ہم پوچھتے ہیں کہ عیسائیت نے انیس صدیاں یورپ میں حکومت کرنے کے بعد اپنے پیروں کی اخلاقی حالت کو درست کرنے میں کیا کام کیا۔ اس اہم سوال کا جواب میں خود دینے کی کوشش نہ کرونگا۔ بلکہ آرچ بشپ آف کنٹربری ہی اسکی جوابدہی کر دینگے۔ ذیل کا مضمون میں سنگاپور فری پریس بروز بُدھ مؤرخہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۳۰ء کے صفحہ ۱۲ سے نقل کرتا ہوں +

سنجیدہ اور اہم مسئلہ

آرچ بشپ آف کنٹربری کا نوجوانوں کو انتباہ

لندن - مورخہ ۵ - اپریل ۱۹۳۰ء

منشن ہوس میں تقریر کرتے ہوئے آرچ بشپ آف کنٹربری نے ظاہر کیا۔ کہ فرقہ ذکور و اناث کے کثیر نوجوان جو کہ بالکل معزز خیال کئے جاتے ہیں بعض اوقات عادتاً ایسے طریق سے کسی شنیع امر کے خوگر ہوتے ہیں۔ جو کہ زمانہ سابق میں ضمیر انسانی کیلئے موجب ننگ تھا۔ جس سے نوخیز لڑکیوں کیلئے قیامت افزا بدنتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ آپ نے تاسف کیا۔ کہ مرد و زن کا کھلا خلط ملط جو کہ ایک اختراع جدید ہے۔ اس سے بہت ہی حیا سوز نتائج پیدا ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے +

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ ترجمہ۔ حق آیا اور باطل بھاگ گیا تحقیق باطل بھاگنے والا ہی تھا +

یورپ اور امریکہ کی مروجہ اخلاقی ابتری کا اظہار میرے لئے سخت تکلیف دہ امر ہے لیکن میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ کیونکہ خود آرچ بشپ کنٹربری لوگوں کو اس اخلاقی تباہی سے متنبہ کرنے پر مجبور ہیں۔ میں نے ایک مدت مدید لندن پیرس۔ نیویارک۔ شکاگو۔ سانفرانسسکو بوانیس ایرس۔ یورپ اور امریکہ کے دیگر مقامات میں گذاری ہے۔ لیکن ان ممالک کے لوگوں کی اخلاقی حالت باوجود تہذیب حاضرہ کے یا اسکی وجہ سے نہایت ہی اندوہگین ہے۔ روس جو ایک وقت عیسوی کرسچن کا ایک زبردست قلعہ تھا۔ اب کھلے بندوں دہریہ ہے۔ جرمنی کو بھی حرص و آز کا خمیازہ اٹھانا پڑا ہے۔ فرانس اور اٹلی میں فواحش گھر موجود ہیں۔ تمام یورپ بھر میں رات کے کلب گھر ہر جگہ موجود ہیں۔ عیسائیت۔ بادہ نوشی قمار بازی۔ زنا۔ اور ہمہ قسم دیگر ہزاروں بدیوں کے انسداد سے عاجز ہے۔ عیسائی مشنریوں کو اپنے وطن میں ہی ناکامی ہوئی ہے لیکن اس ناکامی کے باوجود بھی وہ عیسائیت کے لایعنی عقائد معصوم لوگوں کے گلے منڈھے چلے جا رہے ہیں قمار بازی۔ زنا زوروں پر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جہاں کہیں بھی عیسوی حکومت برسر اقتدار ہو جاتی ہے۔ اور جہاں کہ عیسائی حکومت ریلوے۔ حربی جہازوں اور تباہ کن کلوں کے ذریعہ سے اپنے قائم اقتدار کو قائم کر سکتی ہے۔ قومی جھنڈا انجیل کے پیچھے پیچھے نصب ہوتا چلا جاتا ہے لیکن جھنڈے اور انجیل

کے ساتھ ساتھ شراب خوری بھی اپنا قدم جماتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو قمار بازی۔ بادہ گساری اور مروجہ ہلاکت کُن تجاویز و مخترعات سے جن کی طرف آرچ بشپ صاحب کنٹربری نے اپنی تقریر متذکرہ ہوس میں اشارہ کیا ہے محفوظ رکھے۔ نجات اب صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ لوگ اسلام قبول کر لیں۔ اور خدا تعالیٰ کی اسی طرح عزت و احترام کریں۔ جس کا کہ وہ مستحق ہے لیکن عیسائی مبلغین نے اسلام کے خلاف آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھائی ہوئی ہے۔ جیسا کہ مسٹر اے۔ جے جنکسن آف بائی کولہ بمبئی فرماتے ہیں۔ کہ اسلامی روایات میں دجال کی تاریخ کے اس مختصر خاکہ کے اختتام پر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے دجال کو ایک رنگ میں اپنے مذہب اور الٰہیات میں جگہ دیدی ہے " منصف طبائع کی نگاہ میں اس قسم کے امور نہایت ہی شرمناک ہیں۔ لیکن اگر مسٹر اے۔ جے جنکسن کو واقعی اس پر ایمان ہے جو انہوں نے سطور بالا میں کہا ہے۔ تو جن براہین و دلائل کی ان کے پاس پونجی ہے۔ اُسے لے کر وہ ہمارے مقابل پر اُتریں لیکن ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ اُن کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور نہ ہی ان میں تاب مقاومت ہے۔ سرکار دو عالم حضرت نبی کریم صلعم جناب مسیح ابن مریم کی تصدیق کے لئے مبعوث ہوئے۔ لیکن کس قدر ظلم عظیم ہے۔ کہ پیروانِ مسیح اس مصدقِ حقیقی کو دجال کے مذموم نام سے یاد کر رہے ہیں۔ آخر دجال کون ہے؟ وہ جو مصدق ہے۔ یا وہ جو جناب مسیح کے احکام کی سرتابی کرتا ہے۔ کیا مسیحی متبعین اپنی سمجھ کے مطابق احکام خداوندی کی تعمیل کر رہے ہیں۔ کیا وہ اپنی انجیل کے سچے فرمانبردار ہیں۔ آپکے نامہ نگار مسٹر ڈل۔ اپج ڈف آف رنگون۔ برما کے مضمون " برھما میں اسلام " میں کچھ جواب ملتا ہے۔ مسلمانان برھما کا ذکر کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں۔ کہ مسلمانوں کا مذہب مردانہ ہے۔ اور ان فرائض کی ادائیگی میں جو قرآن کریم مسلمانوں کے ذمہ عاید کرتا ہے۔ مسلم لوگ ہمیں کچھ سبق دے سکتے ہیں۔ جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ اُس پر رحم و فضل کی برکات نازل ہوں۔ جو ہدایت کی اتباع کرے۔

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ انگلستان و ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن و اسلامک ریویو	۱/	۸	۱۰	۱۹۳۸	اخراجات ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۳/	۹	۱۱	۱۶۲۳
آمد ریزرو فنڈ (سرمایہ محفوظ)	۲/	۰	۶	۱۲۶					
میزان		۸	۰	۲۰۶۵	میزان		۹	۱۱	۱۶۲۳

آنریری فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ـ عزیز منزل ـ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
ستمبر ۱	۱۲۳۷	جناب ایس فتح محمد صاحب ارتھنڈری بمد مشن	۰	۰	۱۰
؍	۱۲۴۱	آمد آمدہ از مسجد ووکنگ بتفصیل ذیل: آمد بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء = ۵۷-۱۸-۵ پونڈ یا بسکہ ہندی ۷۷۲-۵-۰ روپیہ آمد بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء = ۴۴-۶-۵ ؍ یا ؍ ؍ ۵۹۰-۱۵-۸ ؍ نصف بمد ریویو و نصف بمد مشن کل میزان = ۱۰۲-۴-۱۰ ؍ یا ؍ ؍ ۱۳۶۳-۴-۸ ؍	۸	۴	۱۳۶۳

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ۱۰/۳۰	۱۲۴۲	واپسی حصہ منشی امانت محمد صاحب از پراویڈنٹ فنڈ قسط چہارم	۰	۰	۵
؍	۱۲۴۳	جناب منشی امانت محمد صاحب لائلپور بمد مشن	۰	۴	۰
۶ ۱۰/۳۰	۱۲۴۸	؍ عبدالحق صاحب کرم فرما انجمن حمایت اسلام بمد مشن	۰	۰	۱۵
۸ ۱۰/۳۰	۱۲۵۳	؍ شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد بمد مشن	۰	۰	۱۰
؍	۱۲۵۴	؍ میسرز نظام الدین صاحب گجرات ؍	۰	۸	۱
۹ ۱۰/۳۰	۱۲۵۵	حضور نواب صاحب بہادر بھوپال بمد مفت تقسیم اسلامک ریویو	۰	۸	۴۹
	۱۲۵۶	؍ شیخ منہاج الدین صاحب رحیم یار خان بمد مشن	۰	۰	۱۰
۱۰ ۱۰/۳۰	۱۲۵۸	؍ آنریبل سر مست حسین صاحب میسور بمد ریویو	۰	۰	۱
؍	۱۲۶۰	؍ عبید اللہ خان صاحب ناگپور بمد مشن	۰	۰	۱۰
؍	۱۲۶۳	؍ محمد نور غنی صاحب احمد پور بمد مشن	۰	۱۴	۷

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۱ ۱۰/۳۰	۱۲۶۸	جنابہ سیدہ طاہرہ بی بی صاحبہ ملیسوا بمد مشن	۰	۰	۲
۱۳ ۱۰/۳۰	۱۲۶۹	جناب عبدالحمید خان صاحب ناگپور ؍	۰	۰	۱
۱۵ ۱۰/۳۰	۱۲۷۷	؍ ڈاکٹر اے ایم صدیقی صاحب کلکتہ، مبلغ ۱۰ بمد مشن و ۱۰ بمد ریویو	۰	۰	۲۰
؍	۱۲۷۸	؍ قاضی ابوالقاسم صاحب نرسنگ بمد مشن	۰	۱۴	۳
؍	۱۲۷۹	؍ محبوب خان صاحب سبلی ؍	۰	۰	۱
	۱۲۸۰	؍ قاضی غلام حسین صاحب لکھنؤ	۰	۰	۳
۱۶ ۱۰/۳۰	۱۲۹۰	؍ عبدالحق صاحب گجرات بمد مشن	۰	۰	۵
	۱۲۹۱	جنابہ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب لائلپور	۰	۰	۲
	۱۲۹۲	جناب صبیح الدین صاحب رہتک ؍ ؍	۰	۰	۱
	۱۲۹۶	جنابہ سیدہ طاہرہ بی بی صاحبہ بذریعہ دفتر اشاعت اسلام	۰	۰	۴
	۱۲۹۶	؍ سید محمد شاہ صاحب راولپنڈی بمد مشن	۰	۰	۲
۱۸ ۱۰/۳۰	۱۳۰۰	؍ قاضی ابوالقاسم صاحب نرسنگ ؍	۰	۸	۱۳
۲۲ ۱۰/۳۰	۱۳۰۴	جناب امیر حسن صاحب کاکوری ؍	۰	۰	۱

نوٹ: آمد ماہ جون و جولائی سنہ ۱۹۳۰ء ووکنگ انگلستان رسالہ ماہ اکتوبر صفحہ ۳۴۴ پر شائع ہو چکی ہے۔ سکرٹری

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب جات در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۲ ستمبر ۳۰	۱۳۰۵	جناب کے ایچ مینار صاحب نولکشٹ بمد مشن	-	۰	۲
"	۱۳۰۶	" سید محمود صاحب ٹمکور "	-	-	۱
۲۳ ستمبر ۳۰	۱۳۱۰	" الیس کے احمد بھیر "	-	۰	۱
	۱۳۱۱	" قاضی منہاج الدین صاحب شاہسوار "	-	۰	۲
۲۴ ستمبر ۳۰	۱۳۱۲	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور بمد مشن	-	-	۱۰
	۱۳۱۳	" غلام محمد صاحب دفتری لاہور "	-	۸	-

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲۴ ستمبر ۳۰	۱۳۱۴	جناب ڈاکٹر این ایکیر صاحب بانکڑا ی میشن	-	۰	۲
۲۷ ستمبر ۳۰	۱۳۱۷	" محمد نور غنی صاحب بہاولپور بمد	۰	۱۴	۷
"	۱۳۱۸	" فضل دین صاحب اوجھین "	۰	۰	۵
		قیمت اسلامک ریویو .. -	۰	۸	۳۶۴
		میزان کل	۸	۱۰	۱۹۳۸

نقشہ ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹ ستمبر ۳۰	۵۲	جناب عبد المجتبیٰ خان صاحب فیروزپور	-	-	۲۵
ستمبر ۳۰	۵۳	معرفت جناب ایم سمیع صاحب صدیقی حیدرآباد دکن بتفصیل ذیل:- ۱- جناب حبیب احمد خان صاحب [illegible] ۲- " ایم شفیع صاحب وکیل [illegible] ۳- " ڈاکٹر اے رحیم صاحب [illegible] ۴- " ثروت حسین صاحب [illegible] ۵- " ایم سمیع صاحب صدیقی [illegible]	-	-	۵۰

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۸ ستمبر ۳۰	۵۴	جناب کے ایس عبد العلیم صاحب بنارس	-	-	۲۰
۲۲ ستمبر ۳۰	۵۵	" اے مقیط برتی کونڈا			۳
	۵۶	پتر کی ٹوپی معرفت جناب خورشید علی صاحب لکھنؤ	-	-	۵
	۵۷	" عاقب لکچرر پورٹ ہرکورٹ	-	۶	۳
۲۵ ستمبر ۳۰	۵۸	" غلام علی صاحب جھنگ	-	۰	۱۰
	۵۹	جناب اہلیہ صاحبہ مسٹر رشید صاحب پونہ			۱۰
		میزان	۰	۶	۱۲۶

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ اکتوبر ۳۰	۱۶۹	بل تنخواہ عملہ دفتر لاہور بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء - - - -	-	۶	۷۸۴
	۱۷۰	بل امپریسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل:- اجرت تار متعلقہ ۱۷ پونڈ ماشنگ ... تار ووکنگ ... ٹانگہ بنک - ارسال تار ووکنگ ... اجرت کتابت ضروری یادداشت ... دفتری بنوائی لفافہ جات وجلد کتب ... محصول ڈاک برائے دفتر مشن ... سیاہی برائے دفتر ... مزدوری رسالہ اٹھوائی دو یوم ... تنخواہ مہتر انی برائے اگست سنہ ۱۹۳۰ء ... ٹانگہ بنک ... بٹہ چیک ... تار متعلقہ ... ۱۴ پونڈ ... ٹانگہ ... اجرت تار جوابی (۳ - ۱۰ - ۱۴) پونڈ ...	۰	۰	۱۰۰
"	۱۷۱	بل تنخواہ عملہ مسجد ووکنگ بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء	۶	۷	۴۱۹
"	۱۷۱	بل تنخواہ پی اے خواجہ صاحب اور متفرق اخراجات سٹیشنری - محصول ڈاک متعلق مشن قدیم ایبٹ آباد بتفصیل ذیل:- تنخواہ پرسنل اسسٹنٹ حضرت خواجہ صاحب بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء ... ۲۵ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۰ء ... ۲۵ محصول ڈاک ... ۱۰ ... ۳ روپیہ سٹیشنری و تار ...	۰	۱۴	۵۹
		میزان	۶	۱۱	۱۳۶۳

نقشہ نمبر ۲ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر بل	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		میزان بقایا صفحہ گزشتہ	۶	۱۱	۱۳۶۳
۱	۱۷۳	پرانے بل ووکنگ بتفصیل ذیل :- پنس شلنگ پونڈ (۱) الف۔ اخراجات عید جولائی سنہ ۱۹۲۹ء ۱ — ۶ — ۷ ب۔ اخراجات عید اور وفد ریڈنگ برائے جون ۸½ — ۱۲ — ۲۷ ج۔ کرایہ غیاث پتی و کرایہ خیمہ داور وفد ریڈنگ ۵ — ۴ — ۳۲ د۔ سٹیشنری۔ کاغذ تاریں محصول ڈاک اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء ۱½ — ۹ — ۱۹ (۲) خرید کتب برائے فروخت ستمبر سنہ ۱۹۲۹ء ۱½ — ۴ — ۱ (۳) قیمت قرآن تفسیر القرآن خریدشدہ از دار الکتب اسلامیہ لاہور ۴ — ۹ — ۱۳ (۴) اخراجات عید قلعی برتن وغیرہ ۲ — ۱۱ — ۴ میزان ۱۱½ — ۱۶ — ۱۰۵ پونڈ بروئے نقشہ نمبر ۱ آئٹم نمبر ۱۲۴۱ مولوی عبدالمجید صاحب نے ووکنگ سے آمد بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء ۵ — ۶ — ۴۴ پونڈ و آمد اگست سنہ ۱۹۳۰ء ۵ — ۱۸ — ۵۷ پونڈ بھیجی۔ جو کل ۱۰ — ۱۴ — ۱۰۲ پونڈ بنتی ہے۔ مندرجہ بالا بلوں کی کل رقم خرچ مبلغ ۱۱½ — ۱۶ — ۱۰۵ پونڈ میں سے۔ آمد وضع کر لی گئی۔ اور باقی کی رقم جو ۱½ — ۱۲ — ۳ پونڈ رہتی ہے۔ جو بہ سکہ ہندی ۹ — ۱۲ — ۴۸ بنتی ہے۔ اور کہ خود مولوی صاحب کو بذریعہ ڈرافٹ نمبر ۱۲۱۰۴ لائیڈز بنک لاہور بتاریخ ۶ کو بھیجی گئی۔	۰	۱۲	۴۸
۶	۱۷۴	بقیہ رقم جو بل نمبر ۱۶۸ میں سے بچی تھی۔ مولوی عبدالمجید صاحب کو بذریعہ ڈرافٹ محولہ بالا بھیجی گئی۔	۰	۱۲	۲۱
	۱۷۵	بل امپریسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل :- سٹیشنری ۱۱؍ ٹکٹ برائے سٹیشنری ۴؍ محصول ڈاک برائے دفتر ۵؍ کرایہ دفتر برائے ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء ۲۰؍ محصول ڈاک سٹیشنری وغیرہ ماہ ستمبر میں جو حضرت خواجہ صاحب پریذیڈنٹ مشن نے ایبٹ آباد میں کار مشن میں خرچ کئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے :- روزانہ ڈاک ۱۳؍ رجسٹریاں ۴؍ تاریں ۱؍ محصول مہر وغیرہ ۱۱؍ سٹیشنری ۱۲؍ میزان ۴۳؍ مہر ربڑ ۱۰؍ سوتری ۔ بیوی ۶؍ سیاہی برائے دفتر ۱؍ جام ۱؍	-	۱۲	۹۵
۲۲	۱۷۶	بل امپریسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل :- بیمہ ٹکٹ ۲؍ محصول ڈاک دفتر لاہور ۵؍ واپسی رقم جو غلطی سے دفتر مشن میں جمع ہو گئی تھی ۵۲؍ برائے کتابت حساب مشن در رسالہ اشاعت اسلام ۴؍ سٹیشنری ۱۲؍ ٹائپسٹ برائے مختلف خطوط ۵ روپے۔ ربڑ پریس چھپائی ۲۰۰۸ لفافہ جات برائے اپیل ۱۴؍	۶	۱۱	۹۳
		میزان	۹	۱۱	۱۶۲۳

ماہ رجب میں زکوٰۃ

آپ کی زکوٰۃ کا بہترین مصرف یورپ میں اشاعتِ اسلام ہے۔ ادائیگی زکوٰۃ کے وقت ووکنگ مسلم مشن کو یاد رکھیں +

خواجہ عبدالغنی سکرٹری مشن

موضوعِ قرآن

تہذیبِ انسانی

اسماء الٰہیّہ

بیماری سے کچھ افاقہ پانے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے اپنی وعدہ کردہ کتاب کو شروع کیا جو قرآن پر ہوگی کتاب تو انگریزی میں ہے اور مضمون جس کا ترجمہ ذیل میں ہے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ جنوری ۱۹۳۱ء میں شائع ہوگا لیکن ہم نے قارئین کرام کی دلچسپی کیلئے اسے اس ذیل نمبر میں شائع کیا ہے۔ یہ مضمون اس قابل نہیں ہے کہ اسے سرسری نگاہ سے دیکھا جاوے اور پھر رسالہ کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ یہ مضمون ہمارے روزانہ دستور العمل کا ہادی ہونا چاہیئے۔ بدقسمتی سے ہم نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ اسمائے الٰہیہ کو خوش قلم قطعات میں لگا کر نشستگاہ کی دیوار پر معلق کر دیا جاتا ہے۔ کاش ہم ان قطعات کو خانۂ دل کی دیواروں پر چسپاں کرتے اور اپنے اخلاق ان باتوں سے مزیّن کرتے۔ تو فی الواقع ان قطعات کا دیواروں پر آویزاں کرنا حقیقی برکت کا موجب ہو جاتا۔ ورنہ ہمارے موجودہ طریق کے ماتحت تو دکان کی آرائشی تصویر یا ان قطعات میں کوئی فرق نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون کو ہمارے احباب غور سے دیکھیں۔

خواجہ عبد الغنی

سکرٹری ووکنگ مشن ٹرسٹ

آج یہ امر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کائنات کے ایک ایک ذرہ پر اور اس کی ہر ایک انچ پہ ایک نہ ایک اَن مِٹ قانون حکومت کر رہا ہے۔ ان قوانین کا نام اگر مذہب نے قوانین الٰہیہ رکھا ہے۔ تو علمی دُنیا انھیں قوانین فطریہ کہتی ہے۔ ان ہی کی کامل اطاعت پر انسانی سوسائٹی میں وہ فلاح و بہبودی پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے تہذیب و تمدّن کہتے ہیں۔ لہٰذا اگر انسان کا فرضِ اوّلین حصول تہذیب و تمدن ہے۔ تو اس کا مسلک و مذہب وہ ہونا چاہئیے۔ جو اُسے اُن قوانین کی اطاعت کی تعلیم کرے۔ چنانچہ قرآن نے اس مذہب کا نام اسلام رکھا ہے۔ جسکے

لفظی معنے اطاعت قوانین الٰہیہ ہے۔ اور مسلم وہ ہوتا ہے۔ جو ان قوانین پر کامل انقیاد کے ساتھ چلے +

موجودہ تحقیق نے یہ امر بھی روشن کر دیا ہے۔ کہ کائنات میں نہ صرف جسمانی قوانین ہی کام کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ **اخلاقی ضوابط بھی کارفرمائی** کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جہاں کائنات میں مخلوقات کی پیدائش۔ پرورش اور ان کے نشو و نما کیلئے قوانین مرتب ہو چکے ہیں۔ وہاں رحم بخشش عفو اور جزا و سزا وغیرہ کے قانون بھی کام کرتے دکھائی دیتے ہیں +

مصری تہذیب سے چل کر موجودہ تہذیب مغربی تک اگر تہذیب ہائے مختلفہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ نظر آتا ہے۔ کہ جس قوم نے جس حد تک ان دو قوانین کی عزت کی اسی حد تک انھیں تمدن و تہذیب نصیب ہوئی۔ ان سب متمدن قوموں میں سے ایک مسلم قوم ہی ایسی نظر آتی ہے۔ جنہوں نے بکمال انقیاد دونوں قسم کے قوانین کی پیروی کی +

یہ اسی کامل اطاعت کا نتیجہ تھا۔ کہ اسلامی تہذیب اپنی نوعیت اور وسعت میعاد میں تہذیبوں سے بڑھ گئی مغربی تہذیب جدیدہ اگر جسمانیات میں مسلم تہذیب پر فوق لے گئی۔ تو اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مغربی تہذیب اسلامی تہذیب کی تتبع میں جاری ہوئی اسلام نے ہی یورپ میں ہر موجودہ علم و فن کی بنیاد رکھی۔ اور انھیں کمال کی ایک حد تک پہنچا کر اپنے کئے کرائے کو اہل مغرب کے حوالے کر دیا جس پر مغربی لوگوں نے اضافہ کیا مگر عیش پرستی کے باعث قوانین مذکورہ بالا سے لاپرواہ ہو گئے۔ پھر جو ان کا حال ہوا سو ہوا مگر اہل مغرب نے اپنی مذکورہ بالا فوقیت کے با وجود ڈیڑھ سو برس میں ہی وہ اسباب پیدا کر لئے۔ جو نو صد برس کی کامل تمدن کے بعد مسلمانوں کو تباہی کے کنارہ پر لے آئے۔ یعنی اہل مغرب نے تعیشات کے باعث قوانین اخلاقیہ سے روگردانی کر لی۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ہر تہذیب پر تباہی اس وقت آئی جب کوئی قوم فسق و فجور اور سیاہکاری کے انتہائی مقام پر پہنچ گئی +

لہ واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرنٰھا تدمیرا ۱۷ پ ترجمہ: جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں خوشحال لوگوں کی کثرت کر دیتے ہیں تو وہ وہاں نافرمانیاں کرتے لگتے ہیں تو وہ بستی اللہ کے عذاب کی سزاوار ہو جاتی ہے تو ہم اسکو تباہ کر دیتے ہیں +

بلیٰ من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولٰئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون پ ۱

مسلم تہذیب سے پہلے رُومی تہذیب اپنے کمال پر تھی۔ اس کا آخری مرکز شہر پمپی تھا لیکن پمپی ہی معصیت و بداخلاقی میں انتہا تک پہنچ گیا۔ آج مغرب کا ہر مرکز تہذیب پمپی سے بڑھا ہوا ہے سیاہ کاری قمار بازی اور خمر انگوری تو عیسائیت کے ساتھ ساتھ ہر جگہ سائے کی طرح آ موجود ہوتی ہے لیکن اگر موجودہ تہذیب کے ایک عظیم الشان مرکز یعنی نیویارک (امریکہ) کو دیکھا جائے۔ تو جہاں ایک طرف روپے پیسے آسائش و کامیابی کا وہاں مینہ برس رہا ہے۔ وہاں قتل مقاتلہ ڈکیتی دغا بازی مکر و فریب سفاکی ایک نہایت ہی خوبصورت اور مہذبانہ رنگ میں ترقی کر رہی ہے۔ اس تہذیب کے بدترین خط و خال یہ ہیں۔ کہ صنفی و خلقیوں میں عورت مرد کے مقابل میں آکر مرد سے چار قدم آگے جانا چاہتی ہے۔

پھر ان قوموں میں غیر قوموں کی طرف نفرت اور اُن کا اُن پر تشدّد اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اسکی نظیر کسی تہذیب سابقہ میں نظر نہیں آتی۔ ان حالات کو دیکھ کر خود دانایانِ مغرب پکار اُٹھے ہیں۔ کہ ہماری یہ تہذیب نہ صرف ناکام ہی ثابت ہوئی ہے۔ بلکہ ہمیں قدم بقدم ہلاکت کیطرف لیجارہی ہے۔

اس نظارہ کو دیکھ کر ہم اسی نتیجہ پر آتے ہیں۔ کہ اگر انسانی تہذیب و تمدّن خالصۃً قوانین فطریہ کے علم و اطاعت پر منحصر ہے۔ تو اگر ان دو قوانین میں سے کسی ایک قانون سے بھی مُنہ پھیر لیا جائے تو تہذیب کا خاتمہ ہو جاتا ہے +

مسلمانوں نے صدیوں تک ان دونو قوانین کی عزت کی۔ اور ورائُ الوراء خوشحالی کے اسباب پیدا کئے۔ جس سے وہ ایک ہزار برس تک مستفیض ہوتے رہے۔ بالمقابل مغرب نے جسمانیات میں تو کمال پیدا کیا۔ لیکن ضابطہ اخلاق کے چھوڑنے پر ایک ڈیڑھ سو برس کے اندر نسیاً منسیاً کے ہونے کے قریب آ پہنچے +

آج تک ان قوانین الٰہیہ کا علم انسان کو دو طرق پر ہوا ہے یا تو مُطالعہ فطرت (سائنس) نے انسان کو ان قوانین سے آگاہ کیا۔ یا الہام الٰہی نے اس معاملے میں اسکی راہنمائی کی۔ گو یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ آخرالذکر اوّل الذکر کے مقابل ہمیشہ زیادہ مفید اور سہل الحصول واقع ہوا ہے یعنی سائنس ایک مدت کی کاوش سے بھی ان نتائج صحیحہ تک نہیں پہنچتی جہاں الہام انسان کو آسانی سے پہنچا دیتا ہے علاوہ ازیں ان قوانین کو نفسانی طبائع میں بٹھانے اور انھیں انکی پیروی کی طرف مائل کرنے کے لئے سائنس کے مقابل الہام نے آسان تر اور زیادہ مُؤثر راستہ اختیار کیا ہے +

قرآن کریم نے دونوں راستے اختیار کیے ہیں ۔ اخلاق و آداب پر خطبات پڑھنے اور ان کے متعلق کوئی خاص اصول تعلیم کرنے کی بجائے قرآن نے خدا تعالیٰ کی ان صفت کو گنا ہے جن کے ماتحت اخلاق و آداب کے اصول منضبط ہو سکتے ہیں ۔ یہ امر ظاہر ہے ۔ کہ تعلیم اصول کی بجائے کوئی مثال اسکی ایک واضح اور مؤثر تر تشریح ہوتی ہے ۔ علاوہ ازیں خالقِ حقیقی سے محبت اور اسکی اطاعت کا جذبہ کچھ اس قسم سے انسان کی فطرت میں مرتسم ہے ۔ اسی جذبہ کی تسکین کیلئے انسان نے پتھر سے چل کر افراد بنی نوع تک ہر مخلوق کو اپنا معبود قرار دیا ۔ ہر ایک زمانہ نے اپنے اپنے معبود کے اخلاق میں رنگین ہونے کی کما حقہٗ کوشش کی ۔ چنانچہ قرآن کریم نے بھی اسی انسانی طبیعت کو سامنے رکھ کر اس کے آگے اخلاقِ خداوندی کا ایک نظام ابلغ رکھ دیا ۔ علاوہ ازیں اصول فی نفسہٖ عموماً عام فہم نہیں ہوتے ۔ اور اگر ہوں بھی تو ان پر چلنا چنداں مرغوبِ طبع نہیں ہوا کرتا مغرب کیلئے اصول تعلیم کردہ انجیل نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئے ۔ مگر انھیں اصولوں کی پیروی انسان برضا و رغبت کر لیتا ہے ۔ اگر اس کا معبود و محبوب ان اخلاق کا مظہر ہو یعنی جسے وہ اپنا خدا سمجھتا ہے ۔ وہ ایسے صفات سے متصف ہو کہ جن سے اصولِ مذکورہ بالا پیدا ہو سکیں ۔ ہاں بعض وقت خود صفت اکچھ ایسے باریک ہوتے ہیں ۔ کہ ان کے سمجھنے سے عام انسان قاصر ہو جاتے ہیں ۔ اس حالت میں اگر چند صریح الفہم ضوابط انسان کے سامنے ان صفات کی پیروی کرنے کے لئے رکھ دیئے جائیں تو ان کی پیروی کرتے کرتے خود بخود پیروی کنندہ میں صفت مطلوبہ پیدا ہو جاتے ہیں ۔ قرآن کریم نے جیسے میں نے ذکر کیا یہ دونوں طریق اختیار کئے ہیں ۔ مگر اول الذکر پر زیادہ زور دیا ہے ۔ بلکہ انسان کا مذہب ہی اسے قرار دیا ۔

ہر ایک شئے کا مفہوم دو قسم پر منقسم ہوتا ہے ۔ ایک تو اس مفہوم کا وہ نقش ہے ۔ جو انسان کے خیال میں شئے مذکور کا واقع ہوتا ہو ۔ اس کا دوسرا مفہوم اسکی وہ شکل ہوتی ہے جو وہ چیز خارجاً اختیار کر لیتی ہے ۔ اول الذکر کو مفہومِ ذاتی اور آخر الذکر کو مفہومِ خارجی کہتے ہیں ۔ قرآن کریم نے بھی مذہب کے ان ہر دو مفہوموں کو الگ الگ بیان کیا ہے ۔ مفہومِ ذاتی تو صفات الٰہیہ اور ان کے رنگ میں رنگین ہوتا ہے ۔ اس کا نام صبغۃ اللہ رکھا ہے جس کی طرف قرآن کریم کی ذیل کی آیت اشارہ کرتی ہے ۔

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ترجمہ ہمنے اللہ کا رنگ اختیار کیا ہی اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا۔ یعنی خدا کے رنگ میں رنگین ہونا ہی بہترین مذہب ہے۔ اسکے معہود خارجی کا نام اسلام ہے یعنی اُن قوانین و سنن و شرائع کی پیروی کرنا کہ جس سے انسان ربّانی رنگ میں رنگین ہو جائے۔ دراصل اگر انسان کی فلاح اور اسکی بہبودی اس امر پر ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو ان قوانین الٰہیہ کے ماتحت لے آئے۔ کہ جو کائنات پر حکومت کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ قوانین خالقِ کائنات کی حقیقی صفات کا ہی نقشہ ہوں تو کتاب اللہ اُسی وقت اپنے فرائض کو پورا کرگی جب اُسمیں صفاتِ الٰہیہ کا ایک کامل نقشہ ہو۔ اور اُسکے ساتھ ہی وہ باتیں بھی ہوں۔ کہ جن سے ایک انسان ان صفات کو سمجھ سکے یا اُن پر پیروی کر سکے +

یہ امر ظاہر ہے۔ کہ قوانین دراصل مُقنّن کے ہی اخلاق کا ایک نقشہ ہوتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے۔ کہ انسانی سوسائٹی میں واضعانِ قوانین بسا اوقات اپنے ہی مجوزہ قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن قیاس یہی کیا جاتا ہی۔ کہ ایک مُقنّن وہی قوانین تجویز کرتا ہے۔ کہ جن پر چلنا وہ اپنی بہبودی کیلئے ضروری سمجھتا ہی۔ چنانچہ کُتب اُصولِ قوانین (جورس پروڈنس) کے ایسے مفروضات میں جنہیں بطور اصول مُتعارفہ تسلیم کیا گیا ہی ایک یہ مفروضہ بھی ہے۔ کہ بادشاہِ وقت یعنے سرچشمۂ قوانین جرم کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر وہ قانون مجسم ہوتا ہے اور اس کا ہر ایک قول و فعل مجوزہ قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ اگر کسی مُقنّن کے قوانین دیکھنے ہوں تو اُسکے اخلاق و صفات کا مطالعہ کر لینا کافی ہے یا اگر اس کے ساتھ ذاتی تعلّق نہ ہو تو اس کے صفات و اخلاق سمجھنے کیلئے اس کے بنائے ہوئے قوانین کو دیکھ لیا جائے +

انسانی سوسائٹی میں یہ بات بالکل ممکن نہیں۔ جیسا کہ اُوپر ذکر آیا حتّٰے کہ بائبل کے مطالعہ سے نظر آتا ہی۔ کہ اخلاق و آداب کے خود تعلیم دینے والے اپنے تعلیم کردہ امور کے پابند نہ رہے۔ گو میں تو پیغمبروں کو معصوم عن الخطا مانتا ہوں۔ لیکن مروجہ انجیل توریت کے پڑھنے سے ایسا ہی نظر آتا ہے۔ مگر قرآن کریم نے جس خدا کو پیش کیا ہے۔ اُس پر اخلاق و اعمال کا یہ اصول لفظاً لفظاً منطبق ہوتا ہے۔ قوانین فطریہ اور صفات الٰہیہ مندکرہ قرآن کریم کا یہ تقابل

نہایت ہی دلچسپ اور معنی خیز ہے۔ اگر صحیفۂ کائنات کا کما حقّہٗ مطالعہ کیا جائے اور اس مطالعہ میں قوانین خدا کا صحیح اندازہ و احصاء کیا جائے۔ تو ہو بہو ہر ایک قانون مذکورہ بالا کسی نہ کسی صفتِ آلہیہ مندرجۂ قرآن کا پتہ بتلائیگا۔ اسی طرح اگر صحیفۂ قدرت کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ اور قرآن کریم ہی ہمارے سامنے ہو۔ اور اس میں ہم صفاتِ آلہیہ پر تدبر و غور کریں۔ تو وہی صفات ہی ہمیں ان قوانین کی طرف لیجائینگے۔ جو کائنات میں کارفرمائی کر رہے ہیں۔ ہر مذہب کے تعلیم دادہ قوانین خلاقیہ کے متعلق یہ کہہ دینا تو ہر ایک کیلئے آسان امر ہے + لیکن عجیب بات یہ ہے کہ طبیعات میں جو علمی انکشافات نے قوانین فطریہ دریافت کئے ہیں۔ ان کا ماخذ بھی صفات آلہیہ مندرجۂ قرآن کریم ہی نظر آتی ہیں۔ یا اس کتاب کی بعض آیات جنہیں صفات آلہیہ کو واقعات کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے +

مگر بعض دوسرے مذاہب میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ مثلاً خلق اشیاء کے متعلق کائنات میں جو بعض قوانین کام کرتے نظر آتے ہیں۔ اُن سب پر ایک لفظ رب کا مفہوم حاوی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ سورۂ فاتحہ کی تشریح میں بیان کرینگے۔ ان قوانین یا ربوبیت کے علاوہ یہاں میں ان چند موٹے موٹے امور کا ذکر کر دیتا ہوں۔ جنہیں سائنس کی ہر ایک شاخ میں اصول متعارفہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

(۱) کائنات میں ہر جگہ قوانین آلہیہ حکومت کرتے نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے قرآن نے اس حقیقت کے انکشاف میں لہٗ مُلکُ السّمٰوٰتِ والارض (آسمانوں زمین پر سلطنت اسکی ہی) کہکر اسکی تشریح کئی جگہ بالفاظ ذیل کر دی۔ ولہٗ اسلم من فی السّمٰوٰت والارض طوعاً وکرھاً (جو کچھ زمین و آسمان میں ہے خدا کے احکام کی اطاعت طوعاً و کرہاً کرتی ہے) اس حقیقت کو صفت مالك الملك سے تو بالواسطہ اور صفت جبّار سے من وجہٍ تعلق ہے۔ جن کی تشریح اپنے موقع پر کی جائیگی +

(۲) قوانین فطریہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس اصول کی طرف قرآن نے یُوں اشارہ فرمایا ولن تجد لسنّت اللّٰہ تبدیلا (تو کبھی قوانین آلہیہ میں تبدیلی نہ پائیگا) چنانچہ اسی کی طرف خدا کی صفت متین و باقی اشارہ کرتی ہے +

(۳) ہر ایک چیز اپنے ماخذ کی طرف کھینچی جاتی ہے۔ یعنے ہر ایک چیز کا مرجع اسکا اپنا ماخذ ہوتا ہے۔ جیسے کہ نظام شمسی کی کل چیزیں سورج کی طرف کھینچی جا رہی ہیں۔ طبعیات میں اس قانون کا نام قانونِ کشش ثقل رکھا گیا ہے۔ از رُوئے تعلیم قرآن خُدا تعالےٰ ہی ہر ایک چیز کا ماخذ اور اس لئے اس کا مرجع ہے۔ چنانچہ اس صداقت کی طرف قرآن کریم نے وا لیہ ترجعون (ہر ایک چیز نے اُس کی طرف رجوع کرنا ہے) کہکر اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے +

(۴) تمام اشیاء دو قوانین کے ماتحت آپسمیں ملجاتی ہیں۔ ایک تو وہ جن میں کچھ مجانست ہوتی ہے۔ ایسی چیزیں قانونِ کشش اتصال کے ماتحت آ جمع ہوتی ہیں۔ دوسرا غیر متجانس چیزیں کشش کیمیاوی کے ماتحت آ جمع ہوتی ہیں۔ خُدا تعالیٰ کی صفات میں ایک اسم جامع بھی واقع ہؤا ہے۔ جو متجانس اور غیر متجانس دونوں قسم کی چیزوں کو لا جمع کرتا ہے۔ قانون اوّل الذکر (کشش اتصال) کے ماتحت طبعیات میں ایک اور قانون بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ جسے قانون اتحاد (Law of Affinity) کہتے ہیں یعنی بعض اشیا گو غیر مُدرک کیوں نہ ہوں۔ کچھ آپس میں محبت اور اختلاط ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض چیزیں ایکدوسرے سے طبعاً جُدا رہنا چاہتی ہیں۔ وہ آپسمیں کبھی نہیں ملتیں۔ اس کے متعلق قانون کو علمی اصطلاح میں Law of Repulsion کہتے ہیں۔ جسے ہم قانُون منافرت سے تعبیر کرتے ہیں۔ پہلی چیزیں اگر صفت ودود (شدید محبت کرنیوالا) کا مظہر ہیں۔ تو دوسری چیزیں خُدا تعالےٰ کے اسم مانع کے ماتحت ایکدوسرے سے ہمیشہ کیلئے جُدا ہو گئی ہیں +

(۵) اسی طرح کا ایک قانون (Law of Conservancy) **قانون بقا** کہلاتا ہے جو چیزوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ کسی نہ کسی شکل میں اُنھیں باقی رکھتا ہے۔ یہ خُدا کی صفت باقی کے کرشمے ہیں۔

میرے خیال میں صفت باقی کا اثر یہ ہے۔ کہ چیزیں فنا نہیں ہوتیں۔ اگر اس قانون کا یہ مفہوم ہے۔ کہ مخلوق میں سے کوئی چیز فنا نہیں ہوتی تو تو لفظ **باقی** اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے موزوں ہے۔ اور اگر یہ مفہوم ہو۔ کہ چیزوں کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔ تو اس صورت میں

لفظاً الحفیظ موزوں ہے +

(۶) چیزیں پھیلتی بھی ہیں اور سکڑتی بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ایک نام باسط (پھیلانیوالا) ہے۔ اور دوسرا نام قابض ہے۔ ان خواص کے متعلقہ قوانین کا نام (Law of Expansion) قانون بسیط اور Law of Contraction یعنے وہ قانون جس کے ماتحت چیزیں سکڑتی ہیں۔

(۷) چیزوں کی ایک ظاہری شکل ہوتی ہے۔ لیکن ہر ایک چیز میں بطور بطن صدہا خواص مخفی ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اگر کائنات کی کل چیزیں اس خدا کی بنائی ہوئی ہیں۔ کہ جس کے مقدس اسماء میں ایک الظاھر اور دوسرا الباطن آیا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ ایک چیز کی ایک تو ظاہری شکل ہو۔ لیکن اس کے اندر بطون در بطون بھی ہوں +

اب میں ایک عالمگیر قانون کا ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ یہ وہ قانون ہے۔ کہ جس نے کل علمی تحقیقات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر کے اس کا رُخ بھی بدل دیا ہے، اور جس سے ایک بڑا بھاری اضافہ ہمارے معلومات میں ہوا ہے۔ اس سے میری مراد قانون ارتقاء ہے۔ جسے انگریزی میں لاء آف ایوولیوشن کہتے ہیں۔ مغرب میں تو اس کا دریافت کنندہ حکیم ڈاروِن مانا گیا ہے لیکن اس کو اصلی اور موجودہ شکل میں حکیم سپنسر لایا ہے۔ نشاءِ عالم کے متعلق تو اوّل الذکر نے یہ قرار دیا۔ کہ بعض چیزیں بعض چیزوں سے مل کر ایک نئی چیز پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر یہ پیدا شدہ چیزیں کسی اور چیز کے ساتھ انتخابِ طبعیہ کے ماتحت زوجیت پا کر کسی اور چیز کی مولد ہو جاتی ہیں۔ اسی اصول پر ان طبعی انتخابوں نے ایک قسم کا بندر پیدا کیا۔ جسے اورنگیوٹانگ کہتے ہیں۔ اس بندر نے ایک اَور مخلوق سے تزویج کی۔ لیکن وہ مخلوق اس وقت تک دریافت نہیں ہوئی الغرض اس زوجیت آخری کا نتیجہ پیدائشِ انسانی تھی۔ اس نظریہ سے حکیم سپنسر نے موجودہ مسئلہ ارتقاء نکالا۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک چیز میں وہ تمام خواص پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں۔ جو اس سے مختلف منازل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جن منازل میں سے ہو کر وہ چیز آخر کار اپنی بلوغت کو پہنچ جاتی ہے یعنی جو کچھ بھی اس میں استعداداً موجود ہوتا ہے۔ وہ حالاً فحالاً ظاہر ہو جاتا ہے۔ گویا ہر ایک چیز ایک قسم کے سفر میں ہے۔ اور وہ اپنے کمال تک کئی ایک عالموں میں سے گذرتی ہے۔ اس عظیم الشان

قانون کا انکشاف سب سے اول مسلمانوں پر ہُوا۔ اور اس انکشاف کا باعث خدا کی صفت رب العالمین تھی لفظ رب کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ جیسے کہ امام راغب اصفہانی نے کئی صدیوں پہلے اپنی کتاب مفردات میں لکھا ہے۔ کہ جو چیزوں میں خواص رکھ دیے۔ پھر اُن چیزوں کو مختلف منازل میں سے گذار کر اور ہر منزل پر اس کے ماحتاج کا انتظام کر کے اُسے آگے لیجائے۔ حتّٰے کہ وہ اُس مقام پر جا پہنچے جہاں اسکے کل سے کُل مخفی خواص ظاہر ہو جائیں۔ اشیاء کے اس سفر کی ابتدائی منزل کا نام عربی زبان میں بلغہ ہے۔ یعنی اس چیز کے کُل کے کُل خواص تو اُسمیں ہوں۔ لیکن وہ سب مخفی ہوں۔ اور بلوغت اُسکی وہ آخری منزل ہے۔ جہاں وہ سب کے سب خواص ظاہر ہو جاتے ہیں +

الغرض علمی اکتشافات نے جسقدر قوانین طبعیہ بھی دریافت کئے ہیں۔ وہ کُل کے کُل ربّانی صفات مندرجہ قرآن میں نظر آتے ہیں۔ گویا اس قسم کے **اسماء حسنٰے** اُس خزانے کی کُنجی ہیں جسمیں فطرت کے قوانین طبعیہ جمع ہیں۔ قرونِ اولے کے مسلمان تو اُن قوانین کے دریافت کُنندہ تھے۔ اُن کے سامنے تو کوئی سائنس کی کتاب نہ تھی۔ نہ کوئی ایسے قوانین کا مجموعہ موجود تھا۔ کہ جن کے اشارات پر وہ ان علمی خزائن کو کھول لیتے۔ جو آج اہلِ مغرب کے کام آرہے ہیں۔[۵۱] اُن کے سامنے قرآن کریم نے دو باتیں پیش کیں۔ ایک تو یہ کہا۔ کہ کائنات میں کوئی بھی چیز نہیں۔ جو انسان کے فائدے کے لئے نہ بنائی گئی ہو۔ ہاں ہر ایک چیز کسی نہ کسی قانون کے ماتحت اپنی ودیعت کردہ خواص ظاہر کر دیتی ہے۔ اُن قوانین کا دریافت کرنا اُن کے سامنے تھا جن کے دریافت کرنے کیلئے قرآن نے خدا تعالےٰ کے اسماء گن دیئے۔ اور یہ کہدیا۔ کہ ہر ایک چیز جو دُنیا میں ہو رہی ہے۔ وہ ان ہی صفات کے ماتحت ہو رہی ہے حکمائے اسلام نے اُن اسماء پر غور و فکر کیا جس سے وہ ایک بھاری علمی خزانہ کے مالک ہو گئے۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ اگر انسان کُل قوانین فطریہ پر حاوی نہیں ہُوا۔ اور یہ امر واقعہ ہے۔ تو علمی تحقیق و تدقیق کے علاوہ اگر صفاتِ الٰہیہ مندرجہ قرآن کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اور اُنکی روشنی میں علمی تحقیق شروع ہو تو ہم اس راہ میں آسانی سے کامیاب ہو سکتے ہیں +

---

[۵۱] ربنا ما خلقت ھذا باطلا +

اے ہمارے پروردگار تم نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی +

حقائق مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگر الہام الٰہی نے انسان کی فلاح وبہبودی کیلئے ہی نازل ہوتا ہے۔ اور تجربہ نے بھی یہی ظاہر کیا ہے۔ کہ الٰہی راہنمائی کے سوا انسان کامیابی[۵۱] کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ تو پھر یہ بھی لازمی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ان صفات کا بیان کرتا ہی الہام الٰہی کا حقیقی موضوع ہو جس پر کائنات چل رہی ہے۔ یا جن صفات نے عملی رنگ میں قوانین فطرت کی شکل اختیار کر لی۔ بہ الفاظ دیگر کتاب اللہ کا موضوع اول اگر تہذیب انسانی ہے تو اس کا حصول چونکہ اخلاق الٰہیہ سے متعلق ہونے پر مبنی ہے۔ اسلئے اس کتاب کا نصب العین خدا اور صفت خداوند کو بیان کرنا ہی ہونا چاہئے باقی جو کچھ اس میں ہو۔ وہ اسی غرض کی تکمیل میں ہو۔ مجھے تو اس ایک امر کے سوا الہام الٰہی کی اور کوئی بھی ضرورت نظر نہیں آتی۔ جب ہماری بہبودی وفلاح اُن ہی راہوں پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے جن پر دُنیا کی ہر ایک چیز چلتی ہے۔ تو پھر اُن راہوں کو سمجھنے کیلئے حسب تصریح بالا صفات الٰہیہ کا علم ہمارے لئے لازمی ہو گیا۔ اور اس علم کے حصول کا بہترین ذریعہ خدا کا الہام ہے۔ دنیا میں قرآن مجید کے سوا اور بہت سی کتب خدا کا الہام تسلیم کی گئی ہیں۔ ہم بھی اُن کو اُن کی اصلی شکل وصورت میں ایسا ہی مانتے ہیں۔ ہاں وہ اپنی موجودہ حالت میں اصلیت[۵۲] سے دور جا چکی ہیں لیکن اس مقام پر ان کتب کی تعلیمات کو قرآن کے مقابل لانا میں مفید نہیں سمجھتا۔ اس قسم کا مقابلہ عموماً مخالفت کا محرک ہوتا ہے۔ میں یہاں اسقدر کہنا کافی سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن حکیم نے مذکورہ بالا موضوع الہام کو بوجہ احسن پورا کیا۔ چنانچہ اسی خیال کو سامنے رکھ کر اگر ہم کل کے کل قرآن مجید کی تقسیم کرنی چاہیں تو اس کتاب حمید میں سات چیزیں بالیت اہم حالت میں نظر آتی ہیں۔ باقی جو کچھ بھی ہے۔ وہ انہیں سات امور کے مکملات ومتممات ہیں۔ سب سے اول تو اس ہستی کا ذکر کیا گیا ہے جس کا اسم ذات اللہ ہے (۲) اللہ کی ننانویں صفات کا ذکر نو آتا ہیں آیا ہے اس کے سوا ایک نام رب ہے جنہیں اسماء حسنہ کہتے ہیں (۳) ان اسماء میں سے جو سہل الفہم نہیں یعنی

---

[۵۱] والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ هم یوقنون ۰ اولئک علی هدی من ربهم واولئک هم المفلحون یعنی جو الہام الٰہی کو تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کے نتائج پر یقین رکھتے ہیں وہی حقیقی ربوبیت کی راہ پر گامزن ہو کر کامیابی کا منہ دیکھ لیتے ہیں۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ فلاح انسانی ہی الہام کی غرض ہے ۔ منہ

جن کا سمجھنا کسی قدر باریک بینی کو چاہتا ہے۔ تو اسکی تشریح میں قرآن کریم میں مظاہر قدرت کا ذکر کیا گیا ہے (۴) اُن نتائج کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ان اسماء کے مطابق یا اُن کے خلاف چلنے سے انسان کے شامل حال ہو جاتے ہیں۔ جیسے اصطلاح عامہ میں جزا و سزا کہتے ہیں (۵) اُن طریق عمل کا ذکر کیا ہے۔ کہ جس کے اختیار کرنے سے ایک انسان اُن صفات سے متصف ہو جاتا ہے (۶) اُن حدود و شرائع کا ذکر ہے۔ کہ جن پر طریق مذکورہ کے لئے انسان کو چلنا ہے (۷) قرآن نے مختلف مقامات پر اُن دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کے حالات تو صفات آلہیہ کے مطابق ہیں۔ وہ انبیاء و صلحا وغیرہ کی جماعت ہے۔ اور دوسرا اُن کے مقابل اُن اشقیا کا گروہ ہے۔ جو صفاتِ آلہیہ کے مقتضیات کے خلاف چلتے ہیں دُنیا نے جس کا نام خیر و شر رکھا ہُوا ہے۔ اور جنہیں قرآنی اصطلاح میں **حسنات و سیئات** کہتے ہیں۔ اُن کا موجب بھی یہی صفت آلہیہ ہیں یعنی اخلاقِ خُداوندی سے متخلق ہونے کا نام تو نیکی یا **خیر** ہے۔ اور اُنکی مخالفت کا نام **بدی** یا **شر** ہوتا ہے +

تقسیم بالا سے نظر آتا ہے۔ کہ قرآن حکیم میں شروع سے لے کر اخیر تک ہر جگہ اور ہر موقع پر اللہ کا ہی ذکر خیر ہے۔ اگر لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے قرآن کریم نے ابتدا کی۔ تو اُس کا خاتمہ لفظ ربّ النّاس پر ہُوا۔ اسی طرح ہر سُورۃ شریف کو بھی بسم اللہ شریف سے شروع کیا +

قرآن کریم میں یہ عجیب خاصہ رکھا گیا ہے۔ خواہ یہ کسی تقطیع کا چھپا ہُوا ہو خواہ پانچ چھ سطرہ ہو یا اُس کے صفحات پر زیادہ سطور ہوں جہاں سے اس کتاب مجید کو اتفاقاً کھولا جائے۔ وہاں خُدا تعالیٰ کا **ذاتی** یا کوئی نہ کوئی **صفاتی** نام ہوگا۔ یا اُن سطور میں کوئی نہ کوئی ایسی ضمیر ہوگی جس کا مرجع خُدا تعالیٰ ہوگا۔ حیرت کا مقام ہے۔ کہ دُنیا میں ایسی کتابیں بھی موجود ہیں جن میں شروع سے لے کر آخیر تک خُدا کا نام یا اُسکی طرف اشارہ تک بھی نہیں۔ وہ تو خدا کی کتابیں مانی جاتی ہیں۔ اور وہ کتاب حمید جو ہر طرح خدا کے نام سے ہی لبریز ہے۔ وہ کتاب اللہ تسلیم نہیں کیجاتی مثلاً صُحفِ تورات میں ایک کتاب کا نام استھر ہے۔ اس خدا کی کتاب میں ایک اسرائیلی فاحشہ عورت استھر نام کے کارنامے درج ہیں۔ استھر کے خاندان سے بادشاہ وقت کے وزیر کو

سخت عناد تھا۔ جو اُسے ہر طرح نقصان پہنچا رہا تھا۔ اس دشمن سے انتقام لینے کیلئے یہی یہودی عورت مستعد ہو گئی۔ اس نے اپنی نسوانی دلربائیوں سے شاہِ وقت کے دل پر قبضہ پالیا رقص و سرود میں اُس بی بی کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ایکدن اُس نے اپنے فن سے بادشاہ کو اسقدر خوش کیا۔ کہ اس نے اس رقاصہ سے وعدہ کیا۔ کہ جو وہ کہیگی وہ کرے گا۔ اس پر ایستھر نے اپنے دشمن یعنی وزیر کا سر مانگا۔ بادشاہ تو قول دے ہی چکا تھا۔ وزیر کے قتل پر راضی ہو گیا جس کا سر کاٹ کر ایستھر کے حوالے کیا گیا۔ ایستھر سرِ مقتول کو بالوں سے پکڑ کر اپنے چچا کے پاس لائی۔ جو خاندان میں سب سے بڑا تھا۔ اس فاحشہ کے اس کارنامے کا ذکر اس کتاب میں ہے۔ میں نے اس کتاب کو اس خیال سے کہ اس کتاب اللہ میں کہیں خدا کا نام ہو گا شروع سے لے کر آخیر تک لفظاً لفظاً پڑھا لیکن کہیں خدا کا نام نظر نہ آیا۔ یہ کتاب تو کتاب اللہ گنی جاتی ہے۔ لیکن قرآن کریم کو ایسا نہیں مانا جاتا +

وید مقدس میں ایک اَور کمی ہے۔ اسمیں معبودوں کا نام عموماً عناصر کے نام پر ہے اسی سے ہندوؤں میں عناصر پرستی پیدا ہو گئی۔ ہندوؤں کے نئے علم کلام نے جو اس زمانے میں لکھا گیا۔ ان عناصر کو خُدا کے اسماء صفاتی قرار دیا ہے۔ مثلاً رگ وید آگ (اگنی) کی ہی تعریف سے شروع ہوتا ہے۔ اسی عنصر کو ہر ستائش کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ کُل قدیمی تفاسیر وید میں اگنی سے مُراد آگ لے گئی ہے لیکن آریہ سماجی علمِ کلام میں وہ خُدا کا ایک صفاتی نام ہے میں یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ کہ لفظاً اگنی سے وید میں کیا مُراد ہے۔ یہ مُسلّم ہے کہ جسقدر نام بھی وید نے بہ تشریح آریہ سماج خُداوند کے تجویز کئے ہیں۔ وہ غیر اللہ پر بھی آسکتے ہیں۔ جیسے قرآن کے صفاتی نام بھی انسان پر آسکتے ہیں۔ یہی حال سکھ لٹریچر کا ہے۔ مگر کُل مذاہب کی کُتب میں سے صرف قرآن کریم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس نے خُدا کا ذاتی نام

اَللّٰه

وہ تجویز کیا ہے۔ جو اس ذات برتر کے سوا کبھی غیر اللہ پر استعمال نہیں ہوا۔ حتّٰی کہ بعثت نبوی سے پہلے بھی ایام جاہلیت میں بھی اَللّٰه کا نام صرف خدا کے لئے ہی وضع ہُوا +

اب میں ذیل میں قرآن کے شمار کردہ صفاتِ الٰہیہ کو لکھ دیتا ہوں جو حسبِ ذیل ہے۔

الرب (پیدا کرنیوالا پرورش کرنیوالا وغیرہ وغیرہ)
الرحمن (بلا عمل رحمت و بخشش کرنیوالا)
الرحیم (عمل کے عوضہ میں بہت رحمت کرنیوالا)
الملک (بادشاہ یا حکمران)
القدوس (خطاؤ نقص سے پاک)
السلام (سلامتی والا)
المومن (امن قائم کرنیوالا)
المہیمن (سب کی حفاظت کرنے والا)
العزیز (سب پر غالب)
الجبار (اپنی منشاء پر دوسروں کو چلانیوالا)
المتکبر (کبریائی کرنیوالا)
الخالق (پیدا کنندہ)
الباری (عدم سے وجود میں لانیوالا)
المصور (نقش باندھنے والا)
الغفار (پردہ پوش)
القہار (غالب آنیوالا)
الوہاب (بہت بخشش کرنیوالا)
الرزاق (رزق دینے والا)
الفتاح (کھولنے والا)
العلیم (بہت جاننے والا)
القابض (چیزوں کے پکڑنے والا)
الباسط (چیزوں کے کھولنے والا)
الخافض (پست کرنیوالا)

الرافع (بلند کرنیوالا)
المعز (عزت دینے والا)
المذل (نیچا دکھانے والا)
السمیع (بہت سننے والا)
البصیر (بہت دیکھنے والا)
الحکم (حکم والا)
العدل (انصاف والا)
اللطیف (باریک اور پوشیدہ باتیں جاننے والا)
الخبیر (ہر ایک چیز سے خبردار)
الحلیم (بردبار)
العظیم (بلند بالا)
الغفور (مغفرت والا)
الشکور (بہت قدردان)
العلی (بڑا بزرگ)
الکبیر (بہت بڑا)
الحفیظ (نقصان سے بچانیوالا)
المقیت (قوت دینے والا)
الحسیب (حساب لینے والا)
الجلیل (شان و شکوہ)
الکریم (بخشش والا)
الرقیب (محافظ)
المجیب (جواب دینے والا)
الواسع (وسعت والا)

الحکیم (وہ ذات جو کسی صنعت و حرفت میں پورا کمال رکھتا ہے)
الودود (محبت کرنیوالا)
المجید (اپنی ذات اور کاموں میں معزز)
الباعث (مُردوں کو جلانے والا)
الشہید (حاضر موجود)
الحق (ثابت سب صفتوں سے)
الوکیل (کام بنانیوالا)
القویُّ (زور والا)
المتین (بہت بڑی طاقت والا)
الولی (حمایت کرنیوالا)
الحمید (خوبیوں والا)
المحصی (ہر چیز شمار کرنیوالا)
المبدئ (پہلی بار پیدا کرنیوالا)
المعید (دوسری بار پیدا کرنے والا)
المحیّ (زندہ کرنیوالا)
الممیت (مارنے والا)
الحیّ (زندہ رہنے والا)
القیّوم (سب کا تھامنے والا) +
الواجد (ہر چیز کا پانے والا)
الماجد (بزرگی والا)
الواحد (اکیلا)
الصمد (بے نیاز)
القادر (قدرت والا)

المقتدر (اقتدار والا)
المقدم (سب سے پہلا)
المؤخّر (آخرت والا)
الاوّل (سب سے پہلا)
الآخر (سب سے پچھلا)
الظاہر (آشکارا)
الباطن (پنہاں)
البرّ (احسان کرنے والا)
التواب (رحمت کا عود کرنے والا)
المنتقم (بدلہ لینے والا)
العفو (درگذر کرنے والا)
الرؤف (نرمی کرنیوالا) +
مالک الملک (مالک سلطنت کا)
ذوالجلال والاکرام (شان و شکوہ والا)
الوالی (سب کا مالک)
المتعالی (برتر مخلوق کی صفات سے)
المقسط (عدل کرنے والا)
الجامع (اکٹھا کرنے والا)
الغنی (بے پرواہ) +
المغنی (بے پرواہ کرنے والا)
المعطی (عطا کرنے والا)
المانع (روکنے والا)
الضارّ (ضرر پہنچانے والا) +

النافع (نفع دینے والا)
النور (روشن)
الہادی (ہدایت کرنیوالا)
البدیع (نئی طرح پیدا کرنیوالا)

الباقی (باقی رہنے والا)
الوارث (سب کا وارث)
الرشید (بھلی راہ بتانے والا)
الصبور (بہت صبر کرنے والا)

ان ناموں سے یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ یہ ہی تمام خدا تعالیٰ کی کُل صفت پر حاوی ہیں خدا کی صفات میں تو اور بہت سے نام درج ہو سکتے ہیں۔ جو افعال الٰہیہ مندرجہ قرآن سے اخذ ہو سکتے ہیں مگر وہ ذات پاک تو ایک ذات لامتناہی ہے اُسکی کُل کی کُل صفات تو اسماء مذکورہ میں محدود نہیں ہو سکتی۔ وہ تو ہمارے وہم وگمان سے بھی ارفع ہیں۔ البتہ یہ وہ صفات ہیں جو انسان کے تعقل و تصور میں آ سکتے ہیں۔ یا قرآن کریم نے یہاں اُن ہی صفات کا ذکر کیا ہے جن سے ایک انسان کامل امکاناً متصف ہو سکتا ہے۔ یہ جو ہر مذہب نے بالعموم بیان کیا ہے کہ انسان خدا کی تصویر پر ہے۔ اس سے انسان کی شکل وصورت تو مراد نہیں۔ اس کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ انسان میں بعض اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہونے کی استعداد رکھی گئی ہے۔ جس کا نام انسانیت ہے۔ وہ مجموعہ اخلاق ہی اعلیٰ ہوئے تعلیم قرآن وہ بھی (اکیسو) نام ہیں جن کے مصداق ہو کر وہ خدا کی تصویر بن جاتا ہے +

اس موقعہ پر میں اس اعتراض کا بھی ذکر کرتا ہوں۔ جو بعض فضلاء نے بدھ مذہب نے اور دہریت منش دیگر حکماء نے عموماً خدا پرستوں پر اور بالخصوص تعلیم قرآن پر اس معاملہ میں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی ذات کے متعلق تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ جو کچھ بھی اس امر میں ہمارا علم ہے۔ وہ چند مقبولہ صفات خداوندی تک محدود ہوتا ہے۔ لہٰذا اخلاق خدا تعالےٰ کا نقشہ انسان نے اپنے اخلاق پر تجویز کیا ہے یعنی انسان خدا کی تصویر پر نہیں بنایا گیا۔ بلکہ انسان نے خدا کو اپنی تصویر پر بنایا ہے بظاہر یہ اعتراض وزنی نظر آتا ہے لیکن اس مشکل اور لاینحل سوال کو آج صحیفۂ قدرت کے مطالعہ نے حل کر دیا صحیفۂ قدرت کی کارفرمائیوں میں بعض ایسے اخلاق وآداب نظر آتے ہیں۔ جو انسان کے اخلاق وآداب کی مثال ہیں۔ مثلاً رحمیت شفقت عقل۔ ارادہ۔ پاکیزگی انتظام البتہ وغیرہ وغیرہ چیزیں وہی ہیں جو انسانی صفت میں شامل ہیں۔ خود عارف باللہ بدھ نے بھی تسلیم کیا ہے

کہ کائنات میں تین چار باتیں تو متمیز صورت میں نظر آتی ہیں یعنی دانائی ۔ بخشش ۔ رحمت وغیرہ وغیرہ اب یہ صفت تو انسانی صفات ہیں لہٰذا ان حالات میں فیصلہ کن امر یہ ہوگا کہ کیا کائنات انسان سے پہلے تھی یا انسان کائنات سے پہلے پیدا ہوا ۔ یہ امر بدیہہ ہے ۔ کہ زمین و آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے ۔ وہ انسان کی پیدائش سے لاکھوں برس پہلے موجود تھے ۔ اور جن آداب و اخلاق کائنات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ وہ بھی کائنات کے ساتھ ساتھ موجود تھی ۔ اور یہ اخلاق و آداب خدا پرستوں کے نزدیک اُس ذات برتر کے ہیں ۔ جسے ہم خالق کائنات کہتے ہیں ۔ حضرت بُدھ کے گنے ہوئے تین چار اخلاق کے سوا اگر قرآن کے دیئے ہوئے ایک سو ناموں پر غور کیا جائے ۔ تو اُن میں ایک بھی ایسی صفت نظر نہیں آتی جس کا ظہور کائنات میں نہ ہو ۔ گویا یہ سارے کے سارے صفات خود کائنات کے ہیں ۔ اب اگر کائنات ۔ خالق کائنات کا آئینہ ہے ۔ تو یہ ایک سو صفات اُسی خالق کے سمجھے جائینگے ۔ جو انسان کے وجود میں آنے سے بہت پہلے موجود تھی ۔ لہٰذا مطالعہ فطرت نے ایک دلیل قاطع کے ساتھ ثابت کر دیا ۔ کہ صفت الٰہیہ انسان کے تجویز کردہ نہیں ۔ یعنے جزوے صفات مذکورہ بالا انسان نے خُدا نہیں بنایا بلکہ خُدا نے ہی انسان کو اپنی تصویر پر بنایا ہے ۔

اگر خُدا کے صفات کو انسان نے ہی اپنے اخلاق کے مطابق تجویز کیا ہوتا تو ضرور تھا ۔ کہ خدا تعالےٰ کے صفات مندرجہ میں وہ صفات نہ گنے جاتے جو عملاً خدا تعالیٰ کی ذات سے تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن انسان ان پر قادر نہیں مثلاً اس کا ذوالعرش العظیم ہونا ۔ اُس کا سورج کو مشرق سے مغرب کو لیجانا وغیرہ وغیرہ ۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے ، کہ اخلاق خداوندی کی فہرست میں انسان اپنے اخلاقِ ذمیمہ کو بھی شامل کر دیتا ہے چنانچہ ایک وقت اس نے ایسا ہی کیا ۔ قبل از جناب مسیح علیہ السلام روما اور یونان پر ایک زمانہ گذرا ہے جیسے کہ داستان تباہ مذہب اصنام سے نظر آتا ہے ۔ جب ان دو ممالک کی اخلاقی حالت ایسی ہی ناگفتہ بہ تھی جیسی کہ ہندوستان میں قبل از آغاز بُدھ مذہب اور بروقت خاتمہ بُدھ مذہب تھی ۔ چنانچہ اُس وقت کے معبودوں کے اخلاق میں جو ہندی یونان اور رومیوں نے اپنے اخلاق کے مطابق تجویز کئے ۔ نہایت ہی ناشائستہ امور ہیں ۔ دیوتا آسمان سے نازل ہوتے ہیں ۔ اور انسانی لباس میں دوسروں کی عورتوں کے ساتھ عشق و معاشقہ کے جھگڑوں میں پڑتے ہیں ۔ کوئی انسانی بدی ایسی نظر نہیں آتی ۔ جو ان میں نہ ہو ہاں اس سے یہ تو پایا جاتا ہے ۔ کہ الہام الٰہی کے نہ ہونے پر انسان اپنے معبودوں کو اپنے ہی اخلاق سے

کس طرح متصف کر دیتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ جہاں کہیں اخلاق خداوندی تسلیم کئے گئے ہوں۔ وہ بالضرور انسان کے ہی اخلاق ہوں۔ میں نے ابھی بالتصریح دکھلایا ہے۔ کہ کائنات میں بعض اخلاق کا ظہور ہو رہا ہے۔ جن سے خالقِ کائنات کے اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ اور چونکہ کائنات نسلِ انسانی کے وجود میں آنے سے بہت پہلے موجود تھی۔ اور یہ خلاق اس وقت بھی کام کر رہے تھے۔ اسلئے یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اخلاقِ کائنات کا مجوز انسان ہی ہے۔ سو جیسے کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اخلاق خداوندی کا فیصلہ صحیفۂ کائنات سے ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جن اخلاق الٰہیہ کا حوالہ قرآنِ کریم دیتا ہے۔ وہ کل کے کل خالقِ کائنات کے اخلاق نظر آتے ہیں۔ یعنی اُن کے ثبوت میں کائنات کا حوالہ دیا گیا ہے۔

قرآن کریم نے ان اخلاق کا نام **اسماءِ حسنیٰ** رکھ کے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ کہ اگرچہ یہ اخلاق تو بالضرور وہی ہیں۔ جن سے کوئی انسان بھی متخلق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اُسکے منقول منہ ہیں۔ مگر ان اسماءِ پاک میں اُن بداخلاقیوں کا اشارہ یا شائبہ تک بھی نظر نہ آتا جو انسان میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر اُن کی تجویز انسانی اخلاق پر ہوتی۔ تو ضرور بعض انسانی کج خلقیاں ان میں آجاتی ہیں جیسے کہ ہندی رُومی یونانیوں نے کیا۔ یہ امر تو ظاہر ہے۔ کہ ہماری تکمیل نفس اُس وقت ہو گی۔ جب ہمارے طبعی جذبات اخلاقِ فاضلہ کی صورت اختیار کر لینگے۔ اب اگر ان **اسماءِ حسنیٰ** کو ایک قالب سمجھ کر ہم اُن میں اپنے جذباتِ طبعی کو ڈھال لیں تو ہم میں بالیقین **الٰہیات اخلاقیات۔ روحانیات۔ اقتصادیات و معاشرات۔ سیاسیات** یا وغیرہ کے اس قسم کے جواہر پیدا ہو جائینگے۔ جو ہمیں ہر شعبۂ زندگی میں کامیاب کر دینگے۔ انسانی تہذیب کے کسی زاویۂ نگاہ سے انہیں دیکھا جائے۔ انسانی اخلاق و آداب کے بہترین مطمحِ نظر یہی اسماءِ حسنیٰ نظر آئینگے۔ اور اگر یہ صورت ہے۔ اور بالضرور ہے۔ تو انسانی تمدن تہذیب کی تعمیر کے لئے جو احسان قرآن کریم نے ہم پر کیا۔ اسکی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اول تو ہمارے لئے یہ ربانی قالب رکھ دے۔ اور پھر ہمیں وہ کل کے کل طریق بالتشریح تعلیم کئے جن سے ہم اپنے جذباتِ طبعی کو ان میں ڈھال کر بہترین تہذیب پیدا کر لیں +

باقی امور تہذیب و تمدن کا بالتفصیل ذکر تو اپنے محل و موقعہ پر آئیگا۔ لیکن یہاں میں ان اسماء کی روشنی میں مختلف مذاہب کی بعض الٰہیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ان الٰہیات مختلفہ کا محور

وہ ہی انسانی تخیل و تصوّر ہے۔ جو صفت ربانی کے متعلق انسان نے الہام الٰہی کے ماتحت یا اپنے خیال کے رُو سے تجویز کر لیا ہے +

ہر مذہب کی الٰہیات کی جزو اعظم صفت الٰہیہ ہوتے ہیں۔ در اصل ہمارے عقاید ہمارے اعمال حتّٰے کہ ہماری رسمیات کا منبع اور سرچشمہ یہ ہی صفات ہوتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ کسی یقین کی بناء پر ہوتا ہے۔ ہم ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالتے۔ جب تک ہمیں یہ یقین نہ ہو کہ یہ لفظ ہمارے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ اور وہ مفہوم سُننے والے کے دل و دماغ میں جاگزین ہوتا ہے۔ ہمارے ہر قول و فعل کا محرک اس قسم کے کسی نہ کسی یقین پر ہوتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں اس قسم کے یقین کا نام عقیدہ رکھا گیا ہے۔ اور ان عقاید کی بنیاد کوئی نہ کوئی صفت الٰہیہ ہوتی ہے۔ مثلاً عیسائی عقیدہ خُدا کی اس صفت سے پیدا ہوا ہے۔ کہ اس کا فضل بدل لئے بغیر ظاہر نہیں ہوتا۔ انسانی گناہ سزا کو چاہتا تھا۔ اور جس فضل نے انسان کو اس سزا سے بچاتا تھا۔ وہ بدل یعنی قیمت گناہ کو مانگتا تھا۔ اور وہ قیمت آکر جناب مسیح نے ادا کی۔ بالمقابل اگر خُدا کی صفات میں عیسائی رحجان کو دخل کر دیتے تو جس صفتِ عالیہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ خُدا کا فضل۔ اس کا رحم۔ اُس کی بخشش بلا بدل ہو سکتی ہے۔ تو پھر نہ گناہ کی قیمت دینی پڑتی۔ اور نہ کسی کفارہ کی ضرورت پڑتی۔ اسی طرح ہر مذہب کا عقیدہ کسی نہ کسی ایسی صفت الٰہیہ کے متعلق ہے۔ جو اس مذہب نے خدا کے متعلق تسلیم کر لیا ہے۔ جیسے کہ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔

اس طرح الٰہیات میں ہمارے کُل معتقدات اور اعمال مذہبی آ شامل ہوتے ہیں۔ اب اگر الٰہیات مذاہبِ مختلفہ پر غور کیا جائے۔ تو یہ تین قسموں پر منقسم نظر آتی ہیں (۱) **الٰہیاتِ الہامیہ** (۲) **الٰہیاتِ طبعیہ** (۳) **الٰہیات ادعائیہ**۔ جن الٰہیات کی بنا کوئی مقبولہ کتاب الہام ہو۔ انھیں الٰہیات الہامیہ کہتے ہیں۔ اور جن صفات الٰہیہ کا علم مُطالعہ فطرت سے حاصل ہو۔ اُسے الٰہیات طبعیہ کہتے ہیں۔ تیسری قسم کا نام بزبانِ انگریزی ڈاک میٹک ہے (Dogmatic) جس کا ترجمہ میں نے ادعائی تجویز کیا ہے۔ گو یہ لفظ انگریزی لفظ کے مفہوم کو پُورے طور پر ادا نہیں کرتا۔ اس سے مُراد خُدا تعالےٰ کے وہ آداب و اخلاق ہیں جن کا ثبوت نہ تو الہام الٰہی میں ہے۔ اور نہ اُن کا پتہ کائنات میں نظر آتا ہے۔ بلکہ بانئے مذہب کے بعد بعض معلمین مذہب نے اُنھیں تجویز کیا۔ یہ باتیں عقل و

منطق کے معیار پر خواہ پوری اُتر سکیں۔ یا اسکے بالعکس ہوں لیکن ایک پیرو مذہب کے لئے اُن کا ماننا
ضروری ہوتا ہے۔ دوسری طرف مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جو آلہیات الہامیہ ہیں انمیں اس وقت بھی ایک مذہب
کے بعض مجوزہ اصُولی عقاید دوسرے مذہب والوں سے بالکل مخالف پائے جاتے ہیں۔ گو ان مذاہب
کا سرچشمہ الہام ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن مرورِ ایام نے کتب الہامیہ کو مُحرف و مُبدل کر دیا ہے۔ اسطرح
ان تین قسم کی آلہیات میں ایک اختلافِ عظیم موجود ہے۔ لیکن اس علم و روشنی کے زمانے میں اُن کے
مُتعلق کسی صحیح نتیجے پر آنا مشکل نہیں۔ جن آلہیات کو ہم آلہیات طبعیہ کہتے ہیں وہی اس امر
میں ہمارے لئے فیصلہ کن ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمنے انھیں خدا تعالیٰ کے آئینے یعنے کائنات سے
اخذ کیا ہے۔ اسلئے جس مذہب کی آلہیات کی تصدیق صحیفہ کائنات سے ہو وہی صحیح ہے۔ اس معیار کو
ہاتھ میں لے کر میں یہاں اُن بڑے بڑے عقاید کا ذکر کر دیتا ہوں۔ جنہوں نے ایک مذہب کی تعلیم
کو دوسرے مذہب کی تعلیم سے جُدا کر رکھا ہے۔ اب اگر ان متضاد عقاید پر غور کیا جائے۔ تو اُن کے
ذمہ وار بھی جیسے کہ اُوپر لکھا گیا صفات آلہیہ ہی نظر آتے ہیں۔ یُوں تو ہم سب کا خدا ایک ہی ہے
اور اس امر کو ہم سب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جن صفات سے مُتصف خدا کو ایک مذہب نے مانا ہے دوسرے مذہب
کی تعلیم اس کے بالعکس ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتے ہیں دوسری طرف مسیحی اصحاب الوہیت
میں مسیح اور رُوح القدس کو تسلیم کرتے ہیں + الغرض یہ سارے کا سارا اسماء آلہیہ کے متعلق ہے
قرآن کریم نے اس حقیقت کو اس طرح ظاہر کیا ہے +

سب سے پہلے میں عیسائیت کے عقاید مخصوصہ کا ذکر کرتا ہوں۔ فرمایا۔ اتجادلونني في
اسماءٍ سمیتموها انتم واباؤکم ما نزل اللہ بها من سلطان۔
سورہ اعراف آیت ۷۱ ترجمہ کیا تم میرے ساتھ ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے
اور تمہارے باپ دادوں نے خُود رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے اُن کے بارے میں کوئی دلیل نہیں اُتاری
یعنے کیا تُم مجھ سے اُن اسماء آلہیہ کے متعلق جھگڑا کرتے ہو۔ جو تم نے یا تمہارے آبا و اجداد
نے تجویز کر لئے ہیں۔ ان کے صحت کی دلیل تو تمہارے پاس کوئی نہیں۔ جو خدا کی طرف سے ہو
ان مقدس الفاظ نے بھی یہی فرمایا۔ کہ جسقدر مذہبی عقاید میں تنازعات ہیں۔ اس کی ذمہ وار
صفات یا اسماء آلہیہ ہیں۔ جو مختلف مذاہب نے تجویز کر رکھے ہیں۔ اور ان ہی صفات کی بناء پر ہی

عقاید مختلفہ تجویز ہو چکے ہیں۔ سو کُل کا کُل معاملہ صفات الٰہیہ پر آ ٹھیرا ہے۔ اب قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ صفات تو انسان نے خود تجویز کر لئے ہیں۔ اُن کے متعلق خدا کی طرف سے تو کوئی الہام نازل نہیں ہوا +

اب مشکل یہ آن پڑی ہے۔ کہ اس اختلاف کے ہونے پر بھی ہر ایک مذہب کا دعوے یہی ہے کہ اُن کے عقاید کی بنا الہام ہے۔ حالانکہ یہ امر بھی آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ یہ اختلافی باتیں اُن کے مقبولہ الہام میں بھی نہیں۔ مثلاً مذہب کلیسیاء نے جو عقاید خاصہ تجویز کر رکھے ہیں۔ اُن کی تائید میں جناب مسیح کا تو ایک لفظ تک موجود نہیں لیکن کہا یہ جاتا ہے۔ کہ قدیم مسیحی راہبوں نے رُوح القدس سے معمور ہو کر یہ عقاید تجویز کئے۔ اسلئے وہ ہی الہامی ہیں۔ اسی طرح ویدک مذہب کے مسائل مختلفہ مثلاً مادہ کی قدامت یا تناسخ وغیرہ کا ثبوت کہیں وید سے نہیں ملتا۔ یوں کھینچ تان کر جو چاہے سو کر لے۔ بہرحال اس تنازع کا تصفیہ اسی طریق پر ہو سکتا ہے۔ جس کی طرف قرآنی آیت اشارہ کرتی ہے یعنی اگر تو یہ عقاید یا وہ صفات جو ان عقاید کی بناء ہیں۔ کسی ایسی بات سے ثابت ہو سکے۔ جو خدا کی طرف سے نازل شدہ ہو تو صحیح ہیں۔ والّا وہ صحیح نہیں۔ اب خدا کی طرف سے دو ہی باتیں نازل ہوئی ہیں۔ اوّل اُس کا کلام۔ دوم اس کا کام جس کا آئینہ کائنات ہے۔ الہام کے متعلق تو خود تنازعہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ کونسا الہامات مختلفہ میں صحیح ہے۔ لہٰذا ان عقائد مختلفہ کا فیصلہ کائنات ہی کر سکتی ہے۔ یعنی دیکھنا یہ ہو گا۔ کہ کس مذہب کے مجوزہ صفات الٰہیہ کائنات کی صداقتوں کے مطابق ہیں۔ قرآن کریم نے یہ بڑا کمال کیا ہے۔ کہ بڑے سے بڑے مسائل کا حل ان اسماء پاک میں رکھ دیا ہے۔ ان اسماء کے معنی پر غور کرنے سے ہی کُل دقتیں حل ہو جاتی ہیں۔ یعنے ان مختصر سے مقدس الفاظ میں وہ کُل کے کُل دلائل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جو کسی صداقت یا حقیقت کے مبرہن کرنے کے لئے ضروری ہوں۔ جیسے کہ تصریحات ذیل سے نظر آئیگا +

ہستی باری تعالےٰ

کُل الٰہیات کی بُنیاد خود خُدا کی ذات ہے۔ لیکن اُسی کی ہستی کے متعلق تنازع ہے۔ لہٰذا سب سے اول ہمیں ہستی باری تعالیٰ کو صحیفہ قُدرت کی امداد سے ثابت کرنا ہو گا۔ اس امر میں جس قدر دلائل کائنات کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ قریباً کُل کے کُل کتاب مقدس نے چند اسماء الٰہیہ میں جمع کر دیئے ہیں

وہ اسماء حسنہ یہ ہیں :-

الرب - الرحمٰن (ہر ضرورت کے دفعیہ کے اسباب مہیا کرنیوالا[51]) الرحیم مخلوق کی کوشش پر نتائج مرتب کرنیوالا - الخالق (مختلف چیزوں کی ترکیب سے نئی چیز پیدا کرنیوالا) الباری (عدم سے وجود میں لانیوالا) البدیع (نئی چیز بنانیوالا) المصور - الرزاق - العلیم الحکیم (حکم کرنیوالا کہ فلاں چیز اس طرح ہو جائے یا اس طرح پیدا ہو - اسی کے معنی میں قضا و قدر آجاتے ہیں یعنی پہلے ارادہ ہوتا ہے - پھر اس ارادہ کی تشکیل کے لئے قوانین وضوابط شکل وغیرہ تجویز پاتے ہیں - اُسے قدر کہتے ہیں - اسی کے ماتحت کسی چیز کے لئے جو جو ضروریات ہیں اُن کے اُن اندازوں کو بھی دیکھ لیا جاتا ہے کہ جن پر انھوں نے ترکیب پائی ہے - پھر اس صفت کے ماتحت وہ ارادہ پورا ہو جاتا ہے[52]) الحکیم - الباعث - الواجد (ہر چیز کو جہاں ہو پا لینے والا) الواحد یا الاحد - المالک الملک - الھادی (حقیقی راہ پر ڈال دینے والا) الجبار (ہر ایک چیز میں جو نقصان کی چیز پیدا ہو جائے اس کی تلافی کرنیوالا اور ہر چیز پر غالب ہو کر اُنھیں اپنی منشاء کے مطابق چلائے) الممیت (ہلاک کرنے والا - مارنے والا) الجامع المانع +

اگر بنظر غائرہ دیکھا جائے تو مذکورہ بالا اسماء مختلفہ الرب کی ہی مختلف شانیں ہیں ایسا ہی لفظ رب کے بذاتِ خود اس قدر وسیع معنی ہیں - کہ جن سائنس کے مختلف مراحل سے گذر کر آج دہریہ منش حکیم ہستیٔ باریتعالی کے قائل ہوئے ہیں - ان سب پر اسی لفظ کے معانی حاوی ہو جاتے ہیں -

آج سے چند نسلیں پہلے عام حکماء کا یہ خیال تھا - کہ یہ کل کی کل کائنات کسی تدبر و ارادہ کا نتیجہ نہیں - اور نہ یہ کسی قانون و ضابطہ کے ماتحت پیدا ہوئی ہے - مواد قدیمہ اتفاقیہ طور پر کسی حرکت کا باعث ہو گیا - اور منہ اُٹھائے جب طرف چاہا چل نکلا - جس سے یہ کائنات پیدا ہو گئی - اسی طرح کائنات کو فطرت کی غلطیوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے - صحیفۂ قدرت میں جو باتیں انسانی فہم سے بالاتر نظر آئیں - اُسے فطرت کی غلطی سمجھا گیا - اس ذہنیت دہریت کا زمانہ ایک مدت تک رہا - لیکن جس وقت مسلم علوم کا ورثہ اہلِ مغرب کو ملا - اور وہ کلیسوی مسیحیت کے تحکم سے آزاد ہوئے - تو اس نئے

---

[51] الرحمٰن کے جو مختلف معنی ہیں ان میں سے ایک معنی یہاں دیئے گئے ہیں +

[52] اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون -

علمی شغل نے دو صدی بعد اُن کی توجہ اشیاء کائنات کو تسخیر کرنے اور اس کو اپنے لئے مفید بنانے کی طرف مائل ہو گئی۔ آخر علمی غور و فکر نے یہ بات ظاہر کر دی۔ کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ایک ایک قانون حکمران ہے۔ اور ہر ایک چیز انہی قوانین کے ماتحت اپنے خواص کو ظاہر کرتی رہتی ہے۔ اور جب تک اُن قوانین کے مطابق ہم عمل نہ کریں۔ ہم اشیاء عالم کو مسخر نہیں کر سکتے۔ لفظ ربّ کے ایک معنی وہ ذات پاک ہے جو ہر ایک چیز کے متعلق قوانین تجویز کر کے انہیں قانون پر چلاتی ہے (قاموس) چنانچہ قرآن[۱] نے بھی ربّ کی تشریح میں فہدیٰ فرمایا ہے۔ اس حقیقت کے ساتھ ہی محققین پر یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ کل کے کُل قوانین ایک ہی قسم کے نہیں۔ بلکہ ایکدوسرے کے مخالف اور ہالک[۲] واقع ہوئے ہیں۔ اور وہ ایکدوسرے سے جدا رہتے ہیں۔ مگر اس تضاد[۳] و اختلاف کے باوجود ان قوانین مختلفہ میں ایک قسم کی ہم آہنگی بھی ہے۔ یعنی وہ ایکدوسرے سے مل کر[۴] کام کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کُل کائنات میں فساد[۵] ہو جاتا۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑا۔ کہ اس فساد سے بچنے کیلئے کُل کی کُل کائنات اور اسکے قوانین ایک مقصد واحد کے ماتحت کام کریں۔ چنانچہ جرمنی کے حکیم ہیگل نے اس حقیقت کا نام **مونا زم** (احدیت[۶]) رکھا ہے۔ جب سائنس اس نتیجہ پر آپہنچی تو اس عقیدہ **مونا زم** نے یہ بھی ظاہر کر دیا۔ کہ یہ چیزیں ازخود نہیں بنتی۔ بلکہ کسی تجویز اور ارادہ کے ماتحت وجود میں آتی ہیں جو پیدائش سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک چیز کے ایک ہی اجزا ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک ہی طریق پر ایک ہی ضابطہ کے ماتحت ابدالآباد سے چلی آئی ہیں جس ضابطہ میں کبھی تبدیلی واقع نہیں ہوتی[۷]۔ چنانچہ اس نظارہ نے یہ امر ثابت کر دیا۔ کہ اس نظام کائنات کے ماتحت تجویز و ارادہ کام کر رہا ہے لیکن یہ تجویز ارادہ اپنی تکمیل کیلئے کئی ایک امور چاہتا ہے

---

[۱] سبح اسم ربك الاعلى ۝ الذی خلق فسوّى ۝ والذی قدر فهدى۔ ترجمہ۔ اپنے ربّ اعلیٰ کی تسبیح کو جس نے چیزوں کو پیدا کیا۔ انھیں برابر کیا۔ انکے متعلق اندازے اور قوانین مقرر کئے۔ اور ان پر انھیں چلایا (سورہ علیٰ) [۲] الممیت چیزوں کے مارنے والا [۳] المانع ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا رکھنے والا [۴] الجامع مخالف چیزوں کو ملا دینے والا [۵] ولو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا (الانبیاء۔ ترجمہ۔ اگر زمین آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے) [۶] خدا کی ایک صفت احد۔ یعنی اکیلا [۷] فلن تجد لسنت الله تبديلا۔ تو خدا کے قانون میں تبدیلی نہ پائیگا)۔

یعنی جو ہستی واحد یہ تجویز فرمائی کر رہی ہے۔ اسکی کامل حکومت ان تمام اشیاء[۵۱] پر ہو جن کی ترکیب سے کائنات[۵۲] کی مختلف اشیاء بنتی ہیں۔ اور پھر وہ حکومت بھی اس قسم کی قاہرہ[۵۳] حکومت ہو۔ کہ وہ ہر ایک چیز کو اپنی منشا کے مطابق چلائے۔ پھر اس طاقت و قوت کے علاوہ اس ہستی کا اتنا وسیع علم[۵۴] ہو۔ کہ وہ نہ صرف ان چیزوں کے خواص سے ہی واقف[۵۵] ہو۔ بلکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ چیزیں کہاں ہیں اور جب وہ چاہے انہیں ان کی جگہ سے پائے[۵۶] وہ ان چیزوں کو ملا کر اشیاء مطلوبہ پیدا[۵۷] کرے پھر انھیں ہی نہ چھوڑے بلکہ ان کو قائم[۵۸] رکھنے کیلئے ان کے مایحتاج پورا[۵۹] کرے۔ کائنات میں یہ تمام باتیں علمی نگاہ کو روز روشن کی طرح نظر آتی ہیں۔ اور چونکہ یہ سارا نظام ایک عقل بالغ[۶۰] کے ماتحت کام کر رہا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والی ایک واجب الوجود ہستی ہے +

یہ سارے صفات جیسا کہ لکھا گیا۔ الرب کے معنوں میں آجاتے ہیں چنانچہ ان میں سے بعض تو میں نے حاشیوں میں دیدیئے ہیں۔ مگر ان سب باتوں میں سے افضل تین چیزیں کائنات میں کام کرتی ہیں علم۔ قوت اور حکومت۔ اور پھر خود اس ہستی برتر کا ہمیشہ موجود اور زندہ رہنا۔ کیونکہ اگر معاذ اللہ اسکی ذات میں کوئی خلل واقع ہو۔ تو کل کے کل نظام میں خلل آجاوے گا۔ اس استقامت طاقت سلطنت وعلم کی طرف ذیل کی مشہور آیت یعنی آیت الکرسی ذیل کی تعلیم فرماتی ہے +

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم +

ترجمہ۔ اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کو پیش (آ رہا) ہے (وہ) اور جو کچھ انکے پیچھے (ہو گزرا) ہے

---

۵۱ فسبحٰن الذی بیدہ ملکوت کل شیء۔ ترجمہ۔ پاک ہے۔ وہ ذات ہے جسکے ہاتھ میں سب چیزوں کی حکومت ہے ۵۲ القہار ۵۳ الجبار ۵۴ العلیم ۵۵ الحکیم (چیزوں کے خواص جاننے والا) ۵۶ الواجد ۵۷ خالق (چیزوں کو ملا کر نئی چیزیں پیدا کرنیوالا) ۵۸ القیوم ۵۹ الرزاق ۶۰ الحکیم +

اور اسکو (سب) معلوم ہے۔ اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے مگر جتنی وہ
چاہے۔ اسکی کرسی (سلطنت / آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہے۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت
اس پر (مطلق) گراں نہیں۔ اور وہ (بڑا) عالیشان (اور) عظمت والا ہے +

اس موقعہ پر یہ کہنا ناموزوں نہ ہوگا۔ جیسے کہ مجملاً میں نے آگے بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ جس حقیقت
عظمیٰ کو دانایانِ زمانہ نے تو ایک لمبے تجربے و مشاہدہ اور ایک سر توڑ اکتشافات کے بعد اور رات دن
کی سرگرم کوشش سے دو تین نسل میں دریافت کیا۔ لیکن اُن کی کل علمی کاوشوں کے نتائج صاف اور
بین طریق پر ان مذکورہ بالا اسماء پاک میں نظر آتے ہیں۔ اس علمی تحقیق کا کونسا مرحلہ کونسا استنباط یا نتیجہ
ہے جس کا قائم مقام کوئی نہ کوئی اسم پاک نہ ہو +

یہ میں لکھ چکا ہوں۔ کہ حصول علم کے دو ہی طریق ہیں۔ یا انسانی جدوجہد یا خدا کا الہام
اول الذکر کے لئے ایک لمبے وقت اور محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ اُسکے نتائج
ہمیشہ ہی صحیح ہوں۔ ایک نسل کسی نتیجہ پر آتی ہے لیکن آئندہ نسلیں اس نتیجہ کو ترک کر دیتی ہیں۔ کیونکہ اُن پر
اس نتیجہ کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر ہزار ہا قسم کی بربادیاں اور نقصانات ان غلط نتائج پر چلنے سے
پیدا ہوتے ہیں۔ میں یہ تو مانتا ہوں۔ کہ ہمیں علمی تحقیق سے غافل نہ ہونا چاہئیے ہمیشہ علمی مشاغل میں
سرگرم رہنا چاہئیے لیکن جس علم کا جاننا ازبس ضروری ہو۔ اور انسانی جدوجہد احتمالاً غلط راہ اختیار
کر سکے تو یہ تو خدا کا رحم ہوگا۔ کہ ایسا علم اسکی طرف سے آئے۔ میرے اس نظریہ کی دلیل میں یہی ... ہستی
باریتعالیٰ خوب غور سے دیکھ لیا جائے۔ اسلام سے پہلے اور آج بھی اسلام کے سوا ہر ایک مذہب کے بعض پیروں میں دہریت اور
تشکک کا ظہور ہوتا رہا ہے لیکن مسلمان (النادر کالمعدوم) ملحد یا دہریئے نظر نہیں آتے۔ اسکی وجہ ظاہر
ہے۔ جب مسلمان نے قرآن شریف میں ان اسماء پاک کو خدا تعالیٰ کی صفات میں دیکھا۔ اور ایک
تھوڑے سے غور کے بعد اُسے ان تمام کی تشریح کائنات میں نظر
آگئی۔ تو وہ آسانی کے ساتھ اس نتیجہ محکم پر
قائم ہو گیا۔ جسے آج علمی دُنیا نے
صدیوں بعد قبول کر لیا
ہے +

قصصِ قرآنیہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

قصصِ قرآنیہ پر دو اعتراض ہوئے ہیں۔ اوّلاً یہ قصص مکمّل نہیں آتے۔ ثانیاً سب کے سب قریباً اسرائیلی ہیں۔ اسی کے ضمن میں جہالت نے یہ اعتراض کرایا ہے۔ کہ ان قصص کا ماخذ ہی توریت ہے۔ کیونکہ قصصِ قرآنیہ توریتی قصص کے جستہ جستہ ٹکڑے ہیں معترض یہ نہیں سمجھتا۔ کہ اگر قرآن منجانب اللہ ہے۔ اور بالمقابل توریت میں اگر تحریف نہیں ہوئی۔ تو اگر قرآن کا بھیجنے والا حسبِ ضرورت کسی اسرائیلی واقعہ کا ذکر کرے۔ اور وہ توریت میں ہو تو بالضرور دونوں جگہ ایک ہی بیان ہوگا۔ لیکن کوئی اُن سے پُوچھے۔ کہ جس جگہ قرآن کریم نے توریت سے اختلاف کیا ہے۔ اور انکشافات زمانہ نے قرآن کی تصدیق کی۔ تو وہاں توریت اپنی موجودہ شکل میں خدا کی کتاب اور قرآن کی ماخذ ثابت ہوگی۔ یا قرآن منجانب اللہ ٹھیریگا۔ ان کا اعتراض ایک لاشے امر ہے۔ اور چنداں قابلِ التفات نہیں۔ ہاں پہلے دو اعتراض توجہ کے قابل ہیں +

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک تو قرآن کوئی مختصُ القوم کتاب نہیں۔ بلکہ کُل نسلوں کی ہدایت کے لیئے آئی ہے۔ اور پھر اس کا نزُول کسی خاص زمانہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ نہ یہ کتاب کسی قوم کی تاریخ ہے۔ توریت اسرائیلی قوم کے تنزّل و ترقّی کی داستان ہے۔ اسی طرح وید ایک قوم کی مذہبی شعار کو بتلاتا ہے۔ اگر قرآن صرف عرب کے لئے ہوتا تو شاید اس میں عربی قوم کی ایک کامل تاریخ ہوتی۔ یہ باتیں کسی مختص قوم کی دلچسپی کا موجب ہوسکتی ہیں۔ دوسرونکو اس کا کیا تعلق ہوگا۔ ایسا ہی اگر کسی قوم یا خاندان کے بعض تفصیلی حالات کسی کتاب میں ہوں تو دوسروں کو اس سے کیا واسطہ بلکہ ایک زمانہ کے گذر جانے پر اسی قوم کی آنیوالی نسلوں کو اس سے

کیا فائدہ ہو گا۔ مثلاً توریت کی کتاب ایستھر میں ایک فاحشہ یہودی لڑکی کے حالات ہیں۔ اس سے دُنیا کو کیا! اور خود یہودی قوم کی کونسی عزت یا اصلاح کا یہ کہانی موجب ہو سکتی ہے۔ یہ باتیں تو اپنے اندر ایک ناول کا رنگ رکھتی ہیں۔ تواریخی حالات انسان کیلئے ایک سبق ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کے جستہ جستہ واقعات۔ باقی حالات تو وہی ہوتے ہیں۔ جو ایک فسانہ نگار بھی تخیل میں لا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے جس طرح بعض نظری امور کی تشریح میں قدرت کے منظر بطور شواہد پیش کئے۔ اسی طرح خاص خاص امور کی تشریح میں اسرائیلی یا عربی قوموں کے خاص خاص حالات کا ذکر کر دیا ہے۔ مثلاً دُنیا کی ترقی و تنزل علی العموم انبیاء علیہم السلام کی ذات سے وابستہ رہی ہے۔ ان لوگوں کے ظہور پر قدامت پرست اُن کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ اُنھیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے ہیں۔ اُن کے مٹانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ انبیاء کے ہمراہی بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ حوصلہ ہار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ مقام صبر و استقامت کا ہوتا ہے۔ آخر کار انبیاء کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور یقیناً ہوتے ہیں۔ اور اُن کے دشمن تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس سبق کے لئے قرآن کریم نے اگر بعض تاریخی واقعات مندرجہ توریت کا ذکر کیا۔ تو دُنیا کو ایک اخلاقی سبق دیا۔ چنانچہ سورۂ عرفات کی کُل کی کُل آیتیں انھیں امور کو بیان کرتی ہیں +

تاریخ بھی ان ہی اصولوں پر لکھی جانی چاہئے۔ تاریخ کوئی ناول یا افسانہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرآن کے اس الہام نے مسلمانوں میں فن تاریخ کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اسلام سے پہلے کی تاریخیں فسانہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ ہاں توریت کسی قدر مستثنائی حالت میں آ سکتی ہے۔ مسلم مورخین نے فسانہ نگاری کو چھوڑ کر اپنی تصنیف و تالیف میں سبق آموز واقعات ہی بیان کئے +

یہ مسلّم ہے کہ آنحضرت صلعم پر جو مصائب آئے جس طرح وہ اپنی نوعیت میں بے نظیر ہیں۔ ویسے ہی اُن کے مقابل آپ کا صبر و استقامت بھی بے عدیل ہے۔ آپ کی تکلیف کا سخت سے سخت زمانہ آپ کی ہجرت سے پہلے کے چند سال تھے۔ اس زمانہ میں سورۂ عرفات۔ سورہ یونس سورہ ہود سورۂ یوسف۔ سورۂ رعد سورۂ ابراہیم وغیرہ نازل ہوئیں۔ ان میں آدم سے چلکر جناب مسیح تک اس خطرناک مخالفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو جماعت اللہ مرسلین کی اپنے اپنے وقت میں ہوئی۔ یہانتک کہ مومنیں سے بعض کے مُنہ سے یہ نکلا کہ خدا کی نصرت کہاں ہے۔ اور آخر میں وہ کامیاب ہوئے۔ قرآن نے انکے حالات پیش کرکے

---

۵۱ سورۂ بقر آیت ۲۱۰ +

آنحضرتؐ کے صحابہؓ کو استقامت کا سبق دیا۔ اور مخالفین کو مقام عبرت سمجھایا +

آدمؑ سے لے کر آج تک دو گروہ چلے آتے ہیں۔ ایک وہ جو خدا کی راہوں پر چلے۔ اور دوسرا وہ جو شیطان کے تابع رہے۔ آخر الذکر لوگ مغلوب ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم موسیٰؑ کے مقابل فرعون اور ابراہیمؑ کے مقابل نمرود کا ذکر کرتا ہے بعض جگہ آنیوالی متکبر اور باعروج قوموں کو عبرت دلاتے کے لئے قوم ثمود و عاد وغیرہ کی شوکت اور انکی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے +

ان قصص میں سے جناب یوسفؑ کے واقعات خاص کر سبق آموز تھے۔ جناب یوسفؑ کو نہایت بے طرح اور ظلم سے ساتھ آپکے بھائیوں نے تکلیف دی۔ آپ جلا وطن ہوئے۔ پھر آخر کار آپکے بھائی ہی ذلیل و خوار ہو کر آپکے سامنے آئے معافی کے خواستگار ہوئے جس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم (سورہ یوسف آیت ۹۲) (آج تمہارے برخلاف کوئی سرزنش نہ ہوگی) جناب یوسفؑ کی کوئیں کی حالت اور پھر بعد میں سلطنت مصر ایک عبرت انگیز واقعہ ہے۔ میں خطرناک مصائب کے وقت صحابہؓ کرام آنحضرت صلعم سے پوچھتے ہیں کہ آپؐ کو کب کامیابی ہوگی۔ اور یہ وہ وقت ہے۔ جب آپؐ کے لئے یا آپکے ہمراہیوں کیلئے کوئی صورت نجات نظر نہیں آتی۔ اس کے جواب میں سورت یوسفؑ نازل ہوتی ہے۔ اور اس کی ساتویں آیت میں حکم ہوتا ہے۔ کہ یوسفؑ اور اسکے بھائیوں کے حالات میں ایسے سائلین کا جواب ہے۔ چنانچہ جناب یوسفؑ سے ملتے جلتے حالات میں سے آنحضرت صلعم گذرے۔ یوسفؑ سے بڑھ چڑھ کر آپؐ کو کامیابی نصیب ہوئی۔ انہی کامیابیوں میں ایک دن وہ بھی آگیا۔ کہ آپؐ منصور و مظفر ہو کر مکہ میں جاتے ہیں آپکے جدی بھائی یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح عاجزانہ حالت میں آپکے سامنے پیش ہوتے ہیں اور آپؐ فرماتے ہیں۔ کہ میں آج تمہیں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کہا یعنی لا تثریب علیکم الیوم۔ چنانچہ اس وقت ہر ایک کی زبان پر یہ آیت آگئی۔ اور وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ ان فی یوسف و اخوتہ آیٰت للسائلین (یوسفؑ اور اس کے بھائیوں میں سائلین کے لئے نشانات ہیں) +

علاوہ ازیں ان قصص کو بیان کر کے قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کی تطہیر فرمائی پیغمبروں کے مخالفین تو خیر بدقسمتی سے خود اُن کے موافقین نے ان پاک لوگوں کے متعلق مزیل شان باتیں بیان کیں۔ مثلاً اسی ملک میں ہر ایک زمانے نے جناب کرشن جیسے پاک انسان کے متعلق گندے سے گندے

قصے تراشے اسرائیلیوں نے عموماً عناد سے بعض باتیں توریت میں بڑھا دیں۔ چنانچہ داؤد ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے چل کر بادشاہ ہو گئے۔ خدا کے نبی ہوئے۔ پھر حضرت سلیمان تو ہر معنوں میں خلیفۃ اللہ تھے۔ خاندانی و معاصری عناد نے بعض علماء یہود کو اُن کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ جناب داؤد پر تو زنا کا الزام دیا۔ مثلاً آج انگریز مصنفوں نے مغلیہ راج جیسی ہر دلعزیز اور کامیاب سلطنت کو مطعون کرنے کیلئے ہر قابل فرمانروا پر حملے کئے۔ چنانچہ جہانگیر کو نور جہاں کا شیفتہ بنا کر یہاں تک لکھ دیا۔ کہ اُس نے نور جہاں کے خاوند علی قلیخاں کو قتل کرانے کیلئے بنگال کی مہم پر بھیج دیا۔ ویسا ہی جھوٹا قصہ جناب داؤد کے متعلق تراشا گیا۔ انھیں اوریہ کی بی بی کا عاشق ظاہر کیا۔ پھر یہ لکھا گیا۔ کہ آپ نے اسکے شوہر اوریہ کو ایک جنگ پر بھیج دیا۔ اور اس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ معاذ اللہ من ہذا لمقوات۔ سفر یوروشلیم میں مجھے یہودیوں نے وہ مکان تک دکھلایا جہاں سے جناب داؤد نے کھڑے ہو کر اوریہ کی بی بی کو ننگی نہاتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ کے بعد جناب سلیمان کی شان و شوکت نے تو بالضرور حسد کو بھڑکایا۔ اُن کی توریت کی بیان کردہ زندگی کو دیکھ کر ایک عیاش بادشاہ کی زندگی سامنے آجاتی ہے۔ پھر ملکہ سبا کے واقعات اور آپ کی تصنیف میں سے غزل غزلات دیکھ کر انسان متحیر ہو جاتا ہے۔ کہ یہی وہ لوگ ہیں۔ جو خدا کی طرف سے ہدایت دینے آتے ہیں۔ اسی طرح یہودیوں کو اموی وغیرہ قوموں سے ہمیشہ مخالفت رہی۔ چونکہ اموی وغیرہ اپنی نسب کو بھی بہت دور تک پہنچاتے تھے۔ جناب لوط کی دو بیٹیوں کو اپنے اجداد میں سے بیان کرتے تھے۔ یہودی مصنفین نے انکے اس فخر کو توڑنے کیلئے یہ بیان کیا۔ کہ جب لوط علیہ السلام کی لڑکیاں جوان ہو گئیں۔ تو انھوں نے جذبات جوانی سے مغلوب ہو کر اپنے باپ کو شراب میں مدہوش کیا۔ حالت نشہ میں اپنے باپ سے سیاہ کاری کی جس سے وہ دونوں حاملہ ہو گئیں۔ اور اُن کے ولد الزنا بچے ان قوموں کے آبا و اجداد ٹھیرے۔ اسی طرح کسی مصلحت سے جناب ابراہیم اور جناب یوسف پر دروغگوئی کا الزام دیا گیا۔ جناب مسیح اور آپ کی والدہ پر آپ کی ولادت کے متعلق خطرناک حملہ کیا۔ الغرض ہر صالح پر کوئی نہ کوئی الزام رکھا۔ یہودیوں کے بعد جب اُنکے شاگرد عیسائی پیدا ہوئے۔ تو انھوں نے مسیح کی الوہیت کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری سمجھا کہ آپ کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء کو بھی گناہ سے معصوم نہ رکھا اس سے بڑھ کر کل نسل انسانی کو گناہ زادہ قرار دیا۔ بلکہ صرف جناب مسیح کے حمل کو معصوم حمل کہا۔

گویا باقی ہر ایک بنی آدم حملِ عصیاں سے پیدا ہوا - یہ ظاہر ہے - کہ یہ سب الزامات بہتان وافترا تھے - اسلئے
خدا کی کتاب یعنے قرآن کا فرض تھا کہ دُنیا کے صالحین کو ان الزامات سے پاک کرے - ان نادان عیسائیوں
سے کوئی دریافت کرے - کہ اگر انبیاء کے گناہ گار ٹھیراتے میں اسرائیلی وقائع نگار سچے ہیں - تو پھر
وہ بھی جناب مسیح کی ولادت پر حرف رکھتے ہیں - اُس قصہ کو کیوں تسلیم نہ کیا جاوے +

الغرض سب سے اول تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرما کر کہ ہر انسان کا بچہ ولادت کے وقت گناہ سے پاک
ہوتا ہے، عیسائی اعتراض کی تردید فرما دی - جو انھوں نے کل نسل انسانی پر کیا تھا - پھر قرآن کریم میں ان
جھوٹے قصوں میں سے کسی کی تو تشریح کر دی - اور کسی نبی کی شان میں ایسے الفاظ فرمائے کہ جو ان الزامات
کے دفعیہ کیلئے کافی ہوں - جناب ابراہیم اور یوسف کو صادق نہیں بلکہ صدیق کہا - صادق کے معنی بھی سچ
بولنے والا کے ہیں لیکن اس سے اس کے کسی خاص قول کی طرف اشارہ ہوتا ہے - یعنی وہ اس بات میں سچا
ہے - ممکن ہے اسنے کسی اور وقت جھوٹ بولا ہو - لیکن صدیق سے وہ شخص مراد ہے جس کی فطرت میں راستی اور
نیکی ہو - جناب مریم کو اسی لئے صدیقہ کہا - کہ وہ یہودیوں کے الزامات سے پاک تھی - مسیح کو الزام ولادت کے باعث
اگر یہودی روح شیطان یا کلمۂ شیطان کہتے تھے - تو ایک طرف قرآن نے آپ کا نام رُوح اللہ اور
کلمۃ اللہ رکھا - دوسری طرف آنحضرت صلعم نے فرما دیا - کہ انھیں اور اُن کی ماں کو تو شیطان نے چھوا
تک نہیں - جناب لوط کو مطہر انسان کہا - پھر کُل انبیاء علیہم السلام کو صالحین بیان کیا - جناب سلیمانؑ کا
اور ملکہ کا واقعہ بیان کیا - جس سے ظاہر ہوتا ہے - کہ آپ کسقدر متقی تھے - اور کس عقلمندی اور راستی سے آپ نے
ملکہ موصوف کو مسلمان کیا - ان امور کیلئے بھی ضروری تھا - کہ توریت کے قصص میں سے بعض حالات کا بیان ہو +

ان قصص کے بیان کرنے کی ایک یہ بھی غرض تھی - کہ نیکی اور بدی کے موقعہ و محل بتلائے جائیں کیوں تو
بدی سے بچنے کا نام نیکی ہے - لیکن بدی سے بچنا صرف اس چیز کا نام نہیں کہ انسان کو بدی کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے - یا صداقت
اس کا نام نہیں کہ انسان پر وہ حالات ہی وارد نہ ہوں - کہ جن کے ماتحت ایک انسان راستبازی چھوڑنے پر
مجبور ہو جاتا ہے - اس میں شبہ نہیں - کہ جناب مسیح ایک معصوم انسان تھے - لیکن بعض اخلاق کے متعلق وہ آزمائش میں
نہیں ڈالے گئے - جناب یوسف اور عورت کا ذکر اسلئے کیا گیا - کہ صحیح تقوے کی حقیقت نظر آئے یوسف
ایک گھر میں ہیں جہاں انکی ہر طرح عزت ہوتی ہے - وہ زمانہ بھی کم و بیش نوبرس کا زمانہ تھا گھر کی مالکہ آپ سے
آشفتہ ہونا چاہتی ہے - وہ پہلے درجہ کی حسین و جمیلہ ہے - مقام خاص پر ہر طرح کا امن و بیخوفی ہے -

چھیڑ۔ بھاؤ عورت کی طرف سے ہوتی ہے پھر ایک کامل جوان جذبات پر قابو پا کر یہ کہتا ہوا۔ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اس مقام سے بھاگ جاتا ہے۔ اور بھاگنے کی ایک وجہ یہ بتلاتا ہے۔ کہ وہ نمک حرام نہیں۔ اس گھر کے مالک نے اسکی پرورش کی ہے۔ اور ہر طرح عزت کی ہے۔ سو اصلی نیکی تو اس کا نام ہے۔ نہ یہ کہ کسی کو یہ حالات ہی میسر نہ ہوں۔ اور پھر وہ کہے کہ میں زنا سے بچا ہوں۔ ایسے ہی جناب ابراہیم کو آتشِ ظلم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور وہ صداقت کی خاطر تکلیف کو سہتے ہیں۔ سو راستبازی اس کا نام ہے۔ کہ حسبِ تعلیم قرآن انسان مشکلات میں راستباز رہے کیا یہ ممکن ہے۔ کہ جناب ابراہیم جیسا صدیق انسان کسی بادشاہ کے منشا کے ساتھ یہ کہدے۔ کہ اسکی ہمراہی اسکی بہن ہے اسکی بیوی نہیں۔ یہ سب الزامات ہیں +

قرآنِ کریم کی تیسری غرض ان قصص کے بیان کرنے میں توریت کی غلطیوں کی تصحیح کرنی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی مدِنظر تھا۔ کہ قرآن عالم الغیب کی کتاب سمجھی جائے۔ چنانچہ فرعون کے غرق ہونے کے متعلق توریت کا بیان تھا کہ اسکے جسم کا پتہ ہی نہیں لگا۔ آج غلط ثابت ہو گیا۔ اور قرآن کا بالمقابل یہ فرمانا کہ اُسکے جسم کی حفاظت کی گئی۔ اور وہ آیندہ محفوظ رہے گا۔ آج ثابت ہو گیا +

قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں بعض ایسے اسرائیلی واقعات بیان کئے ہیں۔ جن کا ذکر توریت میں نہیں۔ ان واقعات کو بیان کر کے یہ کہا ہے۔ کہ یہ واقعہ تو تمہیں معلوم نہ تھا۔ یہ تو ہم نے بتلایا۔ مثلاً جنابِ مریم کے تکفل پر قلموں کے ذریعہ قرعہ اندازی اور پھر صدیقہ کا جنابِ زکریا کی کفالت میں آنا یہ توریت میں نہیں یہ تمام الٰہی ہے۔ ایسا ہی عرب کے بعض تاریخی حالات بھی قرآن بیان کرتا ہے اُن کا نام و نشان بھی آنحضرت صلعم کے وقت نہ تھا۔ وہ واقعات بھی جہالت کے اعتراض کے ماتحت رہے۔ لیکن آج جنگِ عظیم کے ضمن میں عرب اور ایسے ہی یمن کے بعض ایسے کھنڈرات کی تحقیق ہوئی جنہوں نے قرآن کریم کی تصدیق کی +

قرآن کریم نے اسرائیلی قصص کو کیوں مدارِ تشریح قرار دیا

یہ ایک معقول اعتراض ہے۔ خصوصاً جب کوئی کتاب کُل قوموں کیلئے آئے تو کسی خاص قوم کو کیوں انتخاب کرے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس غرض کیلئے اُس کتاب نے بعض تاریخی واقعات کا جستہ جستہ ذکر کیا اس غرض کو اسرائیلی قوم کی تاریخ ہی پورا کرتی ہے۔ اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسرائیلی واقعات سے اور قومیں کم و بیش خالی ہیں لیکن اسلام سے پہلے اسرائیلیوں کے سوا کسی اَور قوم کی ایسی مکمل تاریخ ہی نہیں ملتی۔ جو کم از کم اس قوم کی ہی مقبولہ

۵ سورۂ بقرہ آیت ۱۷۷ +

ہو۔ سب سے پہلے ہندو قوم کو ہی لے لو۔ تنزل و ترقی دونوں باتیں ہندی قوموں میں رہیں۔ اشوک اور بکرما جیت
جیسے بڑے بڑے بادشاہ گذرے۔ کرشن ۔ بدھ ۔ اور رامچندر جی جیسے ہادی ہوئے۔ لیکن خود
ہندوؤں کی لکھی ہوئی کوئی ایسی تاریخ نظر نہیں آئی۔ کہ جسکے مبینہ واقعات کو بطور سبق یا عبرت پیش
کیا جائے۔ یہ تو ہم مانتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں سب طرح کے واقعات پیش ہوئے ہونگے
لیکن کیا وید۔ مہابھارت۔ رامائن یا کوئی ہندی فسانہ ان تاریخی اغراض کو پورا نہیں کرتا۔ جو قرآن کے
سامنے تھے۔ مؤرخانہ نگاہ سے یہ تو ہندو قوم کا حال ہے۔ جن کے ہاں کچھ نہ کچھ مشہور کتابیں
بھی ہیں۔ لیکن ایران کی کونسی تاریخ ہمیں کچھ سبق دے سکتی ہے۔ حالانکہ ساسانی ایک وقت شان و شوکت
کے مالک گذرے ہیں۔ ایرانی تاریخ قدیم میں سے فردوسی کے ہاتھ ایک پاستان نامہ
جیسی غیر معتبر کتاب آئی۔ جس کی بنا پر شاہنامہ تیار ہوا ۔ اگر آج شاہنامہ نہ ہو تو ایران و توران
کا حال کوئی نہیں جانتا۔ لیکن شاہنامہ میں بھی تمدن تہذیب اخلاق آداب کا کوئی سبق موجود نہیں
مجموعہ دساتیر۔ ایک مجموعہ رسمیت مذہبی ہے لیکن کہیں فسانہ کے رنگ میں تاریخی واقعات بھی ہیں۔
یونان کی ماسبق تاریخ کو دیکھا جائے کچھ تو ضرور ہومر کی طفیل دستیاب ہوتی ہے۔ لیکن وہ فسانہ رافیہ
ہے۔ اور اصنام پرستی کے واقعات نے اُسے قابل اعتبار نہیں رکھا۔ باقی یونانی فصحاء وقت کی تقریریں ہیں۔
ان کے اقوال بھی موجود ہیں۔ افلاطون اور ارسطو وغیرہ کا فلسفہ بھی زندہ ہے لیکن ان باتوں
میں بھی تعمیر اخلاق قوم کے اصولوں کی تشریح کے لئے مکمل سبق نظر نہیں آتے۔ یہی تاریخ روما کا حال ہے۔
رومی قوانین بالضرور موجود ہیں۔ اور وہ مفید بھی ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن صرف یہ بات تو کل مطالبات
قومی کو پورا نہیں کرتی۔ الغرض مصری۔ ساسانی فنیقی تہذیبیں بھی حقیقی تاریخ سے معرا ہیں +

بالمقابل اسرائیلی قوم کے حالات بہت حد تک محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ایک
خاص حالات کی قوم ہے۔ جو غلامی اور مظلومی کی حالت سے نکل کر شوکت سلطنت
اور کامل شجاعت کی مالک ہوئی۔ ان کی ترقی کے اسباب اُن کے تنزل کے وجوہ
ان میں سے بعض کی فرمانبرداری اور بعض کی روگردانی اور ان کا تمرد۔ بعض کا متقی ہونا
اور بعض کا فاسق و فاجر بننا اُن کی شفقت و رحمت اُن کا بغض و عناد الغرض ان میں
ہر طبقہ کے انسانوں کا ہونا یہ امر ان کو مستحق ٹھیراتا ہے۔ کہ تہذیب و تمدن انسانی کا جو بھی حصہ بنتا ہے

ہو اس کے اصولوں کی تشریح اسرائیلی قوم کے واقعات سے ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اور قومیں ان حالات سے خالی رہیں۔ اُن کے حالات بھی ایسے ہونگے۔ لیکن اسلام سے پہلے یہودیوں کے سوا کسی قوم نے اپنے حالات کی لفظی تاریخ نہیں کھینچی۔ جو ایک حد تک محفوظ رہی ہو۔ اس میں تحریف بھی ہوئی۔ لیکن تاریخی مقاصد کے لئے قبل انسان دُنیا کی یہ بہترین کتاب ہے۔ ایک مغربی مُصنّف نے کیا سچی بات کہی ہے کہ توریت اسلئے بھی قابل مطالعہ ہے۔ کہ اس میں جہاں انسانی کمالات کے نقشے ہیں وہاں انسانی کمزوریوں کی بھی تصویریں موجود ہیں۔ ان امُور کو سامنے رکھ ہمارے معترض بزرگ خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ قرآن مجید اگر اسرائیلی قصص پر حصر نہ کرے تو پھر کس طرف دیکھے +

اقتباس از احادیث نبوی صلعم

۱۔ شریف النفس ہی فقط طبقہ نسوان کی عزت و توقیر کرسکتا ہے۔ اور ان سے مُروّت و رحم کا سلوک روا رکھ سکتا ہے کیونکہ فطرت اُنکی بیدرحی کی ہوتی ہے۔

۲۔ گفتگو میں کراللہ رتعالےٰ سب سے بہتر ہے۔ جو اعمال حسنہ کرتا اور کہتا ہے۔ کہ میں ان میں سے ہوں۔ جو اللہ کے حضور سر تسلیم خم کرتے ہیں +

۳۔ تم میں سے ہر ایک ایک گلہ بان کی مانند ہے۔ اور گلہ بان ہی سے اس کے ریوڑ کے متعلق بازپرس ہوگی +

۴۔ ایک مسلم جو اسلامی معاملات میں انکی تنظیم میں تکلیف نہیں اُٹھاتا۔ وہ مسلمانوں میں سے نہیں +

۵۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ تم کسے مضبوط اور طاقتور خیال کرتے ہو پیروؤں نے عرض کی وہ جو اوروں کو نیچا دکھا دے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا نہیں۔ بلکہ وہ جو غیظ و غضب کے وقت اپنے اوپر قابو رکھتا ہے +

۶۔ حرص و بد خصلت ایسے دو عیوب ہیں۔ جو ایک سچے و مخلص مسلم میں پائے نہیں جاسکتے +

۷۔ تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے وہ ایسا کرنے میں بالکل دریغ نہ کرے۔

۸۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی تیمارداری کرو۔ اور غلاموں کو آزاد کرو میری تعریف ایسی نہ کرو جس طرح عیسائی ابن مریم کی کرتے ہیں۔ کیونکہ میں فقط خدا کا ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں +

۹۔ اسراف کئے بغیر کھاؤ اور پیئو۔ اور خیرات دو +

۱۰۔ مومنوں میں سب سے مکمل وہ ہے۔ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ اور ان میں افضل وہ ہے۔ جو اپنی بیوی سے نیک اور اچھا سلوک کرتا ہے۔

۱۱۔ ایک انسان کو اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی بیوی اور بچوں کو سلام کرنا چاہیئے +

۱۲۔ جو شخص اپنے آپ کو ایک پہاڑی کی چوٹی سے گرا کر خودکشی کریگا۔ اس کا ٹھکانا نار جہنم ہوگا۔ اور جو کوئی زہر کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کریگا۔ وہ بھی آتش دوزخ میں جلیگا۔ اور جو کوئی اپنے آپ کو لوہے سے مار کر ہلاک کریگا۔ وہ بھی نار جہنم میں جلیگا +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از دفتر دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ
عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔ ذیل کی چند سطور جو زکوٰۃ کے متعلق ہیں آپ کی توجہ کی محتاج ہیں۔ یوں تو زکوٰۃ کا کوئی خاص مہینہ نہیں، جن کے ہاں جو وقت سال میں آمد کے حساب کا ہو۔ اِس پر زکوٰۃ کا حساب لگاکر یکمشت یا باقساط رقم زکوٰۃ کو ادا کردیں۔ لیکن مستحسن طریق یہی سمجھا گیا ہے کہ زکوٰۃ ماہ رجب میں دیجائے۔ یہ مہینہ اسلیئے تجویز ہوا ہے کہ اس ماہ میں شب معراج آتی ہے۔ جس نے انسانی کمال کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور یہ بتلایا کہ ایک خاک کا پُتلا کہاں سے کہاں پہنچتا ہے۔

امید ہے کہ جناب ذیل کی سطور کو مطالعہ فرماکر ووکنگ مسلم مشن کے کارِ خیر میں اعانت فرماکر داخل حسنات ہونگے۔

یکم رجب ۱۳۴۹ ہجری

خادم
خواجہ عبدالغنی سیکرٹری

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ :۔ خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور اُن کارکنوں کا جو مالِ خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں۔ اور اُن لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے اِن

مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے اور نیز قیدِ غلامی سے غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زادِراہ میں۔ یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا اور صاحب تدبیر ہے +

آیت بالا میں زکوٰۃ کے آٹھ مصرف قرآن کریم نے خود تجویز کیے ہیں۔ اور وہ مساکین و فقرا کی امداد۔ فی الرقاب یعنی فی زماننا نادار قرضداروں کے قرضے اتارنے اور ایسوں کو بندھنوں سے آزاد کرنا۔ مسافروں کی رفع تکلیف۔ فی سبیل اللہ امور کی امداد۔ مؤلفۃ القلوب کی امداد۔ محصلین زکوٰۃ اور خدا کی راہ میں کام کرنے والے کا ما یحتاج +

ان آٹھ مصارف زکوٰۃ میں سے فی سبیل اللہ سے مقصد اسلام اور اسکی تبلیغ ہے۔ اور یہ سب کا اتفاق ہے۔ اور ان آٹھ مقاصد زکوٰۃ میں تین مقاصد تو کم از کم اشاعتِ اسلام سے وابستہ ہیں۔ اور حقیقت الامر تو یہ ہے کہ اسلام آج سب مسلمانوں سے بڑھکر مسکین و فقیر ہے بہر حال ہر ایک شخص کی زکوٰۃ کا ⅓ تو لازمًا اشاعت اسلام میں خرچ ہونا چاہیئے۔

گزشتہ بیس سالوں میں جو اسلامی تحریکات ہندوستان کی فضا میں وقتًا فوقتًا رونما ہوتی رہی ہیں۔ ان کُل کی کُل تحریکات نے ہمپر یہ ظاہر کر دیا کہ خدا کے نزدیک بھی اشاعت اسلام ہی ایک محبوب ترین کام ہے۔ باقی تحریکوں میں ہماری ناکامیاں۔ اور یورپ میں اشاعتِ اسلام کے کام میں ہماری شاندار ترقی و فوق العادۃ کامیابی یہی امر ظاہر کرتی ہے کہ خدا کے فضل سے مغرب میں اشاعتِ اسلام گزشتہ انیس سالوں میں ہر طرح کامیاب ہوئی ہے۔ لوگ لکھو کہا روپیہ صرف کرکے بیرونٹ بنتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے کئی بیرونٹ اور لارڈ ہیڈلے ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی جدوجہد سے عطا فرما دیئے۔ یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ حکمران قوم کے معزز احباب ہم میں شامل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ حکومت وقت کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ شخص بھی بڑا بھاری ہوتا ہے۔ ضرورت صرف اِسوقت یہ ہے کہ ووکنگ مسلم مشن (انگلستان) میں ہمارے مبلغین کی تعداد بڑھے۔ اور ہمارا اسلامی لٹریچر کثرت سے مفت تقسیم ہو۔ اور یہ کوئی مشکل امر بھی نہیں۔ اس مبارک مہینہ میں ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر ہم سب کے سب جن کو اِس کارِ خیر سے شدید محبت ہو اور رہی ہے۔ اپنی زکوٰۃ کا اگر نصف حصہ بھی انگلستان میں تبلیغ

اسلام کے لیئے دے دیں تو مشن ووکنگ ٹرسٹ کی مالی تقویت کا موجب ہوگا۔

ووکنگ مشن ایک باضابطہ رجسٹرڈ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جسکا باضابطہ حساب آمد و خرچ رکھا جاتا ہے۔ جسکو آڈیٹر باقاعدہ آڈٹ کرتا ہے۔ اگر برادران اسلام من حیث القوم اس کارِ خیر کی طرف توجہ فرمائیں تو بہت جلد اسکا سرمایہ محفوظ چھ لاکھ روپے تک پہنچ سکتا ہے۔ اس سرمایۂ محفوظ کا سالانہ منافع ہی مشن کے اخراجاتِ کثیر کا بہت حد تک کفیل ہو سکتا ہے اور مشن مذکور آئے دن کے چندوں سے مخلصی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر مُسلم بھائی اپنی زکوٰۃ و صدقات، نذر و نیاز کا معتد بہ حصہ اس کارِ خیر کے لیئے ارسال فرماتے رہیں تو بہت جلد مجوزہ سرمایہ پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ بفضلہ تعالےٰ مشن ٹرسٹ کے پاس اسوقت پہلے لاکھ کے لگ بھگ سرمایہ محفوظ میں جمع ہو چکا ہوا ہے جس کا سالانہ منافع اڑھائی ہزار روپے کے قریب ہے۔ مسلم قوم ہمیشہ سے ہی مخیر واقع ہوئی ہے۔ اسلامی کاموں میں حصہ لینے میں انہوں نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اور ہمیشہ کھلے دل کے ساتھ قومی کاموں میں حصہ لیا ہے۔ اگر ایک دفعہ ہم سب ملکر ووکنگ مشن ٹرسٹ کے سرمایۂ محفوظ کو چھ لاکھ تک پہنچا دیں تو یہ مشن انشاء اللہ تعالےٰ مستقل طور پر سرزمین تثلیث میں ہمیشہ کیلئے مستحکم ہو جائیگا اور مشن مذکورہ آیندہ کیلئے مسلم جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ اس سرمایۂ محفوظ کا منافع یورپ میں اشاعتِ اسلام کے سوا اور کسی امر پر خرچ نہ کیا جائے گا۔

اِس جگہ پر مجھے اِس امر کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض کیا تھی۔ سیرت نبویؐ اور تاریخ اسلام کا مطالعہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند کرنے کے لیئے مبعوث ہوئے۔ خود آپؐ نے اور آپؐ کی اتباع میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اس مقصدِ عظمےٰ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیئے بڑی بڑی بھاری قربانیاں فرمائیں۔ اعلائے کلمۃ اللہ میں صحابۂ کرامؓ نے اپنی جانیں اور مال تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ ہر قسم کے جسمی آلام و تکالیف اٹھائیں

برادرانِ اسلام! آپ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی اتباع میں اِس اہم فریضہ کی ادائیگی ــ کنگ مشن کے کارِ خیر میں حصہ لے کر کر سکتے ہیں۔ ووکنگ مشن ہی آج تمام دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک واحد اسلامی مشن ہے جسکی فرقۂ اسلام سے تعلق نہیں جو یورپ میں اللہ کا نام بلند کر رہا ہے

اور اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے اس مشن کو مستحکم کرنا ہر مسلم و مسلمہ کا فرض اولین ہے۔ اس لیئے
میری استدعا ہے کہ آپ اسکے فنڈس کو مضبوط بنائیں۔ اور اپنی زکوۃ صدقات کا ایک
معتد بہ حصہ اس سال اسے ارسال فرما کر داخل حسنات ہوں۔

عیسائیوں کیطرف سے جو پُر زور تحریک تبلیغ دین کیلئے ہو رہی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں۔ کروڑوں روپیہ کے اخراجات
سے بیسیوں سالوں میں بھی اُنکے مشن کی کسی شاخ نے ایسے مہتم بالشان نتائج نہیں دکھائے جو ووکنگ مسلم مشن گذشتہ
اُنیس سالوں میں دکھا چکا ہے۔ جہاں کامرانی کی موہوم امید بھی ہو وہاں لوگ اپنا سیم و زر پانی کی طرح بہا دیتے ہیں
مگر یہاں تو امید نہیں بلکہ کھلی کھلی کامیابی اور بے نظیر کامگاری بھی مشاہدہ کرا دی گئی ہے۔ لیکن پھر بھی خاموشی ہی
خاموشی ہے۔ اور سوائے معدودے چند با ہمت افراد کے باقی سات کروڑ مسلمان یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اسلام
زندہ ہے یا مرے ہمیں اس سے کیا سروکار ہے لیکن اسلام تو نہ صرف زندہ ہی رہیگا بلکہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کا
وعدۂ قرآنی بھی اسکا انشاء اللہ پورا ہو کر رہیگا۔ مگر ان احباب کی ہمتوں پر جو اِسوقت موجود تو ہیں۔ اور فقط
نتائج کو دیکھ رہے ہیں۔ کتنا بڑا دھبہ ہوگا اگر اُنہوں نے اسوقت اسلام کو ترقی دینے کی بجائے بے توجہی
قائم رکھکر اُسے بگاڑ دیا اسلیئے سب برادران اسلام سے ہماری یہ اپیل ہے کہ اسوقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں
اسوقت محض رضائے الٰہی کی عظمت، دین محمدی کی خاطر۔ اور توحید الٰہی کو قائم رکھنے کیلئے ہمت و کوشش
دکھائیں اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلکر جہان پر ثابت کردیں کہ مسلمان دین اسلام کی تبلیغ کی خاطر کیسی ایثار
کرنیوالی قوم ہے۔ اسکی ہمت کسقدر بلند ہے۔ مسلمانوں کے اندر کثرت سے خیرات ہوتی ہے مسلمان اچھے کاموں پر
روپیہ صرف کرنے کو بھی تیار رہتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اُنکی خیرات کا بہترین مصرف اسوقت نیکی کے تمام
کاموں میں سب سے افضل، مقدم اور اہم اشاعت اسلام کا کام ہے۔ اور یہ اشاعت اسلام کا کام ووکنگ مسلم مشن
کے ذریعہ یورپ میں شروع ہو چکا ہوا ہے اسکا قائم رکھنا ہر ایک مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب
ہر ایک مسلمان تھوڑا بہت حسب استطاعت حصہ لے۔ اور اگر خدانخواستہ مسلمانوں کی عدم توجہی سے اس مشن کو کسی طرح کا
نقصان پہنچا تو مسلمان جو پہلے ہی ہمت کھو بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر شاید آئندہ کبھی بھی اپنے دین کو دوسروں تک
پہنچانیکی جرات نہ کرسکینگے۔ اگر دین کی اشاعت کا کام مسلمانوں میں کمزور ہو گیا تو پھر حفاظت اسلام کا بھی کوئی
سامان نہ رہیگا۔ اشاعت و حفاظت اسلام کا سوال ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے
لوگوں میں تحریک کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

خواجہ عبد الغنی سکریٹری ووکنگ ٹرسٹ
یکم رجب ۱۳۴۹ ہجری

ضروری نوٹ:۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے۔

کفریات میں ہو بہو موجود تھے ۔ حتٰی کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں ۔ اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں ۔ وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے ۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے مُنہ سے نکلے ہوئے ہیں ۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے ۔ یہ بدیہی ہے کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے ۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں ۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے ۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا ۔ اس ابتدائی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ان لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے ۔ چنانچہ آپ کے انگریزی میں ایک کتاب آئی ۔ ڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے ۔ وہ شاذ ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں ۔ دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ در اصل ان ہی دو کتابوں نے فاضل مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا ۔ جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں ۔ کہ کوئی مسلم گھر اُن سے خالی نہ ہو ۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی علوِ شان ظاہر کرتے ہیں ۔ لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی اور اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے ۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے ۔ کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا ۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں ۔ اس کا ثبوت ابھی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہے ۔ لکھائی چھپائی ۔ طباعت تقطیع ۔ کاغذ ۔ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت بہت کم رکھی گئی ہے ۔ جو حسب ذیل ہے :-

ینابیع المسیحیت [illegible]

نبوت کا ظہور اتم [illegible]

تمدن اسلام حصہ اول [illegible]
ایضاً حصہ دوم قیمت [illegible]

ذیل کے پتہ سے یہ کتب مل سکتی ہیں :-

مسلم بک سوسائٹی ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں میاں عبد الواحد کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام نے نمبر [illegible] برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لئے ہے جو دُنیا کو مصائب حاضرہ سے بچاسکتا ہے محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گذشتہ ستر سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے۔ کہ یہ کتاب اہل مغرب کے [illegible] میں [illegible] جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک روادارانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور انکے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائینگے۔ یہ کتاب اُن کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی جس سے انشاءاللہ حسب دلخواہ و شاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ کتاب ہذا کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور جس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے۔ کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو +

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا

یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوت کا ظہورِ اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کردیا۔ کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت۔ الوہیت و کفارہ مسیح اُن کی ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشائے ربانی دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی ان کا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر۔ گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب